

# آتش پرست

اسلم راہی۔ ایم اے



Ubaaid  
2002

اناطولیہ کے وسیع و عریض میدانوں میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے اور دھول اڑاتے ہوئے کچھ سوار بحیرہ باسفورس کے ساحل پر پہنچے تھے۔ انہوں نے دیکھا ساحل پر تین اشخاص کھڑے تھے جنہوں نے ہاتھ کے اشارے سے ان سواروں کو رکنے کے لئے کہا۔ ان تینوں نے اپنے گلوں میں سنہری صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے اناطولیہ کے میدانوں کی طرف سے آنے والے سوار جو اپنی شکل و شباہت اپنے لباس سے مسلمان لگتے تھے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ اتنی دیر تک ساحل پر کھڑے تینوں اشخاص ان کی طرف بڑھے۔ جو سوار آئے تھے ان میں سے دو آگے کھڑے ہو گئے باقی سوار بڑی ترتیب کے ساتھ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے۔

جن تینوں نے اپنے گلوں میں سنہری صلیبیں لٹکا رکھی تھیں وہ ان کے قریب آئے تھوڑی دیر تک سامنے کھڑے دونوں جوانوں کا جائزہ لیتے رہے۔ وہ دونوں دیو قامت۔ کٹر میل جسامت رکھنے والے نوجوان تھے۔ اور ان تینوں کو ایسے لگا جیسے وہ دونوں بگولوں کے ہمزاد اور ہمسفر بن کر ان کے سامنے آن کھڑے ہوئے ہوں اور کسی بھی وقت عذاب بن کر برس جائیں گے۔ دونوں نے کھر درے کپڑوں کی عبائیں پہن رکھی تھیں۔ کچھ دیر ان کا جائزہ لینے کے بعد ان تین میں سے ایک نے دونوں کو مخاطب کیا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں میں سے جو دائیں جانب ہے اس کا نام ایٹاخ اور جو بائیں جانب ہے اس کا نام اشناس ہے۔ اور تم دونوں مسلمانوں کے امیر المومنین ابوالسحاق معتمد کے سب سے عمدہ اور بہترین سالاروں میں سے ہو۔

کہنے والا جب خاموش ہوا تب وہ نوجوان جس کا نام ایٹاخ بتایا گیا تھا۔ اس کے چہرے پر

کبھی اس نے مجھ کو جلا دیا کبھی اس نے مجھ کو بجھا دیا  
میں چراغ تھا تو ہوانے بھی مجھے اک تماشہ بنا دیا

مری شکل اتری تھی خاک پر مری خاک رکھی تھی چاک پر  
میں خیال دست ہنر میں تھا مجھے اس نے خود سے ملا دیا

مری آنکھ میں جو سما گیا سر آب نقش بنا گیا  
کہاں چاند باقی بچے گا پھر جو کسی نے پانی ہلا دیا

تری ذات تھی مری بات تھی مرے پاس چاندنی رات تھی

۱۵۱) لطف خانہ خراب نے مجھے شام ہی سے سلا دیا

(سعد اللہ شاہ کے شعری مجموعہ ”دھوپ کا چاند“ میں سے)

مسکراہٹ نمودار ہوئی دھیسے سے لہجے میں کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔

ان تینوں نے پہلے ایٹاخ کا جائزہ لیا۔ صحرا کی وسعتوں اور سمندر کی گہرائیوں جیسی اس کی آنکھوں میں اس سے الم ناک سناٹوں کی شوریگی میں لپکتی جھپکتی کووندی برق اور نیلے سمندر کے چنگھاڑتے پانیوں میں چار سوبل کھاتی آندھیوں جیسی کیفیت تھی۔ ایسا لگتا تھا بہت جلد اس کی آنکھوں سے آتش فشانی دہانے ابل پڑیں گے۔

اس کے چہرے کی کیفیت کچھ ایسی تھی جیسے گولوں کے ساتھ دھال کرتے سر بستہ راز اپنا رنگ دکھا رہے ہوں یا زمین کی ننگی پیٹھ پر آندھیوں کے خوفناک رتھ کے دوش پر برق کے برستے تازیانے اینارقص شروع کرنے لگے ہوں۔ ایٹاخ کا جائزہ لینے کے بعد ان تینوں کی نگاہیں اس کے ساتھی شناساں پر جم گئی تھیں۔ وہ بھی اسی جیسا تو انا اور کزیل جوان تھا ان دونوں کا جائزہ لینے کے بعد کچھ دیر انہوں نے ان دونوں کے پیچھے کھڑے ان کے ساتھیوں کی طرف دیکھا پھر تینوں میں سے ایک ایٹاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایٹاخ! ہم اپنے شہنشاہ نفل بن میخائیل کے مقرر کردہ ہیں۔ ہمارے شہنشاہ کو ہمارے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ مسلمانوں کا ایک وفد ہمارے شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آ رہا ہے۔ لہذا ہم تینوں کو تمہارے استقبال کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ساتھ آؤ۔

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں ایک طرف ہو لیے ایٹاخ نے اپنے ساتھیوں کی طرف مخصوص اشارہ کیا اور اس کا اشارہ پا کر اس کے سارے ساتھی اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے اس کے پیچھے ہو لیے تھے۔

وہ تینوں ان سب کو بحیرہ باسفورس کے کنارے ایک عمارت کی طرف لے گئے جو ایک بہت بڑا اصطل تھا۔ ان تینوں میں سے ایک نے اصطل کے اندر کام کرنے والے لوگوں کو اشارہ کیا جس پر کچھ لوگ بھاگتے ہوئے نکلے مسلمانوں کے وفد کے گھوڑے پکڑ کر اصطل میں لے گئے تھے۔ پھر ان تینوں میں سے ایک نے ایٹاخ کو مخاطب کیا۔

محترم ایٹاخ! آپ ہمارے ساتھ آئیں آپ کے گھوڑے یہیں رہیں گے۔ ہمارے شہنشاہ

سے ملاقات کرنے کے بعد آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں آئیں گے اور یہیں سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف چلے جائیں گے۔

ایٹاخ نے جواب میں کچھ نہ کہا چپ چاپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے ساتھ ہولیا۔ سب بحیرہ باسفورس کے کنارے آئے وہاں پہلے سے ایک خاصی بڑی کشتی کھڑی تھی جس کے اندر کام کرنے والے کچھ ملاح بھی تھے۔ ان تینوں میں سے ایک نے ایٹاخ کو اپنے ساتھیوں سمیت اس کشتی میں بیٹھنے کو کہا۔ اس پر ایٹاخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کشتی میں بیٹھ گیا وہ تینوں بھی کشتی میں ہو بیٹھے۔ ان کے کہنے پر ملاح چھوڑوں کو حرکت میں لائے اور کشتی بحیرہ باسفورس کے اندر حرکت میں آ گئی تھی۔

تھوڑا آگے جا کر کشتی بحیرہ باسفورس کے ایک جزیرے کے پاس رک گئی۔ کشتی رکنے کے بعد صلیبیں پہنے ہوئے جو دو اشخاص ان کی راہ نمائی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک مسلمانوں کے امیر ایٹاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایٹاخ! یہ چھوٹا سا جزیرہ جس کے پاس کشتی آ کے کھڑی ہوئی ہے۔ اس کا نام پرکیو ہے۔ یہ بحیرہ باسفورس اور قسطنطنیہ شہر کے سامنے پرانا اور سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ یہاں ہمارے شہنشاہ نفل بن میخائیل نے مہمانوں کے لئے ایک انتہائی عمدہ اور پر تکلف مہمان خانہ بنا رکھا ہے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو اجازت دیں کہ یہ ٹھہر جائیں صرف آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی سالار اشاس کو لے جاسکتے ہیں۔ باقی آپ کے ساتھی یہیں آرام کریں گے۔ واپسی پر آپ انہیں اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔

اس شخص کے ان الفاظ پر ایٹاخ اور اشاس دونوں نے ایک دوسرے کی طرف جواب طلب انداز میں دیکھا۔ پھر دونوں کشتی سے نیچے اترے ان کے ساتھی بھی کشتی سے نیچے اتر گئے تھے۔ وہ دونوں راہ نما انہیں جزیرے میں لے گئے ایک بہت بڑی عمارت میں داخل ہوئے۔ جو مہمان خانہ تھا۔ ایٹاخ اور اشاس کے ساتھیوں کو وہاں ٹھہرایا گیا پھر وہی دونوں صلیب پہنے راہ نما ایٹاخ اور اشاس کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے اور کشتی ایک بار پھر قسطنطنیہ شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

کشتی کو قسطنطنیہ شہر کے جنوبی سمت شہر پناہ کے سنہری دروازے کے سامنے روکا گیا۔ چاروں

کشتی سے اترے پھر وہ دونوں راہ نما-ایتاخ اور اشناش کو لے کر قسطنطنیہ شہر میں داخل ہو گئے تھے۔  
شہر کے اندر تھوڑا سا آگے جانے کے بعد ان دونوں راہ نماؤں میں سے ایک مڑا اور ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایتاخ! اس وقت ہمارا شہنشاہ نوفل بن میخائیل اس کے اہل خانہ سارے سالار اور عمائدین سلطنت ہپوڈروم نام کے میدان میں جمع ہیں۔ اس وقت وہاں گھوڑوں اور رتھوں کی دوڑیں ہو رہی ہیں اور وہ ان سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو وہیں لے کے چلتا ہوں۔ میدان کے ایک کمرے میں آپ کو بٹھا کر میں اپنے شہنشاہ کے داروغہ کو آپ کی آمد سے مطلع کرتا ہوں۔

ایتاخ اور اشناش میں سے کسی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ تاہم ایتاخ نے اثبات میں گرون ہلا دینی تھی۔ وہ چاروں پھر آگے بڑھے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تاریخی میدان ہپوڈروم میں داخل ہوئے۔ جسے بعد میں ترکوں نے ات میدان کا نام دیا تھا۔

میدان کے اندر گھوڑوں اور جنگی رتھوں کی دوڑیں اپنے زوروں پر تھیں ایتاخ اور اشناش دونوں نے دیکھا میدان کافی وسیع اور کھلا تھا اور کچھ قسطنطنیہ کے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میدان کے اندر بائیں جانب جہاں میدان سے ملحقہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ کا قصر تھا۔ قصر اور میدان کے بیچ میں ایک اونچی شمشین تھی جس کے اوپر پھت ذلی ہوئی تھی۔ اور وہیں قسطنطنیہ کا شہنشاہ اور اس کے لواحقین بیٹھے دوڑوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کے دائیں بائیں پیچھے بڑے بڑے اونچے شاندار مزمین اور مدرستون تھے۔ ان ستونوں کے بیچوں بیچ جگہ جگہ دیوتاؤں، بہادروں، شہنشاہوں اور جنگ جوؤں کے مجسمے نصب تھے۔

میدان میں داخل ہونے کے بعد دونوں راہ نماؤں نے ایتاخ اور اشناش دونوں کو ایک پر تکلف کمرے میں بٹھایا پھر دونوں باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹے ان کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان راہ نماؤں میں سے ایک نے نئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

محترم ایتاخ! یہ ہمارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے چوب دار ہیں میں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کی ساری تفصیل ان سے کہہ دی ہے۔ جونہی ہمارا شہنشاہ.....

یہاں تک کہتے کہتے اس راہ نما کو رک جانا پڑا اس لئے کہ جو بدرا خود آگے بڑھا پہلے اس نے پر جوش انداز میں ایتاخ اور اشناش سے مصافحہ کیا پھر ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم ایتاخ! آپ کو تھوڑی دیر کے لئے انتظار کی زحمت برداشت کرنا پڑے گی۔ آپ یہاں بیٹھیں جونہی ہمارا شہنشاہ گھوڑوں اور رتھوں کی دوڑ دیکھنے کے بعد فارغ ہوتا ہے۔ میں تم دونوں کو اس کے پاس لے جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جو بدرا اور دونوں راہ نما باہر نکل گئے تھے۔ جونہی جو بدرا اور وہ دونوں راہ نما اس کمرے سے نکلے اچانک اور بڑی تیزی سے ایک شخص اس کمرے میں داخل ہوا۔ ایتاخ اور اشناش نے دیکھا آنے والا ان ملاحوں میں سے ایک تھا جو اس کشتی کو ساحل پر لائے تھے جس میں انہوں نے مشرقی ساحل سے قسطنطنیہ تک کا سفر کیا تھا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا پریشان اور فکر مند تھا بڑی تیزی سے آگے آیا ایتاخ کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا پھر بڑی عاجزی اور انکساری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مسلمانوں کے محترم سالار! اگر آپ میرا ایک کام کر دیں تو میں ساری زندگی آپ کا احسان مند رہوں گا میرے عزیزو! میں قسطنطنیہ کا رہنے والا ایک یہودی ملاح ہوں تم لوگوں نے مجھے پہچان لیا ہوگا۔ جس کشتی میں تم آئے ہو وہ کشتی میری ہی ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے اس ملاح کو رک جانا پڑا اس لیے کہ ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔  
پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟ ہم سے کیا چاہتے ہو۔ اس پر یہودی ملاح پھر بول پڑا۔

میرا نام طورون ہے میں بتا چکا ہوں کہ میں قسطنطنیہ کا ہی رہنے والا ہوں۔ میں آپ کے ذریعے ایک بے بس لڑکی اور اس کی ماں کی جان بچانا چاہتا ہوں۔ پر اس سے زیادہ میں آپ دونوں سے کچھ نہیں کہتا میں آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ جو کام میں کہنے لگا ہوں اس سے انکار نہ کیجئے گا۔

ایتاخ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
جو کچھ کہنا ہے جلدی کہو ہو سکتا ہے جو جو بدرا ابھی ابھی گیا ہے ہمیں لینے آجائے تاکہ ہمیں اپنے بادشاہ کے پاس لے جائے تم سب سے ہوئے کیوں ہو بیٹھ جاؤ اگر تمہاری موجودگی میں کوئی آگیا

نوفل بن میخائیل کی اس گفتگو نے ایکاسیہ کو اس سے متنفر کر دیا تھا۔ نوفل بن میخائیل سے ملنے کے بعد ایکاسیہ نے بہانہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں پہلے اپنی ماں سے گفتگو کرے گی۔ اس کے بعد اس کے حرم میں داخل ہونا پسند کرے گی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایکاسیہ کی ماں کا نام قسطونہ ہے۔

نوفل بن میخائیل کے ہاں سے جانے کے بعد ایکاسیہ اپنی ماں قسطونہ کے ساتھ روپوش ہو گئی شہر میں یہودیوں کی خاصی بڑی بستی ہے۔ جس کے اندر ہزاروں یہودی آباد ہیں۔ میرا تعلق بھی ایکاسیہ ہی کے قبیلے سے ہے۔ اب میں آپ سے گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کسی طرح ایکاسیہ اور اس کی ماں کو یہاں سے نکال کر ان کی جان بچائی جائے اس لئے کہ نوفل بن میخائیل نے اپنے ہزاروں کارندے ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ کو تلاش کرنے پر مقرر کر دیئے ہیں۔ وہ ہر صورت میں ایکاسیہ کو تلاش کر کے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایکاسیہ کے روپوش ہونے کے بعد نوفل بن میخائیل دوسری لڑکی تھیوڈورا سے شادی کر چکا ہے۔ اب ان دونوں تھیوڈورا ہی قسطنطنیہ کی ملکہ ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے یہودی ملاح طورون کا عجیب سی بے بسی اور عاجزی میں ایک دفعہ ایساخ کی طرف دیکھا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

محترم ایساخ! اگر آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قسطونہ اور اس کی بیٹی ایکاسیہ کو یہاں سے نکال کر اپنی سلطنت میں لے جائیں تو یہ ایک بیوہ اور اس کی بے بس بیٹی پر انتہا درجہ کا احسان ہوگا اور وہ دونوں زندگی بھر آپ دونوں کی ممنون رہیں گی۔ یہاں ہمہ وقت ان دونوں کی زندگی کو خطرہ ہے۔

طورون جب خاموش ہوا تو رازداری کے انداز میں ایساخ نے اس سے پوچھ لیا۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ روپوش ہونے کے بعد وہ حسین لڑکی ایکاسیہ اور اس کی ماں کہاں ہیں؟ طورون اپنا منہ ایساخ کے قریب لے گیا۔ پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔ راستے میں جس جزیرے کے پاس کشتی رکی تھی۔ جہاں مہمان خانے میں آپ کے ساتھیوں کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس جزیرے کے اندر خاصی بڑی بستی ہے اس بستی کے ایک گھر میں ایکاسیہ اور

تو میں کہ دوں گا میں نے ہی تمہیں یہاں بلایا تھا تاکہ میں قسطنطنیہ شہر کے متعلق تم سے تفصیل جان سکوں۔ اب بیٹھو اور اطمینان سے بتاؤ کہ کیا بات ہے۔ کیا معاملہ ہے۔ اس پر یہودی ملاح طورون کو کسی قدر تسلی ہوئی ایساخ اور اشناش کے سامنے وہ بیٹھ گیا پھر دھیمے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔ میرے دونوں مسلمان عزیزو! قسطنطنیہ کے موجودہ شہنشاہ نوفل بن میخائیل کو تخت نشین ہوئے ابھی چند ہی ماہ ہوئے ہیں تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے سب سے پہلے یہ ارادہ کیا کہ وہ قسطنطنیہ کی سب سے حسین خوبصورت اور پرکشش لڑکی سے شادی کرے گا۔

اس مقصد کے لئے اس کے کارندوں نے پہلے سارا شہر چھان مارا لوگوں سے پوچھ گچھ کی۔ جس کے نتیجے میں پتہ چلا کہ دولڑکیاں جس میں سے ایک کا نام ایکاسیہ دوسری کا نام تھیوڈورا ہے۔ قسطنطنیہ میں سب سے زیادہ حسین اور پر جمال ہیں۔

نوفل بن میخائیل کے حکم پر ان دونوں لڑکیوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب نوفل بن میخائیل نے دیکھا کہ تھیوڈورا کی نسبت ایکاسیہ انتہا درجہ کی حسین، پر جمال اور پرکشش ہے لہذا اس نے ارادہ کیا کہ تھیوڈورا کی بجائے وہ ایکاسیہ کو اپنی بیوی بنائے گا۔

میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ایکاسیہ ایک یہودی لڑکی ہے اور وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے باپ اس کا فوت ہو چکا ہے اپنی بیوہ ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ قسطنطنیہ میں اس جیسی حسین لڑکی نہ کوئی ہے نہ کوئی پیدا ہوگی۔

اب یوں جانو ایکاسیہ کی بد قسمتی یا نوفل بن میخائیل کی بد قسمتی کہ جب ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کیا گیا اور نوفل بن میخائیل نے ایکاسیہ سے گفتگو کی تو دوران گفتگو نوفل بن میخائیل نے ایکاسیہ سے کہہ دیا کہ

”دنیا میں زیادہ تر برائیاں عورت کی وجہ سے ہیں“

ایکاسیہ نے نوفل بن میخائیل کے اس جملے اس کی اس بات کو انتہا درجہ کا ناپسند کیا اور فوراً اس کے اس جملے کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

اس دنیا میں بہت سی اچھائیاں عورت ہی کی وجہ سے ہیں۔ (قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل اور قسطنطنیہ کی حسین و خوبصورت لڑکی ایکاسیہ کے ان جملوں اور ان کی اس گفتگو کو مورخین بڑی تفصیل کے ساتھ کتابوں میں لکھا ہے)

اس کی ماں قسطونہ نے پناہ لے رکھی ہے۔ میں چونکہ ان کا قریبی عزیز ہوں لہذا انہیں ضرورت کی ہر شے وہاں مہیا کرتا ہوں۔ میرے ساتھ جو کشتی میں کام کرنے والے ملاح ہیں وہ بھی اس حادثے کے رازدار ہیں۔ اب آپ بتائیں۔ آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔

جواب میں ایٹاخ نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے طورون کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی نگاہیں اپنے ساتھی سالار اشناس پر جم گئی تھیں۔ اشناس مسکرایا پھر کہنے لگا۔

ایٹاخ! میرے بھائی تمہارا فیصلہ میرے لئے آخری ہے۔ جو فیصلہ تم کرو گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔

ایٹاخ نے پھر طورون کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

پہلے یہ بتاؤ اسے کیسے جزیرے سے نکالا جائے گا۔ اور کیسے اسے ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ اس پر طورون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

جب آپ لوگ یہاں سے جائیں گے تو میری گزارش ہے آپ رات کے وقت یہاں سے رخصت ہونا پسند کریں۔ میں آپ کو اپنی کشتی میں لے کے جاؤں گا راستے میں چونکہ اپنے ساتھیوں کو بھی لیتا ہے۔ میں آپ کو جزیرے میں لے جاؤں گا اس لڑکی اور اس کی ماں سے آپ کا تعارف بھی کروادوں گا۔ اس طرح آپ پران کا اعتماد اور بھروسہ ہوگا۔ اور آپ کے ساتھ جانے پر وہ رضا مند ہو جائیں گی۔ آپ کی یہاں سے روانگی سے پہلے میں ایک کشتی کے ذریعے دو گھوڑے پہلے ہی اس اصطبل میں پہنچا دوں گا جو ملاح گھوڑے لے کے جائیں گے وہ ملاح ایکاسیہ اور اس کی ماں قسطونہ سے بھی ملیں گے ان سے کہیں گے کہ وہ دونوں مسلمانوں جیسا حلیہ بنا کر رکھیں تاکہ انہیں یہاں سے نکالا جائے۔ واپسی پر آپ کے ساتھیوں کے ساتھ انہیں بھی لے لیا جائے گا۔ پھر دوسرے کنارے پر اصطبل میں جا کے آپ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ اب آپ کہیں آپ کیا کہتے ہیں۔

ایٹاخ نے کچھ دیر سوچا اس کی گردن جھکی رہی پھر شبہات بھرے انداز میں اس نے طورون کی طرف دیکھا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

سن طورون! اگر کسی بھی موقع پر مجھے یہ شبہہ تک ہو گیا کہ اس یہودی لڑکی اور اس کی ماں کو ہمارے ساتھ قسطنطنیہ کے شہنشاہ کے لئے جاسوسی کرنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے تو یاد رکھنا میں ان

دونوں کی گردن تو کاٹوں ہی کاٹوں یہاں پھر لوٹ کے آؤں گا اور تیری بھی گردن کاٹ کے چلا جاؤں گا۔ لہذا جو کچھ مجھے ہی کرنا سوچ سمجھ کے کرنا۔

طورون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔ قسم موسیٰ دہارون کی اگر میں آپ سے دھوکہ دہی سے کام لوں تو مرتے دم ایمان سے خالی ہو جاؤں۔ اگر میں آپ دونوں کو فریب دوں تو ابراہیم کا خدا مجھے کتے اور سور کی موت مارے۔ ہاں اگر کسی بھی موقع پر آپ کو شائبہ ہو جائے کہ وہ دونوں ماں بیٹی مسلمانوں کے خلاف جاسوسی میں ملوث ہیں تو آپ کو اجازت ہے ان دونوں کی گردن کاٹ دیں۔ جب ایسا ہو تو آپ مجھے پیغام بھجوائیے گا میں اپنا سر کنوٹاںے خود آپ کے مرکزی شہر سامرا پہنچ جاؤں گا۔ اب بولیں آپ کیا کہتے ہیں۔

ایٹاخ مسکرا دیا طورون کی باتوں سے اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لڑکی اور اس کی ماں بے بس ہیں۔ طورون کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔ جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہوگا۔ اس پر طورون اٹھ کھڑا ہوا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اپنی کشتی میں آپ دونوں کا انتظار کروں گا جو نبی آپ شہنشاہ سے گفتگو کر لیتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ یہاں قیام نہ کریں۔ شہنشاہ سے کہیں کہ آپ ابھی واپس جانا چاہتے ہیں اس طرح ایکاسیہ اور اس کی ماں کو یہاں سے نکالنے کا کام آسان ہو جائے گا۔ ایٹاخ نے جب اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب مطمئن انداز میں طورون وہاں سے چلا گیا تھا جب کہ ایٹاخ اور اشناس پہلے کی طرح قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے چوہدار کا انتظار کرنے لگے تھے۔

کے امیر المومنین ابواسحاق معتمد کی شکایات پیش کرنا چاہتے ہیں۔  
چو بدار کا پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

مالک! آپ نے مسلمانوں کے امیر ابواسحاق معتمد اور اس کی سلطنت کا احوال جاننے کے لئے جاسوس بھیجے تھے وہ بھی اس وفد کے آگے آگے لوٹ کے آئے ہیں۔ ان میں سے دو ہی نے اس وفد کا استقبال کیا ان کے ساتھیوں کو مہمان خانے میں ٹھہرایا ان میں سے دو کو لے کر یہاں آئے ہیں اس وقت میں نے انہیں اس میدان کے ایک کمرے میں بٹھایا ہوا ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

اس انکشاف پر نوفل بن میخائیل نے ایک پیار بھری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بیوی تھیوڈورا پر ڈالی اور اپنے چو بدار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

مسلمانوں کے جو دو قاصد مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان کی کیا اہمیت ہے کیا وہ عام سے لوگ ہیں یا مسلمانوں کے امیر المومنین معتمد کے لشکر میں یا اس کی سلطنت میں کوئی خاص منصب اور مرتبہ رکھتے ہیں۔

اس پر چو بدار نے پھر جھک کر نوفل کو تعظیم دی۔ سیدھا کھڑا ہوا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

آقا! وہ کوئی عام آدمی نہیں ہیں دونوں ہی معتمد کے بہترین جرنیل ہیں دونوں ترک ہیں۔ ایک کا نام ایٹاخ۔ دوسرے کا نام اشناس ہے۔ دونوں مسلمانوں کے بہترین سالار اور تیغ زن ہیں۔ آپ حکم دیں میں پہلے کس کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ پہلے مسلمانوں کے دونوں جرنیلوں کو لاؤں یا وہ جاسوس جو مسلمانوں کا احوال جاننے کے لئے بھیجے تھے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

نوفل بن میخائیل نے کچھ سوچا۔ کچھ دیر اس نے اپنے لشکر یوں کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن۔ دوسرے سالاروں برداس اور فروزن سے مشورہ کیا پھر کہنے لگا۔

پہلے مسلمانوں کے دونوں جرنیلوں کو میرے پاس لے کر آؤ تاکہ میں جانوں وہ ہمارے خلاف اپنے امیر المومنین کی کیا شکایت لے کر آئے ہیں۔ اس کے بعد میں ان جاسوسوں سے ملوں

تھوڑی ہی دیر بعد ہپوڈروم کے میدان میں گھوڑوں، رتھوں کی دوڑیں اور تیغ زنوں کے مقابلے ختم ہو گئے۔ قسطنطنیہ کے لوگ جو یہ تماشا دیکھنے آئے تھے۔ اس وقت میدان سے باہر نکل رہے تھے تب قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل کا چو بدار اس چوہترے کی طرف بڑھا جس کے اوپر قسطنطنیہ کا بادشاہ اپنے عزیز واقارب سالاروں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مورخین نے قصر شاہی اور ہپوڈروم کے درمیان اس چوہترے کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ جس پر قسطنطنیہ کا شہنشاہ اور اس کے لواحقین بیٹھ کر ہپوڈروم میں ہونے والے دوڑوں اور تیغ زنوں کے مقابلے دیکھا کرتے تھے۔

بہر حال چو بدار چوہترے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا۔ اس وقت چوہترے کے اوپر بنی انتہائی قیمتی نشستوں میں سے درمیانی میں خود نوفل بن میخائیل قسطنطنیہ کا شہنشاہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں جانب اس کی بیوی تھیوڈورا اور بائیں جانب اس کی ماں یوفرساں بیٹھی ہوئی تھی۔ اگلی نشستوں پر اس کے لشکر یوں کا سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن، دوسرا سالار براوس جو نوفل بن میخائیل کا برادر نسبتی اور اس کی بیوی تھیوڈورا کا بھائی بھی تھا۔ اس کے بعد تیسرا بڑا جرنیل فروزن بیٹھا ہوا تھا۔ اگلی نشستوں پر شہر کے عمائدین اور پادری اپنے اپنے منصب کے مطابق بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ چو بدار نوفل بن میخائیل کے سامنے آیا اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے خوب جھک کر نوفل بن میخائیل کو تعظیم دی۔ سیدھا کھڑا ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مالک! مسلمانوں کا ایک وفد کچھ شکایات لے کر آیا ہے۔ ان کے گھوڑوں کو ہم نے باسفورس کے اس پار صطبل میں باندھ دیا ہے۔ وفد کے باقی ارکان کو باسفورس کے جزیرہ پر نکو کے مہمان خانے میں ٹھہرا دیا گیا ہے۔ صرف دو کو یہاں لایا گیا ہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمانوں

گاجنہیں مسلمانوں کی سلطنت کا احوال جاننے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔

اس پر چوہدر مڑا سیڑھیاں اتر اس کمرے میں داخل ہوا جس میں ایساخ اور اشناں بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم دونوں میرے ساتھ آؤ تمہیں ہمارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل نے طلب کیا ہے۔

اس پر ایساخ اور اشناں دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ چوب دار کے ساتھ ہونے پھر چوب دار نے ان دونوں کو لے جا کر نوفل بن میخائیل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چوہدر نے پھر جھک کر نوفل بن میخائیل کو تعظیم دی۔ لیکن ایساخ اور اشناں دونوں اپنی جگہ پر پرسکون کھڑے رہے۔ نہ وہ جھکے نہ ہی نوفل بن میخائیل کو کوئی تعظیم دی۔ چوب دار جب پیچھے ہٹ گیا تب نوفل بن میخائیل نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر معتمد کے بہترین سالاروں میں سے ہو اور ہمارے خلاف اپنے امیر کی شکایات لے کر آئے ہو کہ تم ہمارے لئے اپنے امیر کا کیا پیغام رکھتے ہو۔

اس موقع پر ایساخ نے چوہدرے کا جائزہ لیا جس کے دائیں بائیں پیچھے بڑے بڑے مدور ستون تھے جن کے درمیان اطلسی پردے لہرا رہے تھے۔ دائیں بائیں بڑے بڑے مجسمے کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ دیر ان سب کا جائزہ لینے کے بعد اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس کی چھاتی تن گئی۔ اس کے بعد نوفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

قططنیہ کے بادشاہ! ہمارے امیر المومنین ابواسحاق معتمد کو آپ سے تین شکایات ہیں۔ اول یہ کہ آپ مشہور اور بدنام زمانہ اسلامی سلطنت کے باغی آتش پرست بابک خرمی کی مدد اس کی اعانت اس کی پشت پناہی کرتے ہیں اور وہ اپنی کوبستانی آماجگاؤں سے نکل کر آپ کے شہر دینے پر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور معصوم لوگوں کا قتل عام کرتا ہے۔

ثانیاً آپ کے مخبر۔ آپ کے کارندے عربوں اور ایرانیوں کے درمیان نفرت پیدا کر کے ان کے درمیان تعصب کو ہوا دے کے انہیں لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور آپ سے تیسری شکایت یہ ہے کہ ہمارے ارض شام سے ملحق علاقوں اور اناطولیہ کے میدانوں میں بوز نام کا آپ کا جو حاکم ہے وہ اکثر و بیشتر ہمارے شامی علاقوں پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے۔ ایسا وہ بلا کسی وجہ اور علت کے کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کا قتل عام کر کے اپنے علاقوں میں گھس

جاتا ہے۔ ہم نے ابھی تک کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ جب ہم ایسا کریں گے تو پھر آپ کو ہمارے خلاف بے شمار شکایات اٹھ کھڑی ہوں گی۔ یہی وہ تین شکایات ہیں جو ہم اپنے امیر ابواسحاق معتمد کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایساخ خاموش ہو گیا تھا۔ قططنیہ کا بادشاہ نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر ایساخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں تم کوئی عام سفیر نہیں ہو۔ تمہارے اندر ایک سالار بول رہا ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم دونوں معتمد کے عمدہ اور نایاب سالاروں میں سے ہو۔ تم نے جو تین شکایات پیش کی ہیں۔ ان میں سرفہرست بابک خرمی آتا ہے۔ یہ آتش پرست ہے۔ اس نے اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے۔ ہمارے خلاف یہ کوئی کارروائی نہیں کرتا اس لئے ہمارے ساتھ اس کے تعلقات بہتر ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے خلاف ہم اس کی کوئی مدد نہیں کرتے۔ آپ لوگوں کو خود یہ سوچنا چاہئے کہ آخر بابک خرمی نے تم لوگوں کے خلاف ہی کیوں بغاوت کھڑی کر رکھی ہے۔ جہاں تک میں اس کی بغاوت کو سمجھ پایا ہوں تو تم لوگوں نے ایران فتح کر کے مجوسی اور آتش پرست مذہب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس بابک خرمی نے سارے مجوسیوں اور آتش پرستوں کو اپنے ساتھ ملا کر تمہارے خلاف بغاوت کر دی ہے تاکہ وہ ایران میں مجوسیت کو بحال کرے۔ اس میں نہ ہم اس کی اعانت کر رہے ہیں نہ اس کی مدد کر رہے ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اپنی ذمہ داری پر کر رہا ہے۔

تمہاری دوسری شکایت یہ ہے کہ ہم ایرانیوں اور عربوں کو لڑا رہے ہیں ان کے اندر تعصب پھیلا رہے ہیں۔ یہ بات تمہارے ہاں سے بہت پہلے سے چلی آ رہی ہے۔ تمہارے خلیفہ دوم۔ سوئم اور چہارم کو قتل کرنے میں ایرانی ملوث تھے۔ کیا وہ کام بھی ہم نے انجام دیا تھا۔ تمہارے خلیفہ منصور کو ایرانی نژاد ابومسلم کے خلاف شکایات تھیں اور وہ تمہارے خلیفہ کے خلاف بغاوت کھڑی کرنا چاہتا تھا۔ منصور نے اسے قتل کروا دیا کیا یہ کام بھی ہم نے سر انجام دیا تھا۔ تمہارے امیر المومنین ہارون الرشید کے خلاف ایرانی نژاد برا مکہ نے اپنا رنگ دکھانے کی کوشش کی اور ہارون الرشید نے برا مکہ کو نیست و نابود کر دیا۔ کیا برا مکہ کو بھی ہم ہی نے عربوں کے خلاف اکسایا تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد نوفل بن میخائیل رکا۔ طنزیہ سے انداز میں دوبارہ ایساخ کو مخاطب کرتے



ہوئے کہنے لگا۔

تمہارے تیسرے سوال کا جواب میں بعد میں دوں گا پہلے جو باتیں میں نے تمہاری دو شکایات کے سلسلے میں کہی ہیں کیا ان کا تمہارے پاس کوئی جواب ہے۔

ایتاخ نے کچھ سوچا پھر ایک گہری نگاہ اس نے نوفل بن میخائیل پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

قسطظنیہ کے بادشاہ! ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں کہ آپ کی حکومت بابک خرمی کی مدد اور اعانت کرتی ہے۔ اسے سامان حرب و ضرب مہیا کرتی ہے۔ اور آذربائیجان کے اس قلعہ میں جیسے اس نے اپنا مرکز بنا رکھا ہے وہاں آپ کے کچھ مشیر بھی ہیں جو اسے مسلمانوں کے خلاف مشورہ دیتے رہتے ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے مستقبل میں ہم اسے ثابت کر کے رہیں گے جب ایسا ثابت ہوا تو اسے بادشاہ پھر ہم تمہارے پاس ناش لے کے نہیں آئیں گے ہم ان کارندوں سے ایسا نہیں گے کہ ہمارا پنپنا ان کے لئے ایک عبرت بن جائے گا۔ جہاں تک بابک خرمی کا تعلق ہے تو مت خیال کرنا کہ ہم اس سے نپٹ نہیں سکتے۔ عنقریب آپ دیکھیں گے کہ وہ ہمارے آگے آگے پناہ نہ ملنے والے کسی مسافر کی طرح بھاگ رہا ہوگا۔ آپ ہم زیادہ دن اسے من مانی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

بادشاہ! جہاں تک تمہارے دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ ہمارے تین خلفائے راشدین کے قتل میں ایرانی ملوث تھے۔ تو وہ ایرانی زیادہ تر غیر مسلم تھے۔ اب بھی آپ کی حکومت جو ایرانی اور عربوں کو آپس میں لڑا رہی ہے تو وہ ان ایرانیوں کو استعمال کر رہے ہیں جو نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دل میں ابھی تک اسلامی عقائد اچھی طرح جانشین نہیں ہوئے۔

اے بادشاہ! جب ایک شخص اسلام قبول کر جاتا ہے اور اسلام کے ارکان اس کے دل میں رچ بس جاتے ہیں تو خواہ وہ عربی ہو یا عجمی سب ایک دریا کی لہروں ایک تہیج کے دانوں ایک تہذیب کی موجدوں ایک ثقافت کی پگڈنڈیوں اور ایک کہکشاں کے ستاروں کی مانند ہو جاتے ہیں۔ وہ ایرانی جو مسلمان ہیں اور جن کے دلوں میں اسلامی ارکان رچ بس گئے ہیں۔ وہ ہمارے پہلو پہلو دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ اور ہم ایک جان دو قالب ہیں آپ لوگ صرف ان ایرانیوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جو ظاہر مسلمان اور باطن میں ابھی تک آتش پرست ہیں۔ اگر آپ اس شکایت کا بھی ازالہ نہیں کرتے تو پھر بادشاہ ان لوگوں سے بھی ہم خود نہیں گے اب ہماری

تیسری شکایت کا آپ کیا کہتے ہیں۔

نوفل بن میخائیل نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

تمہاری تیسری ناش اور شکایت یہ ہے کہ ہمارا اناطولیہ اور تمہارے ارض شام کے علاقوں سے متصل حاکم بوزر تمہارے علاقوں پر اکثر و بیشتر حملہ آور ہوتا رہتا ہے میں سمجھتا ہوں اسے ایسا کرنا چاہیے اس لئے کہ ارض شام میں وہ علاقے جو اس وقت تمہارے تسلط میں ہیں کبھی وہ ہمارے علاقے ہی تھے اور انہیں حاصل کرنا ہمارا حق ہے اور ہم انہیں حاصل کر کے رہیں گے۔

مسلمانوں کے سالار سن! تم لوگ جتنا بھی زور لگاؤ جتنی بھی طاقت استعمال کر لو وہ شامی علاقے جو تم نے رومنوں سے چھینے ہیں انہیں ہم تم سے ہر صورت ہر حال میں واپس لے کے رہیں گے۔ اور تمہیں وہ علاقے خالی کرنا ہوں گے۔

ایتاخ کے چہرے پر طنز یہی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اپنی آنکھیں اس نے نوفل بن میخائیل کی آنکھوں میں ڈالیں اور کسی قدر غضب ناک کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اے بادشاہ! کیسی انہونی باتیں کرتے ہو اس قوم سے اس کے شہر چھیننے کی دھمکی دیتے ہو جو طبع سے لے کر چینی ترکستان اور فرانس کے کوہستان البرانی سے لے کر ہمالیہ کی ڈھلانوں تک پھیلی ہوئی ہے یہ وہ قوم ہے جس نے اپنے ماضی میں بھی بڑے بڑے ارضی دیوتاؤں کے گریبان چاک کر کے انہیں لوہے کی لگا میں ڈالیں۔ اے بادشاہ! یاد رکھنا ہوا بھی ان ایوانوں کو گراتی ہے جن کا کوئی پاسبان، جن کا کوئی نگران، جن کا کوئی نگہبان نہ ہو جہاں تک ہمارا تعلق ہے۔ ہم اپنی نسلوں کی دولت اپنی ملت کی کشتی کے ساحل، اپنی سرزمینوں کی کھیتی کا حاصل، اپنے مجبوروں کی طاقت، اپنے غریبوں کا سرمایہ حیات اپنی قوم کے علم بردار ہیں۔ ہماری سرزمین ہمارا الہو ہم اس کا لہو ہیں۔ ہم اس کے شجرہ ہمارا ثمر ہے۔ اپنے دل کے قرطاس پر یہ بھی یاد رکھنا کہ ہم عقاب کے اس بچے کی طرح بے بس نہیں جو اپنے گھونسلے میں بھڑ بھڑا کر رہ جائے۔ ہم قلعوں کو ریت کے گھر وندے سمجھ کر ان کو گرانے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ ہم اپنی قوم اپنی ملت کے لئے نئی شمشیر برہنہ امیدوں کا مظہر، اس کے دل کی دھڑکن ہیں اور تاریخ کا قرض چکانے کی ہمت بھی رکھتے ہیں۔ ہم سب قطار در قطار کھڑے ہو کر قضا پر ہاتھ ڈالنے کی شجاعت بھی رکھتے ہیں۔ وقت کے آئینے کے رو برو کھڑے ہو کر

دشمن کی ذات کی فسیل میں شکاف ڈالنے کے علاوہ وقت کے الاؤ میں اپنے دشمن کی نسلوں تک کو پگھلانے کی صنای بھی جانتے ہیں۔

اے بادشاہ! یہ بھی یاد رکھنا جب کوئی قوم ہماری مسلم قوم کو جنگ کی بھٹی گرم کرنے کی دعوت دیتی ہے تو ہمارے جوان سفید بادلوں کو نگل جانے والے بھنور کھڑے کرتے۔ کسماتے سمندر۔ ہماری بہنیں کڑی کمان۔ ہماری مائیں قبہ بھری کمند ہمارے بوڑھے جری جوان۔ ہمارے شاعر بے انت میدانوں کے ساحر اور ہمارے ادیب قضا کے قلم کار بن جاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا کہ جب ہم اپنے خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اٹھتے ہیں تو خدا کی رضا میں کائنات کی فضا میں تک ہمیں سلام کرتی ہیں ہماری تلواریں برق کے کوندے ہمارے تیراڑتے شراروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

اے بادشاہ! اگر تم ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈالتے ہو تو یاد رکھنا ہمارے مرکزی شہر سامرہ سے اٹھنے والی تکبیر کی صدا میں تمہارے صحراؤں کے ذرے ذرے تمہارے سمندر کی بوند بوند پر لرزہ طاری کر دیں گی۔ تمہارے کوہستانی سلسلے تمہارا بحیرہ باسفورس تک ہماری تکبیر کی صداؤں سے کھول اٹھے گا۔ تمہارے شہر آتش گرفتہ تمہارے سمندر اذیت بھرے سراب تمہارے صحرا خوف ناک آسب اور تمہارے میدان اذیت بھرے کشکول کی صورت اختیار کر جائیں گے۔

جب تک ایتاخ بولتا رہا نوفل بن میخائیل اور اس کے سارے درباری چپ چاپ سہمے ہوئے بیٹھے رہے جب وہ خاموش ہوا تب کھولتی ہوئی آواز میں میخائیل بول پڑا۔

اگر تم کوئی عام قاصد ہوتے اور معتمد کے نامور جرئیل نہ ہوتے تو ابھی تک تمہارے ان الفاظ کے جواب میں میں تمہاری گردن کاٹ دینے کا حکم جاری کر چکا ہوتا۔ جو الفاظ تم نے میرے روبرو کہے ہیں۔ آج تک کسی بھی قوم کے فرد کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوئی۔

میخائیل کے ان الفاظ پر ایتاخ کے چہرے کی حالت خرابوں کے سناٹوں میں خون آلودہ ڈوبتے سورج اور اس کی آنکھوں کی کیفیت اندھی کھائیوں میں کھولتی آتش کے رقص جیسی ہو گئی تھی۔ کڑکتی آواز اور کھولتے لہجے میں وہ میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سن بادشاہ! میری موت سے یہ قضیہ حل تو نہیں ہو جائے گا۔ یاد رکھنا اگر تم میری گردن کاٹنے کا حکم دیتے ہو تو پھر تمہاری سلطنت کے چاروں طرف بادلوں کے گل رنگ آنچل پھیلاتے فنا کے

آتش لہے۔ روجوں کی گہرائیوں کو ویران دل کے ساحلوں کو بے چین کرتے اور جبر مسلسل کی طرح بٹا کو فنا میں تبدیل کر دینے والے تباہی اور بربادی کے پھرے کالے سمندر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جن کی راہ روکنا اے بادشاہ! تمہارے اور تمہارے لشکروں کے بس کی بات نہ رہے گی۔

اے بادشاہ! میں پھر تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ہمارے ساتھ جنگ کی طرح ڈالو گے تو یاد رکھنا تمہارے چاروں طرف بے کراں دکھ کی مسافتیں عمروں کے تسلسل کو فنا کرتی عذاب بھری بے روک آندھیاں اٹھ کھڑی ہوں گی جو راستوں کو بے پڑاؤ کرتے نفرت آلودہ جبر کے آزار تمہیں اپنا ہدف بنائیں گے پھر وقت کی بیاض کے اوراق بے ترتیب ہونے لگیں گے۔ روشنی اور سایوں کے درمیان صبح سے است سرگرداں بے نام سے اندھے طوفان اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر یاد رکھنا اے بادشاہ! تمہاری سرزمینوں کی ہر شے کی زیت کو جبر و جور اور دیمک زدہ شہروں کے دوزخ کا سامنا کرنا ہوگا۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے نوفل بن میخائیل کے سارے درباری اور اس کے سارے سالاروں پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جب وہ خاموش ہوا تو میخائیل نے اسے مخاطب کیا۔

تم اپنے امیر المؤمنین معتمد کی طرف سے جو تین نالائشیں لے کر آئے ہو میں انہیں رد کرتا ہوں جاؤ واپس جا کر اسے بتا دو کہ ہم اس کی کسی بھی شکایت کسی بھی نالاش کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ اب تم جا سکتے ہو۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور شناس وہاں سے ہٹ گئے تھے جب وہ چند قدم آگے بڑھے تو میخائیل نے اپنے چوب دار کو رازداری سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے ان جاسوسوں کو میرے سامنے لے کے آؤ جنہیں ہم نے مسلمانوں کی سلطنت کے احوال جاننے کے لئے روانہ کیا تھا۔ میں ان سے کچھ سننے کے لئے بے چین ہوں۔

داروند نے سر کو جھکاتے ہوئے تعظیم دی پھر وہ ایتاخ اور شناس کے پیچھے بھاگا ان کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

میں آپ دونوں کو باعزت رخصت کرنے کے لئے آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔ اس پر ایتاخ

نے غور سے اس کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کشتی ہمیں اتنا طویلہ کے ساحلوں سے یہاں لائی ہے وہ کشتی اور اس کے ملحق سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ رخصت ہو جائیں گے تم زحمت نہ کرو اب تم جاسکتے ہو۔

ایتاخ اور اشناس دونوں آگے بڑھ گئے تھے جب کہ نوفل بن میخائیل کا چوب دار لوٹ گیا تھا۔

چوب دار جب دوبارہ نوفل کے سامنے آیا تو نوفل نے اسے مخاطب کیا۔

اب اپنے ان جاسوسوں کو میرے سامنے پیش کرو جو مسلمانوں کی سلطنت کے احوال جاننے کے لئے بھیجے گئے تھے ان سے کچھ جاننے کے بعد ہی میں اپنے رد عمل کا اظہار کروں گا۔

چوب دار پیچھے ہٹا تھوڑی دیر بعد اس نے ان چند جاسوسوں کو لاکر نوفل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ جو ایتاخ اور اشناس کے وفد کے آگے آگے قسطنطنیہ شہر میں داخل ہوئے تھے۔

جب وہ جاسوس نوفل کے سامنے آئے تو نوفل نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

چوب دار نے مجھے بتایا ہے کہ تم لوگ مسلمانوں کی سلطنت سے متعلق اچھی اور خاصی اہم اطلاعات لے کے لوٹے ہو سب سے پہلے مجھے مسلمانوں کے لشکر اور مسلمانوں کے مرکزی شہر اور ان کے امیر المومنین کے متعلق تفصیل بتاؤ۔

اس پر ان جاسوسوں نے لمحہ بھر کے لئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک نوفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مالک! جہاں تک مسلمانوں کے امیر ابواسحاق معتمد کا تعلق ہے تو یہ ہارون الرشید کا بیٹا ہے۔ اپنی اولاد میں ہارون الرشید سب سے زیادہ معتمد ہی کو پسند کرتا تھا۔ اسی سے محبت کرتا تھا۔ اپنی اولاد میں جب کبھی کوئی چیز وہ تقسیم کرتا تو سب سے زیادہ حصہ معتمد کو دیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں اسے پڑھنے لکھنے کا کوئی زیادہ شوق نہ تھا۔ لڑکپن میں ہی اس نے کھیل کود کے اندر اپنا وقت صرف کیا۔ بہر حال وہ لکھ پڑھ سکتا ہے ہاں اس کا زیادہ رجحان کھیل کود اور عسکری تربیت کی طرف تھا لیکن ہارون الرشید کے دور کی صحبتوں میں پرورش پائی تھی لہذا صاحب علم بھی ہے۔ اس بناء پر اس کو

واقفیت اور اس کا علم بہت وسیع ہے۔ ساتھ ہی انتہائی تنومند پہلوان اور انتہا درجہ کا بہادر شخص ہے۔ سپہ سالاری کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت بھی رکھتا ہے۔ تنق زنی اور دوسرے تجربات محاربت میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ اس کے مرکزی شہر میں قیام کے دوران ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ اگر اس کے بازو پر کوئی کانٹے تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ہم نے تو یہ بھی سنا ہے کہ اس پر نیزے کی انی کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ اپنی دو انگلیوں میں آدمی کے بچے کی ہڈی دبا کر توڑ دیتا ہے۔ بہر حال ہم نے اسے خود بھی دیکھا ہے۔ انتہائی تنومند بہادر اور زور آور شخص ہے۔

مسلمانوں کا امیر بنتے ہی اس نے لشکر میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔ یہ چونکہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے کے علاوہ بہترین تنق زن اور عمدہ سپہ سالار تھا لہذا اس نے اپنے لشکر کی طرف خاص توجہ کی۔

اس کے بھائی مامون اور باپ ہارون الرشید کے زمانے میں زیادہ تر ایرانیوں کی قدر دانی کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ ان دونوں نے عربی عساکر پر بہت کم اعتماد کیا تھا۔ اگرچہ ایرانیوں کی طرف سے بھی ان کو بار بار خطرہ پیش آئے پھر بھی بحیثیت مجموعی اہل عرب کے مقابلے میں انہوں نے خراسانی اور ایرانیوں پر ہی زیادہ اعتماد کیا۔ لہذا لشکر میں عربی عنصر کی قدر کم ہو گیا تھا۔

معتمد نے ایک نیا قدام اٹھایا اس کا تجربہ تھا کہ اس کے بھائی مامون کے دور میں عربی اور ایرانی ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار رہے تھے لہذا اس نے ترکوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کرنا شروع کیا۔ بے شمار غلام خرید کر اس نے اپنے لشکر کی تعداد کافی حد تک بڑھالی ہے۔ بغداد میں چونکہ عربی اور ایرانی ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتے تھے۔ لہذا اس نے بغداد سے نوے (۹۰) میل کے فاصلے پر دریائے دجلہ کے کنارے سامرہ نام کا ایک نیا شہر آباد کیا۔ اس شہر میں اس نے اپنے لشکرپوں کو متمکن کیا پہلے اس شہر کا نام سرمن رائے تھا لیکن بعد میں زیادہ استعمال سے سامرہ ہو گیا یہاں اس نے ایک محل اپنے لئے اور اپنے لشکرپوں کے لئے مستقر کے علاوہ اپنے سالاروں کے لئے عمدہ حویلیاں تعمیر کی ہیں۔ گو بغداد میں بھی ان دنوں خاصا بڑا لشکر ہے۔ لیکن سب سے بڑا لشکر آج کل سامرہ ہی میں رہتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ جاسوس کا اور اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

مالک! اس معصم نے اپنی ساری عسکری قوت کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے لشکر میں جس قدر عرب ہیں علیحدہ کر کے ان پر ان ہی کے سالار مقرر کئے ہیں۔ اور عربوں کے اس لشکر کا نام اس نے مغاربہ رکھا ہے مغاربہ کے تین بڑے سالار ہیں۔ سب سے بڑا سالار اسحاق بن یحییٰ ہے۔ جو مغاربہ کا سپہ سالار اعلیٰ ہے۔ دوسرے درجے کا عربوں کا سالار عجیف بن غنیمہ اور تیسرا محمد بن یوسف ہے۔ یہ تینوں بہترین عرب جرنیل ہیں۔

ترکوں کے لشکر کا نام معصم نے فراغہ رکھا ہے۔ اس کے بھی تین بڑے سالار ہیں۔ سب سے بڑا سالار حیدر بن کاؤس ہے۔ اس کو افشین بھی کہتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ ترکوں کا سپہ سالار اعلیٰ ہے۔ دوسرے درجے کا سالار ایٹاخ ہے اور تیسرے درجے کا شناس۔ یہ دونوں وہی ہیں جو تھوڑی دیر پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے گئے ہیں۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ترکوں کا سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس افشین ہے لیکن مسلمانوں کا امیر المومنین اپنے جرنیوں میں سب سے زیادہ ایٹاخ پر ہی بھروسہ کرتا ہے اور یہ ایٹاخ ایک طرح سے معصم کا جنگی مشیر بھی ہے۔ جنگوں میں ہر فیصلہ اس کے صلاح مشورہ سے کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تقریباً سارے ہی سالار اس کے ماتحت آ جاتے ہیں۔ لیکن ان میں ایک اور بھی اعلیٰ پائے کا سالار ہے اس کا نام بجا کبیر ہے اور اس کو ایٹاخ اور شناس سے انتہاء درجہ کی عقیدت ہے۔

لشکر کے تیسرے حصے کا نام خراسانی ہے۔ اور اس میں زیادہ تر ایرانی شامل ہیں۔ لشکر کے اس حصے کے بھی تین سالار ہیں۔ ایک جعفر بن دینار دوسرا وصیف اور تیسرا عمر فرغانی۔ اس لشکر کا سالار اعلیٰ جعفر بن دینار ہے جب کہ عمر فرغانی اور وصیف اس کے نائب اور ماتحت ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ جاسوس خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے نوفل بن میخائیل نے اسے مخاطب کیا۔

جو اطلاعات تم نے فراہم کی ہیں۔ یہ ہمارے لئے بڑی سودمند ہیں۔ اس کے لئے تمہاری کاوش قابل تعریف ہے اور اس کا تمہیں خوب صلہ اور انعام دیا جائے گا۔ لیکن میں نے کچھ رقم دے کر تمہارے ذمے ایک اور کام لگایا تھا۔ جیسا کہ اس سے پہلے تم لوگوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ دریائے دجلہ کے کنارے کچھ جاٹ آباد ہیں۔ جو رقم میں نے تمہیں دی تھی تم نے ان جانوں کے سلسلے میں کیا کام سرانجام دیا ہے۔

اس پر وہی جاسوس پھر بول پڑا۔

مالک! ان جانوں کو بنو امیہ کے نامور خلیفہ ولید بن عبد الملک نے ہندوستان سے لا کر دریائے دجلہ کے کنارے آباد کیا تھا۔ اور یہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ یہ اکثر و بیشتر دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں شورش کھڑی کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا۔ میں ان کے سرداروں سے بھی مل کر آیا ہوں جو رقم آپ نے فراہم کی تھی وہ میں نے انہیں مہیا کر دی ہے۔ اور ان سے عہد لیا ہے کہ وہ دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کے امیر معصم کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دیں۔ چاروں طرف لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں۔ اس طرح مسلمانوں کے خلاف ایک اور محاذ کھل جائے گا۔

اس اطلاع پر تھوڑی دیر تک نوفل تو صوفی انداز میں اپنے اس جاسوس کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک کو کہنے لگا۔

پیٹرک جوہن! یہ جاسوس بہترین کام سرانجام دے کر آئے ہیں۔ اب ہم مسلمان کے لئے بیک وقت تین محاذ کھولیں گے۔ ایک محاذ تو خود بخود کھل جائے گا جو ہندوستان کے جانوں کا ہے۔ وہ دریائے دجلہ کے کنارے مسلمانوں کے لئے بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دیں گے۔

دوسرا محاذ ہمارا اناطولیہ اور شامی علاقوں کا حکمران لوزر کھولے گا ہمارا حکم ملتے ہی مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے گا۔

تیسرا محاذ بابک خرمی کی طرف سے کھولا جائے گا یہ پیغام آج ہی چند تیز رفتار قاصدوں کو ایک بھاری رقم دے کر بابک خرمی کی طرف روانہ کرو۔ ان ہی قاصدوں کو بھیجنا جو آج سے پہلے بابک خرمی کے پاس جاتے رہے ہیں۔ اور ہمارے اور اس کے درمیان پیغام رسانی کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ بابک خرمی کو پیغام بھجوؤ کہ وہ اپنے مسکن سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے دور دور تک بستیوں اور شہروں کو برباد کرتا چلا جائے۔ اور آس پاس مسلمانوں کے جتنے قلعے ہیں ان کو گراتا چلا جائے۔ اس طرح جب مسلمانوں کے خلاف تین محاذ کھلیں گے تو از خود وہ بھی اپنی طاقت کو تین حصوں میں تقسیم کریں گے اس طرح ہم ان کو اپنے ساتھ الجھاتے رہیں گے۔ جب دیکھیں گے کہ ان کی طاقت کمزور ہو گئی ہے تو آخری ضرب میں خود ان پر لگانے کے لئے

قطن ظنیہ سے ان کے علاقوں کی طرف کوچ کروں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل پھر تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے دوبارہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو مخاطب کیا۔

پیٹرک! ان دلوں کیوں کو ہمارے سامنے لاؤ جنہیں ہم ایک عرصے سے مسلمانوں کے خلاف کام کرنے کے لئے تربیت دے رہے ہیں۔ ان کے کام کی ابتداء بھی ہونے والی ہے۔

پیٹرک جوہن نے اپنے ایک چھوٹے سالار کو حکم دیا جس کے جواب میں وہ بھاگتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ دلوں کی آئیں جو انتہا درجہ کی خوبصورت پرکشش اور دراز قد تھیں۔ ان کے ساتھ ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص بھی تھا۔ تینوں کو نوفل کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

نوفل تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ان لڑکیوں کی طرف دیکھتا رہا پھر لمحہ بھر کے لئے اس کی نگاہیں اس ڈھلی ہوئی عمر کے شخص پر جم گئی تھیں جو ان لڑکیوں کے ساتھ آیا تھا۔ کچھ دیر سوچا پھر وہ تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جس کام کے لئے تمہارا انتخاب کیا گیا۔ اس کام کی ابتدا ہونے والی ہے۔ تم تینوں آج ہی ایک محافظ دستے کے ساتھ ہمارے اناطولیا اور شامی علاقوں کے حاکم لوزر کی طرف روانہ ہو جاؤ گے لوزر کو پہلے سے تمہارے متعلق تفصیل بتائی جا چکی ہے اور جو محافظ تمہارے ساتھ جائیں گے وہ مزید ہماری طرف سے تفصیل اسے بتا دیں گے۔

نوفل تھوڑی دیر کا پھر ان دونوں لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں کا انتخاب تمہاری خوب صورتی، جسمانی کشش اور تمہارے حسن و جمال کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ تمہارے پاس ایسے تھیار ہیں۔ جنہیں استعمال کرتے ہوئے تم مشکل سے مشکل کام بھی سرانجام دے سکتی ہو۔ تمہارے ساتھ سوراب نام کا یہ طبیب اپنے کام میں انتہا درجہ ماہر ہے۔ طب میں یہ اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ اور گزشتہ کئی ماہ سے تم دونوں بھی اس کے زیر تربیت رہا ہو لہذا مجھے امید ہے کہ طب کے کام میں تم بھی اب اچھی مہارت حاصل کر چکی ہوگی۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم دونوں میں سے دو کس کا نام ہے اور درواغ کون ہے۔ اس پر ان کے ساتھ جو ڈھلی ہوئی کا شخص کھڑا تھا۔ جسے طبیب بتایا گیا تھا۔ اور جس کا نام نوفل نے سوراب بتایا تھا۔ وہ مسکرا۔ ہوئے بول پڑا۔

مالک! جو لڑکی میرے ساتھ کھڑی ہے دو ماہ ہے اور اس سے آگے رواغ ہے۔

نوفل مسکرایا اور کہنے لگا۔

بات کچھ اس طرح بنے گی کہ تم تینوں آج روانہ ہو جاؤ گے۔ تمہارا قیام ہمارے شامی سرحدوں کے حاکم لوزر کے پاس ہوگا۔ تمہارے وہاں پہنچنے کے بعد جب لوزر کو ہماری طرف سے اشارہ ملے گا تو لوزر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا مسلمانوں کی کچھ بستیوں کو وہ پوری طرح تباہ و برباد کرے گا وہاں کے کینوں کو پوری طرح قتل کر کے بستی کو جلا کر خاکستر کر دے گا۔ اس طرح کچھ مزید بستیوں میں بھی تباہی پھیلانے گا۔ ان بستیوں کے متاثرہ لوگ ظاہر ہے مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ کا رخ کریں گے تم تینوں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جانا۔ اور جو بستی بالکل نابود کر دی جائے گی تم اپنے آپ کو اس بستی کا ظاہر کرنا۔ ان علاقوں میں داخل ہونے کے بعد دو ماہ اور رواغ تم اپنے آپ کو سنگی بنیں ظاہر کروگی اور سوراب کو اپنا باپ بتاؤ گی۔

مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ میں پناہ حاصل کرنے کے بعد تم تینوں اپنے کام کی ابتدا کرنا۔ مسلمانوں کے کسی سالار سے استدعا کرنا کہ تم تینوں لشکر میں شامل ہو کر زمینوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے اپنا قومی فریضہ ادا کرنا چاہتے ہو تمہاری اس پیش کش کو میرا خیال ہے قبول کر لیا جائے گا۔ ایک بار تم تینوں کسی لشکر میں شامل ہو گئے تو وہاں کام کرنا تمہارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا جب تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر تم تینوں اپنے کام کی ابتدا اس طرح کرو گے کہ لشکر کے اندر مسلمانوں کے جرنیلوں اور سالاروں سے رابطہ رکھنا۔ چھوٹے سالاروں کو بالکل نظر انداز کرنا بڑے سالاروں کو جن کی مقصم کی نگاہوں میں بڑی قدر و قیمت ہو انہیں اپنا نشانہ بنانا اور انہیں مقصم کے خلاف بغاوت پر اکسانا اگر تم مقصم کے خلاف چند جرنیلوں کو بغاوت پر اکسانے میں کامیاب ہو گئیں تو یاد رکھنا تمہارا یہ کام ایک سالار کے بہترین معر کے اور فتح سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی نوفل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ان دونوں لڑکیوں اور سوراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اب اس مجلس کو ختم کر رہا ہوں پیٹرک تمہیں اپنے ساتھ لے جائے گا یہ مزید تفصیل سے بھی تمہیں آگاہ کرے گا اور ساتھ ہی تمہاری روانگی کا بھی اہتمام کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی نوفل نے وہ مجلس ختم کرتے ہوئے اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنے قصر کا رخ کر لیا تھا۔

دو ملاح بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد طورون بھی کشتی میں بیٹھ گیا۔ طورون کے اشارے پر ملاح کشتی کو حرکت میں لے آئے تھے۔

بحیرہ باسفورس میں پرقلکو نام کے بڑے جزیرے کے ساحل پر آ کر کشتی رک گئی تھی۔ کشتی رکنے کے بعد طورون نے ایک بار پھر ایتاخ کو مخاطب کیا۔

ایتاخ میرے محترم! میری تجویز یہ ہے کہ آپ اکیلے میرے ساتھ آئیں۔ اپنے ساتھی شناس کو میرے ملاحوں کے ساتھ بھجوا دیں۔ آپ کے جو ساتھی مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ملاح شناس کے ساتھ ان کو وہاں سے نکال کر کشتی میں لا کے بٹھاتے ہیں۔ اتنی دیر تک میں اور آپ بھی اپنی مہم سے فارغ ہو جائیں گے۔

ایتاخ نے اس تجویز سے اتفاق کیا پھر شناس دوسرے ملاحوں کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو لانے مہمان خانے کی طرف چلا گیا۔ جب کہ ایتاخ چپ چاپ طورون کے ساتھ ہولیا تھا۔

جزیرے میں تھوڑا سا آگے جا کر طورون نے ایک دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان تھا۔ طورون کو دیکھتے ہی وہ احتراماً ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ طورون اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھولنے والے نوجوان کا نام تورک بتاتے ہوئے ایتاخ سے اس کا تعارف کرایا۔ تورک نام کے اس نوجوان نے دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیا اور دونوں کو لے کر آگے بڑھا۔

اب آگے آگے تورک اس کے پیچھے طورون اور طورون کے پیچھے ایتاخ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے۔ جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ تورک اور طورون اس کمرے میں داخل ہوئے جبکہ ایتاخ باہر ہی کھڑا رہا۔ کمرے کے اندر ڈھلی ہوئی عمر کی دو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

مستطونہ! میری بہن! میں نے تمہارے اور تمہاری بیٹی ایکاسیہ کے یہاں سے بحفاظت نکلنے کا اہتمام کر لیا ہے۔ میں ایک ایسے نوجوان کو اپنے ساتھ لایا ہوں جو تمہیں یہاں سے اسلامی مملکت کے مرکزی شہر سامرا کی طرف لے جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی طورون نے جب مڑ کر دیکھا اور ایتاخ کو کمرے میں نہ پایا تب پریشان

ایتاخ اور شناس دونوں یہودی ملاح طورون کے ساتھ سمندر کے ساحل پر اس کشتی کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے جس کے ذریعے وہ اناطولیہ کے ساحل سے قسطنطنیہ شہر کی طرف آئے تھے۔ سورج اب اپنی ذات کے خرمین میں خود آگ لگاتا ہوا در مغرب میں غروب ہو چکا تھا۔ شدت یاس میں کھلائی، میر جھائی فضاؤں میں شام پر اندھیروں کی تقصیم ہونے لگی تھی۔ کوہستان و بیابان، خیابان و گلستان۔ تاکستانوں کی شرمیلی کلیاں۔ آوارہ صبا کی رفتار پریشان ہوئے گل سب احساس کے لہو سے تریزیست کے آخری لمحوں کی طرح اداس اور افسردہ ہو گئے تھے۔

ہوڈروم کے میدان میں دائیں جانب سر جیوس کے گرجے کی عمارت اس طرح کھڑی تھی جیسے ظلمت خانہ خاک و خس میں چپ کی پتھر ملی چاپ کے اندر کوئی شکستہ اہرام کھڑا ہو۔ میدان کے شمال مغرب میں آیا صوفیہ کا گرجا ایسے اداس اور افسردہ لگ رہا تھا جیسے زردمان وقت اور عمر رواں کے آخری زینے پر خود فراموشی کے لمحوں نے اداسی کی روا اوڑھ لی ہو۔ قسطنطنیہ کی شاہراہیں عہد ماضی سے وابستہ گھمبیر یادوں اور بے ارادہ بھاگتے قلم کی طرح اداس ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ایسے میر چاند بے تیرگی کے خول سے نکلا اور آہستہ آہستہ اس کی چاندنی دکتی ہوئی ہر شے کے چہرے پر کھپا لگی تھی۔

سمندر کے کنارے آ کر ایتاخ تھوڑی دیر تک پیچھے مڑ کر قسطنطنیہ شہر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی نگاہیں سمندر پر جم گئی تھیں۔ ایسے میں طورون نے اسے مخاطب کیا۔

محترم ایتاخ! ہمیں چلنا نہیں چاہیے؟

ایتاخ چونکا پھر کہنے لگا۔

ہاں! ہمیں چلنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور شناس کشتی میں جا بیٹھے جہاں پہلے۔

ساہو کے وہ دروازے پر آیا۔ ایتاخ ابھی تک باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسے مخاطب کر کے طورون کہنے لگا۔ ایتاخ میرے عزیز! تم یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہو میں تو سمجھا تھا تم میرے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو چکے ہو۔ اندر آؤ۔

جونہی ایتاخ اس کمرے میں داخل ہوا۔ عین اس کمرے کے اندرونی دروازے سے ایک لڑکی اس طرح داخل ہوئی جسے دھندلکوں سے اجالوں میں آتی ہوئی اور ساری دوشیزگی کو سمیٹتی ہوئی رنگ و نگہت و نور میں کسی نئی اور انوکھی دنیا کی رہنے والی مخلوق اس کمرے میں داخل ہوئی ہو۔ ایتاخ نے ایک اچلتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اسے دیکھتے ہوئے وہ دنگ رہ گیا۔ اس کی مسکراتی بلوری آنکھیں جسم کے ریشہ ہائے موتک خوشیاں بکھیر رہی تھیں۔ صبح کے نور کے ہالے جیسا اس کا چہرہ مہر کی عیاں ہوتی سرخی کی مانند تھا۔ اس کے سر میں بازو میں دھنک رنگ چوڑیوں کی جھکار میں کرنیں اور اس کے گلاب لبوں کے درمیان دانت موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ خوش نما چنبیلی سے جگمگاتے اس کے رخسار اسے حسن و جمال کی آخری حدود تک پہنچا رہے تھے۔ اس کی چال کہکشاں کی پھوار اس کی رفتار آتش حیات جیسی تھی۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی تو یوں لگا جیسے چاندنی رات کے محل میں ایک پیکر بے مثال اور پری جمال پیکر شفق کی سرخ رنگت لپیٹے نرم و نازک لطیف کرن کی طرح کمرے میں داخل ہو گئی ہو اندر داخل ہوتے ہی طورون کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑی۔

آپ یوں اجنبی کی طرح کھڑے کیوں ہیں نشست پر بیٹھ جائیں۔

ایتاخ نے محسوس کیا اس کی گفتگو حیران و دل نواز تھی۔ ایتاخ نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ مجموعی طور پر وہ لڑکی حصار الفت کی دہلیز پر رقص کرتی صبح ازل کی بہاروں۔ فکر و عمل کے دل پذیر پیغام اور دل و نظر میں نقش بن کر یقین اور ایمان میں ڈھلتی ہوئی بے لباس نور کی پھوار جیسی خوبصورت اور بے جمال تھی۔

طورون ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ ایتاخ کا بازو پکڑ کر اس نے اسے اپنے قریب بٹھالیا۔ اتنے دیر تک تورک نام کا وہ نوجوان جس نے دروازہ کھولا تھا وہ بھی نشست پر بیٹھ گیا۔ جولڑکی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ بھی پہلے سے کمرے میں بیٹھی دونوں عورتوں کے ساتھ بیٹھ گئی تھی پھر گفتگو کا آغاز طورون نے کیا۔

ایتاخ میرے عزیز! یہ جولڑکی ابھی کمرے میں داخل ہوئی ہے یہی ایکاسیہ ہے۔ اور اسی سے قسطنطیہ کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل شادی کرنے کا خواہش مند ہے لیکن ایکاسیہ سے ٹھکرا چکی ہے۔ ایکاسیہ کے ساتھ اس کی ماں بیٹھی ہے۔ اس کا نام قسطنونہ ہے۔ جس نوجوان نے دروازہ کھولا ہے اس کا نام تورک ہے۔ اور قسطنونہ کے ساتھ اس کی ماں جوران بیٹھی ہوئی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد طورون لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہء کلام پھر جاری رکھے ہوئے تھا۔

محترم ایتاخ! یہ قسطنونہ اور تورک کی ماں جوران دونوں قریبی رشتہ دار ہیں۔ نوفل کے خوف سے قسطنطیہ سے نکل کر قسطنونہ اور اس کی بیٹی ایکاسیہ نے انہی کے ہاں پناہ لی ہے۔ نوفل بن میخائیل کے عذاب اور اس کی سزا سے بچنے کے لئے قسطنونہ نے اپنی بیٹی ایکاسیہ کا نکاح تورک سے کر دیا ہوا ہے۔ یہ اس پیش بندی کے تحت کیا گیا ہے کہ اگر کسی موقع پر ایکاسیہ کو گرفتار کر کے نوفل کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ اس کے ساتھ شادی کرنے کا خواہش مند ہو تو نوفل کو یہ بتایا جاسکے کہ ایکاسیہ کا پہلے سے تورک کے ساتھ نکاح ہو چکا ہے۔ اور یہ اس کی بیوی ہے۔

میں تمہیں یہ بھی بتاتا چلوں کہ تورک سے صرف اس کا نکاح ہوا ہے۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی نہ ہی یہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں۔ یہ نکاح صرف نوفل کی اذیت سے بچنے کے لئے احتیاط کے طور پر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ایکاسیہ قسطنونہ۔ تورک اور جوران سے طورون نے تفصیل کے ساتھ ایتاخ اس کے ساتھی اشناں اور وفد کے دیگر اراکین کی قسطنطیہ آنے کی تفصیل بتادی تھی۔

طورون جب خاموش ہوا تب بڑی شفقت سے ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے قسطنونہ کہنے لگی۔

ہمارے اجنبی اور محترم مہمان! تم اس طرح چپ کیوں ہو کچھ بولو اگر تم برانہ مانو تو میں تمہیں بیٹا کہہ کر پکاروں اس لئے کہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

اگر آپ مجھے بیٹا کہہ کے پکاریں تو یہ میرے لئے سعادت ہوگی۔

قسطونہ بھی مسکرائی پھر کہنے لگی۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں  
ایتاخ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا۔ آپ دونوں ماں بیٹی وقت ضائع نہ کریں ہمارے ساتھ چلیں یہاں  
رک کر ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ فوراً ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے۔  
اس پر طورون آگے بڑھا۔ ایتاخ کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھالیا پھر کہنے لگا۔

قسطونہ میری بہن ایتاخ ٹھیک کہتا ہے۔ تم دونوں ماں بیٹی تیار کرو۔ ہم یہیں انتظار کرتے  
ہیں لیکن جلدی آ جانا۔ اس کے ساتھ ہی قسطونہ اور ایکاسیہ دونوں ماں بیٹی اس کمرے سے نکل گئی  
تھیں۔ ان کے پیچھے پیچھے جوران بھی باہر چلی گئی۔ تاہم اس کا بیٹا تورک ایتاخ اور طورون کے پاس  
ہی بیٹھا رہا۔

قسطونہ اور ایکاسیہ کے جانے کے بعد ایتاخ نے کچھ سوچا پھر طورون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
بزرگ طورون پہلے آپ یہ بتائیں کہ ان دونوں ماں بیٹی کی سواری کا آپ نے کیا اہتمام کیا  
ہے۔

طورون کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا  
میرے عزیز! آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انا طویلہ کے ساحل تک کشتی میں  
میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔ وہ اصطبل جس میں آپ کے گھوڑے باندھے گئے ہیں۔ اس اصطبل  
کے گمرانوں میں بھی ہمارے کچھ آدمی ہیں۔ وہیں سے گھوڑے ملیں گے آپ کو پریشان ہونے کی  
ضرورت نہیں ہے۔

طورون کی گفتگو سے ایتاخ مطمئن ہو گیا تھا۔ کمرے میں خاموشی طاری رہی تھوڑی دیر بعد  
قسطونہ ایکاسیہ اس کمرے میں نمودار ہوئیں دونوں اپنا کچھ سامان بھی اٹھائے ہوئے تھیں ان کے  
پیچھے جوران تھی۔ اس نے بھی ان دونوں کا سامان اٹھایا ہوا تھا طورون فوراً آگے بڑھا۔ اس نے ان  
تینوں سے سامان لیا۔ پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! میرے خیال میں اب یہاں سے کوچ کریں۔

اس دوران جوران باری باری قسطونہ اور ایکاسیہ سے گلے ملی۔ تورک اپنی جگہ پر کھڑا ہوا پھر  
قسطونہ اور ایکاسیہ کو لے کر طورون اور ایتاخ باہر آئے گھر کے دروازے تک جوران اور تورک انہیں

چھوڑنے کے لئے آئے۔ باہر گھپ اندھیرا اور ویرانی تھی۔ چاروں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ساحل  
پر آئے۔ کشتی میں اشناس اپنے وفد کے دیگر ارکان کے ساتھ بیٹھا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ کشتی کے  
ایک طرف کچھ نشستیں خالی کر دی گئیں۔ جن پر قسطونہ۔ ایکاسیہ اور ایتاخ بیٹھ گئے تھے۔ پھر طورون  
بھی کشتی میں داخل ہوا اس کے کہنے پر ملاح چپو کو حرکت میں لائے اور کشتی بحیرہ باسفورس کے  
اناطولوی ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ساحل پر اترے طورون ان کے ساتھ تھا باقی ملاح کشتی ہی میں بیٹھے  
رہے۔ سب شاہی اصطبل کے قریب آئے طورون اصطبل میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور  
اشناس کے وفد کے سارے گھوڑے باہر نکالے گئے۔ دو فالتو گھوڑے بھی اصطبل کے منتظمین باہر  
لے آئے تھے۔ سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ ایتاخ کے کہنے پر قسطونہ اور ایکاسیہ بھی  
اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ ایتاخ کے کہنے پر قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئی  
تھیں۔ طورون نے ان کا سارا سامان ان کے گھوڑوں کی خرچینوں میں ڈال دیا تھا۔ جب ایسا ہو چکا  
تب ایتاخ نے طورون کو الوداع کہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اسے  
ہانک دیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو ہانک چکے تھے۔ یوں ایتاخ  
اپنے وفد کے اراکین کے علاوہ قسطونہ اور ایکاسیہ کے ساتھ بحیرہ باسفورس کے ساحل سے سامرہ شہر کا  
رخ کر رہا تھا۔

ایک روز آدھی رات کے قریب ایتاخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے  
سامرہ شہر میں داخل ہوا۔ اشناس کو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مستقر کی طرف بھجوا دیا تھا۔  
قسطونہ اور ایکاسیہ کو لے کر وہ آگے بڑھا۔ ایک جگہ رکا اپنے گھوڑے سے اترا اور ایک حویلی کے  
دروازے پر اس نے دستک دتی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اپنے گھوڑوں  
سے اتر کھڑی ہوئی تھیں۔

اس موقع پر قسطونہ نے ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے کیا یہ حویلی تمہاری ہے؟

رات کی چپ سناٹے اور چاندنی رات میں ایتاخ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی



اور اس نے باری باری ایکایک اور قسطونہ کی طرف دیکھا اور پھر بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

خاتون محترم! ایسی حویلی میرے مقدر میں کہاں میں تو ایک معمولی لشکری ہوں۔ یہ حویلی ہمارے ایک سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ کی ہے اور یہ ہماری سلطنت میں عربوں کا جو لشکر ہے اس کے سالار اعلیٰ ہیں۔

ایتاخ کو بولتے بولتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ خدشات بھری آواز میں قسطونہ کہہ رہی تھی۔

بیٹے! کیا یہاں تمہاری اپنی کوئی رہائش گاہ نہیں ہے۔ جو تم ہمیں کسی اور کے ہاں ٹھہرا رہے ہو۔ نہ جانے یہ ہماری حفاظت کا ذمہ لے بھی یا نہ اور پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

ایتاخ نے ہلکا سا ایک تہقیر لگایا اور کہنے لگا۔

خاتون محترم! آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں۔ میں نے آپ کی حفاظت آپ کی عزت و عصمت کی پاسبانی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس لحاظ سے میں آپ دونوں کا محافظ اور امین ہوں۔ میں آپ کو ایسی جگہ ٹھہراؤں گا۔ جہاں رہتے ہوئے آپ اپنائیت محسوس کریں گی۔

ایتاخ کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ عین اس لمحہ حویلی۔ کہہ دروازے کے اندر سے کسی کی آواز سنائی دی تھی۔

کون ہے؟

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

محترم اسحاق بن یحییٰ! دروازہ کھولیں۔ میں ایتاخ ہوں۔

دروازہ فوراً کھل گیا۔ ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص دروازے پر کھڑا تھا۔ ایتاخ کو دیکھتے ہی اس نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے تھے۔ ایتاخ آگے بڑھا اور وہ شخص جس کا نام اسحاق بن یحییٰ لیا گیا تھا۔ اور جو عربوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ تھا۔ اس نے ایتاخ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ علیحدہ ہونے کے بعد ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

محترم ابن یحییٰ! میرے ساتھ کچھ معزز مہمان ہیں۔ آپ جانتے ہیں ایک موقع پر آپ نے

مجھے اپنی حویلی کے ایک حصے میں رہنے کی ترغیب دی تھی۔ حویلی کا وہ حصہ تین چار کمروں پر مشتمل ہے۔ اگر اب وہ حصہ میں آپ سے مانگوں تو آپ کا کیا جواب ہوگا۔

اسحاق بن یحییٰ نے بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

کیا اجنبیوں کی طرح دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا شروع کر دی ہیں۔ بیٹے اندر آؤ آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ اتنی دیر تک تمہاری بہن اور بھائی بھی جاگ جائیں گے۔ سب کی موجودگی میں بات ہوتی ہے۔ ان معزز مہمانوں کو اندر لاؤ۔

اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا آتے ہی وہ ایتاخ سے لپٹ گیا تھا۔ لڑکا بارہ تیرہ سال کا تھا۔ پھر ایتاخ کے کہنے پر لڑکا قسطونہ اور ایکایک دونوں کے گھوڑوں کو حویلی کے اندر لے گیا تھا۔ ایتاخ کا گھوڑا باہر ہی کھڑا رہا پھر سب حویلی کے اندر داخل ہوئے۔ اسحاق بن یحییٰ اور ایتاخ ان دونوں کو لے کر جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو وہاں پہلے سے ایک عورت اور ایک نوعمر اور جوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوئے تب وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ دیوان خانے میں داخل ہونے کے بعد ایتاخ نے قسطونہ اور ایکایک دونوں کو ایک نشست پر بٹھایا پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ دونوں ماں بیٹی کے چہرے بتاتے ہیں کہ آپ پریشان اور فکر مند ہو گئی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ یوں جانیں آپ دونوں اپنے گھر میں داخل ہو چکی ہیں۔ یہ خاتون جو پہلے دیوان خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کا نام غمران ہے یہ میرے محترم اسحاق بن یحییٰ کی بیوی ہیں۔ میں انہیں ماں کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔ ان کے ساتھ جو لڑکی ہے۔ یہ میری بہن اور اسحاق بن یحییٰ کی بیٹی ہے۔ نام اس کا عیمہ ہے۔ میں یہاں آپ دونوں ماں بیٹی کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اشناس نام کا جو سالار میرے ساتھ قسطنطنیہ گیا ہوا تھا۔ اس عیمہ کی منگنی اس سے ہو چکی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے عیمہ شرمانے لگی تھی۔ منہ اس نے دوسری طرف کر لیا تھا۔ اس کے بعد اسحاق بن یحییٰ سے ایتاخ کچھ کہنے لگا تھا کہ عین اس لمحہ اصطبل میں گھوڑوں کو باندھنے کے بعد وہی لڑکا جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو قسطونہ اور ایکایک کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی سی

مسکراہٹ میں ایتاخ کہنے لگا۔

یہ جوڑکا آپ دونوں کے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر آیا ہے۔ اس کا نام زیر ہے۔ بڑا شریر ہے۔ میرا بھائی ہے۔ اسحق بن یحییٰ کا بیٹا۔ عمیمہ کا چھوٹا بھائی ہے۔ اس کے بعد ایتاخ نے تفصیل کے ساتھ قسطونہ اور ایکاسیہ کے حالات سب کو سنا ڈالے تھے۔

جب ایتاخ خاموش ہوا تب اسحق بن یحییٰ اپنی جگہ سے اٹھا ان دونوں ماں بیٹی کی طرف گیا پہلے اپنا ہاتھ اس نے قسطونہ کے سر پر رکھا پھر کہنے لگا۔

خاتون محترم! یہ گھر آپ کا ہے۔ اس گھر میں رہتے ہوئے آپ کی حیثیت میری بہن کی سی ہوگی۔ اس کے بعد اس نے شفقت بھرا ہاتھ ایکاسیہ کے سر پر رکھا اور کہنے لگا۔

بیٹی کسی قسم کی پریشانی اور فکر مندی میں مبتلا مت ہونا۔ آج سے میری دو بیٹیاں ہیں۔ ایک عمیمہ دوسری ایکاسیہ۔ میں خوش ہوں بلکہ مجھے فخر ہے کہ مجھے ایک پلی پلائی جوان اور انتہا درجہ کی خوبصورت بیٹی مل گئی ہے۔ تمہارے حالات سن کر مجھے بے حد دکھ ہوا ہے۔ آج رات کا حصہ تم ماں بیٹی ہمارے ساتھ رہو گی۔ کل سے حویلی کا ایک حصہ تمہارے لئے مختص کر دیا جائے گا۔ ضرورت کی ہر شے تمہیں وہاں مہیا کی جائے گی۔ یہاں تمہاری بہترین حفاظت اور آسائش کا اہتمام کیا جائے گا۔ تم دونوں ماں بیٹی کو کسی قسم کی فکر میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسحاق بن یحییٰ کے بعد غمران اور عمیمہ بھی اپنی جگہ سے انھیں باری باری ایکاسیہ اور قسطونہ سے گلے ملیں انہیں تسلی دی اس موقع پر ایتاخ نے زیر کو مخاطب کیا۔

زیر میرے بھائی! آج سے تمہاری بھی دو بہنیں ہیں۔ عمیمہ اور ایکاسیہ۔ اور تمہیں ایک پھوپھی بھی بھی مل گئی ہے۔ یعنی ایکاسیہ کی ماں۔ نام ان کا قسطونہ ہے۔ اب تم ایسا کرو اب اس اصطبل میں جاؤ۔ اپنی پھوپھی اور بہن کے گھوڑوں کے ساتھ جو سامان بندھا ہے۔ وہ یہاں دیوان خانے میں لے آؤ۔ گھوڑوں کی زینیں اتار کر ان کے دانے چارے کا اہتمام کر دو۔

زیر مسکراتا ہوا۔ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد غمران قسطونہ کے پاس اور عمیمہ ایکاسیہ کے پاس ہو بیٹھی تھیں پھر عمیمہ نے ایکاسیہ کے کان میں سرگوشی کی۔

اس حویلی میں میں اکیلی تھی۔ کوئی میری بہن نہیں تھی۔ جس کے ساتھ میں اٹھتی بیٹھی جس کے ساتھ میں کھیلتی۔ میری عزیز بہن تمہارے آنے سے میں کس قدر خوش ہوں اس کا نہ تم اندازہ کر سکتی

ہونہ اپنی اس خوشی کو میں الفاظ میں بیان کر سکتی ہوں۔ میں اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہوں کہ میری بہن مجھ سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے۔ بہت کم لڑکیاں تم جیسی خوب صورت اور پرکشش ہوں گی۔ دیکھو اپنے چہرے پہ تم نے جو پریشانی کی لہریں بچھا رکھی ہیں۔ انہیں دور کر دو۔ یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔ تمہاری اپنی حویلی ہے۔ اس میں جس طرح میں اپنے ماں باپ کے ساتھ محفوظ ہوں اس طرح آج کے بعد تم بھی یہاں محفوظ اور مامون ہو۔

ایکاسیہ عمیمہ کی اس گفتگو سے بہت خوش ہوئی تھی۔ مسکراتے ہوئے اس نے عمیمہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ان کی اس گفتگو اور حرکات کو دیکھتے ہوئے سارے بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

اسی وقت زیر کمرے میں داخل ہوا۔ سارا سامان اس نے قسطونہ اور ایکاسیہ کے سامنے رکھ دیا پھر ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

برادر محترم! میں نے سارا سامان تو کمرے میں رکھ دیا ہے۔ گھوڑوں کی زینیں اتار کر ان کے دانے چارے کا بندوبست کرا آیا ہوں۔ اب بتائیں مجھے اور کیا کرنا ہے۔

جواب میں ایتاخ مسکرا دیا اپنی جگہ سے اٹھا زیر کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

بس میرے بھائی تم نے جو کام کر دیا ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے لئے میں تمہارا بھائی تمہارا شکر گزار ہوں۔ پھر ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم ابن اسحاق! اب میں جاتا ہوں۔ رات کا باقی حصہ تو یہ دونوں ماں بیٹی آپ کے حصے میں گزار دیں گی کل سے حویلی کا جو حصہ آپ مجھے دینا چاہتے تھے۔ اس میں ان دونوں کو منتقل کر دیا جائے گا تاکہ یہ دونوں ماں بیٹی اپنی مرضی اور آسائش کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ اور زیر سے مصافحہ کیا غمران۔ عمیمہ۔ قسطونہ اور ایکاسیہ سے اس نے اجازت لی پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

دی تھی۔

ایتاخ سے ساری تفصیل سننے کے بعد معتم تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔  
لگتا ہے نوفل بن میخائیل اپنے پیش روؤں کی طرح مسلمانوں سے ٹکرا کر قسمت آزمائی کرنا چاہتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ اس سے پہلے اس کے پیش روؤں کی حالت میرے باپ ہارون الرشید نے کیا کی تھی۔ ہمیں دونوں قوتوں سے محتاط رہنا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے وہ براہ راست ہمارے شامی علاقوں پر حملہ کرائے یا یہ کہ ہمارے باغی بابک خرمی کو مدد دے کر وہ ہمارے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ پہلے کی نسبت اور تیز کر دے حالات جو بھی ہوں۔ ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ سرکشی اور بغاوت کرنے والوں کو کڑی سزا دینی ہے۔  
یہاں تک کہنے کے بعد معتم رکا پھر عرب سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ابن یحییٰ! ایتاخ چونکہ اپنی حویلی میں اکیلا رہتا ہے لہذا اس نے ان دونوں ماں بیٹی کو تمہارے ہاں ٹھہرا کر بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ دونوں ماں بیٹی ہمارے ہاں معزز مہمان ہیں۔ دیکھوان کا خاص خیال رکھنا یہاں رہتے ہوئے انہیں نہ اجنبیت محسوس ہونہ انہیں کسی قسم کی تکلیف ہو۔ وہ دونوں چونکہ نوفل بن میخائیل کی ڈسی ہوئی ہیں لہذا یہاں ان کی ہر طرح سے تسلی اور تشفی ہونی چاہیے۔

معتم جب خاموش ہوا تب بڑی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہہ رہا تھا۔  
امیر المومنین! آپ کسی قسم کا کوئی فکر اور اندیشہ نہ کریں۔ قسطنطنیہ کو میں اپنی بہن اور ایکاسیہ کو میں اپنی بیٹی کہہ چکا ہوں۔ اور میں ان دونوں کی خدمت انہی رشتوں کے حوالے سے کروں گا اور مجھے امید ہے کہ ہماری طرف سے انہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

اسحاق بن یحییٰ کا جواب سن کر معتم خوش ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک سارے سالاروں کے ساتھ آنے والے حالات کے متعلق مشورہ ہوتا رہا۔ پھر کچھ ہدایات معتم نے جاری کیں۔ اس کے بعد ایتاخ اور اشناس کی آمد پر بلایا جانے والا وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا۔

امیر المومنین ابواسحاق معتم اپنے قصر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں۔ بائیں قاضی احمد بن داؤد سلطنت کا کارپرداز محمد بن عبدالمالک، معتم کا مشیر اسحاق بن ابراہیم بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ایک قطار میں عربوں کے لشکر مغاربہ کا سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ اس کے بعد دوسرے درجے کا سالار عجیف بن عنبر اور تیسرا عرب جرنیل ابوسعید محمد بن یوسف بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری قطار میں ترکی لشکر فرغانہ کا سپہ سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس اس کے ساتھ ایک نشست خالی پڑی ہوئی تھی۔ تیسری نشست پر ترک سالار بغا کبیر بیٹھا ہوا تھا۔

تیسری قطار میں خراسانی لشکر کا سالار جعفر بن دنیا پر دوسرے درجے کا سالار وصیف اور تیسرا سالار عمر فرغانی بیٹھے ہوئے تھے۔  
معتم کے مشیر اسحاق بن ابراہیم کے ساتھ ہی ایک نشست خالی پڑی ہوئی تھی۔ کمرے میں مکمل خاموشی اور سکوت تھا جیسے سب کو کسی کا انتظار ہو۔

ایسے میں قصر کے اس کمرے میں ایتاخ اور اشناس داخل ہوئے۔ سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بہترین انداز میں ان کا استقبال کیا۔ دونوں نے آگے بڑھ کر پہلے امیر المومنین معتم ان کے مشیروں اور پھر دیگر سارے سالاروں سے مصافحہ کیا۔ پھر ایتاخ معتم کے پہلو میں اس کے مشیر اسحاق بن ابراہیم کے ساتھ جو خالی نشست پڑی تھی اس پر بیٹھ گیا تھا جب کہ اشناس ترکی لشکر فرغانہ کے سپہ سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس کے پہلو میں جو خالی نشست تھی اس پر بیٹھا تھا۔

اس کے بعد امیر المومنین ابواسحاق معتم کے کہنے پر ایتاخ نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل سے ہونے والی گفتگو کو تفصیل سنا ڈالی تھی اور اس تفصیل کے دوران ایتاخ نے قسطنطنیہ اور ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر دونوں ماں بیٹی کو سپہ سالار اسحاق بن یحییٰ کے ہاں ٹھہرانے کی تفصیل بھی

اپنے سارے سالاروں سے علیحدہ ہونے کے بعد جس وقت ایٹاخ اکیلا اپنی حویلی کی طرف جارہا تھا تب عرب سپہ سالار دوئم عجیف بن عنبہ تیز تیز چلتا ہوا قریب آیا۔ اور اس کا نام لے کر اسے پکارا۔

یوں پکارے جانے پر ایٹاخ رک گیا تھا۔ مڑ کر پیچھے دیکھا۔ عجیف بن عنبہ بڑی تیزی سے اس کے قریب آیا تھا۔ اس کو یوں آتے دیکھ کر ایٹاخ کے چہرے پر تفکرات کے سائے نمودار ہوئے تھے۔ جب وہ قریب آیا تو دھیسے سے لہجے میں اس نے پوچھ لیا۔

ابن عنبہ خیریت تو ہے؟

اس پر عجیف بن عنبہ مزید قریب ہوا اور بڑی رازداری میں کہنے لگا۔

امیر ایٹاخ! میں ایک انتہائی اہم اور نازک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ گفتگو میں براہ راست امیر المؤمنین معتمد سے نہیں کر سکتا۔ اگر کروں تو امیر مجھے اس کی کڑی سزا دیں گے۔ جو گفتگو میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں وہ حیدر بن کاؤس افشین سے متعلق ہے۔ آپ جانتے ہیں افشین پر ان دنوں امیر معتمد کا اندھا اعتماد اور بھروسہ ہے۔ وہ جو بھی کام کرتا ہے۔ اسے امیر کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ حیدر بن کاؤس افشین میری مخالفت پر بھی کمر بستہ ہے۔ کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑتا جہاں میری بے عزتی اور ذلت کا نکتہ نکلتا ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ بہر حال میں جو کچھ کہوں گا اس کے خلاف الزام تراشی نہیں کروں گا۔ حقیقت بیانی سے کا لوں گا۔ اس لئے کہ افشین ہر وقت میری ذات میں کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اب میر بھی اس کی ذات کو کریدنے کے پیچھے لگ گیا ہوں۔ مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ یہ دل سے مسلمان نہیں ہوا۔ ابھی تک یہ آتش پرست ہے۔

عجیف بن عنبہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایٹا کہنے لگا۔

ابن عنبہ! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟

عجیف بن عنبہ مسکرایا کہنے لگا۔

امیر ایٹاخ! میں غلط نہیں کہہ رہا مجھے کچھ خاص لوگوں نے خبر دی ہے کہ یہ دل سے مسلمان نہ ہوا۔ بلکہ فوائد حاصل کرنے کے لئے اس نے مسلمان ہونے کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ جب کہ حقیق

میں یہ آتش پرست ہی ہے۔

ایٹاخ نے پھر اس کی بات کاٹی اور کہنے لگا۔

اگر یہ باطنی طور پر آتش پرست ہے تو پھر بابک خرمی کے خلاف کیوں مہموں میں حصہ لیتا

ہے اس لئے کہ بغاوت کرنے والے بابک خرمی کا تعلق بھی آتش پرستوں ہی سے ہے۔

عجیف بن عنبہ نے پھر تیز نگاہوں سے ایٹاخ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ دراصل اس حیدر بن کاؤس افشین کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکا۔ آپ

جانتے ہیں کہ ماورالنہر میں حیدر بن کاؤس کے باپ کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ یہ پھر اپنے علاقوں پر

حکمرانی حاصل کر کے پرانے آتش پرستی کے مذہب کو وہاں بحال کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اسے معلوم

ہے کہ جب تک بابک خرمی آتش پرست زندہ ہے اس وقت تک اس کی یہ تمنا پوری نہیں ہو سکتی۔

اس لئے کہ مجوسی اور آتش پرست زیادہ تر بابک خرمی کے ساتھ ہیں اور جب تک بابک زندہ ہے

ماورالنہر میں یہ اپنی پر قوت حکومت قائم نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر یہ بابک خرمی کے خلاف زور شور سے

مہموں میں حصہ لیتا ہے۔ تاکہ بابک خرمی کو ہلاک کر کے سارے آتش پرستوں کو اپنے حلقے اپنے

حصار میں جمع کر لے۔ اور ماورالنہر میں ایک زبردست اور طاقت ور آتش پرستوں کی حکومت قائم

کر کے ان کا حکمران بن بیٹھے اور اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کرے۔

ایٹاخ نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں سوال ہی سوال تھے۔

دوبارہ اس نے پوچھ لیا۔

ابن عنبہ جو کچھ تم نے کہا ہے یہ سنی سنائی باتیں ہیں یا تم سے یہ کسی قابل اعتبار شخص نے کہی

ہیں۔

یہ سنی سنائی باتیں نہیں ہیں۔ اپنی گفتگو پر ابن عنبہ نے زور دیتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

بلکہ یوں جانیں میں نے کچھ آدنی افشین کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں جو مجھے اس کے متعلق خبریں

دیتے رہتے ہیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن مقدس کی تلاوت نہیں کرتا بلکہ اکثر و بیشتر آتش

پرستوں کے صحیفے پڑھتا رہتا ہے۔ اس بناء پر میں کہتا ہوں کہ یہ آتش پرست ہی ہے۔ اس سے بچ

کے رہیے گا۔ یہ ہم میں سے کسی نہ کسی کو زہریلے سانپ کی طرح ڈس کے رہے گا۔

ایتاخ وہیں کھڑے کھڑے گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ ابن عنبہ! تو نے مجھے ایک عجیب سے تذبذب میں ڈال دیا ہے۔ تو جانتا ہے بغیر کسی کے میں افشین کے خلاف امیر المومنین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہر حال صبر کرو۔ اور جو تم نے آدمی افشین کے احوال جاننے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ان سے کہو اپنا کام کرتے رہیں اور اسے متعلق مزید تفصیل مجھے فراہم کرتے رہیں۔ جب میرے پاس افشین سے متعلق مناسب مواد تو یاد رکھنا میں کھل کر اس کے سامنے آتے ہوئے ہچکچاؤں گا نہیں۔

ایتاخ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں برس رہی تھی۔ وہ بول اٹھا۔

عجیف بن عنبہ! زندگی کی اترتی چڑھتی دکھ کی کتھا کہانیوں میں یہ وطن ہی ہمارا۔ آسودگی اور امن کی آزادیوں کا ضامن ہے۔ صدیوں کی تیرگی کے غبار اور کرن کرن اندھیرا میں یہ وطن ہی تو ہماری زیت کے لمحوں کا شفاف آئینہ ہے۔ یہ سرزمین ہمارے لئے سکھ۔ چشموں کا مسکن ہے۔ یہ سرزمین ہمارے لئے خدائی احکام سی مقدس روشنی کے گہری معنی ہمارے لئے یہ وطن چاہتوں کا گہوارہ رمتوں کا مسکن برکتوں کی بستی آیتوں کا نکھار خوشی بے الفاظ روشنی سے مزین مفہوم جیسا دلکش ہے۔ میری نظر میں اس کے لئے امن و سلامتی۔ ہیں۔ میرے دل کے اوراق پر اس کے لئے محبت کے حروف مرقوم ہیں اس کی حفاظت پاسبانی میں قسم کعبہ کے رب کی میں شعلوں کے زندان اور عذابوں کے حصار میں بھی کہ تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن کو لاکا سکتا ہوں۔

اے ابن عنبہ! ہم اپنے وطن کے جوان جذبوں کا خون ہیں اس کی عظمت کی بلند طاقت و قوت اس کی ریاضت اور استقامت ہیں۔ اس کی تاریخ کے آسمان اس کے د ساحل پر کھڑے ہم موت کے کڑے سایوں سے پاسبان جابر و قاهر نگہبان اور مضطرب و سر دینے والے محافظ ہیں۔ جس کسی نے بھی اس کی آزادی کو چھیڑنے کی کوشش کی اس کے اجا اندھیروں کا عمل شروع کرنے کی کوشش کی اس کی پر امن راہوں کا سانپ بننے کی کوشش بنیادوں میں ریت بھرنے اور دیواروں میں کچی پیدا کرنا چاہی قسم کعبہ کے تقدس کی میں ا۔ کے لئے سنگ ریزوں کا طوفان آفتوں کی تاریک آندھی وقت کا بدترین روز حساب اور قہ

ہر کی صدا بن جاؤں گا۔ پھر ایسے لوگوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کوئی بند دروازہ مجھے دک نہ سکے گا۔ کوئی میری حب الوطنی کی صداؤں اور میرے ایمانی حصار کو توڑ نہ سکے گا۔ کوئی قوت برے پاؤں میں تھکن میرے بازو میں بوجھل پن پیدا نہ کر سکے گی۔ ہر وہ شخص ہر وہ قوت جس نے می وطن کے خلاف کام کرنے کی کوشش کی میں اس کی روح و بدن کا تعلق توڑ دوں گا۔

میرے عزیز! یاد رکھنا اس وطن کی حفاظت اس کی پاسبانی امانت کی طرح میرے دل میں فون ہے۔ ہمارا یہ وطن ہماری یہ سرزمین وجود ملت کا ایک موتی ہے۔ جس نے بھی اس کی سلامتی سے کھیلنے کی کوشش کی قسم خدائے واحد و تبار کی میں اس کے لئے دوزخ کا خرابہ نفس نفس کا عتاب نافرست کی ہولناک آگ بن کے اٹھ کھڑا ہوں گا۔ جس نے بھی یہاں سامرہ شہر میں مسلم قوم کی رنج کی جبین کو لہو لہو کرنے کی کوشش کی۔ جس نے بھی ہماری کتاب تہذیب کے بدن پر جراحاتوں کے حروف رقم کرنے کی کوشش کی جس نے بھی ہمارے دلیں کی بزم کور کاوٹوں کی رزم گاہ بنانا چاہا وہ نص کتنا بھی اثر و رسوخ والا کیوں نہ ہو میں بے نیام تلوار سونت کر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں ا۔ ابن عنبہ! اس وطن اس کی سلامتی اس کی حفاظت کے لئے میں ایتاخ اپنے خون کے آخری لہرے کا نذرانہ بھی پیش کرنے کی ہمت و جرأت رکھتا ہوں۔ مطمئن رہو جس دن مجھے یقین ہو گیا کہ یہ حیدر بن کاؤس افشین اس وطن کی مخالفت پر کمر بستہ ہے اس روز میں اگر سانپ بن کر اس کے راستے میں کھڑا نہ ہو گیا تو میرا نام تبدیل کر دینا۔

جب تک ایتاخ بولتا رہا۔ عجیف بن عنبہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ موش ہوا تو کہنے لگا۔

قسم خداوند قدوس کی مجھے آپ سے ایسے ہی الفاظ کی توقع تھی۔ اب میں مطمئن ہوں۔ جوں میں مجھے اس حیدر بن کاؤس افشین کے متعلق شواہد ملتے رہیں گے میں انہیں آپ کے پاس جمع راتا رہوں گا پھر آپ جانیں آپ کا کام۔ اس کے ساتھ ہی عجیف بن عنبہ نے ایتاخ سے مافیہ کیا اور وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ ایتاخ اپنی حویلی کا رخ کر رہا تھا۔

دن کافی چڑھ آیا تھا۔ عمیمہ اس کمرے میں داخل ہوئی۔ جس میں قسطونہ اور ایکاسیہ کے قیام اہتمام کیا گیا تھا۔ دونوں ماں بیٹی ابھی تک گہری نیند سوئی ہوئی تھیں۔ عمیمہ جب اس کمرے میں

تھے جب میں نے انہیں بتایا کہ آپ دونوں سوئی ہوئی ہیں تو پھر وہ چلے گئے۔  
ایکایہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔ اگر ایسی بات ہے تو چلو وہ حصہ جو ہماری رہائش کے لئے  
مختص کیا گیا ہے اسے دیکھتے ہیں۔  
عمیمہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہی ابھی نہیں کہنے لگی۔

نہیں ایکایہ میری بہن! ایسے نہیں پہلے آپ دونوں ماں بیٹی نہا دھولیں، کھانا کھائیں۔ اس  
کے بعد میں آپ کو اس حصے میں لے کر جاتی ہوں۔  
قسطونہ اور ایکایہ دونوں ماں بیٹی نے اس سے اتفاق کیا۔ دونوں ماں بیٹی طہارت خانے کی  
طرف گئیں۔ نہائیں۔ عمیمہ اور اس کی ماں غمران کے ساتھ انہوں نے ناشتہ کیا۔ ناشتے کے بعد  
غمران کو مخاطب کر کے قسطونہ کہنے لگی۔

یہ اسحاق بھائی اور زبیر کہاں چلے گئے۔

اس پر غمران مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

عمیمہ کے باپ تو قصر کی طرف گئے ہیں۔ امیر المومنین نے سارے سالاروں کو طلب کیا  
تھا۔ میرے خیال میں ایسا اور اشناس جو قسطونہ گئے تھے۔ تو اس سلسلے میں سارے سالاروں کو  
جمع کیا گیا تھا۔ شاید کچھ صلاح مشورہ کیا جانا تھا جہاں تک زبیر کا تعلق ہے تو وہ اس وقت مکتب میں  
ہوتا ہے۔

قسطونہ شاید مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایکایہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور سوالیہ سے انداز  
میں اس نے عمیمہ کی طرف دیکھا۔ عمیمہ بھی کھڑی ہو گئی۔ اس پر غمران نے پوچھ لیا۔

تم دونوں بہنیں کہاں جا رہی ہو؟

اس پر مسکراتے ہوئے عمیمہ کہنے لگی۔

مادر مہربان! میں ایکایہ کو حویلی کا وہ حصہ دکھانے لے جا رہی ہوں جو ان کی رہائش کے لئے  
مختص کیا گیا ہے۔ اس پر غمران بھی کھڑی ہو گئی۔ کہنے لگی۔

چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ یوں ایکایہ، عمیمہ، قسطونہ اور غمران چاروں وہاں  
سے اٹھیں۔ حویلی کے دائیں جانب ہوتی تھیں۔

داخل ہوئی تو کھڑکس کر قسطونہ جاگ اٹھی مسکراتے ہوئے اس نے عمیمہ کی طرف دیکھا پھر اس نے  
آواز دے کر ایکایہ کو چگانے کی کوشش کی ایکایہ انگڑائی لیتی ہوئی اٹھ کے بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے  
عمیمہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ عمیمہ آگے بڑھ کر اس کی مسہری پر بیٹھ گئی پھر بڑے پیار بھرے انداز  
میں کہنے لگی۔

دن کافی چڑھ آیا ہے۔ آپ لوگوں کو ہم نے اس لئے نہیں جگایا کہ آپ دونوں ماں بیٹی  
کے باعث تھکی ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں مجھے اس وقت آپ کے کمرے میں نہیں آنا چاہیے۔  
تھا۔ میرے آنے کی وجہ سے آپ جاگ گئی ہیں۔ آپ دونوں ماں بیٹی کی نیند اچاٹ ہو گئی ہوگی۔  
اس پر ایکایہ نے مسکراتے ہوئے عمیمہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اسے سہلا  
ہوئے کہنے لگی۔

نہیں عمیمہ میری بہن! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں ماں بیٹی کافی سوچ چکی ہیں۔ نیند  
پوری ہو چکی ہے۔

ایکایہ کے ان الفاظ سے عمیمہ خوش ہو گئی تھی پھر چپکے کے انداز میں کہنے لگی۔

اگر یہ بات ہے تو پھر انھیں آپ کے کھانے کا اہتمام میں نے کر دیا ہے۔ ایسا بھائی  
آئے تھے۔ ہماری حویلی کا وہ حصہ جس میں آپ دونوں ماں بیٹی کے قیام کا اہتمام کیا گیا ہے  
میں انہوں نے صفائی ستھرائی کرا کے اس حصہ میں آپ دونوں ماں بیٹی کی ضرورت کی ہر شے  
کر دی ہے۔ آپ کا جو سامان تھا وہ بھی ایسا بھائی نے اسی حصے میں منتقل کر دیا ہے۔  
یہاں تک کہتے کہتے عمیمہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کا نٹے ہوئے ایکایہ  
پڑی تھی۔

امیر کب یہاں آئے؟

عمیمہ مسکراتی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

وہ تو فجر کی نماز کے بعد سیدھے ہمارے ہاں ہی آئے تھے۔ اپنے ساتھ کچھ آدمیوں  
لے کے آئے تھے۔ پہلے اس حصے کی صفائی ستھرائی کرائی پھر سارے حصے کو دھو کر اس کو خشک کر  
پھر کچھ لوگوں کو لے کر وہ بازار گئے۔ آپ کی ضرورت کی ہر شے انہوں نے خریدی اور اس نے  
منتقل کر دی ہے۔ آپ کا سامان بھی ادھر ہی چلا گیا ہے۔ وہ آپ دونوں ماں بیٹی سے بھی ملے

جب وہ اس حصے میں داخل ہوئیں جس میں قسطنطنیہ اور ایکاسیہ کی رہائش کا اہتمام کیا گیا تھا تو ان دونوں ماں بیٹی نے دیکھا وہ حصہ بے حد معقول تھا۔ کسی کے لئے دوسری سمت سے آنے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ دو خاصے بڑے کمرے تھے۔ ایک چھوٹا سا مطبخ اور اس کے ساتھ ہی تو شک خانہ تھا۔ دونوں ماں بیٹی نے دیکھا اس حصے کی خوب صفائی ستھرائی کر دی گئی تھی۔ مطبخ میں کھانے پینے کی ساری اشیاء بڑے قرینے اور سلیقے سے رکھی گئی تھیں۔ دونوں کمروں میں نئی مہربوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ان پر جو بستر لگے تھے وہ بھی نئے تھے۔ اس کے علاوہ دونوں کمروں کو ضرورت کی ہر شے سے سجاد یا گیا تھا۔ ایک کمرے میں چڑے کی خرچینوں میں بندان دونوں ماں بیٹی کا سامان پڑا ہوا تھا۔

دونوں ماں بیٹی عمران اور عمیمہ کے ساتھ اپنی رہائش گاہ کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر چاروں ایک کمرے میں مہری پر بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز ایکاسیہ نے کیا وہ کہہ رہی تھی۔

لگتا ہے امیر ایٹاخ نے ہماری رہائش کے لئے کافی اہتمام اور محنت کی ہے۔ ان کے لئے میں ان کی شکر گزار ہوں۔ عمیمہ میری بہن جس وقت میں یہاں آئی تھی تب سے میرے ذہن میں ایک خلیجان اور ایک پریشانی سی ہے۔ جس وقت امیر نے آپ کی حویلی پر دستک دی تھی تو میری ماں نے سب سے پہلا سوال جو ایٹاخ سے کیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ آپ کی حویلی ہے۔

اس پر ایٹاخ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا تھا کہ وہ تو ایک معمولی سا لشکری ہے۔ با حویلی اس کی نہیں بلکہ آپ کے ابو کی ہے۔ کیا ایٹاخ واقعی ایک معمولی لشکری ہے۔ اگر ایسا ہے تو انہیں امیر کہہ کر کیوں مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ انہوں نے ہمیں قسطنطنیہ سے یہاں لانے کے لئے ایک بہت بڑی ذمہ داری کیسے قبول کی جس میں خطرہ بھی تھا۔

ایسا کرنے کے بعد آخر انہوں نے ہمیں اپنی حویلی میں کیوں نہ بٹھرایا۔ یہاں ہمارے قیام کیوں بندوبست کیا۔ اگر ان کی اپنی حویلی نہیں ہے تو پھر وہ کہاں قیام کرتے ہیں میری بہن کیا مجھے ان سوالوں کا جواب دوگی۔ اور یہ کہ ان کے اہل خانہ یا خاندان کے دیگر افراد کہاں رہتے ہیں۔ ایکاسیہ کی اس گفتگو سے عمیمہ ہی نہیں عمران بھی کسی قدر اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ عمیمہ۔

کچھ سوچا باری باری ایک گہری نگاہ اس نے قسطنطنیہ پھر ایکاسیہ پر ڈالی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

یہ جو باتیں ایٹاخ بھائی نے آپ لوگوں سے کہی ہیں یہ دراصل انہوں نے انکساری

عاجزی میں کہہ دی ہیں۔ ورنہ اسلامی سلطنت میں امیر المومنین کے بعد ان کی سب سے زیادہ عزت اور وقار ہے۔

ایکاسیہ میری بہن! جہاں تک تمہارا یہ سوال ہے کہ ایٹاخ بھائی کے اہل خانہ اور خاندان کے دیگر افراد کہاں رہتے ہیں تو میں بڑے دکھ سے یہ کہوں گی کہ ایٹاخ بھائی کے نہ اہل خانہ ہیں نہ خاندان کے افراد۔ یہ شمالی برفستانوں کے رہنے والے ترکی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک قبائلی جنگ میں ان کے سارے اہل خانہ مارے گئے اور انہیں غلام بنالیا گیا۔ غلامی کی حالت میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکتے ہوئے جوان ہو گئے۔ یہاں تک کہ بغداد پہنچے وہاں ایک شخص سلام بن عبرص نے بھائی کو خرید لیا اور بھائی سے باورچی کا کام لینا شروع کیا۔ اسی بناء پر شروع شروع میں ایٹاخ بھائی کو طبابخ بھی کہتے تھے لیکن امیر المومنین معتمد نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ کوئی بھی اب ایٹاخ کو طبابخ کا نام نہ دے۔

سلام بن عبرص جس نے ایٹاخ بھائی کو خرید لیا تھا وہ آپ کی دلیری جرات مندی اور آپ کی شجاعت اور تیغ زنی میں آپ کی مہارت سے واقف نہیں تھا۔ اسے باورچی چاہیے تھا۔ بھائی کو خرید کر اس نے باورچی خانے کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ شروع شروع میں بھائی کو باورچی خانے میں کام کرنے میں بڑی تکلیف ہوئی یہ ساری باتیں ایٹاخ بھائی ہمیں خود ہی بتاتے رہے ہیں۔ پھر یہ آہستہ آہستہ اس کام کے عادی ہو گئے۔

لیکن قدرت نے بھائی سے کوئی بہت بڑا کام لینا تھا۔ اس لئے ایک بار کسی رنجش کسی ذاتی عناد کی بنا پر سلام بن عبرص پر پانچ مجوسیوں نے حملہ کر دیا اور اس کے قتل کے درپے ہوئے اس وقت ایٹاخ بھائی بھی مسلح حالت میں سلام بن عبرص یعنی اپنے آقا کے ساتھ تھے جو نبی و مجوسی سلام بن عبرص پر حملہ آور ہوئے ایٹاخ بھائی ان کے سامنے جم گیا اکیلے نے ان پانچوں کا مقابلہ کیا اور پانچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ ایٹاخ بھائی کی جرات مندی اس کی تیغ زنی میں مہارت کی تعریف کرنے لگے جب یہ باتیں خلیفہ معتمد تک پہنچیں تو امیر المومنین نے ایٹاخ کو طلب کیا امیر المومنین ایٹاخ بھائی کی دانائی اور سلیقہ شعاری اس کے جسم کی مضبوطی اور خوب صورتی کو دیکھ کر

متاثر ہوا۔ اور جس رقم کے عوض سلام بن عیص نے ایتاخ بھائی کو خرید لیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ رقم سلام بن عیص کو دی اور ایتاخ کو اس سے لے لیا۔ پہلی ہی ملاقات میں امیر المومنین مقتسم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایتاخ بھائی انتہا درجہ کا ادا شناس ہوشیار اور تیغ زنی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس بناء پر امیر المومنین نے بھائی کو لشکر میں شامل کر لیا۔ اپنی دلیری اور جرات مندی کی وجہ سے بھائی ترقی کرتا چلا گیا اور موجودہ مرتبے تک آن پہنچا۔

جب جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو گو ایتاخ بھائی نائب سپہ سالار اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں لیکن ایسا وہ عاجزی اور انکساری سے کرتے ہیں۔ ورنہ اگر حقیقت دیکھی جائے تو سارے سالاران کے ماتحت آتے ہیں۔ اس لئے کہ محکمہ جنگ ان کے سپرد ہے۔ حجابت اور سفارت کے محکمے کے بھی سربراہ ہیں۔ کوئی بھی جنگ ایتاخ کے مشورے کے بغیر شروع نہیں کی جاتی۔ جب امیر المومنین کا دربار لگتا ہے تو ایتاخ بھائی امیر المومنین کے مشیروں کے پاس بیٹھتے ہیں۔ جبکہ دیگر سارے سالاران کے سامنے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد عیمہ کی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

ایکایہ میری بہن امیر المومنین نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک لشکر عربوں کا ہے۔ جسے مغاربہ کہتے ہیں۔ اس حصے کے سالار اعلیٰ میرے باپ اخلق بن یحییٰ ہیں۔ ترکوں کے لشکر کا جو حصہ ہے اس کا نام فرغانہ ہے اور اس حصے کا سالار اعلیٰ ایک شخص حیدر بن کاؤس ہے اسے افشین بھی کہتے ہیں تیسرا حصہ خراسانی لشکر کا ہے۔ اس کا سربراہ جعفر بن دینار ہے۔ امیر المومنین نے ایتاخ بھائی کو سارے لشکروں کا سپہ سالار بنانا چاہا لیکن اپنی عاجزی اور انکساری کی بنا پر بھائی نے اس عہدے سے معذرت کر لی اور امیر المومنین سے بڑی عاجزی میں کہا کہ میرے باپ اسحاق بن یحییٰ اور ترکی سردار حیدر بن کاؤس چونکہ ان سے عمر میں کافی بڑے اور ان کے باپ کی جگہ ہیں لہذا ان کے ہوتے ہوئے وہ لشکریوں کے سالار اعلیٰ نہیں بنیں گے۔ جنگوں میں عموماً نائب سپہ سالار کی حیثیت سے ہی کام کرتے ہیں۔

یہ جو بھائی نے تم سے کہا کہ وہ عام سے لشکری ہیں ان کی کوئی حویلی نہیں ہے تو یہ بات بھی انہوں نے انکساری کی بنا پر کہہ دی ہوگی۔ ورنہ ہمارے ساتھ جو حویلی ہے یہی ایتاخ بھائی کی قیام گاہ ہے۔ جیسے ہماری حویلی ہے ایسی ہی ان کی بھی ہے۔ پہلے ان کی حویلی کی صفائی ستھرائی کے لئے

مستقر ہے آدمی آیا کرتے تھے۔ لیکن میں نے بھائی سے کہہ کر منع کر دیا ہے اب بھائی کی حویلی کی صفائی ستھرائی میں خود کرتی ہوں۔ تمہارا سوال اب باقی یہ رہ گیا کہ بھائی نے اپنے ہاں آپ لوگوں کو رکھنے کی بجائے ہمارے ہاں کیوں رکھا تو بھائی چونکہ اپنی حویلی میں اکیلے رہتے ہیں تو آپ دونوں ماں بیٹی کی رہائش کا انتظام ہمارے ہاں کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں اب تمہیں اپنے سوالوں کا مکمل جواب مل گیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی تشنگی رہتی ہے تو کہو۔

ایکایہ مسکرائی پھر کہنے لگی۔

نہیں عیمہ تمہاری باتوں سے اب مجھے مطلق اطمینان ہو گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ ٹھیک کیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا تھا انکساری کی بنا پر کہا تھا۔ اس پر عیمہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

اچھا ایسا ہے تو تم اپنا سامان درست کرو میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں اور تمہارے ساتھ بیٹھوں گی۔

اس پر ایکایہ بھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

اور تم کہاں جا رہی ہو؟

عیمہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی میں بھائی کی حویلی کی صفائی ستھرائی کے لئے جاتی ہوں۔ ایکایہ فوراً بول پڑی۔

عیمہ میری بہن! میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ آخر وہ ہمارے محسن ہیں۔ ان کا کام کرتے ہوئے مجھے ایک طرح سے دلی اور ذہنی اطمینان ہوگا۔

ایکایہ کی اس گفتگو کے جواب میں عیمہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حویلی کے دوسرے حصے میں کسی کے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ اس پر غمران اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

عیمہ! تمہارے باپ آ گئے ہیں۔ میرے خیال میں امیر المومنین نے جو مجلس طلب کی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں زیر بھی ان کے ساتھ آ گیا ہے۔ دونوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی ہیں۔

عیمہ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر بھاگتی ہوئی کہنے لگی۔



امی آپ یہیں ٹھہریں میں ابی اور بھائی کو یہاں بلاتی ہوں پھر تھوڑی دیر بعد عمیمہ لوٹی اس کے ساتھ اسحاق بن یحییٰ اور زبیر بھی تھے۔ اس حصے میں داخل ہوتے ہی عمیمہ نے اپنے باپ اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کیا۔

ابی یہ دیکھیں۔ ایساخ بھائی نے اس حصے کی کیسی اچھی صفائی ستھرائی کا اہتمام کیا ہے اور دیکھیں آپ کی بہن قسطونہ اور میری بہن ایکاسیہ کی رہائش کا کیسا انتظام کیا ہے۔ ان کے لئے نئے پلنگ اور مسہریاں لے کر آئے ہیں۔ بستر بھی دیکھیں سب نئے ہیں۔ باورچی خانے میں ہر چیز انہوں نے سجا کر رکھ دی ہے۔

اسحاق بن یحییٰ اور ان کا بیٹا زبیر ساری چیزیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر عمیمہ نے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

ابی! کیا ایساخ بھائی اپنی حویلی میں آگئے ہیں؟

اسحاق بن یحییٰ نے بڑی شفقت اور پیار سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔  
ہاں بیٹی! اس کے آنے کی وجہ سے ہی امیر المومنین نے یہ مجلس طلب کی تھی۔ مجلس برخاست ہو چکی ہے اور ایساخ اپنی حویلی میں آچکا ہے عمیمہ پھر بول پڑی۔

ابی میں بھائی کی حویلی کی صفائی ستھرائی کے لئے جانے لگی ہوں۔ ایکاسیہ بھی میرے ساتھ جانا چاہتی ہے۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں۔

اسحاق بن یحییٰ نے گھورنے کے انداز میں عمیمہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

عمیمہ میری بیٹی! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو۔ ایکاسیہ کی حیثیت اب اس حویلی میں ایسی ہی ہے جیسی تمہاری اپنی۔ پھر یہ تو سوچو ایساخ ان دونوں ماں بیٹی کا محسن اور مربی ہے۔ میں اسے اس کے پاس جانے سے کیوں روکوں گا اور منع کروں گا اگر تم دونوں بہنیں جاتی ہو یہ تو میری خوشی کا باعث ہے۔ اس پر مسکراتے ہوئے عمیمہ نے ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑا وہ کمرے کے دروازے کی طرف لپکی ابھی وہ دروازے سے باہر نکلی ہی تھی کہ پیچھے سے قسطونہ نے آواز دی۔

ایکاسیہ اور عمیمہ میری دونوں بیٹیوں کو! میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ ہماری قیام گاہ میں ہمارے لئے ہر چیز جو ایساخ نے میسر کی ہے اس کے لئے میں اس کا شکریہ بھی ادا کروں گی اور اس کی حویلی بھی دیکھ لوں گی۔

ایکاسیہ اور عمیمہ دونوں رک گئیں۔ قسطونہ بھی کمرے سے نکلی پھر تینوں حویلی سے باہر آئیں۔ حویلی کے چھوٹے دروازے سے نکلتے ہی چند قدم کے فاصلے پر جو دروازہ تھا۔ عمیمہ اس میں داخل ہوئی۔ قسطونہ اور ایکاسیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے اس حویلی میں داخل ہوئیں۔ اندر داخل ہوتے ہی ایکاسیہ نے عمیمہ کو مخاطب کیا۔

میری بہن! میں تو سمجھتی تھی کہ امیر ایساخ کی حویلی یہاں سے کافی دور ہوگی۔ یہ تو بالکل نہہاری حویلی سے متصل ہے بس بیچ میں ایک دیوار ہے۔

پھر آگے بڑھتے ہوئے ایکاسیہ نے حویلی کے صحن کا جائزہ لیا۔ اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

عمیمہ میری بہن! تمہاری حویلی کی نسبت اس میں زیادہ ہریالی اور پھل دار پودے ہیں۔ اس پر چکنے کے انداز میں عمیمہ بول پڑی۔

میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ جتنے پھل دار پودے ہیں۔ زیادہ تر میرے اور میری کے کام آتے ہیں۔ ان کے پھل زیادہ میں اور وہ ہی کھاتے ہیں ایساخ بھائی تو اکثر رات ہی لوآتے ہیں۔

اتنی دیر تک تینوں آگے بڑھتی ہوئیں حویلی کے برآمدے کے قریب پہنچ گئی تھیں۔ عمیمہ کی گفتگو کا جواب ایکاسیہ دینا ہی چاہتی تھی کہ خاموش ہو گئی اس لئے کہ سامنے کی طرف سے ایساخ مودار ہوا تھا۔ ان تینوں کے سامنے آیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ میں آپ نیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

پھر ان تینوں کی راہ نمائی کرتے ہوئے ایساخ انہیں حویلی کے دیوان خانے میں لایا۔ تینوں ٹھہ گئیں۔ ایکاسیہ اور قسطونہ اس کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس موقع پر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایساخ بول پڑا۔

کیا آپ کے کھانے کے لئے کوئی چیز منگواؤں؟

قسطونہ ایساخ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی ایکاسیہ بول پڑی۔  
ایساخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

امیر! سفر کی وجہ سے میں اور میری ماں دونوں کافی دیر سے سو کے اٹھے۔ ادھر آنے سے پہلے ہم کھانا کھا کے آئے ہیں۔ میں تو تین کاموں کے سلسلے میں آپ کی حویلی کی طرف آئی۔

ایتاخ نے غور سے ایکاسیہ کی طرف دیکھا پھر استفہامیہ سے لہجے میں بول پڑا۔

اے بنت قسطونہ! کون سے تین کام؟

ایکاسیہ مسکرائی پھر کہنے لگی۔ پہلے تین کام تھے اب آپ کے طرز خطاب نے تین کو چار کام میں تبدیل کر دیا ہے۔

ایتاخ پھر پریشان لہجے میں کہنے لگا۔

بنت قسطونہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟

ایکاسیہ نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

پہلا کام جو ابھی ابھی نکلا ہے وہ یہ کہ آپ مجھے بنت قسطونہ کہہ کر مخاطب نہ کریں اس لئے کہ

یہ میرا نام نہیں ہے۔ میرا نام ایکاسیہ ہے۔ اور میرے خیال میں لب و لہجے اور تلفظ کے لحاظ سے یہ نام کوئی اتنا مشکل نہیں کہ ادا نہ کیا جاسکے مجھے امید ہے آپ آئندہ مجھے میرے نام ہی سے مخاطب کریں گے۔

دوسرا کام یہ کہ میں آپ کی حویلی دیکھنا چاہتی تھی۔ تیسرا کام یہ کہ آپ نے آج صبح ہی صبح ہماری رہائش کے حصے میں ہمارے لئے جو زندگی کی ضروریات مہیا کی ہیں۔ اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ اور چوتھا اور سب سے اہم کام یہ کہ مجھ پر عمیمہ نے انکشاف کیا تھا کہ آپ کی حویلی کی صفائی وہ کرتی ہے لہذا میں نے اس سے کہا کہ آج کے بعد اس کے ساتھ میں بھی آپ کی حویلی کی صفائی کیا کروں گی۔ میرے خیال میں آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

جب تک ایکاسیہ بولتی رہی ایتاخ مسکراتا رہا اس کے خاموش ہونے پر بول اٹھا۔

دیکھو ایکاسیہ! اب میں تمہیں تمہارے نام ہی سے مخاطب کر رہا ہوں جو پہلے تین کام تم نے کہے ہیں۔ وہ تو قابل برداشت ہیں لیکن چوتھا نہیں۔ تم یہاں ہمارے پاس ایک معزز اور قابل عزت مہمان ہو۔ تم میری حویلی کی صفائی کرو۔ کم از کم یہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ واپس جا کر تم کیا کہو گی کہ ایتاخ جو تمہیں محافظ اور امین بن کے لے کر گیا تھا۔ وہ تم سے اپنی حویلی کی صفائی کروا رہا ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

ایکاسیہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

میرا کون ہے جس کے پاس واپس جا کر میں آپ کی شکایت کروں گی میری زندگی کا سرمایہ میری کائنات کی پونجی میری ماں ہے اور وہ میرے پاس ہے۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس میں میری ماں کی رضامندی شامل ہے یہ بالکل کوئی اعتراض نہیں کھڑا کریں گی۔ آئندہ میں اور میری بہن عمیمہ دونوں آپ کی حویلی کی صفائی کیا کریں گی۔ یقین جانیں ایسا کرنے میں میرا ذہنی سکون اور میرے ضمیر کا اطمینان ہے مجھے امید ہے کہ آپ کوئی اعتراض نہیں کھڑا کیا کریں گے۔

ایتاخ نے کچھ سوچا اور پھر اس نے تیز نگاہوں سے عمیمہ کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

گلتا ہے یہ ساری شرارت اس عمیمہ کی ہے۔ اس نے تمہیں اپنے ساتھ آنے کی ترغیب دی ہوگی۔

عمیمہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی ایکاسیہ ایک بار پھر بول پڑی۔

نہیں امیر ایسا نہیں ہے۔ عمیمہ تو اکیلی صفائی کے لئے آئی تھی میں خود ہی اس کے ساتھ اپنی رضامندی اور اپنی خوش نووی سے آئی ہوں۔ میری ماں بھی ہمارے ساتھ آپ کی حویلی دیکھنے کے لئے آئی ہیں۔ بہت اچھی حویلی ہے۔ عمیمہ لوگوں سے بھی بڑی ہے۔ اس میں سب سے اچھی بات جو ہے اس میں پھلدار درخت بہت زیادہ ہیں۔

ایتاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

یہ جتنے پھلدار درخت ہیں۔ ان کے پھل زیادہ تر دو طوطے ہی کھاتے ایک تو عمیمہ کی صورت میں تمہارے پاس ہے اور دوسرا زبیر ہے۔ عمیمہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

بھائی آپ فکر نہ کریں۔ اب اس میں ایک تیسرا طوطا بھی شامل ہو رہا ہے۔ اور وہ ایکاسیہ ہے۔ اب ان پھلوں پر ہم تینوں کا حصہ ہوا کرے گا۔

پھر ایتاخ ان تینوں کو لے کر حویلی میں داخل ہوا۔ قسطونہ اور ایکاسیہ نے پہلے عمیمہ کے ساتھ ساری حویلی کا جائزہ لیا اور اس کے کمرے دیکھے سامنے اور پشتی حصے میں جو چھوٹے چھوٹے باغیچے تھے ان کا بھی جائزہ لیا۔ دوبارہ وہ دیوان خانے میں آئے اور عمیمہ ایکاسیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ میری بہن! آؤ دونوں مل کر صفائی کرتی ہیں۔ اس کے بعد پودوں کو پانی بھی دینا ہے۔

ایکا سیہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابھی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ عین اسی وقت دروازے پر اشناں نمودار ہوا اور ایکا سیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بہن! تم کیسی ہو؟

ایکا سیہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

بھائی ہم دونوں ماں بیٹی تو ٹھیک ہیں۔ امیر ایتاخ کی حویلی دیکھنے آئے تھے۔ اب ارادہ کر لیا ہے کہ حویلی کی صفائی بھی کرتے جائیں۔ اس لئے کہ اس سے پہلے یہ کام اکیلی عمیمہ کیا کرتی تھی۔ اب میں بھی اس کے ساتھ کیا کروں گی۔ پھر ایکا سیہ کو کوئی شرارت سوچھی وہ تیز نظروں سے اشناں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بھائی آپ یقیناً عمیمہ سے ملنے آئے ہوں گے۔ یا اسے لینے آئے ہوں گے ایکا سیہ کی اس گفتگو سے اشناں کچھ نہ بولا۔ مسکرا رہا تھا۔ دوسری جانب عمیمہ اسے تیز لگا ہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ایتاخ اور قسطنطنیہ بھی دیرے دیرے مسکرا رہے تھے۔ ایکا سیہ پھر بول پڑی۔

اشناں بھائی! آپ اسے لے جانا چاہتے ہیں تو لے جائیں۔ اب میں حویلی کی صفائی اکیلے بھی کر سکتی ہوں۔ یہ حویلی میں نے دیکھ لی ہے۔ حویلی کے سامنے اور پشتی حصے میں جو پھلدار پودے ہیں ان کا بھی میں جائزہ لے چکی ہوں ان کو میں اکیلی پانی بھی دے سکتی ہوں۔ پھر ایکا سیہ نے عمیمہ کی طرف دیکھا۔

تم یہاں امی کے پاس چھپ کر کیوں بیٹھی ہوئی ہو اٹھو جاؤ اشناں بھائی تمہیں لینے کے لئے آئے ہیں۔

اس موقع پر ایتاخ آگے آیا اور ایکا سیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے خیال میں عمیمہ کے ساتھ کافی ہو گئی ہے۔ اشناں نے بھی ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

ایکا سیہ! میری بہن! میں عمیمہ کو لینے نہیں آیا۔ تمہاری گفتگو سے میرے خیال میں وہ کچھ زیادہ

ہی شرمندہ ہو رہی ہے۔ میں امیر ایتاخ کو لینے آیا ہوں۔ مستقر میں ان کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

چھوٹے سالاروں کی آپس میں تکرار ہوئی ہے۔ اور ان کے معاملے کو امیر ایتاخ ہی نمٹائے

گے۔

اشناں جب خاموش ہوا تب ایکا سیہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

اشناں بھائی! برا نہ مانجے گا۔ کیا آپ اور عمیمہ دونوں آپس میں بات چیت نہیں کرتے۔ مجھے یہ تو پتہ چل گیا ہے کہ آپ دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب کیا جا چکا ہے۔ اور یہ کہ اشناں نے فوراً ایکا سیہ کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

میری بہن ایسی بھی کوئی بات نہیں ہم دونوں واقعی ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں اور نہ ہماری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں اور اکٹھے بیٹھ کر بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے نہ ہم پر پابندی ہے۔ نہ ہمیں کسی نے منع کر رکھا ہے نہ ہم پر کوئی روک ٹوک ہے۔

اس پر ایتاخ نے عمیمہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

عمیمہ میری بہن! اب تم تینوں بیٹھو جو کام تم دونوں کرنا چاہتی ہو کرو۔ نہ تم پر کوئی پابندی ہے نہ میں مداخلت کرتا ہوں۔ میں ذرا اشناں کے ساتھ مستقر کی طرف جاتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناں وہاں سے چلے گئے تھے۔

میخائیل کے قاصدوں نے جوان کے پاس نوفل بن میخائیل کا خط تھا بابک خرمی کو پیش کیا۔ بابک نے وہ خط پڑھا، مسکرایا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نوفل بن میخائیل کے قاصد حرکت میں آئے اور انہوں نے سونے کے سکوں سے بھری کئی تھیلیاں اپنے گھوڑوں کے زینوں سے کھولیں اور بابک خرمی کو پیش کیں۔ یہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے بابک خرمی کی مدد کے لئے بھیجی گئی تھیں۔

نوفل بن میخائیل کا خط پا کر بابک خرمی خوش تو ہوا ہی تھا لیکن جب اسے سونے کے سکوں سے بھری ہوئی کئی تھیلیاں پیش کی گئیں تو پھر اس کی خوشی اس کے اطمینان کی کوئی حد نہ تھی۔ کچھ دیر تک وہ سونے کے ان سکوں کا جائزہ لیتا رہا پھر نوفل بن میخائیل کے ساتھیوں کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نوفل نے مسلمانوں کے خلاف جس سہ طرفہ حملے کی ترتیب بنائی ہے۔ یہ میرے دل کو لگی ہے۔ ایک طرف سے ہم دوسری طرف سے نوفل کا شامی علاقوں کا حکمران لوزر اور تیسری طرف سے مسلمانوں کے اندر آباد دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستان کے جاٹ جب بغاوت کھڑی کریں گے تو مسلمانوں کو بیک وقت اپنے لشکروں کو تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ اس طرح ان کی طاقت کمزور ہوگی اور ان کی کمزوری سے ہم فائدہ اٹھائیں گے۔

تم تینوں کچھ دنوں تک ہمارے قلعے برزند میں قیام کرنا اور پھر اپنے شہنشاہ کی طرف لوٹ کر اسے میرا پیغام دینا اسے کہنا مسلمانوں کے امیر المومنین ابواسحاق معتمد کی میرے ہاں کوئی وقعت اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس سے پہلے میں اس کے بڑے بھائی مامون الرشید کے لئے لگا تا کئی برسوں تک ایک عذاب اور قہر بنا رہا ہوں۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے لشکریوں پر شامی بیابانوں کے وحشی بھولے بسرے انسانوں، تاریک فضاؤں کے مسافروں اور زہریلے جنگجوؤں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اس پر ظلمتوں کا نزول کرتا رہا ہوں اس کی قسمت کے وفق کے درپے لال گوں بنا کے رکھے ہیں۔ مامون کے مقابلے میں اس معتمد کی میرے ہاں کیا حیثیت ہے۔ مامون کے مقابلے میں تو میں اکیلا تھا۔ اب تین تو تیں بیک وقت جب مسلمانوں کے امیر المومنین معتمد کے خلاف حرکت میں آئیں گی تو ایک نیا ہی انقلاب اٹھے گا ایک طرف سے جب نوفل کے

تین سوار اپنے گھوڑوں کو ایڑ پر ایڑ لگاتے اس شاہراہ پر دوڑا رہے تھے جو آذربائیجان کی طرف جاتی تھی۔ یہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل کے نمائندے تھے۔ آذربائیجان اور اس کے اطراف میں بابک خرمی کے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد ان تینوں نے اپنے گلوں میں صلیبیں ڈال لی تھیں۔ بابک خرمی کے تسلط میں جو کوسستانی سلسلہ تھا جب وہ اس میں داخل ہوئے تو کئی جا انہیں روکا گیا ہر بار انہوں نے وہ خط دکھایا جو ان کے پاس نوفل بن میخائیل کی طرف سے بابک خرمی کے نام تھا۔ اس طرح انہیں آگے بڑھنے کی اجازت ملتی رہی یہاں تک کہ وہ آذربائیجان۔ کوسستانی سلسلے کے بیچ میں برزند نام کے قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ یہی قلعہ بابک خرمی کا مرکزہ اور یہیں سے نکل کر وہ مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوا کرتا تھا۔

نوفل بن میخائیل کے وہ تینوں قاصد جب برزند شہر کے قریب پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ بابک خرمی اس وقت قلعے اور شہر میں موجود نہیں ہے بلکہ قلعے کے نواح میں وہ ایک آتش کدہ کی بنیاد رکھ رہے قاصدوں کو بتایا گیا کہ وہ یہیں رکیں۔ آتش کدے کی بنیاد رکھ کر جب بابک خرمی لوٹے اس سے مل لیں۔

اس پر تینوں قاصد مان گئے۔ وہیں رک کر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں بتایا گیا کہ بابک خرمی آ رہا ہے۔ وہ اپنے گھوڑوں سے اتر کھڑے ہوئے۔ آتش کدے کا سنگ بنیاد رکھنے بعد بابک خرمی لوٹا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے علاوہ اس کے تین سپہ عصمت، ازین اور طرہ خان کے علاوہ کچھ محافظ دستے اور چھوٹے سالار بھی تھے۔

جب وہ اس جگہ آیا جہاں نوفل بن میخائیل کے تینوں قاصد کھڑے تھے تو قاصدوں بڑے عمدہ انداز میں اسے تعظیم دی۔ انہیں دیکھ کر بابک خرمی اور اس کے ساتھی رک گئے۔ نوفل

سالار ڈستے زہریلے حروف، نفرت کی کڑی دھوپ اور قہر کے بکھرے پالوں کی طرح سے حملہ آور ہوں گے۔ دوسری طرف سے دریائے دجلہ کے جاٹ گھور اماؤں بادلوں، موت کا لاوا پھیلاتے آگ کے دامن اور کرب و فنا کے رنگوں کی بارش کی طرح یورش کریں گے اور تیسری طرف سے جب میں آذر بائی جان کے اپنے قلعے برزندہ سے نکل کر شیطنت کے رنگ بکھیرتی طوفانی یورش وقت کے اندھیروں کے غبار اور ذوق خود آرائی کی طرح حملہ آور ہوں گا تو ہم تینوں قوتوں کے سامنے مسلمانوں کی حالت زندگی کے لئے کاروانوں، نفس نفس کے بیابانوں میں تن بدن کی ہوس اور اجالوں کے مندروں میں روتی تہذیب سے بھی بدتر ہو کے رہ جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں مسلمانوں کے لئے اب بہت بڑا اور کڑا وقت شروع ہونے والا ہے۔ میرا طرف سے جا کے نوفل بن میخائیل کو یقین دلانا کہ جو تجویز اس نے پیش کی ہے۔ اس کے استعفا کے بعد یقیناً مسلمان میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جب ہم تینوں قوتیں اجداد کے ناکردہ گناہوں کی عقوبت۔ ناک کی طرح جسم میں بیوست ہو جانے والے لمحوں اگناہوں کی زمین میں جیون کے عذابوں کو جگاتے پھیر جانے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گے تو مسلمانوں کے ہر لشکر کی حالت ہمارے سامنے سر برہنہ عصمت۔ گم گشتہ خوشیوں اور آندھیا میں بچتے وردازوں سے بھی بدترین ہو کے رہ جائے گی۔ تمہارے شہنشاہ میخائیل کا خط بھی مجھے مل ہے۔ جو اس نے سونے کے سکے میری طرف بھجوائے ہیں اس کے لئے میں اس کا شکر گزار ہوں اتم ہمارے ساتھ قلعہ میں چلو۔ کچھ دیر آرام کرو اس کے بعد قسطنطنیہ روانہ ہو جانا۔ اس کے ساتھ بابک خرمی اپنے بھائیوں سالاروں اور نوفل بن میخائیل کے قاصدوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے مرکزی شہر اور قلعے برزند کا رخ کر رہا تھا۔

☆.....

مورخین کہتے ہیں کہ آتش پرست بابک کرائے کے ایک سپاہی مطر نامی کی ناجائز اولاد آذر بائیجان میں پیدا ہوا دس سال تک اپنی ماں کے ساتھ رہا اس کے بعد اٹھارہ سال تک وغیرہ چراتار ہا اس کے بعد دوبارہ اپنی ماں کے پاس آ گیا۔ آتش پرستوں اور مجوسیوں کا خرمیہ نام کا ایک فرقہ تھا۔ اس فرقے کا سردار ایک جاویدان سحرک تھا۔ اس کی ملاقات بابک سے ہوئی اور وہ اس کی صلاحیتوں کو بھانپ گیا اور

اپنے ساتھ لے گیا بد قسمتی سے جاویدان کی بیوی کو بابک سے عشق ہو گیا۔ جب جاویدان ایک جنگ کے دوران تیر لگنے سے وفات پا گیا تو جاویدان کی بیوی نے فوراً ایک افسانہ گھڑا کہ اس کے خاوند نے مرتے وقت اس سے یہ کہا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میری روح بابک کے جسم میں داخل ہو جائے گی لہذا تم پر اس کی اطاعت کرنا لازم ہو جائے گا۔

چونکہ آتش پرستوں کے فرقے خرمیہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خداوند کی روح مختلف نیک لوگوں سے ہوتی ہوئی جاویدان بن سحرک میں حلول کر گئی ہے لہذا جب انہیں اس بات کا علم ہوا تھا کہ اب جاویدان کی روح بابک میں حلول کر گئی ہے تو وہ بابک کی عزت کرنے لگے اور وہ بابک خرمی کے نام سے مشہور ہوا اور ان کا قائد بن گیا اور اس نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی۔ آذر بائیجان کی مسلم آبادی پر حملہ کر دیا اور ان کی املاک کو خوب لوٹا۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد قتل کی گئی اور بچوں کو تہ تیغ کیا۔ اس واقع کے بعد آتش پرستوں کے قبیلہ خرمیہ کے جتنے افراد تھے وہ بابک خرمی کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اور اس کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا۔

بابک یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے کسی اصول کو قابل عمل نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے آذر بائیجان کے برزند نام کے قلعہ کو اپنا مرکز بنالیا تھا۔ اور وہیں سے نکل کر مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کے ساتھ ساتھ قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتا۔ مامون نے اس کی سرکوبی کرنا چاہی لیکن موت نے اس کو اس کی فرصت نہ دی۔ اب بابک خرمی قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگوں کی طرح ڈالنے پر تل گیا تھا۔ اور اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستان کے جانوں کو جو آباد کیا تھا۔ انہیں بھی مال و دولت سے نوازتے ہوئے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس طرح بیک وقت تین قوتیں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے والی تھیں۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہ میخائیل نے جو لائحہ عمل طے کیا تھا اور جو وقت مقرر کیا تھا اس کے مطابق سب سے پہلے شامی علاقوں کے اس کے حاکم لوزر نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے تباہی پھیلانی شروع کر دی۔ چند ہی دن بعد دریائے دجلہ کے کنارے آباد ہندوستان کے جانوں نے بھی بغاوت کھڑی کر دی اور آس پاس کے مسلمان علاقوں میں انہوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہوئے تباہی کا کھیل کھیلا شروع کر دیا۔ اسی وقت بابک خرمی بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آذر بائیجان کے اپنے قلعے برزند سے نکلا مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا۔ کئی بستیوں اور علاقوں کو لوٹ کر تباہ و برباد کیا۔ قلعوں کو ویران کر دیا۔ بستیوں کو آگ لگا تا چلا گیا تھا۔

کے وسیع میدانوں میں گھڑ دوڑ کے بعد لوٹ رہا تھا تب کچھ مخبروں نے اسے نوفل بن میخائیل کے جرنیل لوزر اور بابک خرمی کے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے اور دور تک تباہی پھیلانے کی خبریں دیں۔

جب یہ خبر معتم کو دی گئی اس وقت وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ خبر سن کر اس کی آنکھوں میں ہلکتے شعلوں میں ہولناک تباہی کی کیفیت اور اس کے چہرے پر سلگتی دو پہر اور الم گزیدہ مرگ جیسی کیفیت چھا گئی تھی۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر باری باری اس نے اپنے قریب اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ایٹاخ، ابن کاؤس، اسحاق بن یحییٰ، اشناس، جعفر بن دینار، بغا کبیر، ابوسعید محمد بن یوسف کی طرف دیکھا لے۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر ایٹاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ایٹاخ! میرے بیٹے اب بتا تو کیا کہتا ہے۔ دشمن ایک سوچی سمجھی تدبیر کے تحت حرکت میں آچکا ہے میرے خیال میں یہ جو دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستانی جاٹوں نے بغاوت کی ہے یہ بھی دوسرے دو حادثوں کا ہی ایک حصہ ہے۔ یقیناً ایسا انہوں نے بابک خرمی یا نوفل بن میخائیل کے کہنے پر کیا ہے۔ بہر حال جاٹوں کی سرکوبی کے لئے عجیف بن عنبرہ کل کا چاچا ہے اور مجھے امید ہے کہ عجیف بن عنبرہ جلد ان جاٹوں پر قابو پالے گا۔

اب بیٹے ہمارے سامنے دو بڑے طوفان ہیں۔ ایک میخائیل کا سرحدی والی لوزر دوسرا آتش پرست بابک خرمی ہے۔ ان دونوں قوتوں کے خلاف ہمیں فی الفور بغیر وقت ضائع کئے حرکت میں آنا چاہئے اور ان دونوں قوتوں کو عبرتناک سزا دینی چاہئے۔ پھر سوالیہ انداز میں تھوڑی دیر کے لئے معتم نے اپنے بزرگ جرنیل اسحاق بن یحییٰ اور حیدر بن کاؤس کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ اس پر اسحاق بن یحییٰ بول پڑا۔  
امیر المومنین! آپ کا اندازہ درست ہے دونوں قوتوں کی سرکوبی کے لئے ہمیں فی الفور حرکت میں آنا چاہئے۔ جہاں تک دجلہ کے جاٹوں کا تعلق ہے تو میرے خیال میں عجیف بن عنبرہ ان سے خوب نپٹے گا۔ وہ ایک ایسا جرنیل ہے جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ باغیوں اور سرکشوں سے نپٹنے کا ہنر اور ضاعی بھی جانتا ہے۔ جہاں تک بابک خرمی کا تعلق ہے تو اس نے ایک عرصہ سے

اسلامی سلطنت کے لئے یہ بڑا تکلیف دہ اور عجیب سا وقت تھا۔ نوفل بن میخائیل کا شاہ حاکم لوزر مسلمانوں کی شامی سرحد پر حیات کو مرتعش کرنے والے اور ہر شے کو شکست ذات کا شکار کر دینے والی بارش کی طرح بڑے عذابوں کی طرح سرحدی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اور کئی بستیوں کے خدوخال اس نے بگاڑ کر رکھ دیئے تھے۔ جس کے نتیجے میں بے بس لڑنے والے مسلمان پانی کا متلاشی آوارہ بلیوں اور پیاس کے مارے اندھے طور کی طرح اندرون ملک کی طرف ہجرہ کرنے لگے تھے۔

دوسری جانب دریائے دجلہ کے کنارے آباد غیر ذمہ دار ہندوستانی جاٹ دریائے دجلہ کے کنارے قریبی بستیوں کے خلاف اجل کی طغیانی، خونی انقلاب کی یلغار اور بے حقیقت و بے دسر و پا کر دینے والے عناصر کی طغیانی کی طرح حملہ آور ہوئے اور مسلمان بستیوں میں ہواؤں۔ خلاؤں تک الم ناک سزاؤں کی طرح پھیلتے چلے گئے تھے۔

تیسری جانب بابک خرمی آگ و خون کا پیغام اور بربادی کا اندھیرا بن کے اٹھا تباہی کی آواز چاروں طرف اس نے پھیلائی۔ حوصلہ شکن امیدوں کی گھٹاؤں پر اضطراب، تصورات اور نسلی و روایات کی طرح اس نے مسلمان علاقوں میں تباہی اور بربادی کے کھیل کی ابتدا کر دی تھی۔ یہ بڑے محاذ تھے جو بیک وقت مسلمانوں کے لئے کھلے تھے۔

سب سے پہلے امیر المومنین ابواسحاق معتم کو دریائے دجلہ کے کنارے آباد جاٹوں بغاوت اور سرکشی کی اطلاع ملی اسے معتم نے ایک چھوٹا سا حادثہ جانا اور جاٹوں کی سرکوبی کے اس نے عرب جرنیل عجیف بن عنبرہ کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔

دوسرے روز جس وقت معتم اپنے سارے سالاروں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنار

اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کر رکھی ہے۔ اس سے ہمیں کسی طریقے سے نپٹنا ہوگا۔ فی الحال اسے اس کے علاقوں میں محصور کرنا چاہیے اور شامی سرحد پر جو نوفل بن میخائیل کے جرنیل اور حکمران لوزر نے قتل کیا ہے۔ اس کی بھی سرکوبی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد بابک خرمی کے خلاف ہمیں جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کرنا پڑے گا۔

سوالیہ سے انداز میں جب مقتسم نے حیدر بن کاؤس فشین کی طرف دیکھا تب اس نے دھیمے سے لہجے میں اسحاق بن یحییٰ کے خیالات کی تائید کر دی تھی اس پر مقتسم نے کچھ سوچا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن یحییٰ! ابھی اسی وقت بغا کبیر اور ابوسعید محمد بن یوسف کو لشکر دے کر بابک خرمی کی طرف روانہ کرو۔ یہ دونوں مل کے اس کی راہ روکیں اور اسے آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلوں کے اندر دھکیل دیں۔ اس کے بعد ہم اس کے خلاف بڑی کارروائی کریں گے۔

پھر مقتسم نے ایتاخ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! نوفل بن میخائیل کے لشکر کی سرکوبی کے لئے میری نگاہیں صرف تم پر جمی ہیں۔ تم شناس کو اپنے ساتھ لو۔ جو لشکر عموماً تمہارے اور شناس کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوچ کرو۔ اور لوزر کو ایسا سبق دو کہ آئندہ وہ ہماری سرحدی بستیوں پر حملہ آور ہونے کی جرات اور جسارت نہ کرے۔

یہ احکامات جاری کرنے کے بعد ابواسحاق مقتسم نے اپنے گھوڑے کو ہانک دیا تھا۔ سام شہر میں داخل ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایتاخ اور شناس اپنے لشکر کے ساتھ شامی سرحدوں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ جب کہ عرب جرنیل ابوسعید محمد یوسف اور بغا کبیر بڑی برق رفتاری۔ بابک خرمی کا رخ کر رہے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ ایتاخ اور شناس ابھی سرحدی علاقوں سے دور ہی تھے کہ سامنے کی طرف سے ایک بہت بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا۔ یہ وہ لئے پٹے مسلمان تھے جو نوفل بن میخائیل کے علاقوں کے حکمران لوزر کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے بے گھر ہو کر سامرہ کا رخ کر رہے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ ایتاخ اور شناس جب ان کے قریب پہنچے تو لوگ جو انتہائی بد حال حالت میں تھے۔ جن میں مرد عورتیں۔ بوڑھے بچے بے بس عورتیں سبھی شامل تھے۔ ایتاخ

ہاس کو دیکھتے ہی واویلا کرنے لگے تھے۔ لئے پٹے ان مسلمانوں میں نوفل بن میخائیل کا یہودی سوس سوراب اور اس کے ساتھ کام کرنے والی دونوں خوبصورت یہودی لڑکیاں ردا و روما شامل تھیں اور وہ ان قافلے والوں میں سب سے آگے آگے تھے۔

قافلے کے لوگ جب ایتاخ اور شناس کو قسطنطنیہ کے جرنیل کی زیادتی اور تباہی و بربادی کی ستان سن رہے تھے تو اس وقت وہ یہودی جاسوس سوراب ردا و روما کی بھی تعریف کر رہے تھے کہ ان تینوں نے مسلمانوں کے قافلے کے اندر جو زخمی مرد اور عورتیں تھیں ان کی بہترین دیکھ ال۔ کی ایسا لگتا تھا اپنے روپے سے سوراب ردا و روما نے ان قافلے والوں کے اندر جگہ بنالی اور زخمیوں کا علاج کر کے قافلے والوں کے دل انہوں نے جیت لئے ہوں۔

جس وقت ایتاخ اور شناس اپنے گھوڑوں سے اتر کر لوگوں کی شکایات سن رہے تھے۔ ان نے پیچھے ان کے لشکر کی بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ ایسے میں ایک بوڑھا جوم کو چیرتا ہوا نانخ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ کچھ دیر وہ بے وفالحوں کے تابوت اور موت وزیست کے دھندلکوں راب بھری نگاہوں اور عذاب بھرے جیون کی طرح چپ رہ کر ایتاخ کی طرف دیکھتا رہا پھر پانک وہ گویا سوختہ جان کہنے لحوں اور چپ کی اداس رات کے پنجے سے سرطان زدہ آتش بگولے برگ رگ میں سنسناہٹ پیدا کروینے والے جلتے لحوں کے الاؤ بھڑک اٹھے ہوں۔ اس لئے کہ بوڑھا چانک آگ کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے ایتاخ کا گریبان پکڑ لیا تھا اور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر تم مسلمانوں کے نامور جرنیل ایتاخ ہو تو تمہاری تعریف ہم نے بڑی سنی ہے۔ تم اس ت کہاں تھے جب ہماری سرزمینوں میں حملہ آور معروف کو مجبور کرتے ہوئے مسلمانوں کو خشک وں کے قافلوں کی طرح ہانک رہے تھے۔ تم اس وقت کہاں تھے۔ جب دشمن معلوم کو نامعلوم کر رہا ما۔ جب وہ میٹھی تڑپ کو کرب ناک درد میں تبدیل کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے تباہی و بادی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ آہ! آن کی آن ساعت کی ساعت میں ہم پر آسمان سے آگ برس گئی۔ بے چین شراروں کی طرح فنا کی تحریریں قضا کا سیلابی ریلہ ہمیں اپنا ہدف بنا گیا۔

اگر تم ایتاخ ہو تو تمہارے متعلق میں نے سن رکھا ہے کہ تم ستاروں کی گردش میں کہکشاں کے

طلم نزعہ باطل میں سفیر حق گو اور بھوکے ننگی تہذیب میں ڈس لینے والے زہریلے حروف کی طرح دشمن کے خلاف حرکت میں آ جاتے ہو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں جب دشمن بھرے تند دھاروں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے وطن کی تھیلی کو خون آلود کر رہا تھا۔ ہماری دھرتی کی اوک میں اندھیرے بھر رہا تھا۔ رشتوں کے اتھاس رعوں کی پاکیزگی کو داستانوں کے اوراق کی طرح بکھیر رہا تھا ہمارے دامن تار تار کر رہا تھا۔ اس وقت تم کہاں تھے۔

وہ بوڑھا تھوڑی دیر کے لئے رکا اب اس کی آواز میں غصے کی بجائے کرب زیادہ تھا۔ ایسا کہ اگر بیان اس نے چھوڑ دیا اس کی گردن جھک گئی پھر وہ بڑی ناامیدی اور روتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

اس وقت تم کہاں تھے جب دشت امید میں ہماری بیٹیاں سر برہنہ عصمتیں لئے آنسو کی پونچھ لٹاتی رہیں اور مدد کے انتظار میں پہروں آسمان کی طرف دیکھتی رہیں۔ تم کشتی کے کیسے ناخدا ہو۔ کہ تم رات کی آنکھوں کے تارے اپنے بوڑھوں نور کا روشن دھارا اپنی ماؤں امید کی نئی روشنی جیسے اپنے جوانوں انگلیں اور لعل و بدخشاں جیسی اپنی بیٹیوں فروزاں اور درخشاں صداقتوں جیسی اپنی بہنوں کا حفاظت نہ کر سکے۔ ظالم! قیامت کے روز خداوند کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

اس بوڑھے کی گردن جھکی رہی تھوڑی دیر لے لے سانس لیتا رہا پھر پہلے سے بھی زیادہ دبا ہرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

ہائے حیف! وہ ستارے جنہوں نے ہمارے آباء کی جرات مندی دیکھی وہ ہمارے بے بسی مسکرا رہے تھے۔ وہ آسمان جس نے ہمارے آبا کے نکتہ عروج کو دیکھا وہ اداس لمحوں جیسی ہمارے کہانیوں کی حالت پر قہقہے لگا رہا تھا۔ تم کیسے سالار ہو سب کی تقدیریں بناتے ہو اپنی منزل کی انہیں۔ تم کیسے سالار ہو اوروں کے لئے خضر راہ بن کر بھولوں کو راستوں کی سمت بتاتے ہو پر؟ راتوں میں اپنے راستوں کی نشاندہی نہیں کرتے۔ کیا تم اپنے آبا کی عظمت کو فراموش کر چکے ہو۔ تم اپنی ملت کے نفس نفس میں رواں دواں خود اعتمادی کی دھوپ چھاؤں کو پس پشت ڈال چکے۔ جس وقت سرحدی مسلمانوں کی حالت پیڑوں کی سہمی شاخوں پر سٹے سبے پنکھ پھیروں جیسی تھی کہ اس وقت کوئی تازہ خیالوں کا نمائندہ بن کر ان کی مدد کو آتا۔ کاش ہمارا کوئی سالار اس وقت و ہوتا۔ اور وقت کی دیواروں پر دشمن کے لئے خاک و خون بھری کہانیاں لکھتا۔ کاش نئی رتوں کا

پیغامبر ہماری مدد کو پہنچتا اور ہمارے لئے اداس کی دھند اوٹھتی فضاؤں میں طوفانوں کا ہيجان اور آتش لمحوں میں پلٹا طوفان بن کر دشمن کی قوت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا خاموش ہو گیا۔ اس کی گردن جھکی رہی پھر جب اس نے گردن جھکائے ہی جھکائے۔ اگلے پاؤں پیچھے ہٹنا چاہا تو بے اختیار ایسا آگے بڑھا اس بوڑھے کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ایسا کہ اس حرکت پر بوڑھا بے چارہ موم کی طرح پگھل گیا تھا۔ اور اس کی چھاتی پر سر رکھ کر بچوں کی طرح سسک سسک کر رو پڑا تھا۔

ایسا کہ اور اشناں دونوں کی آنکھیں نم ناک ہو چکی تھیں بڑے پیارے انداز میں ایسا کہ اس بوڑھے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا

میرے محترم! ہماری سرزمینوں میں ہمارے علاقہ کی نوحہ کرتی مسجدیں روتی گاہیں ابد کے درپچوں اور ارتقاء کے دائروں سے خون سے لکھی جانے والی داستانیں کھڑی کر دیں گی۔ دشمن غمغریب دیکھے گا کہ وقت کو ساکت کر دینے والی جاگتی بھرتی موجوں اور آتش لمحوں میں ڈھلتی وقت کی بے انت راتوں کی طرح ہم ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اور انہیں موت کی ان وادیوں کی طرف دھکیلیں گے جہاں طوفان پلٹے ہیں اور سائے بے خواب ہو جاتے ہیں۔ جہاں لاوے ابلتے ہیں اور موسموں کی بے رحمی کا ماتم کرتے ہیں اور جہاں گم شدہ آئینے جاگتی آنکھوں میں صدیوں کی کہانیاں اور انوکھے خونی عکس دکھاتے ہیں۔

میرے محترم! مطمئن رہو۔ جب ہم برق زانندہ طوفان اور قیامت آشنائیاؤں کی طرح دشمن کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو میرے خداوند نے چاہا تو اس کی حالت ہم پری اوڑھے جوان چہروں۔ آندھیوں میں جھملا تے چراغ، زلزلوں سے شکستہ ورو بام اور گرد آلود غموں کی بستی کے میلے دل کے لوگوں سے بھی بدتر کرتے چلے جائیں گے۔

بوڑھا مطمئن ہو کر ایسا کہ جدا ہوا ہی تھا کہ ایسا کہ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک لمبائیزہ پکڑ رکھا تھا۔ جس کی انی پر خون جما ہوا تھا۔ اس بچے کے پیچھے چند عورتیں اور کچھ جوان تھے۔ اس بچے کی طرف دیکھتے ہوئے ایسا کہ اور اشناں دونوں دنگ رہ گئے تھے۔ اس موقع پر اس بوڑھے نے ایسا کہ مخاطب کیا۔



امیر ایٹاخ! یہ بچہ جو ہاتھ میں نیزہ تھا آپ کے سامنے آیا ہے اس کے ساتھ ظلم کی انتہا ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ میں جو نیزہ ہے۔ جس کی انی پر خون جما ہوا ہے۔ دشمن کے لشکریوں نے اسی نیزے سے اس کے باپ کا سینہ چھید کر اسے ختم کیا تھا۔ اس کے پیچھے اس کی ماں اس کے بھائی اور بہنیں کھڑی ہیں۔

اس کی حالت دیکھتے ہوئے ایٹاخ کی آنکھیں پر نم ہو گئی تھیں۔ زمین پر وہ بیٹھ گیا تھا۔ اشاس بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر اس بچے سے ایٹاخ نے نیزہ لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
بیٹے! تیرا تعلق اس قوم سے ہے کہ کو روئیں لیتے طوفان کی طرح سینے میں تیر کھا کر مسکرانے کی جرات اور ہمت رکھتی ہے۔

ایٹاخ نے ایک بار پھر بڑے غور سے اس بچے کی طرف دیکھا۔ اس بے چارے کا سراپا التجا چہرہ ماضی کے کھنڈر جیسا اس کی دبی دبی زبان خاموش حلقہ شام سی اور زندگی کے لئے کاروانوں کی نشاندہی کرتی بلبلے جیسے آنسو سے بھری اس کی آنکھوں میں دو دیکھ نئی ہی نئی تھی۔ ایٹاخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میرے بیٹے! مطمئن رہ، غم قریب دشمن دیکھے گا کہ ہمارے اعمال جامد نہیں وہ یہ بھی دیکھے گا کہ ان کا طرز زندگی ہمارے ایمان کی ضد ہے۔ وہ یہ بھی دیکھے گا کہ ہمارا ذوق خود آرائی، شوق سرفروشی احساس کوفلطوں میں سمونے اور سمندر کو قطرے میں ڈوبنے کی جسارت اور جرات رکھتا ہے نیزہ ایٹاخ نے ایک طرف رکھ دیا۔ بچے کو لپٹا کر اس کی پیشانی چومی۔ ایٹاخ کی اس حرکت پر اس بچے کی دلفریب پر نم آنکھیں اندھیری رات کے ستاروں سے زیادہ روشن اور تلخ حقائق کے نگر جیسا اس کا چہرہ لغو کے برستے ساون جیسا آسودہ سا ہو گیا تھا۔

اس بچے کی اس حرکت سے ایٹاخ ایک طرح کا تلخ پا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے اپنی جگہ پر وہ بھڑک اٹھنے والے لاوے کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اپنے سر کو جھکا آنسو کے کئی قطرے اس کی آنکھوں سے زمین پر گر گئے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اشاس ہی نہیں اس کے پیچھے کھڑے دوسرے سوار بھی گھل کر رہ گئے تھے۔ اپنے عمامے کے پلو سے ایٹاخ نے اپنی آنکھیں خشک کیں۔ پھر اپنے سامنے کھڑے ان بے بس مرد اور عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”کعبہ کے رب کی قسم دشمن نے صرف ہماری صدائے پر جمال جیسی نرمی نزم دست مہربان جیسا ہمارا عمدہ سلوک اور آس و امید کی فصل جیسا ہمارا نایاب اخلاق دیکھا ہے۔ کاش وہ جانتا کہ ہم اس قوم کے فرزند ہیں جو جنگوں کی ظلمتوں سے لے کر محلوں کے ضیا خانوں تک پھیلے تمدن کا مزاج بدلنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ کاش وہ جانتے کہ سحر کے قحط جنوں اور شر کی ریت رواجوں میں ہم چٹاؤں کا نگر اور خون کی برسات بن کر داخل ہونے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔ کاش وہ جانتے کہ ستم کی اندھی کھائیوں اور ظلم کے تاریک اندھے کنوؤں میں ہم خونخوار وحشی سایوں اور دھول اڑاتی آتش گرفتگی کی طرح داخل ہونے کی جرات اور ہمت بھی رکھتے ہیں۔ کاش وہ یہ بھی جانتے کہ جب ہم اپنی تلواریں بے نیام کرتے ہوئے نکمیریں بلند کر کے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تو سمندر ہمارے سامنے سٹ کر دریا لفظ سٹ کر حرف، صحرا سٹ کر ریتلے راستوں کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہو کر دشمن نے جگنو اور چمک و چنگاری سے عاری زرد پیوں کی کہانیوں اور اپنے لئے مقدور کی تشنہ لہی اور سراپوں کی اذیت کو آواز دی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے ایٹاخ رکا پھر اس نے اپنی نگاہ اپنے سامنے کھڑے یہودی طبیب سوراب اور اس کے ساتھ کھڑی لڑکیوں رداغ اور دوما پر ڈالی تھی۔ پھر ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میں آپ تینوں کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ تینوں نے اس قافلے کے زخموں کی دیکھ بھال اور ان کی گمرانی کی اس کے لئے جس قدر بھی آپ تینوں کا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔  
ایٹاخ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سوراب آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

امیر! ہم نے اپنی قوم اپنی ملت کے افراد کی خدمت کی ہے اس کے لئے آپ کو ہمارا شکر گزار اور ممنون ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس بستی کے ہم رہنے والے ہیں۔ اس بستی کو دشمن نے جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ اور اس کے سارے افراد کو تہ تیغ کر دیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی کہ اس وقت ہم تینوں بستی میں موجود نہیں تھے۔ لہذا بچ گئے۔ میں اور میری بیٹیاں بہترین طبیب ہیں اب جب کہ ہم بے گھر ہو چکے ہیں۔ تو میری آپ سے ایک ہی التماس ہے کہ مجھے اور میری بیٹیوں کو لشکر میں شامل کیا جائے تاکہ ہم جنگ کے دوران زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال

اور نگرانی کر سکیں۔ اور اس سے بڑھ کر میرے خیال میں قوم و ملت کی خدمت کا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔

جب تک سوراب بولتا رہا ایساخ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اشاس کی بھی آنکھوں میں اس کے لئے بڑی ممنونیت تھی۔ جب سوراب خاموش ہوا تو ایساخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

محترم سوراب آپ ان لئے پئے لوگوں کے ساتھ سامرہ کی طرف کوچ کر جائیں۔ میں آپ کے جذبے آپ کے ارادوں کی قدر کرتا ہوں۔ ہمارا ایک عرب جرنیل جس کا نام عجیف بن عنبہ ہے ان دنوں دریائے دجلہ کے کنارے ایک مہم میں مصروف ہے۔ میرے خیال میں وہ بہت جلد اس مہم سے پیٹ کر سامرہ پہنچ جائے گا میرا بھی حوالہ دینا اس لئے کہ جو لشکر اس کے تحت جنگوں میں حصہ لیتا ہے اس میں طبیبوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اس کے لشکر میں کام کریں تو یہ میری خوشی میری خوش نووی کی وجہ ہوگی۔

سوراب رداغ اور دو ماہ تینوں یہی چاہتے تھے سوراب نے ایساخ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر ایساخ کے کہنے پر قافلے والے آگے بڑھ گئے تھے ان کے جانے کے بعد اپنے پہلو میں کھڑے اشاس کو ایساخ نے مخاطب کیا تھا۔

اشاس میرے بھائی! ان لئے پئے لوگوں کی حالت تم نے دیکھی یہ ناقابل برداشت تھی۔ لشکر کو حرکت میں لانے سے پہلے میں تمہارے ساتھ ایک معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں فی الفور لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دو ایک حصہ میرے پاس رہے گا۔ دوسرا تمہارے پاس۔ دشمن کا لشکر جس کی کمانداری رومنوں کا شامی حاکم لوزر کر رہا ہے وہ ابھی تک سرحدوں پر ہماری بستیوں کی لوٹ مار کر رہا ہوگا یا لوٹ مار میں جو سامان اس کے ہاتھ لگا ہے اس کا جائزہ لے رہا ہوگا۔ تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سیدھا دشمن کی طرف بڑھو۔ اس سے ٹکرانے کی کوشش کرو۔ میں بائیں جانب لمبا کاوا کاٹنا ہوا اناطولیہ کے میدانوں میں سے دشمن کی پشت پر نمودار ہوں گا۔ ہمارے ساتھ جو ہمارے طلبد یہ گرد اور نقیب ہیں وہ ہم دونوں کے درمیان پیغام رسانی سے رابطہ رکھیں گے۔ تم چونکہ مختصر راستے سے سفر کرو گے لہذا تم دشمن کے سامنے جلد پہنچ جاؤ گے لیکن برق رفتاری سے بائیں طرف سے ہوتا ہوا میں اناطولیہ کے میدانوں میں نمودار ہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہی ساتھ دشمن

پشت پر نمودار ہونے کی کوشش کروں گا۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر دشمن کے فی فرد کوچ کر بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اشاس میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ دشمن کا جس قدر لشکر اس وقت ہمارے سرحدوں پر فی کھیل کھیل رہا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی فرد جان بچا کر بھاگنے نہ پائے۔ میں بھی اپنے لشکر کو لید کر دوں گا تم بھی اپنے لشکریوں کو سمجھا دینا کہ دشمن کے لشکر کا سردار جو اپنے شامی علاقوں کا حاکم رہا ہے اور نام جس کا لوزر ہے کوشش کی جائے کہ اسے زندہ گرفتار کیا جائے۔ میں اسے گرفتار کر کے اپنے ساتھ سامرہ لے جانا چاہتا ہوں۔ اس کے ساتھ وہیں جا کے حساب بے باق ہوگا اب تے ضائع نہ کرو۔ تم فوراً لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

اس کے بعد دونوں بڑی تیزی سے حرکت میں آئے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ وئے سالاروں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا پھر اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اشاس آگے بھاگ گیا تھا۔ جب کہ ایساخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بائیں طرف سے ہوتا ہوا بڑی برق رفتاری سے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کر رہا تھا۔

اشاس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومن جرنیل لوزر کے لشکر کے سامنے جا پہنچا تھا۔ لوزر نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اس لئے کہ اس کے مقابلے میں اشاس کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی۔ ہم اشاس نے وہاں خیمے نہیں نصب کئے اپنے لشکر کو ان کے سامنے اس نے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

دن کا باقی حصہ اور پوری رات یونہی گزر گئی۔ اشاس نے احتیاط کے تحت لشکر کا ایک حصہ ناظت کے طور پر مستعد کر رکھا تھا۔ اگلے روز فجر کی نماز کے بعد جب طلایہ گردوں نے اشاس کو اطلاع دی کہ اناطولیہ کے میدانوں میں ایساخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کی پشت پر پہنچ چکا ہے۔ تب فجر کی نماز کے بعد اشاس نے اپنے لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد وہ صفیں درست کرنے لگا تھا۔

لوزر کے لشکر کی اشاس کا تسخّر ٹھنڈے اور مذاق اڑا رہے تھے۔ تاہم اشاس اپنی جگہ مطمئن تھا۔ زرنے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر لی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اشاس لوزر کے لشکر پر تندر

جھوکوں کی یلغار بادلوں میں گرجتے، تجلیوں میں چمکتے، لشکریوں پر غضب بن کر گرتے موت کے غضب ناک سناٹوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جواب میں لوڑ بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ تھمی تھمی رکی رکی فضاؤں میں زمستانی ہواؤں کے جھکڑوں، مہیب سناٹے اور لامحدود خاموشی میں انسانیت کش نظام جیسے بگولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے تھوڑی دیر بعد اناطولیہ کے میدانوں میں لوڑ کی پشت کی طرف سے زہریلی آندھیاں اور عذابوں کی نفی کر دینے والی صداؤں کی طرح پر زور تکبیریں بلند ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ کائنات کی سانسوں کو بوجھل زندگی کی آنکھوں کو بے ہر دل کو لبوہو کر دینے والی خزاں کی پیاس اور شاہراہ حیات کو چوراہوں پر خونی آنسوؤں کی دنیا آباد کر دینے والی آسمان سے برستی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

پشت کی جانب سے ایتاخ کے اس زوردار انداز میں حملہ آور ہونے سے لوڑ اور اس کے لشکریوں کے پاؤں تلے سے زمین کھسک کے رہ گئی تھی۔ وہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک لشکر کی پشت پر بھی گھات لگائے بیٹھا ہوا ہے۔ جنگ کی بجھی اپنے عروج پر آگئی تھی۔ لاشوں سے گھائیاں بھرنے لگی تھیں۔ آکاش کا دامن لبوہو ہونے لگا تھا۔ بے چین ہواؤں کی سلگتی سانس بوجھل ہونے لگی تھی۔ دل کے رباب چپ الفاظ کے تار خاموش اور دھرتی کا سینہ خون سے رنگین ہو شروع ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جہاں لوڑ اور اس کے لشکری اشناس اور اس کے چھوٹے لشکر کا تسخّر، ٹھٹھا مذاق اڑا رہے تھے وہاں اب ان کی حالت مختلف تھی۔ اشناس تو پہلے ہی زوردار انداز میں سامنے طرف سے حملہ آور ہو رہا تھا۔ اب جو پشت کی طرف سے ایتاخ نے موت کے تحفوں سے نواز آندھیوں، طوفانوں اور مرگ کی ژالہ باری کی طرح حملہ آور ہونا شروع کیا لوڑ اور اس کے لشکر موت کو عیاں طور پر اپنے سامنے قفس کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی اس لئے کہ پشت کی جانب سے ایتاخ نے لمحوں کے انا لوڑ کی کئی صفوں کو ادھیڑتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ لوڑ کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کی پشت زخمی اور تنگی ہوتی جا رہی ہے اور یہ کہ پشت کی جانب سے حم آور ہونے والا ایتاخ بڑی تیزی سے ان کے لشکر کا قتل عام کئے ہوئے ہے تب ان کے حوے

دولے ماند پڑنے لگے۔ سامنے کی طرف سے اشناس نے بھی اپنے حملوں میں حدت اور زور پیدا کر دیا تھا۔ اس طرح دشمن چپکی کے دوپانوں میں پسے لگا تھا۔ لوڑ کے لئے یہ صورتحال ناقابل برداشت تھی وہ تو تھوڑی دیر پہلے یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ اشناس کے لشکر کو وہ لمحوں کے اندر بھگا دے گا اور مسلمانوں کی سرحدوں کے اندر داخل ہو کر مزید بربادی اور تباہی کا کھیل کھیلے گا۔ لیکن یہاں معاملہ الٹ تھا۔ تباہی اور بربادی کے بگولے خود اس کے اپنے سامنے ان کی حیات کا خاتمہ کرنے کے لئے قفس کرنے لگے تھے۔

لوڑ نے جب دیکھا اس کا لشکر آدھے سے زیادہ کٹ چکا ہے اور باقی لشکر کی تعداد بھی حملہ آور بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے ہیں تب اس نے دشمن کے دو طرفہ حملوں سے جان چھڑانے کی خاطر بھاگنا چاہا۔

اس کی بد قسمتی کہ سامنے اور پشت کی طرف سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔ سامنے کی طرف سے اشناس نے اور پشت کی جانب سے ایتاخ نے اس کی راہیں مکمل طور پر مسدود کر دی تھیں۔ لہذا اس نے دائیں طرف سے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن لوڑ کی بد قسمتی کہ ایتاخ نے اس کے ارادے کو بھانپ لیا تھا۔ لہذا اپنے لشکر کے ایک حصے سے دائیں جانب سے حملہ کیا۔ اور جو لوڑ کے لشکر کی بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار کے رکھ دیا تھا اس طرح لوڑ کے لشکر کا مزید نقصان ہوا۔

اب لوڑ کے لئے صورت حال مزید چونکا دینے والی ہو رہی تھی۔ دائیں جانب کو اپنے لئے مسدود پا کر اس نے بائیں جانب سے بھاگنا چاہا لیکن بائیں جانب اشناس اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ لگتا تھا۔ ایتاخ اور اشناس دونوں نے دشمن کو نہ بھاگنے کا لائحہ عمل پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ جس وقت اشناس نے لوڑ کی راہ روک دی تھی۔ پشت کی جانب سے ایتاخ نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس زور کا حملہ کیا کہ لوڑ کے بچے کچھے لشکر کو تہ تیغ کرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لوڑ اور اس کے چند سالار زندہ گرفتار کر لئے گئے تھے اور اس کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

جب ایسا ہو چکا تب سب سے پہلے اشناس کے ساتھ مل کر ایتاخ نے اپنے زخمی لشکریوں کی

دیکھ بھال کی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنے چھوٹے سالار کورمن جرنیل لوزر اور اس کے ساتھیوں کو لانے کا حکم دیا۔

ایتاخ کے کہنے پر تھوڑی ہی دیر بعد لوزر اور اس کے ساتھیوں کو ایتاخ اور اشاس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایتاخ تھوڑی دیر تک بڑی قہر مانی بڑے غصے اور غضبناکی میں ان کی طرف دیکھتا رہا۔ ایسے ہی جذبات ایسے ہی احساسات اشاس کے بھی تھے۔ پھر قہر بھرے انداز میں ایتاخ نے انہیں مخاطب کیا۔

تم میں سے جو لوزر ہے وہ چند قدم آگے آ کر کھڑا ہو جائے اس پر ان میں حرکت ہوئی۔ سب کی نگاہیں ایک شخص پر جم گئیں وہی لوزر تھا۔ لوگوں کی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے چند قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایتاخ اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تو تم نوفل بن میخائیل کے جرنیل لوزر ہو؟

لوزر نے منہ سے بولتے ہوئے کوئی جواب نہ دیا۔ اثبات میں اس نے گردن ہلا دی تھی ایتاخ عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ لوزر اس کے سامنے سردرتوں کی پڑ دھوپ ویرانیوں سے باتیں کرتے ٹوٹتے پتے زندگی کی تپتی تہوں اور فنا کی موجوں کے درمیا معلق کسی سراب کی طرح خاموش اور فکر مند کھڑا تھا۔

کچھ دیر تک مکمل خاموشی رہی لوزر کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے کھڑے اس سالار بھی اپنی گردنیں جھکاے کھڑے ہوئے تھے۔ ایتاخ خاموشی سے لوزر کی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ اشاس کی نگاہیں لوزر کے پیچھے اس کے سالاروں پر جمی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ وقت کا سکتہ اور لمبی کالی راتوں میں طوفان کی ہولناک دستک سمندر کی وحشی آواز اور موت کی بھیٹی میں گندہ اور کونکے کے دھماکے کی طرح ایتاخ پھٹ پڑا تھا۔ اس نے لوزر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا ہمارے علاقوں میں بے حیائی کی چادر تلے قضا کے اندھیرے پھانسی کے پھندے

محرومی خوف بے بسی پھیلاتے ہوئے تم نے یہ نہ سوچا کہ کوئی انتقام پر بھی اترے گا۔ اپنے پا تلے پھولوں کو مسلتے ہوئے۔ فصلوں کو کچلتے مایوسی کی کبر پھیلاتے ہوئے اور چاروں طرف جیون کی آگ بکھیرتے ہوئے تم نے کبھی یہ نہ سوچا کہ مسلمانوں کے پاسبان کو چہ کوچہ بستی بستی شعلے آتش فشانوں اور ہر کجی درست کر دینے والے طوفانوں کے سایوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوں

جہ سے انتقام لیں گے۔

لوزر یاد رکھنا عقابوں کے نشیمن میں گدھ بھٹیڑیوں کے بھٹ میں لومڑیاں زیادہ عرصہ قیام ہی کر سکتے۔ اور یہ کہ باولے کتے زیادہ دیر تک اپنی من مانی بھی نہیں کر سکتے۔ ہم لوگ زندگی ت کے کھیل سے آشنا ہیں تم اور تمہارا شہنشاہ ہمارے ارادوں کو ہماری آرزوں کو مضحل کرنا جتے ہو پر اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھنا مجبور آہیں مجبور آنسو ہوتے ہیں۔ ہم قتل گاہوں کی ریکیوں میں جرات مندوں کے چمکتے اجالوں دکھ کے کہساروں میں سکھ کے بہتے چشموں کی دراؤں ظلم کے کالے پانیوں دکھ کی پیلی رتوں اور مایوسی کے بے انت صحراؤں کے اندر بھی نھاں موت کی طرح اٹھ کھڑے ہونے والے لوگ ہیں۔ تم نے کیا سوچ کر ہمارے علاقوں میں گزندگی کا زہر اور منافرت کی ہولناک آگ پھیلائی۔ کیا تم لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ تمہارا پالا بن مسلمانوں سے پڑے گا جو موت سے پیارا اور زندگی سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ جو شور و غا کی گردش میں کھوٹی آتش کا رقص بن کر نمودار ہونے کا ہنر جانتے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہ سوچا تھا کہ عاروں کی محبوس تیرگی اور تمہارے گناہوں کے اندھیروں میں مسلمان وقت کی بدترین ندھیوں کا غبار اور بے روک آندھی اور بے تحاشہ قوت بن کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ہم فولاد کا دل رکھنے والے لوگ اپنی قوم کی داستانوں کے بکھرے اوراق جمع کرنے کی ہمت و جرات بھی رکھتے ہیں۔ تمہاری طرف آتے ہوئے میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر تو زمین کی تہوں میں بھی چلا گیا تو میں تجھے ڈھونڈ نکال کر تیرا سر ضرور قلم کروں گا۔ اب دیکھ تو میرے سامنے اس روح کھڑا ہے جیسے شاہراہ حیات کے چوراہے پر ٹوٹی پھوٹی حسرتیں اپنی پوری بے بسی کا لبادہ اوڑھ کر کھڑی ہوئی ہیں۔ پر تیری اس حالت پر میں رحم تو نہیں کھاؤں گا اس لئے کہ تیرے اعمال کو دیکھتے دے تیرا روز حساب تیرے سر پر منڈلا رہا ہے۔ ایتاخ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

تو نے ابھی تک میری گفتگو میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ بول مسلمانوں پر تو نے یہ جبر و ظلم کیوں کیا۔

لوزر جب منہ سے کچھ نہ بولا تب ایتاخ کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ آگے بڑھا اس کا تھ اٹھا پھر ایسا زوردار طمانچہ اس نے لوزر کے منہ پر مارا کہ لوزر پلٹیاں کھاتا ہوا دور گرا تھا۔

دھاڑتی آواز میں ایتاخ پھر بول پڑا تھا۔

اب تو میرے سامنے سردیوں کی دھندلی صبح اور عمر رفتہ کے کہنہ طاق میں گردش ایام کی بو تحریروں کی طرح چپ اور خاموش کیوں ہے۔ جس وقت تو ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا وقت تو ظلم و ستم کو کوہ گراں بن کر مسلمانوں کا قتل عام کرتا رہا ہوگا۔ اب تو کہہ کی گھیر تہوں کی ڈچپ کیوں ہے۔ یاد رکھنا جو لوگ تیرے ظلم، تیری نفرت کا شکار ہوئے راستے میں ان سے ملاقات ہو چکا ہے۔ وہ اپنی جھولی میں تیری طرف سے دی گئی نفرت بھری تحریریں بے تعبیرانہ خواب اور اپنے دامن میں کھلی بے آبرو لاشوں کی داستانیں، خود غرضی اور سفاکی بھری رودادیں ہوئے تھے اور میں نے ان سب کا یہاں تم سے انتقام لینا ہے۔

یہاں تک کہ بعد ایتاخ لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری ہوئے کہہ رہا تھا۔

لو زور! تمہاری طرف آتے ہوئے۔ اپنی بھگی پلکوں کے ساتھ دل ہی دل میں میں نے خداوند قدوس سے دعا مانگی تھی کہ اگر میرے اللہ نے مجھے توفیق دی میری حمایت و میری نصرت میں تجھے زندہ گرفتار کر کے اپنے ہاتھوں سے تیرا سرقلم کر دوں گا تو دیکھ میرے خداوند نے آرزو میں ڈوبی ہوئی میری دعاؤں کو قبولیت بخشی اور اب تو اور تیرے سارے چھوٹے سالار بے حالت میں میرے سامنے کھڑے ہوئے ہو۔ تو چونکہ چپ ہے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں لہذا تیری چپ ہی تیرا سب سے بڑا مجرم ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک جج ساتھ ایتاخ نے اپنی تلوار بے نیام کی اسے بلند کر کے گرایا اور ایک ہی جھٹکے میں اس نے گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔ اوزر کا خاتمہ کرنے کے بعد ایتاخ کے کہنے پر چھوٹے سالار میں آئے اور لو زور کے جو ساتھی سردار گرفتار کئے گئے تھے ان کا بھی خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ ۱۱

نوفل بن میخائیل کے جرنیل لوزر کے تحت جو لشکر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ کے سارے افراد کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ احتیاط کے طور پر ایتاخ نے اپنے لشکر کے ساتھ سڑ پڑاؤ کر لیا تھا تا کہ لوزر اور اس کے لشکریوں کے قتل کے باعث قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن کی طرف سے کسی رد عمل کا اظہار کیا جائے تو اس کی بیخ کنی کی جاسکے۔

دوسرے پہلو میں عرب جرنیل عجیف بن عنبہ دریائے دجلہ کے کنارے ہندوستان کے ان ٹوں کی طرف بڑھا جنہیں کبھی اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے وہاں آباد کیا تھا اور ہندوستان نے ان جانوں کو وہاں کے مقامی عرب زط کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔

قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے مالی امداد اور شہر ملنے پر دریائے دجلہ نے کنارے آباد یہ ہندوستانی جاٹ اپنی کمین گاہوں سے نکلے چاروں طرف مڈی دل کے لشکر کی رح پھیل گئے۔ بغاوت اور سرکشی کا بازار انہوں نے گرم کر دیا تھا۔ سنسان ویرانوں میں وہ رسوائی و مجبوری کی دلدل، شدید ہوس اور وحشت میں سر پھری آوارہ خواہش کے کھنڈروں اور بل کھاتے رھروں کے جبر میں خونی طوفانوں اور زہریلے لحوں کی طرح آس پاس اور دور و نزدیک کی تینوں میں پھیل گئے تھے۔ ڈاکو زنی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا ایک کھیل انہوں نے شروع کر ایتاخ۔ جس طرف بھی وہ رخ کرتے اذیت خانوں کی مکر دہ چیخیں اپنے پیچھے چھوڑتے چلے جاتے تھے۔ جس بستی جس قصبہ کا بھی وہ رخ کرتے وہاں کے مکینوں کی ایسی حالت کرتے جیسے خوابوں سا ڈوبنے گہری نیند کے اندر ایک ابدی لاکار اٹھ کھڑی ہوئی ہو۔

ان جانوں کو جو دور و دور تک چاروں طرف پھیل گئے تھے ایک جگہ جمع کر کے ان کی سرکوبی کرنا ولی آسان کام نہ تھا۔ عرب جرنیل عجیف بن عنبہ اذیت کی بھٹیوں سے سرخ تہمتاں لہروں اور نئے دور کے آدرش سجاتے ان گنت بگولوں کی یلغار کی طرح ان جانوں کے خلاف حرکت میں آیا۔ ۱۔ چاروں طرف بڑی تیزی اور برق رفتاری سے حرکت کرتے ہوئے اس نے بکھرے پھیلے ٹوں کو دریائے دجلہ کے کنارے جمع ہو کر مقابلہ کرنے پر مجبور کرنا شروع کر دیا تھا۔ کبھی مشرق

کبھی مغرب کبھی شمال اور کبھی جنوب میں عجیف بن عنبنہ آنکھوں میں ان گنت کرب اور غم بھرے عذابوں کی بارش کی طرح ان جانوں کو اپنے آگے ہنکا تارہتا۔ کبھی کبھی اکٹھے اور صلح ہو جاٹ موسموں کے پیکر چاک کر دینے والے طوفانِ یادوں کے سڑے سوکھے لمحوں کی طرح ا حملہ آور بھی ہوتے لیکن ہر بار جوابی کارروائی کرتے ہوئے جب عجیف بن عنبنہ نے ان کی ہ ریت پر لکھے بے معنی حروفِ اندھوں کی ہستی میں پھرتے سايوں آنکھوں میں لاوارثی کے درد اور کے معبد میں درد کی بے صدا گونجوں جیسی کرنا شروع کر دی۔ تب وہ جاٹ عجیف بن عنبنہ کے آگے اس طرح بھاگنے لگے جیسے کسی بے رحم اور ترس نہ کھانے والے گڈریے کے سامنے ا ر یوڑ کے جانور بھاگتے ہیں۔ جاٹ سمجھ گئے تھے کہ اگر انہوں نے چھوٹے چھوٹے گردوہ صورت میں عجیف بن عنبنہ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو عجیف بن عنبنہ لمحوں کے اندر حالتِ صحرائے اندر بلبلاتے آوارہ جھونکوں اور ان کی تجسیم کے ریشے ریشے میں گوندھا ہوا کر کے رکھ دے گا۔ لہذا وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے ٹھکانوں میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جب سارے جاٹ اکٹھے ہو گئے تب انہوں نے عجیف بن عنبنہ پر حملہ آور ہونے کا کی۔ لیکن ان کی یلغار سے پہلے ہی عجیف بن عنبنہ نے حملہ آور ہوتے ہوئے ان پر ایسی ضر کہ جانوں کو اپنے سامنے بے بس اور مجبور کر کے رکھ دیا۔

جانوں نے عجیف بن عنبنہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور ان سب کو گرفتار کر بکریوں کی طرح ہانکتے ہوئے عجیف بن عنبنہ دریائے دجلہ کے کنارے کنارے جنوب ا بڑھنے لگا تھا۔ مورخین کہتے ہیں کہ ان جانوں کی تعداد جن میں مرد، عورتیں اور بچے بھی ش ستر ہزار کے قریب تھی اور ان میں سے بارہ ہزار بہترین جنگجو جوان تھے۔

شامہ کے مقام پر ہندوستان کے ان سارے جانوں کو امیر المومنین ابواسحاق م سامنے پیش کیا گیا۔ جانوں کے سر کردہ لوگوں نے معصم سے اپنے رویے کی معافی مانگی کے لئے وفادار رہنے کا عہد کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے امیر المومنین معصم سے یہ بھی گذا انہیں رومنوں کی سرحد پر آباد کر دیا جائے تاکہ آئے دن رومن جو مسلمان کے علاقوں ہوتے ہیں ہم ان کی روک تھام کریں گے۔

معصم کو ان جانوں کی یہ تجویز پسند آئی لہذا اس نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں شام

پر آباد کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ اس طرح ان جانوں کو معاف کرنے کے بعد ارضِ شام کی سرحدوں پر آباد کر دیا گیا تھا۔

ابواسحاق معصم نے اپنے تیسرے جرنیل ابوسعید محمد بن یوسف کو بابک خرمی کی طرف روانہ کیا تھا۔ بابک خرمی خود مقابلہ پر نہ آیا اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ عصمت کو ابوسعید محمد یوسف کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ اس سے پہلے بابک خرمی کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور اس کے دو بڑے سالار اذین اور طرہ خان مسلمانوں کے کئی دیہاتوں، قصبوں اور قلعوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نیست و نابود کر چکے تھے۔

عرب جرنیل ابن یوسف جب اردنیل سے کچھ آگے گیا تب بابک خرمی کے تینوں جرنیل عصمت، اذین اور طرہ خان اس کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ ان کے اس فعل، اس عمل نے ابن یوسف کو پریشان نہیں کیا۔ اس لئے کہ ابن یوسف کے طلائیہ گرد اور اس کے خنجر عصمت، اذین اور طرہ خان کی نقل و حرکت کے متعلق اسے آگاہ کرتے رہے تھے۔ راہ روکنے کے ساتھ ہی عصمت، اذین اور طرہ خان خوف سے جالے پتی، پانی میں چھپی برق تپاں، شام کی پر چھائیوں میں چروں کا رنگ خاک کرتی کذب و کرب کے خونی زیر و بم کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ابن یوسف نے پہلے مرحلے میں بابک خرمی کے ان تینوں سالاروں کے خوفناک حملے کو روکا۔ اس کے ساتھ وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ لگا ہوں میں سراب کھڑے کرتے موت و زیست کے دھند لکوں کی طرح حرکت میں آیا۔ جلتے بجھتے لمحوں کے الاؤ میں سانسوں میں سکتی خلش اور ذہن میں موت کے لس کا آزار بھر دینے والے چمکتے سورج کی تپش کی طرح وہ بھی دشمن پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ ابن سعید کے لشکر کی جنگجو عدد و برق کی طوفانی ہوس اور سر پر موت بن کر کھیل جانے والی برق کی طرح بابک خرمی کے سالاروں اور ان کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اردنیل کے نواحی کوہستانی سلسلوں میں ہولناک رن پڑ گیا تھا۔

بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت اور اس کے دونوں سالاروں اذین اور طرہ خان کا خیال تھا کہ ان کے مقابلہ میں اکیلا عرب جرنیل محمد بن یوسف ہے اور وہ اسے آسانی سے شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن محمد بن سعید ان تینوں سالاروں پر بھاری ہوا۔ تھوڑی دیر کی مزید

جنگ کے بعد بابک خرمی کے سالاروں اور ان کے لشکریوں کی حالت بھیگی پلکوں کی تجزیروں و شر کے خارزاروں اور محرومیوں کی دلدلوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ محمد بن سعید ہاتھوں بدترین شکست کھا کر آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔ ان کوہستانی سلسلوں کے اندر بابک خرمی کا مسکن تھا جہاں سے نکل کر وہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوتا تھا۔

ان کوہستانی سلسل کے اندر محمد بن سعید نے عصمت اذین اور طرہ خان کا تعاقب نہیں کر سکا اس لئے کہ وہ کوہستانی سلسلہ بابک خرمی کے قلعے کا کام دیتا تھا۔ جگہ جگہ اس کے لشکر متعین تھے لہذا محمد بن سعید نے انہیں شکست دینے پر ہی اکتفا کیا اور اردبیل کے اطراف میں بابک خرمی کے لشکریوں نے حملہ آور ہو کر جو قلعے اور بستیاں تباہ و برباد کر دی تھیں امیر المومنین معتمد کے حکم پر محمد سعید نے ان بستیوں کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ قلعوں کی تعمیر کا کام شروع کر دیا تھا۔

نوفل بن میخائیل قسطنطنیہ میں اپنے قصر میں اپنے عمائدین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے عا جب نے اس کے سامنے کچھ مخبروں کو پیش کیا جو ارض شام کی طرف سے آئے تھے۔ نوفل کچھ دیر بے غور سے انہیں دیکھتا رہا اس لئے کہ ان کے چہروں پر پریشانیاں اور آنکھوں کے اندر اداسیاں نص کر رہی تھیں۔ پھر نوفل بن میخائیل نے ان سب کو مخاطب کیا۔

تم چپ کیوں ہو؟ تمہاری حالت بتاتی ہے کہ تم میرے لئے کچھ اچھی خبر لے کے نہیں آئے۔ تفصیل سے بتاؤ کہ ہمارے شامی حاکم لوزر نے جو مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کیا تھا۔ اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

نوفل بن میخائیل کے اس استفسار پر قصر میں آنے والے ان مخبروں میں سے ایک بول پڑا۔ مالک! ہم چند انتہائی بری خبریں لے کے آئے ہیں۔ ہمارے شامی حاکم لوزر نے مسلمانوں کے علاقوں میں خوب یلغار کی تھی اور ان کا خوب نقصان کیا تھا۔ لیکن جلد ہی مسلمانوں نے اپنے جرنیل ایٹاخ کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر شام کی طرف روانہ کیا۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد وہ مخبر کا۔ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اس نے ایٹاخ کے ہاتھوں شامی لشکر کی تباہی و بربادی، سارے لشکر کے قتل ہونے اور لوزر کے ایٹاخ کے ہاتھوں مارے جانے کے علاوہ ہندوستان کے جاٹوں کو شامی سرحد پر بسانے کی ساری تفصیل سنا ڈالی تھی۔

مخبر جب خاموش ہو گیا تو تھوڑی دیر نوفل بن میخائیل سر جھکائے گہری سوچوں میں غرق رہا۔ اس کے چہرے پر غصے، آنکھوں میں دور دور تک ناپسندیدگی کی لہریں موجزن تھیں۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر آنے والے مخبروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم جاؤ اور پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ جاؤ۔

وہ مجرب نکل گئے۔ تو نوفل بن میخائیل نے اپنے پہلو میں بیٹھے اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کی طرف دیکھا۔ اور کسی قدر دکھ بھرے دلی جذبات میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ پیٹرک جوہن یہ قاصد لے کر آئے ہیں یہ یقیناً ہمارے لئے انتہاء درجہ کی حوصلہ شکن ہیں؛ سارا شامی لشکر بھی کام آچکا ہے اور مسلمانوں کے جرنیل ایتاخ نے ہمارے شامی حاکم لوئر کو بھی کر دیا ہے۔

ہمیں سب سے پہلے جو کام کرنا ہے وہ یہ کہ شامی علاقوں کا ایک نیا حاکم مقرر کیا جائے یہ سے تربیت یافتہ لشکر بھیجا جائے جو شامی سرحدوں کی حفاظت کر سکے اور ارض شام میں پہنچنے کے وہاں مزید رضا کار بھرتی کرے ان کو بہترین جنگی تربیت دے اور انہیں خاصا معاوضہ بھی دے۔ طرح پہلے کی نسبت دو گنا لشکر تیار کیا جائے اس کے بعد جو شام میں ہمارے لشکر کی تباہی ہوئی اس کا انتقام لیا جاسکے۔

نوفل بن میخائیل رکا کچھ سوچا اور پھر دوبارہ وہ پیٹرک جوہن کو مخاطب کرتے ہوئے تھا۔

پیٹرک دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ مسلمانوں کے جرنیل نے چونکہ ہمارے شامی حاکم لوئر کو کیا ہے لہذا ایتاخ کا قتل ہم پر واجب ہو چکا ہے۔ ایتاخ کے سر کی قیمت سو نہری اونٹ لگا دو۔ اسے قتل کرے گا۔ سو نہری اونٹوں کا مالک ہوگا۔

اس موقع پر پیٹرک جوہن نے نوفل بن میخائیل کی بات کافی اور کہنے لگا۔ آپ نے جو پہلا حکم صادر کیا ہے۔ وہ بڑا مناسب ہے شام کا نیا حاکم مقرر کیا جانا۔ ایک لشکر یہاں سے بھیجا جانا چاہیے یہ حاکم ارض شام پہنچ کر نئے لشکر کی بھرتی کرے ان کی تربیت کا کام سرانجام دے۔

لیکن جس طرح آپ مسلمانوں کے سالار ایتاخ کے سر کی قیمت سو نہری اونٹ ہیں۔ اس طرح ہمارا کام نہیں بنے گا۔ کوئی بھی مسلمانوں کی سلطنت میں داخل ہو کر ایثار ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا اس لئے کہ میں نے سن رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کا بڑا نایاب اور مسلمانوں کا امیر المومنین ابواسحاق معصوم کوئی بھی کام اس کے مشورے کے بغیر نہیں

اس کی حفاظت کا بھی خوب اہتمام ہوگا۔

پیٹرک رکا کچھ سوچا اور اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔ مالک! جو بات میرے ذہن میں آتی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ ارض شام کا نیا حاکم مقرر کیا جائے۔ وہاں وہ نئے لشکر کی بھی بھرتی کرے جب ہم یہ دیکھیں کہ ارض شام کی حفاظت کے لئے ایک مناسب اور خاصا لشکر تیار ہو گیا ہے تب سب سے پہلے مسلمانوں نے ہندوستان کے جو جاٹ ہماری سرحدوں پر آباد کئے ہیں اچانک ان پر حملہ کر کے ان سب کا خاتمہ کر دینا چاہئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے علاقوں میں دور دور تک تباہی بربادی کا کھیل کھیل جائے۔

اس تباہی اور بربادی کے جواب میں یقیناً مسلمانوں کا امیر المومنین ایک لشکر ہماری سرکوبی کے لئے بھجوائے گا اور مجھے امید ہے کہ اس لشکر کا سالار ایتاخ ہی ہوگا۔

جب ایسا ہوتا ہے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ٹکرانے کے لئے صف آراء ہوتے ہیں تو ہمارا کوئی سورما، کوئی نایاب تیغ زن میدان میں نکل کر ایتاخ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے اور اس مقابلے کے دوران ایتاخ کا سر قلم کر دے۔ ایتاخ کا خاتمہ اس طرح کرنا ہمارے لئے آسان اور سہل ہے۔

پیٹرک کی یہ تجویز سن کر نوفل بن میخائیل خوش ہو گیا تھا۔ کچھ دیر مسکراتا رہا سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ پیٹرک کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

پیٹرک میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہ ایک بہترین تجویز ہے اور اس طرح مسلمانوں کے سالار ایتاخ کا آسانی سے خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ ہر اس سلسلے میں دو معاملے اور اٹھتے ہیں۔

پہلا یہ کہ ارض شام کا حاکم کس کو مقرر کیا جائے اور یہ کہ وہ کون سا تیغ زن اور سورما ہوگا جو مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا کیا تمہارے ذہن میں کسی کا نام آتا ہے۔

پیٹرک جوہن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

میرا خیال ہے کہ ارض شام کا حاکم اپنے جرنیل طولک کو مقرر کر دیا جائے۔ ان دنوں وہ



فرزون کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ برادر لیر جو امر دتھ زن اور تیغ کا دھنی ہے۔  
جہاں تک ایتاخ سے انفرادی مقابلے کا تعلق ہے تو میرے ذہن میں ایک ایسا نایاب تیغ زن  
ہے جس کا مقابلہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان دونوں وہ ہمارے لشکریوں کی تربیت  
کا کام سرانجام دیتا ہے۔ نام اس کا زرمان ہے۔ میرے خیال میں آپ بھی اسے جانتے ہیں۔  
نوفل بن میخائل مسکرایا اور کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔ جہاں شام کے حاکم کی حیثیت سے طولک مناسب ہے وہاں  
صرف زرمان ہی تیغ زنی میں مسلمانوں کے سالار ایتاخ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ  
آخری فیصلہ ہے۔  
نوفل رکام لیا پھر وہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا  
تھا۔

پیٹرک! اب یہ دونوں کام تم نے ہی سرانجام دینے ہیں۔ شام کے نئے حاکم طولک کو ایک  
خاصے بڑے لشکر کے ساتھ ارض شام کی طرف روانہ کر دو۔ تربیت گاہ میں کام کرنے والے تیغ زن  
زرمان کو بتا دو کہ اس نے ایتاخ سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور اس کے لئے ابھی سے اپنی تیاری  
شروع کر دے۔ اگر ہم یہ دونوں کام یعنی سرحدوں پر مسلمانوں نے جو ہندوستان کے جاٹ آباد کئے  
ہیں ان کا خاتمہ کرنے، زرمان کے ہاتھوں ایتاخ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو یہ  
مسلمانوں کے خلاف ہماری بہترین کامیابی ہوگی اس سے پہلے جو ہمیں ان کے ہاتھوں شکست ہوئی  
ہے۔ ایک طرح سے اس شکست کا انتقام بھی ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی نوفل اٹھ کھڑا ہوا اور دو  
مجلس اس نے برخواست کر دی تھی۔

ایتاخ کے ہاتھوں قتل ہونے والے رومنوں کے اس شامی حاکم لوزر کے حملوں کے باعث جو  
مسلمان بے گھر ہوئے تھے انہیں سامرہ شہر میں آباد کر دیا گیا تھا۔ ان میں قسطنطنیہ کا یہودی جو  
بہترین طبیب تھا اور نام جس کا سوراب تھا وہ بھی شامل تھا۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف  
جاسوسی کے لئے آنے والی دونوں خوب صورت یہودی لڑکیاں دو مار داغ بھی شامل تھیں۔ سوراب  
نے ان دونوں کو چونکہ اپنی بیٹیاں ظاہر کیا تھا۔ لہذا ان دونوں کو بھی سامرہ شہر میں ایک رہائش مل گئی  
تھی۔ اور سامرہ میں رہائش کرنے کے بعد ان تینوں نے اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی۔

ایک روز سوراب مسکراتا ہوا اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا اس کی حالت دیکھتے ہوئے دو مار داغ  
رداع تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ ان دونوں کو وہ دیوان خانے میں لے  
گیا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب دو مار داغ اسے مخاطب کیا۔  
سوراب! میرے محترم آج آپ خلاف معمول گھر میں زیادہ مطمئن اور خوش کن حالت میں  
داخل ہوئے ہیں کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔  
سوراب کے چہرے پر مسکراہٹ نکھر گئی تھی۔ ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری۔ دھیسے لہجے  
میں کہنے لگا۔

دو مار داغ! گو تم دونوں کا میرے ساتھ کوئی رشتہ نہیں لیکن چونکہ جس کام کے لئے ہم  
آئے ہیں اس کام میں تم دونوں کو میری بیٹیاں ظاہر کیا گیا ہے اور اب میں واقعی تم دونوں کو اپنی حقیقی  
بیٹیاں ہی تصور کرنے لگا ہوں تو میری بچیو! بات کچھ یوں ہے۔ ہم اپنے مقصد میں کافی حد تک  
کامیاب ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ جو بات میری خوشی کا باعث ہے وہ کچھ یوں ہے کہ  
میں آج عرب سالار عجیف بن عنبہ سے ملا اس وقت کچھ اور بھی سالار وہاں بیٹھے تھے۔  
عجیف نے مجھے اور تم دونوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا ہے یہ ہمارے لئے پہلی خوشی ہے۔

اس کے علاوہ عجیف بن عنبہ اور اس کے جو قریبی ساتھی ہیں ان کی گفتگو سے میں نے یہ  
اندازہ لگایا ہے کہ وہ بڑے سالار حیدر بن کاؤس یعنی افشین کے سخت خلاف ہیں۔ مسلمانوں کا  
امیر المومنین معصم چونکہ آنکھیں بند کر کے افشین کی ہر بات مانتا ہے۔ لہذا عجیف بن عنبہ معصم کو  
بھی ناپسند کرتا ہے۔ عجیف بن عنبہ حیدر بن کاؤس کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے۔ بلکہ میں سمجھتا  
ہوں کہ انتہاء درجہ کی نفرت بھی کرتا ہے۔ عجیف بن عنبہ کی باتوں سے میں نے یہ اندازہ بھی لگایا ہے  
کہ معصم کی بجائے وہ معصم کے بھتیجے عباس بن مامون کو پسند کرتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ معصم کی  
جگہ عباس بن مامون الرشید کو مسلمانوں کا امیر المومنین بنایا جائے۔ یہ انکشاف میری خوشی کا دوسرا  
باعث ہے۔

میری دونوں بیٹیو! اب ہم نے جس منزل کے لئے کام کرنا ہے وہ یہ کہ عجیف بن عنبہ اور  
عباس بن مامون دونوں کے تعلقات مزید بہتر بنائے جائیں۔ دونوں کو معصم اور حیدر بن کاؤس کے

خلاف بھڑکایا جائے اس طرح دونوں ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔

پہلا یہ کہ عیض بن عنبہ اور عباس بن مامون الرشید کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ان کی کامیابی کی صورت میں معتمد اور حیدر بن کاؤس دونوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور عباس بن مامون الرشید مسلمانوں کا امیر المومنین ہو جائے گا۔ اور وہ افشین کی جگہ عیض بن عنبہ کو اپنے لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کر دے گا۔ جب ایسا ہو جائے گا۔ عیض بن عنبہ سے ہم بہت سے کام نکلوا سکیں گے۔

دوسرا نتیجہ یہ بھی سامنے آسکتا ہے کہ معتمد اور افشین دونوں مل کر عیض بن عنبہ اور عباس بن مامون الرشید کا خاتمہ کر دیں۔ اگر ایسا ہوتا ہے۔ تب بھی مسلمانوں کی حکومت اور ان کے لشکر میں ایک طرح سے افراتفری پھیلے گی۔ بہت سے سالار اور لشکری معتمد اور افشین سے بدظن ہوں گے۔ اور ان سرزمینوں میں ہمارے آنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

اب ہم تینوں عیض بن عنبہ کے لشکر میں کام کریں گے ساتھ ہی ساتھ اپنی سازشوں کا جال بھی پھیلاتے چلے جائیں گے۔ ہم نے اب یہ کوشش کرنی ہے کہ عیض بن عنبہ کے ذہن میں بات ڈالیں کہ وہ عباس بن مامون الرشید سے کہے کہ وہ معتمد کے خلاف بغاوت کر دے اور خود امیر المومنین بننے کی کوشش کرے۔

ان دونوں بات کے علاوہ میری خوشی کی ایک تیسری وجہ بھی ہے۔ اور وہ وجہ جو ہے اس سے مالی فوائد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

میری دونوں بیٹیوں! نوفل بن میخائیل نے جب شادی کرنا چاہی تو اس نے اپنی سلطنت میں سے دو انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا ایک ایک سیہ دوسری تھیوڈورا تھی۔ ایک سیہ تھیوڈورا سے بھی زیادہ حسین تھی۔ نوفل بن میخائیل اسی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن دوران گفتگو ایک سیہ نوفل بن میخائیل کی چند باتیں ناپسند ہوئیں لہذا اس نے اس سے شادی سے انکار کر دیا۔ روپوش ہو گئی مجبوراً نوفل نے تھیوڈورا سے شادی کر لی لیکن نوفل بن میخائیل ایک سیہ کو پسند کرنے لگا تھا اور صورت میں اسے بھی اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ ایک سیہ اپنی ماں قسطونہ کے ساتھ بھاگ گئی۔

آج ایک سیہ اور اس کی ماں قسطونہ کو سامرا شہر میں دیکھتے ہوئے میری حیرت اور پریشانی کوئی انتہا نہ تھی۔

یہاں تک کہتے کہتے یہودی طیب سوراب کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ رداغ عجیب سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑی۔

محترم سوراب! ایک سیہ کو ہم دونوں نے دیکھا تو نہیں ہوا۔ لیکن اس کی خوبصورتی اس کے حسن اس کی جوانی اور اس کے پرکشش شباب کے چرچے ضرور قسطونہ میں ہم نے سن رکھے ہیں۔ جو بات پریشان کن ہے وہ یہ کہ ایک سیہ اور قسطونہ دونوں ماں بیٹی یہاں کیسے پہنچ گئیں۔ سوراب نے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

وہ کیسے یہاں پہنچیں ہمیں اس سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔ بس ہمارے لئے یہی انکشاف کافی ہے کہ ایک سیہ اور قسطونہ دونوں یہاں پہنچ چکی ہیں میں دونوں سے مل چکا ہوں۔ وہ دونوں ماں بیٹی پہلے سے میری جاننے والی ہیں۔ مجھے یہاں دیکھ کر خوش ہوئیں۔ انہیں میرے اہل خانہ کا تو علم نہیں ہے۔ میں نے انہیں بتایا ہے کہ میرے نوفل بن میخائیل سے کچھ اختلافات ہو گئے تھے اور یہ اختلافات اس بناء پر ہوئے کہ میخائیل زبردستی مجھے طیب کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ نوفل بن میخائیل نے میرے ساتھ زبردستی کرنا چاہی جس پر میں اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ بھاگ کر سرحدی قصبے میں جو مسلمانوں کے علاقے میں تھا آباد ہو گیا۔ اور یہاں میں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان دونوں نے میری ان باتوں کو سچ جانا ہے اور وہ یہ خیال کرنے لگی ہیں کہ میں واقعی ایک صاف ستھرا مسلمان ہوں۔ ان دونوں ماں بیٹی نے تم سے بھی ملنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے تم دونوں تیار ہو جاؤ میں ابھی تم دونوں کو لے کر ان دونوں ماں بیٹی کی طرف جاؤں گا۔ ان سے ہم بہت فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سوراب کے خاموش ہونے پر دو مابول پڑی۔

محترم! ہم ان سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

سوراب مسکرایا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

دیکھو! جولا کھلے عمل ہم نے تیار کرنا ہے وہ میں پہلے تمہیں بتا دیتا ہوں تم دونوں گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی ہو۔ تم دونوں ایک سیہ کو اپنے ساتھ مانوس کر لینا۔ اور اسے ترغیب دینا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ گھڑ سواری کیا کرے۔ جب اس کا ہم پر اعتماد اور بھروسہ ہو جائے گا تو

پھر ہم اس کے خلاف حرکت میں آئیں گے یہ کہ اس کی یہاں موجودگی کی اطلاع نوفل بن میخائیل کو دیں گے اس کو کہیں گے کہ اپنے کچھ مسلح جوان خفیہ طریقہ سے سامرہ کی طرف بھجوائے۔ شام کے وقت گھڑ دوڑ کے لئے ہم ایک سیہ کو دریائے دجلہ کے کنارے لے جائیں گے اور نوفل بن میخائیل کے بھیجے ہوئے آدمی دریائے دجلہ کے کنارے سے ایک سیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے تو یاد رکھنا نوفل بن میخائیل ہم تینوں کو مالا مال کر کے رکھ دے گا۔ بولو! کیسی تجویز ہے۔

دوما اور رداغ دونوں نے سوراب کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر سوراب نے دوبارہ انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

عزیز بیٹیو! تمہاری اطلاع کے لئے اور خبر بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلمان کے سالار ایٹاخ۔ حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ ہمارے شامی حاکم لوزر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا بلکہ ارض شام میں ہمارے لشکر کا بھی مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد ایٹاخ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ لوٹ آیا ہے۔ نوفل بن میخائیل نے ارض شام میں ایک شخص طولک کو نیا شامی حاکم مقرر کیا ہے۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی اطلاع مل چکی ہے کہ لوزر کو ایٹاخ نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ لہذا ایٹاخ کا سر کاٹنے کے لئے اس نے سوادنوٹوں کا انعام رکھا ہے۔ اور سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کے کہنے پر ایک بہترین تیغ زن زمران کو منتخب کیا ہے جو آنے والے دنوں میں ایٹاخ انفرادی مقابلے کی دعوت دے کر اس کا سر کاٹنے کی کوشش کرے گا۔ میری بیٹیو! یہ ساری اطلاعات مجھے ان طلائیہ گردوں، ان نقیبوں نے بتائی ہیں جن کے ذریعے ہمارا نوفل بن میخائیل سے رابطہ ہے۔ اب تم دونوں بہنیں تیار ہو جاؤ تاکہ میں تم دونوں کو ایک سیہ اور اس کی ماں قسطنطنیہ کے پاس کے چلوں۔

رداغ اور دوما دونوں تیار ہو گئیں پھر سوراب انہیں لے کر نکلا۔ سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن کی حویلی کے اس حصے پر دستک دی جس حصے میں قسطنطنیہ اور ایک سیہ کی رہائش تھی۔ دروازہ ایک سیہ نے کھولا تھا اور اپنی رہائش گاہ کے دروازے پر سوراب کو دیکھتے ہوئے وہ مسکراتے ہوئے کہنے میں آپ کو آپ کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ خوش آمدید کہتی ہوں۔ اتنی دیر تک ایک سیہ کی ماں قسطنطنیہ بھی وہاں آن کھڑی ہوئی تھی۔ وہاں کھڑے ہی کھڑے سوراب نے ان سب کا آپس میں تعارف

کر لیا پھر قسطنطنیہ اور ایک سیہ انہیں لے کر اپنی حویلی کے اندرونی حصے کی طرف ہوئی تھیں۔ جب پانچوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز ایک سیہ کی ماں قسطنطنیہ نے کیا کہنے لگی۔

مجھے آپ تینوں کو دیکھ کر بے حد خوشی اور اطمینان ہوا ہے کہ آپ تینوں باپ بیٹی بھیریت یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اب نوفل بن میخائیل کے ظالم ہاتھ تم تینوں کی گرفت کے لئے نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں تم تینوں محفوظ ہو۔ ہم سب کی زندگی ایک ہی جیسی ہے۔ ہم پانچوں ہی مظلوم ہو کر نوفل بن میخائیل کے ظلم سے بھاگے ہوئے ہیں۔ یہاں قیام کے دوران تم تینوں کو کسی قسم کی تکلیف کا احساس ہو تو مجھے بتاتے ہوئے ہچکچانا نہیں۔ یہ مسلمان بہت اچھے لوگ ہیں۔ رحمدل ہیں۔ اور ضرورت مند کی مدد کرنا اپنا فرض عین خیال کرتے ہیں۔ میں ان کی انتہا درجہ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمیں اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔ قسطنطنیہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کانتے ہوئے رداغ بول پڑی۔

ایک سیہ میری بہن تم دن بھر حویلی میں بند رہ کر کیا کرتی ہو۔ ایک سیہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

عم سوراب نے مجھے بتایا تھا کہ تم دونوں بہنیں ان کی طرح بہترین طبیب ہو۔ تم تو لشکر میں رہ کر طب کا پیشہ کر سکتی ہو۔ لوگوں کی دیکھ بھال مریضوں کی نگرانی کر سکتی ہو۔ میرے پاس تو ایسا کوئی بہن نہیں۔ لہذا میں گھر پر پڑی رہنے کو مجبور ہوں۔ اس پر رداغ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی۔

ایسی کوئی بات نہیں دن بھر کی مصروفیت کے بعد ہم شام کے وقت گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کناروں کی طرف جاتی ہیں تم بھی ہمارا ساتھ دیا کرو۔ اس طرح وقت اچھی طرح کٹ جائے گا۔

رداغ کی اس گفتگو سے ایک سیہ چونکی کہنے لگی۔

مجھے تو کسی ایسے ساتھی کا انتظار تھا جو مجھے یہ پیش کش کرے۔ میں خود گھڑ دوڑ کے لئے نکلتا چاہتی ہوں۔ اب جبکہ تم دونوں بہنوں نے مجھے پیش کش کر دی ہے تو میں آج ہی گھڑ دوڑ کے لئے

تمہارے ساتھ جانے کے لئے ابتدا کر دوں گی۔ ایکاسیہ ابھی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ قسطونہ بوا پڑی۔

بٹی! باتیں بعد میں بھی ہو جائیں گی۔ پہلے اٹھو اپنے ان معزز اور عزیز ترین مہمانوں کے۔ کھانا تیار کریں۔ ایکاسیہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دو ما اور ردا ع بھی کھڑی ہو گئیں۔ ردا ع نے قسطونہ کا ہاتھ پکڑ لیا کہنے لگی۔

خالہ آپ بیٹھیں ہم تینوں کھانا تیار کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ردا ع اور دو ما ایکاسیہ ساتھ ہی مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔ دیوان خانے میں سوراب اور قسطونہ بیٹھ کر گزرے ہو وقت کی باتیں کرنے لگے تھے۔

ایتاخ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی حویلی میں جو معتم کی طرف سے محافظ مقرر تھے ان میں سے ایک دیوان خانے کے دروازے پر آیا۔ دروازے پر دستک دی اور کہنے لگا۔ امیر! عجیب بن عنبنہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

اپنی نشست پر بیٹھے ہی ایتاخ نے کہہ دیا۔

اگر عجیب بن عنبنہ آیا ہے تو اسے روکا کیوں گیا ہے۔ اسے جلد میرے پاس بھیجو۔ تھوڑی دیر بعد عجیب بن عنبنہ دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایتاخ نے اس کا استقبال کیا۔ اسے گلے ملا۔ اسے اپنے قریب ہی بٹھایا۔ تھوڑی دیر تک ایتاخ نے اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عنبنہ! خدا جھوٹ نہ بلوائے تم مجھ سے کوئی بہت بڑی بات کہنے کے لئے آئے ہو۔ یہ اندازہ میں نے تمہاری آنکھوں اور تمہارے چہرے کے تاثرات سے لگایا ہے۔

عجیب بن عنبنہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

ایتاخ! میرے بھائی تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں واقعی ہی ایک بہت بڑی بات کہنے کے لئے آیا ہوں۔ اور یہ بات حیدر بن کاؤس یعنی افشین سے متعلق ہے۔ آپ جانتے ہیں میں نے افشین کے پیچھے اپنے کچھ آدمی لگا رکھے ہیں۔ جو اس کی زندگی اور اس کے ذاتی حالات کا پتہ لگاتے رہتے ہیں اور مجھے اس سے آگاہ کرتے ہیں۔ جو خبر میں آج آپ کے پاس لے کے آیا ہوں۔ یہ انتہائی اہم ہے۔

ایتاخ سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگا۔

اگر یہ خبر انتہائی اہم ہے تو پھر دیر کیوں کرتے ہو کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔  
عجیف بن عنبنہ نے اپنا گلا صاف کیا پھر رازداری کے انداز میں ایسا کو مخاطب کر  
ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایساخ! میرے بھائی یہ افشین ایک انتہا درجہ کا خطرناک اور مسلم قوم اور ملت کے لئے  
خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ میں چند خبریں آپ کو پہلے بھی دے چکا ہوں۔ مزید خبر یہ ہے کہ میر۔  
ساتھی جو افشین کی ذات سے متعلق کھوج لگانے پر مقرر کئے گئے تھے انہوں نے مجھے یہ اطلاع  
ہے کہ اردبیل شہر میں ایک آتش پرست ہے۔ نام اس کا موبذ ہے وہ افشین سے متعلق بہت کچھ  
ہے میرے آدمیوں کا کہنا ہے کہ موبذ نام کے اس آتش پرست کا کہنا ہے کہ افشین دل سے  
نہیں آتش پرست ہے۔ مرے ہوئے جانور کا گوشت کھاتا ہے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی تر  
دیتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ بیچ سے زیادہ لذیذ ہے۔ ہر چہار شبہ کے دن ایک سیاہ بکری مارتا ہے  
کی کمر پر تلوار مار کر اس کے دو حصے کر دیتا ہے۔ اور پھر اسے بھون کر اس کا گوشت کھاتا ہے  
موبذ نے میرے آدمیوں کو یہ بھی بتایا ہے کہ ایک دن افشین نے اس سے کہا تھا کہ ان مسلمان  
وجہ سے مجھے یہ تمام کام کرنا پڑ رہے ہیں جو مجھے ناپسند ہیں۔ اس موبذ نے یہ بھی بتایا کہ افشین  
کہا کرتا ہے کہ مسلمانوں کی وجہ سے اس نے زیتون کھایا اونٹ پر بیٹھا۔ جھوٹا پہنا۔ میرے آدمی  
بھی کہتا ہے کہ اس کا دعویٰ ہے کہ افشین ابھی تک آتش پرست ہے اور اس نے ابھی تک خا  
کرایا۔

جب تک عجیف بن عنبنہ بولتا رہا۔ بڑا سنجیدہ رہ کر ایساخ سنتا رہا۔ جب خاموش ہو  
ایساخ نے کہنا شروع کیا۔

ابن عنبنہ! تم جانتے ہو امیر المومنین کی نگاہوں میں افشین کا بڑا مقام اس کی عزت  
ہے۔ اور چند معمولی ثبوت سامنے رکھ کر اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا۔ اس کے متعلق ثبوت  
کرتے جاؤ جب میں دیکھوں گا کہ اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے کافی ثبوت ہو  
تو یاد رکھنا میں عیاں ہو کر اس کے سامنے آ جاؤں گا۔

ایساخ جب خاموش ہوا تو عجیف بن عنبنہ نے کہنا شروع کیا۔  
ایساخ! میرے بھائی یہ ہماری کیسی قد قسمتی ہے کہ افشین جیسا بد بخت اور ناقابل بھرو

ری طرح امیر المومنین معتمد پر چھایا ہوا ہے آخر یہ شخص کب تک ملت کی آنکھوں کو اشک آلود  
روح کے غلیوں کو درد کی سوغات سے نوازتا رہے گا کب تک یہ ہماری سانسوں کو سلگا ہٹ اور دل کو  
لہکی مسافروں سے ہم کنار کرتا رہے گا۔ کب تک اس جابر اور قاہر شخص کے سامنے ہم اطاعت و  
ممانعت کا اظہار کرتے رہیں گے۔ کیا ہم اس کے سامنے ایسے ہی قاصر اور مجبور ہیں کہ اس کے  
ماننے اپنی زبان نہ کھولیں! اپنی قوت پر قدغن لگا دیں! کیا اس بے راہ روانسان کو کوئی لوہے کی لگام  
النے والا نہیں؟ ایساخ! میرے بھائی یہ شخص کب تک ہمارے دل و جان کی راحت کو دل کے بوجھ  
رزہن کی بے زاری میں تبدیل کرتا رہے گا۔

ایساخ نے کچھ سوچا۔ چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر کہنے لگا۔

عجیف بن عنبنہ! میرے بھائی! زندگی دھوپ چھاؤں کا ایک کھیل ہے۔ اس کھیل میں قدم  
رم پر موت و مرگ کے سناٹوں اور سازشوں کے کالے بادلوں سے پالا پڑتا ہے۔ اگر کسی دن مجھ پر  
بھات ہو گیا کہ افشین عالم اسلام کے لئے مضطرب و سرگرداں ہے دھواں دھواں حسرتوں کی شام  
کا تہیہ کہئے ہوئے ہے تو پھر یاد رکھنا میں ایساخ۔ مشیت کے قانون کی خاموشی، جیون کے جنگل میں  
بھلی چپ کے غبار سے نکل کر ہواؤں کا نوحہ اور نفرت کا سنگستا سپنا بن کر اس افشین کے سامنے آن  
کھڑا ہوں گا اگر یہ امیر المومنین کی نگاہوں اور اس کے ہاں اعتماد و بھروسے کا دیو زاد ہے تب بھی  
میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ ہر صورت میں اس کے لئے میں فضاؤں کا ماتم بن کر رہوں گا۔

عجیف بن عنبنہ قوموں کی سرنوشت میں جب اجتماعی طور پر کوئی قوم ضمیر کی پستی کا شکار ہو  
جاتی ہے تو یاد رکھنا۔ قدرت کے قہر عذاب بن کر اس پر نازل ہو جاتے ہیں۔ اگر اس افشین نے  
مارے قلوب کا تو اہم ہمارے لبوں کا تلاطم بن کر رقص کو ہمارے لئے خون آب منظر میں تبدیل  
کرنے کی کوشش کی جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ شخص ملت مسلمہ کے لئے سستی کا پتی ویرانوں کی  
ماعتیں کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ افق پر صدیوں کے دکھ کی لالی بکھیرنا چاہتا ہے۔ برسوں کے صحیفوں کی  
نیرازہ بندی منتشر کرنا چاہتا ہے تو پھر آج لکھ رکھنا میں ایساخ اس افشین کے لئے نئی رتوں کا ایسا  
مذاب اور جبر کے موسموں کا ایسا گرداب بنوں گا کہ اس کی زندگی کو دیمک کا تھنہ اور اس کی روح کو  
نڈھاکہ کر دینے والی راہ کی سوغات دیتا چلا جاؤں گا۔

عجیف بن عنبنہ مطمئن رہو۔ میں اس افشین کو مسلم قوم اور ملت اسلامیہ کے لئے خطرہ جھکڑ نہیں بننے دوں گا۔ اس کے خلاف تم ثبوت جمع کرتے جاؤ جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ جو ثبوت کئے گئے ہیں ان کا وزن افشین سے زیادہ ہو گیا ہے۔ تو یاد رکھنا میں ان ثبوتوں اور افشین دونوں میزان میں کھڑا کر کے رکھ دوں گا۔ اور اس دن ایسا انصاف ہوگا کہ کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا انصاف بھی امیر المومنین معتمد ہی کرے گا۔

ایٹاخ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور کہنے لگا۔

عجیف بن عنبنہ اٹھو۔ تربیت کے میدان کی طرف جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر امیر المومنین معتمد بھی وہاں پہنچ جائیں گے اس لئے کہ آج مجھ سے انہوں نے وعدہ کیا تھا تربیت گاہ کی طرف آئیں گے۔

عجیف بن عنبنہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ایٹاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے بھائی! جو مسئلہ میں نے اٹھایا ہے اس کا نہ کوئی حل بتایا ہے نہ اس کا کوئی مجھے جواب دیا ہے۔ ایٹاخ آگے بڑھ کر عجیف بن عنبنہ کے قریب آیا۔ اس کا شانہ تھپتھا کر کہنے لگا۔

میرے بھائی! فکر مند مت ہو۔ محمد بن یوسف ان دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اردبیل۔ نواح میں ہی ہے۔ میں تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجواؤں گا۔ اور اسے کہوں گا کہ اردبیل

موبذ نام کے آتش پرست کو سلسلہ جوانوں کے ساتھ میری طرف روانہ کرو۔ اس کے بعد میں تحقیق کراؤں گا۔ عجیف بن عنبنہ یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا افشین پر ہاتھ ڈالنا آسان

کیونکہ ان دونوں وہ پوری طرح امیر المومنین کے ذہن پر سوار ہے۔ عجیف بن عنبنہ تم بھی جگے کہ یہ افشین مامون الرشید کے دور سے معتمد کے ساتھ ہے۔ پھر یہ کہ ماوراء النہر کو فتح کیا

دونوں افشین ہاتھ لگا۔ یہ پارسی تھا اور جس خاندان سے اس کا تعلق تھا۔ اس کا لقب افشین بھی افشین ہی مشہور ہوا۔ یہ مسلمان ہو گیا۔ معتمد کے پاس اس کا نام حیدر رکھا گیا۔ مامون

کے عہد خلافت میں جب اس نے معتمد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تو معتمد نے ان دونوں ارض شام و مصر کا والی تھا۔ افشین پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے لشکر کی کچھ خدمات لی تھیں

اندازوں کے مطابق معتمد نے اسے جوہر قابل بنایا لہذا اس نے امیر المومنین بننے لشکریوں کا سالار مقرر کر دیا۔ اب جبکہ یہ ایک عرصہ سے امیر المومنین معتمد کے ذہن پر

نے اس کے ذہن سے نکالنا آسان نہیں کہ ہم ایک دو ثبوت معتمد کے سامنے پیش کر کے افشین کو س کی نگاہوں سے گراتے ہوئے اسے سزا کا حق دار بنائیں۔ دیکھو! میں اس معاملے میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ تم نے ایک طرح سے مجھے افشین کے متعلق مشکوک تو کر ہی دیا ہے۔

نکروہ دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے۔ میرا اپنا دل اور ضمیر بھی اس معاملے میں یہی بولتا ہے کہ افشین میری مسلم قوم کے لئے مخلص نہیں ہے۔ منافقت سے کام لے رہا ہے لیکن کسی طریقے کسی ڈھنگ سے ہمیں اس کی منافقت کو عیاں کرتے ہوئے اسے اس کے سارے جرائم کی فہرست اور اس کے

خلاف پورے ثبوت کے ساتھ معتمد کے سامنے پیش کرنا ہوگا اور اسے ایسا جکڑ کر پیش کرنا ہوگا کہ معتمد کی نگاہوں میں اس کے لئے رہائی اور چھٹکارے کی کوئی امید تک نہ رہے۔ میں اپنے طور پر بھی اس کے خلاف ثبوت جمع کرتا رہوں گا تم بھی اپنی کوشش میں لگے رہو اس کے خلاف جو ثبوت تم

اٹھ کر دیر سے پاس جمع کراتے رہو۔ پھر دیکھنا جب میں نے اندازہ لگایا کہ ثبوت اس قدر واضح اور ٹھوس ہو گئے ہیں کہ میں افشین کے سامنے کھل کر آ سکتا ہوں تو یاد رکھنا میں اس کے منصب اس کے مرتبے کی پرواہ نہیں کروں گا اسے پکڑ کر اسے گرفتار کر کے اس کے جرائم اور گواہوں کے ساتھ

اسے معتمد کے سامنے پیش کر دوں گا اگر سارے جرائم ثابت ہونے کے باوجود بھی امیر المومنین معتمد نے افشین کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تو پھر میں اپنے منصب سے دستبردار ہو جاؤں گا۔

ایٹاخ کے اس جواب سے عجیف بن عنبنہ مطمئن ہو گیا تھا۔ مسکرایا آگے بڑھ کر اس نے ایٹاخ کو گلے لگایا۔ کہنے لگا۔ میرے عزیز بھائی بس میں تمہاری زبان سے یہی کچھ سننا چاہتا تھا جو تم

نے کہہ دیا اب آؤ تربیت کے میدان کی طرف چلیں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں اس کمرے سے نکلے حویلی کے صحن میں آئے تو رک گئے اس لئے کہ صدر دروازے سے اسی لمحہ ایک سیہ عمیمہ حویلی

میں داخل ہوئی تھیں۔ دونوں قریب آئیں۔ پھر ایٹاخ کے سامنے آ کر ایک سیہ رک گئی اور شہد بھری آواز میں اس نے مخاطب کیا۔

امیر! آپ کہیں جا رہے ہیں۔

اک اچھٹی ہوئی نگاہ ایٹاخ نے ایک سیہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم دونوں تربیت کے میدان کی طرف جا رہے ہیں۔ آج امیر

المومنین بھی وہاں پہنچنے والا ہے۔ اس لئے ہمارا وہاں جانا ضروری ہے تم دونوں یقیناً حسب معمول حویلی کی صفائی کے لئے آئی ہوگی۔ اس پر جب مسکراتے ہوئے ایک سیہ نے گردن ہلا دی تو ایسا کہنے لگا۔

تم دونوں اپنا کام کرو ہمیں جانے دو اس کے ساتھ ہی ایک سیہ اور عیمہ حویلی کے اندر داخل ہو گئی تھیں۔ کیونکہ ایسا اور عیث بن عبسہ وہاں سے نکل گئے تھے۔

☆.....

افشین اپنی حویلی کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا جواں سال بیٹا حسن اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ افشین کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے باپ! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ افشین کو کہتے کہتے رک جانا پڑا کیونکہ عین اسی لمحہ کمرے میں افشین کا غلام دا جس داخل ہوا۔ دا جس کی طرف دیکھتے ہوئے حسن فوراً چونکتے ہوئے بول پڑا۔

دا جس اس وقت جاؤ۔ میں اپنے باپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ حسن کے اس جملے کو دا جس نے ناپسند کیا تھا۔ اور یہ ناپسندیدگی اس کے چہرے سے عیاں ہوئی تھی۔ اس صورت حال پر افشین مسکرایا پھر اپنے بیٹے حسن کو دیکھتے ہوئے بولا۔

نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ میری زندگی کا کوئی بھی راز دا جس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ تم جو موضوع پر بھی بات کرنا چاہو وہ کیسا ہی خطرناک کیوں نہ ہو دا جس سے کوئی پردہ نہیں۔ آؤ دا جس یہاں بیٹھو۔

دا جس مسکرایا آگے بڑھ کر بیٹھ گیا۔ پھر افشین نے اپنے بیٹے حسن کو مخاطب کیا۔ اب بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر حسن پھر افشین کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ میں آپ سے ایسے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس میں آتش پرستوں کی بہتری ا بھلائی پنہاں ہے۔

افشین مسکرایا کہنے لگا۔  
رک نہیں میں سن رہا ہوں۔ بلکہ غور سے سن رہا ہوں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ حسن نے پھر شروع کیا۔

یہ جو عرب جرنیل محمد بن یوسف نے اردنیل کے گرد و نواح میں آتش پرستوں کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے۔ بابک خرمی نے مسلمانوں کے جو چھوٹے بڑے قلعے تباہ کئے تھے۔ ان کی اس نے مرمت کرنا شروع کر دی ہے اور وہاں قوت جمع ہونا بھی شروع ہو گئی ہے تو کیا اس کے ایسا کرنے سے آتش پرستوں کو ایک دھچکا نہیں لگے گا بابک خرمی کی طاقت کمزور نہیں پڑ جائے گی۔ میرے باپ بابک خرمی کو اگر کچھ ہو جاتا ہے یا وہ گرفتار ہو جاتا ہے یا وہ مارا جاتا ہے تو پھر یہ یاد رکھنا آتش پرست ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

حسن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے افشین بول پڑا۔  
حسن! میں تمہارے خیالات سے اتفاق نہیں کرتا۔ عرب جرنیل محمد بن یوسف جو کچھ کر رہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ جب تک بابک خرمی زندہ ہے۔ اس وقت تک نہ مجھے نہ تمہیں آتش پرستوں کی سرداری اور حکمرانی میسر آ سکتی ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح بابک خرمی کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے بعد جس قدر لشکر اس کے ساتھ ہیں جس قدر آتش پرستوں کی قوت اس کے پشت پناہ ہے۔ ان سب کو میں اپنے ساتھ ملا لوں گا۔ اور پھر مسلمانوں کے خلاف ایسی بغاوت کروں گا جسے وہ فرود نہیں کر سکیں گے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ماورائے نہر میں اپنی یعنی آتش پرستوں کی حکومت قائم کر لوں گا۔

میں ان دنوں تمہارے اور اپنے بھتیجے منکجور کے لئے شب و روز کام کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ماورائے نہر کا اور منکجور کو کسی نہ کسی طرح آذر بائیجان کا حاکم مقرر کروادوں اس سلسلے میں مناسب موقع دیکھ کر میں امیر المومنین سے بات کروں گا۔ جب منکجور آذر بائیجان کا اور تم ماورائے نہر کے حاکم مقرر ہو جاؤ گے تو یہاں سے بے شمار دولت میں تم دونوں کی طرف بھجواؤں گا وہ دولت تم دونوں جمع کرتے رہنا۔ اور اس سے کام لیتے ہوئے میں مسلمانوں کے خلاف اپنی بغاوت کو کامیاب کروں گا اور اپنی حکومت قائم کرنے میں بھی کامیاب ہو جاؤں گا۔ افشین تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے خیال میں میری بات سے تمہیں اطمینان ہو گیا ہوگا اس وقت میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے تربیت گاہ کی طرف جانا ہے آج سب سالار وہاں جمع ہوں گے اس لئے کہ امیر المومنین خود تربیت گاہ کی طرف آئیں گے۔ اس کے ساتھ ہی افشین اٹھ کھڑا ہوا۔ دا جس کو اس نے اپنے ساتھ لیا۔ اور اپنی حویلی سے نکل گیا تھا۔

بوڑھی خاتون تھوڑی دیر تک خاموش رہی اس کے بعد ایک گہری نگاہ اس نے معصوم پر ڈالی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

ابو اسحاق! میرا خداوند قدوس جو ساون کی پہلی پھوار جیسا مہربان اور رحمان ہے۔ وہ ہر پکھیر و کی بولی، ہر سینہ آب سے ابھرتی ہر لحظہ دائرے بنتی لہروں کی صداؤں، سنگریزوں کی آوازوں، یکسانیت کے پوکھر کے سکوت اور صدیوں کے خلاء میں ہست و نیست کے کھلیانوں کا راز دان ہے۔ وہ بوڑھے چاند کی چاندنی، کھکشاؤں کے ہر راز کا واقف اور آگاہی رکھنے والا ہے۔ وہی ہے جو اونچے پریتوں پر گہرے بحر کی تہوں میں اور بے حس خلاؤں تک میں اپنی ہر تخلیق کو رزق بہم پہنچاتا ہے۔

خداوند قدوس کے بعد زمین کی چوکھٹ پر ایک منصف اور انصاف پسند سلطان ہی خدا کی مشیت کا دست راست ہوتا ہے۔ تنگنائے زندگی کی محرومیوں اور تیر و تارہ ماحول کے اندر وہی خاک آدم کے لئے اکسیر ثابت ہوتا ہے اپنی رعایا کے عذاب جاں اور سوز نہاں کے کھیل میں وہی جان کی ملاحظہ اور روح کی خلاوت ثابت ہوتا ہے۔ معصوم ایک انصاف پسند حاکم قوم کی ماؤں بہنوں، ملت کی بیٹیوں کا پاسبان ہوتا ہے۔ جہاں وہ لشکروں کو راہ دکھانے والا ہوتا ہے۔ وہاں اپنی ملت اپنی قوم کے خوابوں کی تعبیر اور کھیت کھلیانوں کا محافظ بھی ہوتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد بڑھیا کی اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔  
معصوم! وہ حاکم جو بے گناہوں پر ہونے والے ظلم کی دادی نہ کر سکے۔ جو مسکینوں کو بھوک سے نجات نہ دے سکے اسے لوگوں پر حکمرانی کرنے کا کوئی حق نہیں۔

بڑھیا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ لرزتی کانپتی آواز میں معصوم بول پڑا۔  
خاتون محترم! اس سرزمین کا حاکم اعلیٰ اور وارث تو میرا اللہ ہے۔ جس کی بیعت سے لشکر لڑتے ہیں۔ جس کے سامنے موت دست بستہ کھڑی ہوتی ہے۔ میں تو اس کا ایک ادنیٰ نمائندہ بلکہ بدترین غلام ہوں۔

معصوم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بڑھیا نے اس کی بات کاٹے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔  
اس زمین پر خدا کے نمائندے کی حیثیت سے ایک انصاف پسند حکمران یقیناً ہر فصل کے لئے

امیر المؤمنین ابو اسحاق معصوم کافی دیر تک تربیت کے میدان میں اپنے سالاروں کے ساتھ زیر تربیت لشکریوں کا جائزہ لیتا رہا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ واپس جانے لگا۔ ابھی وہ تربیت کے میدان کے آدھے حصے میں ہی گیا تھا کہ ایک بوڑھی خاتون اس کے سامنے آ اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا ایک جھنڈا تھا جو اس نے فضا میں بلند کرتے ہوئے معصوم کو جانے کا اشارہ دیا تھا۔

اس بوڑھی خاتون کو اپنے رانے میں دیکھتے ہوئے معصوم نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے۔ ایتاخ اشناس، انشین، ابن یحییٰ، عجمیہ بن عنبسہ اور دوسرے سالاروں نے بھی اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے انہیں روک لیا تھا۔

بڑھیا اور آگے بڑھی۔ ہاتھ میں پکڑے ہوئے سرخ جھنڈے کو لہراتے ہوئے ایک طرف پھر بلند آواز میں اس نے معصوم کو مخاطب کیا۔

ابو اسحاق! میں تم سے انصاف مانگنے آئی ہوں۔ میں ایک بے بس مظلوم عورت ہوں۔ یہ جو ظلم میرے ساتھ ہوا ہے اس کا انصاف اس میدان میں تم کرو گے یا میں حشر کے دن تمہارا د پکڑوں اور اپنے خداوند قدوس سے قیامت کے میدان میں انصاف طلب کروں۔

بڑھیا کے ان الفاظ سے معصوم ہی نہیں وہاں کھڑے سب سالار بھی لرز کانپ گئے۔  
کپکپائی ہوئی آواز میں معصوم بول پڑا۔

خاتون محترم! مجھ میں اتنی جسارت و جرات کہاں کہ میں اس میدان میں جواب طلبی کا کر سکوں۔ اگر تمہارے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہے تو میں معصوم اسی میدان میں کھڑا ہو کر تمہا ساتھ انصاف کروں گا۔ کہو کیا معاملہ ہے۔



ان ظالموں نے میری اس اکلوتی بیٹی کو بے آبرو بے عصمت کر دیا ہوگا۔ ہائے! ہائے! دودھ دل، موتی اور عصمت ایک بار پھٹ کر کہاں جڑتے ہیں۔  
معتصم اور ارد گرد کھڑے سارے سالاروں کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے تھے۔  
معتصم کی داڑھی بھی اس کے آنسوؤں سے بھیگ گئی تھی۔ اپنی آواز کو درست کرتے ہوئے معتصم پھر بول پڑا۔

خاتون! وہ لوگ کون ہیں! وہ اپنے فن کا کتنا بڑا شیطان کیوں نہ ہوا۔ دست ہوس کا کیسا ہی مالک کیوں نہ ہوا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں معتصم اس کے لئے قتل گاہ بن جاؤں گا۔  
وہ بوڑھی خاتون تھوڑی دیر کے لئے رکی اپنی ہچکیوں سکیوں پر اس نے قابو پایا ایک ترچھی نگاہ اس نے اپنے سامنے معتصم پر ڈالی پھر وہ کہہ رہی تھی۔

امیر المومنین! اردبیل کی طرف سے آذر بائیجان کی طرف جائیں تو کوہستانی سلسلے کے اندر جس قدر قلعے ہیں وہ سب بابک خرمی کے تصرف میں ہیں۔ ان میں سے ہر قلعے کے اندر اس کے لشکر رہتے ہیں جو کسی کو آذر بائیجان کے اس کوہستانی سلسلے میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اس کا سب سے بڑا قلعہ برزند ہے جہاں وہ خود قیام کرتا ہے۔  
اردبیل سے برزند کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے کوہستانی سلسلے میں جو پہلا قلعہ آتا ہے وہاں تورک نام کا ایک قصبہ ہے اور اس قصبے کے سامنے اسی نام کا قلعہ بھی ہے یہ قلعہ بھی بابک خرمی کے تصرف میں ہے۔ اس قلعے کے اندر بابک خرمی کا ایک خاصا بڑا لشکر ہے اور قلعے کا حاکم بابک خرمی کا ایک عزیز ریام ہے۔ وہ انتہا درجہ کا وحشی جابر اور ظالم ہے۔

جب بھی اس کو موقع ملتا ہے۔ آس پاس کی مسلمان بستیوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور ان قصبوں سے جس قدر خوب صورت لڑکیاں ہوتی ہیں انہیں اپنے ساتھ تورک نام کے اس قلعے میں لے جاتا ہے۔ جو لڑکیاں انتہا درجہ کی خوب صورت ہوتی ہیں انہیں وہ اپنے مرکزی قلعے برزند کی طرف روانہ کر دیتا ہے تاکہ وہ لڑکیاں بابک خرمی اور اس کے جرنیلوں کے تصرف میں لائی جائیں۔ جو ان سے خوب صورتی میں کم درجہ ہوتی ہیں وہ بد بخت ریام اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ انہیں اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ جب ان سے جی بھڑ جاتا ہے تو ان لڑکیوں کو ان کے گھروں

اُپر ہر گھیت کے لئے دعا، تاریک زیت کے لئے روشنی ہر راہ کے لئے روشن چراغ، ثابت ہوتا ہے۔  
معتصم اگر تم نے میری دادرسی نہ کی، میرا انصاف نہ کیا تو میں جس طرح مایوسی میں لپیٹی آئی ہوں۔  
اسی طرح سرد آہوں میں اپنے آپ کو لپیٹ کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔ اور قیامت کے روز تمہارے خلاف اپنے خداوند قدوس سے انصاف طلب کروں گی۔  
ایک بار پھر بڑھیا کی بات کاٹتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

معزز خاتون! جن لوگوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے انہوں نے اپنی زندگی میں سوکھے پتوں کی آوازیں نہ سنی ہوں گی۔ ویرانوں میں چراہوں کے گیت سننے ہوں گے۔ آندھیوں میں بجتے دروں کی آواز اور تند یلغار کی ہولناکیاں نہ دیکھی ہوں گی۔ کہو تمہارے ساتھ کس نے جبر کیا ہے۔ کس نے تمہارے ساتھ نا انصافی کی ہے۔ میں جبر کی تاویل میں انہیں عدم کے راستوں پر لاکھڑا کروں گا۔ انہیں اپنی قوم کے لئے بے یقینی کا فشار سانسوں کی پھنکار نہ بنے دوں گا۔ انہیں اپنی ملت کی بیٹیوں کے لئے ویران شب کے دوزخی لمحے اپنی قوم کے لئے پیاس کا دریا، بے شک نہ ثابت ہونے دوں گا۔ اگر وہ دراز دست ہیں تو میں ان کی اڑانوں کے انفی پر لحوں کی حدت کا تپ کھلتی آتش کا رقص اور صعوبتوں کی دھوپ بن کر نمودار ہوں گا۔ اور انہیں اپنے سامنے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکتا چلا جاؤں گا۔ کہو وہ کون لوگ ہیں جن سے تمہیں شکوہ جن سے تمہیں نااش اور شکایت ہے۔ اور انہوں نے تمہارے ساتھ کیا جبر اور کیا زیادتی کیا نا انصافی کی ہے۔

بڑھیا رو دینے والی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر سوچتی رہی اس کے بعد اس نے ڈبڈباتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

ابو اسحاق! میں اردبیل کے ایک نواحی قصبے کی رہنے والی ہوں۔ ہم گھر کے چار افراد تھے ایک میں، میرا شوہر، میرا بیٹا اور میری بیٹی۔ میری بیٹی ہم تینوں کو ایسی عزیز اور پیاری تھی جیسے شاہ اپنے الفاظ سے ادیب اپنے جملوں سے، شکاری اپنے تیروں سے، پیاسا پانی سے، تھکا ماندہ بستر۔ معکف اپنے عمل سے پیار اور محبت کرتا ہے۔ وہ ہمیں ایسے ہی عزیز تھی جیسے تھکا ماندہ بستر کو، عا بلیدان کو ڈرا ہوا پناہ گاہ کو، بھوکا کھانے کو اور تنہائی کا مارا کسی بزم کو پسند کرتا ہے۔ یہاں تک کہنے۔ بعد بڑھیا خاموش ہو گئی۔ اس کی گردن جھک گئی۔ اس کی آنکھوں سے لگا تار آنسو بہہ نکلے پھر چہ کر رہی اور ہچکیاں لیتی ہوئی آواز میں وہ پھر کہہ رہی تھی۔

کی طرف نکال دیا جاتا ہے اور ان کی جگہ نئی لڑکیاں اغواء کر لی جاتی ہیں۔

میں وہ بد بخت خاتون ہوں کہ جس کی بیٹی کو اغواء کیا گیا ہے اور ابھی تک وہ لوٹ کے نہیں آئی لگتا ہے اسے بابک خرمی کے پاس برزند کی طرف روانہ کر دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ انتہا درجہ کی خوب صورت تھی ہائے میری بد قسمتی اب تک وہ بے آبرو ہو چکی ہوگی۔ جس وقت اسے اغواء کیا گیا اس وقت میرے شوہر میرے بیٹے نے اس کا دفاع کرنا چاہا لیکن ان بد بختوں نے میرے شوہر اور میرے بیٹے دونوں کو قتل کر دیا اور میری بیٹی کو اٹھا کے لے گئے۔ امیر المومنین یہی میری نالاش یہی میری شکایت ہے۔

خاتون کے اس انکشاف پر معصوم کی آنکھوں میں ٹنکوں کو اڑا لے جانے والے عناصر کے طوفان اُمڈ آئے تھے۔ اس کے چہرے پر پتوں کے ملبوس پر تند یلغار کرتی افق سے اٹھتی آنکھوں کی کیفیت چھا گئی تھیں۔ وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اس کے ارد گرد کھڑے اس کے سارے سالار پتھر کی طرح چپ، روزن زنداں کی طرح خاموش، تھکی تھکی چاندنی اور بجھے ہوئے چراغ کی طرز بے حس و حرکت کھڑے تھے۔

کتنی ہی دیر تک خاموشی رہی پھر معذرت طلب انداز میں اس بوڑھی خاتون کو مخاطب کر۔  
ہوئے معصوم کہہ رہا تھا۔

خاتون محترم! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بابک خرمی ایک عرصہ سے ملت اسلامیہ لئے غلاظت بھرا انقض، آنچلوں کا بد بودار دھبہ بن چکا ہے۔ میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میرے بھائی مامون الرشید کے زمانے سے ہی بنتی بگڑتی اس کائنات میں بے بس مسلمانوں نے جان و روح کا مہلک زہر بنا ہوا ہے۔ اب میں مزید اسے صبح شام کھولتے بے قراری لمحے طوفانی یورش کی صورت اختیار نہیں کرنے دوں گا۔ ملت کے افق کے درپچوں میں جو اس شیطانییت کے رنگ بھر رکھے ہیں ان رنگوں کے دھونے کا وقت اب آ گیا ہے۔ میں معصوم تمہارا ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ بابک خرمی کی تزئین دروہام اس کے روشن رخ ریام کو زرد صحراؤں بجز توں کے دل شکن موسم میں تبدیل کر کے دم لوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد معصوم تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ باری باری اس نے اپنے ارادے کھڑے اپنے سالاروں افسین، اسحاق بن یحییٰ، ایٹاخ، اشناس، بعاکبیر، جعفر بن دینار، عجیف

عنبہ اور دوسرے سالاروں کا جائزہ لیا۔ آخر میں اس کی نگاہیں اپنے مشیر جنگ اور بہترین جرنیل ایٹاخ پر جم گئی تھیں۔ پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایٹاخ! میرے بیٹے جو کچھ اس بڑھیا نے کہا ہے میں نے ساقم سب لوگوں نے بھی سن لیا ہے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔

اس موقع پر ایٹاخ نے جب عجیف بن عنبہ کی طرف دیکھا تو عجیف بن عنبہ عجیب سے جھپٹے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایٹاخ شاید اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر امیر المومنین ابو اسحاق معصوم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

امیر المومنین! اس سلسلے میں میں نے کیا کہنا ہے۔ اس عورت کے ساتھ سخت زیادتی ہوئی ہے۔ بابک خرمی ایک عرصے سے مسلمانوں کے خلاف تباہی و بربادی کا کھیل کھیل رہا ہے اور اب اس کھیل کے خاتمے کا وقت آ جانا چاہئے۔ میں خود ایک لشکر لے کر اردبیل کی طرف جاؤں گا۔ تورک نام کے قلعے کا محاصرہ کر کے وہاں جو بابک خرمی کا ریام نام کا سالار ہے اسے اور اس کے تحت کام کرنے والے بابک خرمی کے لشکریوں کا خاتمہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایٹاخ کے اس جواب سے عجیف بن عنبہ خوش ہو گیا تھا۔ شاید ایٹاخ نے اس کی خواہش کے مطابق جواب دیا تھا۔ اس دوران معصوم پھر بول پڑا۔

ایٹاخ میرے بیٹے میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ تم آج ہی ایک لشکر لے کر اردبیل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں جانتا ہوں آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کے اندر جگہ جگہ پہاڑی سلسلوں میں بابک خرمی نے بڑے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے ہیں اور اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر بابک خرمی پر قابو پانا اگر ناممکن نہیں تو انتہا درجہ کا مشکل ضرور ہے لیکن اس مشکل کام کو ہر صورت اتم نے سر کرنا ہے۔ فی الحال تم اپنے حصے کا لشکر لے کر اردبیل کی طرف روانہ ہو جاؤ اور جس قلعے میں وہ شیطانی کھیل کھیلا جاتا ہے۔ اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں کمک بھیجوں گا۔ اس کمک میں تمہارے تحت کام کرنے والے کئی دیگر سالار بھی ہوں گے۔ ان کے ساتھ تم آہستہ آہستہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں داخل ہونا۔ ایک قلعے کے بعد دوسرے

قلعے پر قبضہ کرتے ہوئے اور اس کا محاصرہ کرتے ہوئے بابک خرمی کے مرکزی قلعے برزند تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ یاد رکھنا یہ بابک خرمی اب عالم اسلام کے لئے ایک ناسور بن گیا ہے اور اس ناسور کا علاج کرنا ہمارے لئے فرض اولین بن چکا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد معتمد کا پھر عجیب بن عنبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عنبہ! تم اس بوزھی خاتون کی رہائش طعام اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرو۔ اس ساتھ ہی معتمد اور اس کے سالار تربیت کے اس میدان سے نکل کر سامرہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔

☆.....

اپنی حویلی میں آتے ہی ایساخ نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اشناش کو بھی اس نے اطلاع کر دی تھی کہ وہ میرے ساتھ جائے گا۔ اور اشناش کو اس مستقر کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ تاکہ جن لشکریوں کو ان دونوں کے ساتھ روانہ ہونا تھا انہیں کوچ اطلاع کرے۔ جس وقت اپنی ضروریات کا سامان ایساخ چڑے کی خرچینوں میں ڈال رہا تھا۔ لمحہ حویلی میں ایکاسیہ اور عمیرہ دونوں داخل ہوئیں۔ ایکاسیہ معمول کے خلاف پریشان پریشان سی بے چاری بند بازاروں کی شام اجڑے ویران کلیسا کے بجتے گھنٹے کی طرح اداس تھی۔ عمیرہ خانہ سے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ مگر گاہے گاہے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی حالت کا جائزہ لے رہی تھی۔ حویلی میں جب وہ داخل ہوئیں اور اس کمرے میں گئیں جہاں ایساخ اپنا سر درست کر رہا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایکاسیہ ٹھٹھک سی گئی تھی۔ ایساخ نے دیکھا اس لئے کی آنکھوں میں درد کے صحرا میں گرد کے نزول کوئے نگاراں کو چہ جاناں کے اجڑے ویران آنا کی سی کیفیت تھی۔ اس کے چہرے سے حدیث غم کے ان گنت افسانے اور نفس نفس کے روزگار جھانکتا دہنی فشار اور بے کل باطن کی کیفیت دیکھی اور بڑھی جاسکتی تھی۔

اچانک ایکاسیہ کو نہ جانے کیا ہوا ایک دم وہ آگے بڑھی چھیننے کے انداز میں اس کے ہاتھ سے چرمی خرچین لے لی ایک گہری نگاہ اس نے ایساخ پر ڈالی پھر نگاہیں جھکاتے کہنے لگی۔

امیر! یہ آپ کا کام نہیں۔ آپ میرے محسن۔ میرے مربی ہیں میری موجودگی میں ہوتے ہوئے اگر آپ یہ کام کریں تو یہ میری دل شکنی میری توہین کا باعث ہے۔ میں خود آ

تیاری کراتی ہوں۔ آپ مجھے بتائیں آپ کیا کیا ساتھ لے کے جانا چاہتے ہیں۔ عمیرہ کے ابی گھر لوٹ آئے ہیں اور انہوں نے ہم پر انکشاف کیا ہے کہ آپ بابک خرمی کے ایک ساتھی کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اردبیل کا رخ کرنے والے ہیں اور یہ کہ اشناش بھی آپ کے ساتھ جائے گا۔

ایساخ جو ابھی تک بڑے غور سے ایکاسیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مسکرایا اور کہنے لگا۔

تم نے درست سنا ہے۔ میں اور اشناش تھوڑی دیر تک اردبیل کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جائیں گے۔ تم میرے سامان کی تیاری کی زحمت کیوں کرتی ہو۔ آج تک مجھے یہ کام کسی نے کر کے دیا ہی نہیں۔ لہذا میں اپنے سارے کام کرنے کا ایک طرح کا عادی ہو چکا ہوں۔ کسی پر بھروسہ کرنے کی مجھے عادت ہی نہیں ہے۔ اور یہ جو تم نے مجھ سے خرچین لے لی ہے۔ میرا سامان خود تیار کرنے کے لئے کہا ہے تو تمہاری یہ ادا تمہاری یہ بات تمہاری یہ پیشکش مجھے نئی عجیب اور انوکھی انوکھی سی لگی ہے۔

ایساخ جب خاموش ہوا تو ایک بار پھر بڑے غور سے ایکاسیہ نے اس کی طرف دیکھا اس بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے ایکاسیہ بول پڑی۔

امیر جو لشکر آپ کے ساتھ جا رہا ہے کیا اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

ایساخ مسکرایا نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں اس لشکر میں کوئی عورت شامل نہیں ہوگی۔ پر تم ایسا کیوں پوچھ رہی ہو۔

ایکاسیہ بے چاری پہلے سے بھی زیادہ اداس اور پریشان ہو گئی تھی۔ ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

میں نے سوچا اگر آپ کے لشکر میں عورتیں بھی شامل ہیں تو میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گی۔ آپ کے ساتھ جاؤں گی اور آپ کے لشکر میں رہتے ہوئے اور کچھ نہ کر پاؤں گی تو کم از کم زخموں کو پانی مری پلا سکوں گی۔ ان کے زخموں کی دیکھ بھال کر سکوں گی۔ اور ایسے کام کرنے کی میں خاصی ماہر اور مہارت بھی رکھتی ہوں۔

ایساخ نے بڑے غور سے اور سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

تمہیں لشکر میں شامل ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہیں رہو آرام کرو اگر تم ایسا کام کرنے کا ارادہ کر بھی لو اور لشکر میں عورتیں شامل ہوں تو کیا تمہاری ماں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دے گی۔

ایکاسیہ نے تڑپ کر ایٹاخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

بالکل میری ماں نے مجھے پہلے سے اجازت دے رکھی ہے کہ میں جب اور جس وقت چاہوں آپ سے مل سکتی ہوں۔ آپ کے ساتھ جاسکتی ہوں آپ کے لشکر میں شامل ہو سکتی ہوں۔ اگر آپ کو میری باتوں پر اعتبار نہ ہو تو اس سلسلے میں آپ میری ماں سے استفسار کر سکتے ہیں۔

ایٹاخ نے قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

نہیں مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری باتوں پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔ دیکھو دیر ہو رہی ہے۔ اگر تم واقعی میرا سامان تیار کرنا چاہتی ہو تو پھر جلدی کرو مجھے فوراً ہی یہاں سے مستقر کی طرف جانا ہے۔ اسٹاس اپنی تیاری مکمل کر کے مستقر کی طرف جا چکا ہے۔ لشکر بھی تیار ہو چکا ہوگا اور وہ سب میرے منتظر ہوں گے۔ مجھے لشکر کو لے کر تھوڑی دیر تک اردنیل کی طرف کوچ کرنا ہے۔

ایکاسیہ بدلی سے حرکت میں آئی جو جو سامان ایٹاخ اسے بتا رہا تھا۔ وہ اس نے اس کے چمڑے کی خرجینوں میں ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ایٹاخ پہلے ہی اپنا جنگی لباس پہن چکا تھا۔ جب اس سامان تیار ہو چکا تب دونوں خرجینیں ایکاسیہ سے اس نے لے لیں۔ پھر دونوں کو مخاطب کر کے ہوئے کہنے لگا۔

اب تم دونوں یہاں بیٹھ کے باتیں کرو۔ میں تم دونوں کو اللہ حافظ کہتے ہوئے رخصت ہوں۔ اصطبل میں میرا گھوڑا تیار کھڑا ہے۔ مجھے وقت ضائع کئے بغیر مستقر کی طرف جانا ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی ایٹاخ اس کمرے سے نکلا۔ ایکاسیہ اداس افسردہ بکھری بکھری اس کے پیچھے تھی اور اس کے پیچھے عیمہ اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے چل رہی تھی۔

ایٹاخ سیدھا اصطبل کی طرف گیا۔ دونوں خرجینوں کو گھوڑے کی زین سے باندھا۔ گھوڑے کی لگام پکڑی اور اسے صدر دروازے کی طرف لایا۔ اتنی دیر تک ایکاسیہ اور عیمہ بھی صدر دروازے تک پہنچ چکی تھیں۔ دروازے سے باہر نکل کر ایٹاخ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ہاتھ ہلاتے ہو۔

انے ایکاسیہ اور عیمہ کو الوداع کہا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو اپڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑاتے دے وہاں سے چلا گیا تھا۔ جب تک وہ دکھائی دیتا رہا ایکاسیہ بے چاری صدر دروازے سے باہر نکل کر اسے دیکھتی رہی۔ جب ایک موٹر مڑتے ہوئے وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوا تب اس کی گردن جھک گئی تھی۔ ایسے جیسے اس کی روح کو اس کے تن سے جدا کر دیا گیا ہو۔ یا اسے اس سارے اثاثہ العینت اور زندگی کی عزیز ترین پونجی سے محروم کر دیا گیا ہو۔

عیمہ ابھی تک بڑے غور سے اس کی اس ساری کیفیت کا جائزہ لے رہی تھی۔ چپ تھی منہ سے کچھ نہ بولی تھی۔ کچھ دیر اداس اور افسردہ بکھری بکھری سی ایکاسیہ دروازے پر کھڑی رہی بڑے پیار سے اسے پکڑ کر عیمہ نے پیچھے بنایا صدر دروازہ اس نے بند کیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر یلی کے اندر ونی حصے کی طرف گئی اسے اپنے ساتھ اس نے دیوان خانے میں لا کر بٹھایا۔ تھوڑی تک کاٹ کھانے والی خاموشی رہی۔ اس کے بعد چند لمحوں تک عیمہ بڑے غور سے ایکاسیہ کی ف دیکھتی رہی پھر دھیمے سے لہجے میں اس نے ایکاسیہ کو مخاطب کیا۔

ایکاسیہ! میری بہن اگر تم برانہ مانو اور میرے ساتھ وعدہ کرو کہ میرے سوالوں کا جواب سچ سچ لی تو میں تم سے کچھ پوچھنا پسند کروں گی۔

عیمہ کی طرف دیکھے بغیر ایکاسیہ بے چاری کمرے کے فرش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ پوچھو! تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہو کہ تم جو کچھ پوچھو گی میں سچ سچ اس کا اب دوں گی کوئی بات تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کروں گی۔

عیمہ مسکرائی بڑے پیار سے اپنا ہاتھ اس نے ایکاسیہ کے شانے پر رکھا پھر اسے ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

نہیں یوں نہیں۔ فرش کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے گفتگو نہ کرو پہلے میری آنکھوں میں نمکین ڈال کر دیکھو اس کے بعد جو کچھ میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں پوچھوں گی۔

ایکاسیہ بے چاری نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی۔ اس نے جب عیمہ کی طرف دیکھا عیمہ دنگ رہ گئی۔ ایکاسیہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں موٹے موٹے قطرے اس کی آنکھوں میں برس رہے تھے۔ جس وقت اس نے عیمہ کی طرف دیکھا تو شاید اس کا جی بھرا آیا۔ آنکھوں میں تیرتے

ہوئے وہ قطرے اس کے دامن پر گر گئے تھے۔ اپنی اس کیفیت کو چھپانے کے لئے جلدی پر بندھے ہوئے رومال سے ایک سیہ نے اپنی آنکھیں خشک کر لیں پھر کہنے لگی۔  
اب جبکہ میں تمہاری طرف دیکھ رہی ہوں تو پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔  
عمیمہ نے شکوؤں بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔  
خاک پوچھوں تم رورہی ہو اپنی حالت سنبھالو تو اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں  
حالت میں تم میرے سوالوں کا کیا جواب دو گی۔

ایک سیہ بول پڑی۔  
کس نے تمہیں کہا کہ میں رورہی ہوں۔ میں ٹھیک ہوں۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔  
اور یہ آنسو جو تمہاری آنکھوں سے گرے ہیں۔ یہ کیا تھے۔  
ایک سیہ بے چاری ہونٹ کاٹتے ہوئے پھر کہنے لگی۔  
دیکھو عمیمہ! میری بہن مجھے تنگ نہ کرو میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میں اب بوجھل بوجھل، اپنی طبیعت کو بے زار مے زار محسوس کر رہی ہوں۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔ پھر لوٹ کر گھر چلو۔

ایک سیہ کے ان الفاظ پر عمیمہ بے چاری بھی افسردہ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔  
میں جانتی ہوں۔ جب سے تم نے سنا ہے کہ ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے والا ہے۔ تمہاری طبیعت بوجھل بوجھل، تمہارا مزاج برہم ہو چکا ہے پر جو سوال میں پوچھوں وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ میری بہن مجھے یہ بتاؤ کیا تم ایتاخ بھائی کو پسند کرنے سے محبت کرتی ہو انہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہو۔ دیکھو جھوٹ مت جذبوں کو اپنے احساسات کو مجھ سے چھپانے کی کوشش مت کرنا۔ میں تمہاری بہن ہوں میں اگر اپنے دل کی بات تم مجھ سے کہہ دو گی تو میں تمہارے کام بھی آ سکتی ہوں تمہارا تمہاری راہنمائی بھی کر سکتی ہوں۔ اب بولو۔ میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنے احساسات جذبات کی صحیح عکاسی کرنا۔

ایک سیہ بے چاری نے روتے انداز میں عمیمہ کی طرف دیکھا۔ منہ سے کچھ نہ! چاری نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

اس کے یوں گردن ہلانے پر عمیمہ تھوڑی دیر مسکراتی رہی پھر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی اس کے گال چومے پھر کہنے لگی۔  
نہیں ایک سیہ میری بہن! یوں نہیں۔ میں اپنے بھائی ایتاخ کے متعلق تمہاری زبان سے کچھ سننا پسند کروں گی اس کے بعد میں جو کہنا چاہوں گی وہ کہوں گی۔ کھل کر میری بات کا جواب دو۔ کیا تم ایتاخ بھائی کو پسند کرتی ہو۔ ان سے محبت کرنے لگی ہو۔

ایک سیہ تھوڑی دیر گردن جھکائے سوچتی رہی چپ رہی عمیمہ نے پھر گفتگو کا آغاز کیا۔  
جب رے کراپنا دل مت جلاؤ تمہارے اندر اس وقت جو احساسات و جذبات کا طوفان اٹھ رہا ہے اس پر قابو پانے کے لئے حقیقت حال سے مجھے آگاہ کر دو اس طرح میں سمجھتی ہوں تمہیں دلی اور ذہنی سول مل جائے گا کہ جو کچھ میں نے پوچھا ہے تفصیل سے اس کا جواب دو میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتی ہوں تمہارا ہاں میں اشارہ کرنا میرے سوال کا کافی جواب نہیں ہے۔  
چند لمحے رکنے کے بعد عمیمہ پھر بول پڑی۔

میری بہن مجھ سے کوئی چیز مت چھپانا۔ اگر تم میرے بھائی ایتاخ کو نہیں کسی اور کو پسند کرتی ہو اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہو تب بھی مجھے بتا دو۔

عمیمہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پھر احتجاجی انداز میں ایک سیہ نے اس کی طرف دیکھا اس کی نگاہوں کی تاب عمیمہ نہ لاسکی خاموش ہو گئی پھر ایک سیہ نے مسکراتے ہوئے دھیمے راز دارانہ انداز میں کہنا شروع کیا تھا۔

☆.....

عمیمہ میری بہن! یاد رکھنا! محبت یادوں کے سمندر میں دکش و اسرار خیز اور انوکھی منزل ہے۔ یہ شام کے اولیں اندھیروں میں روشنی کا گیت، ویران و سنسان صحرا کی گرم چلچلاتی دھوپ میں سرگرداں شاداب مقدس خوشبو کی مانند ہے محبت زندگی کی کانٹوں بھری ٹہنی کو سماوی خوشبو رکھنے والے پھولوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

میری بہن! جس ہستی سے میں نے محبت شروع کی ہے۔ اس پر اپنی چاہت نچھاور کرنے سے پہلے میں نے آج تک کسی بھی مرد کو نظر بھر کے نہیں دیکھا نہ ہی کسی سے محبت کی ہے۔ جس وقت

میں قسطنطنیہ میں تھی اور قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی طرف سے مجھے شادی کا پیغام بھی ابھی نہیں ملا تھا۔  
بھی میں یہ خواہش کرتی تھی کہ کسی ایسے جوان کو اپنی زندگی کا ساتھی اپنا شوہر بناؤں گی جو آدم  
طوفان سے لڑ کر جو تیروں کی سننا ہٹ اور خون آشام نکو اوروں کے بیچ میں کھڑا ہو کر بھی میرے  
نا قابلِ تسخیر دفاعی حصار ثابت ہو۔ جو میرے آنسوؤں کو نغموں اور قہقہوں کے سیلاب میں  
کر دے جو میرے لئے بدترین حالات میں بھی تاریک افق پر امید کی چمک اور کڑوے کیسا  
موسموں میں امن کا میٹھ خوشی کا مینہ ثابت ہو میری خوش قسمتی کہ میں نے اپنے دل میں اپنی  
کے ساتھی کا جو معیار قائم کر رکھا تھا۔ ایسا ایک جوان مجھے مل گیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ  
سے محبت کرتی ہوں اور وہ مجھے چاہتا ہے یا نہیں۔ اس کا مجھے علم نہیں پر میں اسے چاہتی رہو  
میں عقاب کی نگاہ رکھنے والے اس درویش صفت اور دلیر سورما کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک  
کرتی رہوں گی۔ جس نے میرے ماضی کے خوابوں و خیال تک کو منور کر کے رکھ دیا ہے۔

عمیمہ یوں جانو جس روشنی کی مجھے تلاش تھی وہ روشنی مجھے مل چکی ہے۔ جس طرح!  
اسے چاہا ہے۔ اسی طرح اگر اس نے بھی مجھ سے محبت کی تو پھر ہم دونوں کی یہ محبت رنگوں کی  
پھولوں کی جوائینوں، معانی کا فن پارہ اور اوراق مصور کے جمال تک کو فطرت کے مرقع  
تبدیل کر کے رکھ دے گی۔ جسے میں نے چاہنا شروع کیا ہے۔ برسوں سے میری یہی خواہش  
میں ایسے جوان کو چاہوں ایسے جوان پر اپنی محبت کو نچھاور کروں جو میرے لئے بے قرار  
دام میں دفن کرنے کی جرات اور ہمت رکھتا ہو۔

ایکاسیہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بیچ میں بولتے ہوئے عمیمہ نے اسے رک جا۔  
کر دیا۔

ایکاسیہ! محبت کی یہ گردان اتنی لمبی نہ کرتی چلی جاؤ مجھے بھی کچھ بولنے کی مہلت دو جو  
دبے دبے الفاظ میں گول مول ہیر پھیر جملوں میں کہہ دیا ہے اس کے بعد یہ بھی کہو کہ جس  
تمہیں تلاش تھی۔ وہ روشنی کس حویلی میں ہے۔ جس جوان کی تمہیں تلاش تھی جسے تم  
ساتھی بنانا چاہتی ہو وہ کون ہے؟

گھورنے کے انداز میں ایکاسیہ نے عمیمہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

مجھے زیادہ تنگ نہ کرو۔ سب کچھ تم جانتی ہو۔ علم رکھتی ہو یا درکھنا میری زندگی میر

میری الفت کا محور امیر ایٹاخ ہیں۔ ایکاسیہ یہاں تک کہنے کے بعد رکی پھر وہ کہتی چلی گئی تھی۔  
عمیمہ مری بہن میں اب اپنی محبت کے کسی بھی لمحے کو راز میں نہیں رکھنا چاہتی۔ میں ان کے  
ساتھ اپنی محبت کو آخری حدود تک لے جا چکی ہوں جب وہ کبھی سامرہ شہر میں نہیں ہوتے تو میرا بے  
کل باطن میرا بے قرار دل بار بار مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ وہ کب آئیں گے۔ رات کو  
سوئے وقت جب میں آسمان کی طرف دیکھتی ہوں تو ستاروں کی روشنی ہواؤں کے ترنم اور فضاؤں  
کی مہک میں بھی مجھے صرف ان ہی کے نام کی گونج سنائی دیتی ہے۔

عمیمہ نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پہلے ایکاسیہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا  
چہرہ اس کی بیشانی چوٹی پھر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

ایکاسیہ میری بہن! تمہاری ماں نے تو ایک بار مجھ سے ذکر کیا تھا بلکہ اس موقع پر میری ماں  
بھی وہیں تھی کہ قسطنطنیہ شہر کے ایک نوجوانی جزیرے میں تو رک نام کے نوجوان سے تمہارا نکاح بھی  
ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے تم تو رک کی بیوی ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بیوی کی حیثیت سے تم اس کے  
ساتھ نہیں رہی لیکن آخر تم دونوں کا نکاح تو ہوا ہے اور وہ تمہیں اپنی بیوی کہہ سکتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے  
بلکہ وہ ایسا کرنے کا قانونی حق رکھتا ہے۔ اور اسے اس ناطے سے یہ جواز بھی ملتا ہے کہ وہ یہاں  
آئے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائے۔

ایکاسیہ نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

شوہر کی حیثیت سے میں کسی تو رک دورک کو نہیں جانتی وہ سارا ایک دفاعی معاملہ تھا۔ ایسا  
میری ماں نے اس بناء پر کیا تھا کہ اگر اس جزیرے سے کہیں قسطنطنیہ کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل مجھے  
گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسے یہ کہہ لیا جائے کہ میں اب کنواری نہیں کسی کی بیوی ہوں  
اس بناء پر تو رک کے ساتھ میرا نکاح کر دیا گیا تھا۔ تاکہ تو رک بھی اس کے سامنے پیش ہو کر کہہ سکے  
کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ اس طرح میں نوفل بن میخائیل کے حرم میں داخل ہونے سے بچ سکتی  
تھی۔

جہاں تک تو رک کے ساتھ میرے نکاح کا تعلق ہے تو عمیمہ میری بہن یوں جانو یہ نکاح تو  
ریت کا ایک گھروندا ہے کاغذی محل اور کچے دھاگوں کی ایک غیر اساسی امید تھی اسے کسی بھی وقت

رکھتے ہیں۔

ایکایہ جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے عمیمہ بول پڑی۔  
لگتا ہے میرے بھائی ایتاخ سے محبت کرنے کے بعد تم اپنی گفتگو میں اچھے اچھے اور پیارے الفاظ استعمال کرنے کا فن بھی سیکھ گئی ہو۔ بہر حال اب یہ بتاؤ کہ اپنی اس محبت کا اظہار امیر ایتاخ سے کب اور کس وقت کرو گی۔

ایکایہ مسکرائی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

عمیمہ میری بہن! ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ میں کھل کر امیر سے اپنی محبت کا اظہار کر سکوں۔ ابھی مجھے یہ تک یقین نہیں کہ وہ مجھے پسند بھی کرتے ہیں یا میری محبت سے بے گانہ ہیں۔ میری ذات میں وہ کوئی دل چسپی بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ تاہم میں انہیں کھونا نہیں چاہتی۔ ہر صورت میں انہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں اور اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی کہ میں انہیں اپنی طرف مائل کر سکوں۔ اور ان کے دل ان کے ذہن میں یہ بات ڈال سکوں کہ میں ان سے محبت کرتی ہوں اور میں ایکایہ صرف ان ہی کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گی۔

اس کے ساتھ ہی ایکایہ اٹھ کھڑی ہوئی اور عمیمہ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

اب میری محبت بھری ان باتوں میں زیادہ دل چسپی کا اظہار نہ کرو نہ ہی مجھ سے میرے سارے راز اگلوانے کی کوشش کرو۔ اٹھو پہلے حویلی کی صفائی کریں اس کے بعد اور کام بھی ہیں جو ہم دونوں نے کرنے ہیں۔ عمیمہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس نے اپنا بازو ایکایہ کے شانے پر رکھا اور کہنے لگی۔

اچھا! صفائی شروع کرنے سے پہلے صرف ایک بات بتا دو اور وہ یہ کہ تمہیں امیر کے اردبیل کی طرف جانے کا دکھ اور افسوس ہوا ہے۔

ایکایہ مسکرائی ہلکی سی ایک چپت اس نے عمیمہ کے چہرے پر لگائی کہنے لگی۔

تم میری محبت میں کچھ ضرورت سے زیادہ دل چسپی نہیں لینے لگ گئی ہو۔ امیر جب گھر سے باہر نکلتے ہیں تب بھی میری پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اور اب تو وہ اردبیل کی طرف گئے ہیں دن رات پڑی بے چینی سے ان کی واپسی کا انتظار کروں گی۔ بس یہی سننا چاہتی تھی نا۔ چلو اٹھو اب صفائی شروع کریں۔ عمیمہ نے ایک قہقہہ لگایا پھر دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر دیوان خانے سے نکلیں اور بڑی جان فشانی سے حویلی کی صفائی میں لگ گئی تھیں۔

ختم کیا جاسکتا ہے میں نے کبھی بھی کسی بھی موقع پر اسے اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا۔ میری ماں نے اس کے ساتھ نکاح کے وقت بتایا تھا کہ یہ صرف احتیاطی تدبیر کے تحت کیا جا رہا ہے تاکہ مجھ پر نفل پر میخانہ نہ ڈال سکے۔ میری ماں نے مجھے یہ بھی تسلی دی تھی کہ جس وقت اور جب میں چاہوں اس نکاح کو فسخ کر کے تو رک کے ساتھ اپنے تعلق کو ہمیشہ کے لئے منقطع کر دوں گی۔ ایک بات بھی یاد رکھنا اگر حالات مجھے تو رک کے ساتھ رہنے پر مجبور کر دیتے تو وہ میرے لئے خاوند نہیں ہو کر کن ثابت ہوتا۔ اور میں اس کے لئے بیوی نہیں ایک خالی سیپ ثابت ہوتی۔ وہ ایسا نوجوا ہے جو نہ میرے گوہر عصمت کی حفاظت کر سکتا ہے نہ ہی وہ لطیف محبت کے مفاہیم و مطالب واقفیت رکھتا ہے وہ ایک کھر درا، جاہل اور اجڑا قسم کا نوجوان ہے۔ جس کے ساتھ بیوی کی حیثیت میں ایک لمحہ بھی بسر نہیں کر سکتی اور اب تو حالات ہی پلٹا کھا گئے ہیں۔

عمیمہ فوراً اس کی بات کاٹ گئی۔

لیکن اس کے ساتھ تمہارا نکاح یہودی روایات کے مطابق ہو چکا ہے۔ اور ابھی تک تم قاتل اس کی بیوی ہو۔

ایکایہ نے اس بار گفتگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں اس کی کوئی بیوی دیوی نہیں ہوں۔ آج میں اگر اسلام قبول کر لوں تو میرا نکاح اس ساتھ فسخ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں اپنی مرضی کی مالک ہوں گی۔ اب بولو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ ایکایہ کی اس گفتگو سے عمیمہ دنگ رہ گئی تھی۔ خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ایک نے پھر کہنا شروع کیا۔

عمیمہ! ایک اور بات یاد رکھنا میں نے امیر ایتاخ سے کچھ سچی محبت نہیں کی۔ میں ان کی میں اس قدر دور جا چکی ہوں کہ اگر وہ مجھے نہ ملے تو وقت کے محور اور ان اجنبی سرزمینوں میں حالت ہوا کے سمندر میں برسوں کی تنگی، قرونوں کے غبار میں زرد تعبیروں اور اڑتی کالی راک سوگ کے شمشانوں سے بھی بدتر ہو کے رہ جائے گی۔ امیر ایتاخ اب میرے قلب کے آنگر شبنم کی خنک پھوڑا میرے زلف و رخ کی تازگی میرے ہونٹوں کی حلاوت و تمازت میری تنہائیوں میں لطف کی نازک قبا اور میرے بے تاب موسموں کی داستانوں اور میری مشعل چشم اب بننے دور کا آدرش، مہکتی کلیوں کی مسکراہٹ اور تازگی کے موسموں کی گفتگو سے بھی زیادہ

ایتاخ میرے بھائی! ان قاصدوں نے تفصیل کے ساتھ مجھے بتا دیا ہے کہ یہ ساری کارروائی ایک بوڑھی خاتون کی نالش پر کی جا رہی ہے۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس کے مطابق ہم اس قلعے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

محمد یوسف جب خاموش ہوا تب ایتاخ نے پھر کہنا شروع کیا۔

ابن یوسف! میں یہ بھی پسند کروں گا کہ جب ہم اس قلعے کو فتح کر لیں تو وہاں تم اپنے لشکر کے ساتھ مستقل قیام کرنا اور وہیں سے نکل کر ان قلعوں کی مرمت کا کام سرانجام دیتے رہنا۔ جو بابک خرمی نے تباہ و برباد کر رکھے ہیں۔ ایک طرح سے سدان نام کے اس قلعے کو تم اپنا مرکز بنالینا میں نے وہ قلعہ دیکھا تو نہیں ہوا لیکن سنا ہے بڑا مضبوط ہے۔ اور چھوٹا موٹا لشکر اسے تسخیر بھی نہیں کر سکتا۔ بہر حال ہر صورت میں ہم نے اس قلعے کو اپنی گرفت میں لینا ہے لیکن میرے بھائی کل اس قلعے کی طرف کوچ کرنے سے قبل میں ایک اور کام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ کام آج رات ہی ہو جائے تو یوں جانو میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔

محمد بن یوسف نے بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز! وہ کون سا کام ہے جو اگر آج رات ہو جائے تو تمہاری خوشی کا باعث بن سکتا ہے۔

ایتاخ مسکرایا پھر دھیمے لہجے میں وہ محمد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابن یوسف! میرے عزیز بھائی اردبیل شہر میں ایک پارسیوں کا سب سے بڑا عالم دین ہے۔ یوں سمجھ لو پارسی اسے اپنا سب سے بڑا منغ خیال کرتے ہیں۔ اس کا نام موبذ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے کچھ آدمی بھجواؤ جو اردبیل شہر کے محل وقوع سے واقف ہوں وہ اس موبذ کو میرے پاس لے آئیں۔ مجھے اس سے ایک انتہا درجہ کا ضروری کام ہے۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تب سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابن یوسف نے پوچھ لیا۔

کیا اس کام کی نوعیت میں جان سکتا ہوں؟

ایتاخ تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا اور باری باری اشناس اور محمد یوسف کی

اردبیل شہر کی طرف کوچ کرتے ہوئے ایتاخ اور اشناس دونوں نے اپنے آگے تیز رفتاری سے روانہ کر دیے تھے تاکہ وہ ان کی آمد کی اطلاع پہلے سے وہاں موجود عرب جرنیل ابوسعید یوسف کو کریں۔ جو ان قلعوں کی مرمت میں مصروف تھا۔ جن پر حملہ آور ہو کر بابک اور اس سالاروں نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔

ایتاخ اور اشناس کے آنے کی اطلاع پا کر عرب جرنیل محمد سعید نے قلعوں کی مرمت کا ترک کر دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس نے اردبیل شہر کے نواح میں ایتاخ، اشناس اور اس لشکریوں کا بہترین استقبال کیا جس وقت دونوں لشکر آپس میں ملے اس وقت سورج غروب ہو کے قریب پہنچ چکا تھا لہذا جس جگہ محمد بن سعید نے پہلے سے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تھا۔ وہاں ایتاخ بھی اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ آن کی آن میں محمد بن سعید کے لشکر کے ساتھ ایتاخ اور اشناس کے لشکر بھی بڑی تیزی سے خیمے نصب کرنے لگے تھے۔ اتنی دیر تک محمد بن ایتاخ اور اشناس دونوں کو اپنے خیمے میں لے گیا۔ جب وہ تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب ایتاخ محمد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن یوسف! میرے بھائی میں چاہتا ہوں کہ آج لشکری پوری طرح آرام کریں۔ کل دن بھی آرام کیا جائے گا۔ سورج غروب ہونے اور مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد یہاں کیا جائے گا۔ اور سدان نام کے قلعے کا محاصرہ کر لیا جائے گا۔ میرے خیال میں جو قاصد میرے آگے آگے بھجوائے تھے انہوں نے اس قلعے کا محاصرہ کرنے اور وہاں بابک کے ساتھی خاتمہ کرنے کی وجوہات بتا دی ہوں گی۔

محمد بن یوسف مسکرایا اور کہنے لگا۔



طرف دیکھتا رہا پھر رازدارانہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

ابھی میں کام کی نوعیت کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ وہ انتہائی اہم کام ہے اور اس میں کچھ لوگوں کی زندگی موت کا بھی سوال ہے۔ بس آج رات اس موبذ نام کے پارسی عالم دین کو میرے پاس لاؤ۔ میں ہر صورت میں اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لینا چاہتا ہوں۔ ایک تو اس کے پاس بہت سے راز ہیں۔ دوسرے کچھ لوگوں کی طرف سے اس کو جان کا خطرہ بھی ہے۔ لہذا اگر تم اپنے آدمی بھیج کر آج شب اسے میرے پاس پہنچاؤ تو میں نہ صرف یہ کہ تمہارا شکر گزار ہوں گا بلکہ تمہاری طرف سے ایک بہت بڑا معرکہ ہوگا۔ جہاں تک کام کی نوعیت کا تعلق ہے تو میں تم پر ہی اس کا اظہار نہیں کر رہا جس مقصد جس کام کے تحت میں موبذ نام اسی پارسی عالم کو بلارہا ہوں اس کام کی نوعیت سے اشناس بھی بے خبر ہے یوں جانو یہ ایسا راز بھرا کام ہے جو میرے علاوہ فی الحال کوئی نہیں جانتا۔ بہر حال وقت آنے پر سب کو پتہ چل جائے گا کہ اس پارسی موبذ سے کیا کام لینا ہے۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے محمد بن یوسف مطمئن ہو گیا تھا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی! فکر نہ کرو میں ابھی تھوڑی دیر تک اپنے کچھ آدمیوں کو اردبیل شہر کی طرف بھجواتا ہوں خصوصیت کے ساتھ میں ان لوگوں کو بھیجوں گا جو اردبیل شہر کے گلی کوچوں تک بے واقف ہیں اور مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر تک موبذ نام کے اس مخ کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

جواب میں ایتاخ نے مسکراتے ہوئے محمد بن یوسف کا شانہ چھتیا پایا پھر کہنے لگا۔

ایک کام تو طے ہوا اب دوسرا کام یہ کہ تمہارے پاس یقیناً کچھ طلائیہ گردنقیب اور مخبر ہوں گے جو ان سارے علاقوں سے واقف ہوں گے۔ ابھی تھوڑی دیر تک ایسے مخبروں کو اپنے لشکر کے اطراف میں پھیلا دو تاکہ وہ بابک خرمی کے لشکروں پر نگاہ رکھیں اور ان کی نقل و حرکت سے ہمیں آگاہ کریں۔ یاد رکھنا بابک خرمی اور اس کے سالاروں کو میری اور اشناس کے اردبیل شہر کی طرف آنے کی اطلاع ہو چکی ہوگی اور وہ ضرور ہم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے۔ وہ کسی بھی صورت پسند نہیں کریں گے کہ ہم اردبیل شہر سے نکل کر آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کے اندر داخل ہونے کی کوشش کریں۔ جن کوہستانی سلسلوں کے اندر ان کا سب سے بڑا مسکن ہے۔ اس لئے یہ کام بڑی تدبیر اور بڑی احتیاط سے کیا جانا ہے۔ بہر حال اس سلسلے میں رواگئی سے پہلے امیر المومنین معتمد

سے میری بات ہو چکی ہے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو اس بابک خرمی کے خلاف عنقریب حرکت میں آیا جائے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے معتمد کے بھائی مامون الرشید کے دور سے بغاوت اور خون خرابے کی ابتداء کر رکھی ہے۔ ہزاروں مسلمان اس کے ہاتھوں کام آچکے ہیں۔ اب اس کا خاتمہ ہر مسلمان پر فرض عین بن چکا ہے۔ گو بابک خرمی کو قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میناکیل کی طرف سے بھی مدد مل رہی ہے۔ اس کے باوجود بابک خرمی کو ہمیں ہر صورت میں اپنے سامنے زیر کرتا ہے۔

محمد بن یوسف ایتاخ کے خاموش ہونے پر پھر بول پڑا۔

ایتاخ! میرے بھائی! فکر نہ کرو۔ جہاں میں کچھ آدمی اردبیل کی طرف بھجواؤں گا وہاں اپنے انتہائی معتبر اور منتخب مخبروں، طلائیہ گردنوں اور نقیبوں کو اپنی اس موجودہ لشکر گاہ کے اطراف میں پھیلاؤں گا جو ہمیں اگر اس علاقے میں بابک خرمی کی نقل و حرکت ہے تو بروقت ہمیں اس کی اطلاع دیں گے۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔

محمد بن یوسف! جن امور پر میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا وہ مکمل ہوئی۔ میرا خیال ہے اب اٹھوا ایک تو میں اپنے لشکر کے پڑاؤ کا جائزہ لوں دوسرے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کریں۔ ایتاخ کے کھڑے ہونے پر اشناس اور محمد بن یوسف بھی کھڑے ہو گئے پھر وہ اس خیمے سے نکل گئے تھے۔

☆.....

رات شبی کرنوں کے پیراہن اور کبر کے بادلوں کی رداؤں سے بڑی تیزی سے صبح کے نرم گیلے بھونکوں اور دھڑکوں کو چھونے کی خواہش میں بے ہنگم زہریلی ہواؤں اور آندھل بھپٹ کرتی ایذاؤں کی طرح بھاگتی جا رہی تھی۔ فضاؤں کے اندر نہ کوئی جگنو تھا نہ چمک نہ چنگاری لگتا تھا جیسے روشنیوں کے بدن تھک کر چور ہو گئے ہوں ہر طرف سنگسار دامنوں میں بکھری طلسمی فضاؤں جیسی خاموشی اور خود سے کوسوں دور سوچوں کی دہلیز پر اسیر حرف و آواز جیسی چپ تھی۔ ایسے میں ایتاخ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا گہری سوچوں میں غرق تھا کہ خیمے کے دروازے سے کسی کی آواز سنائی دی۔

ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا نام ایسا ہے میں نہ کہ صرف یہ امیر المومنین معصم کے لشکر میں سالار ہوں بلکہ اس کی سلطنت کا مشیر جنگ بھی ہوں اور اس عہدے کے لحاظ سے افشین میرے ماتحت بھی آتا ہے۔ اگر تم اس کا نام سن کر کسی خوف اور خدشے کا شکار ہو گئے ہو تو اس خوف کو اتار بیٹو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں تم سے پوچھنے لگا ہوں۔ اس کی خبر افشین کو ہو جائے گی یا وہ تمہارے خلاف کارروائی کرے گا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ بات طے ہے کہ میں تم سے افشین ہی کے متعلق پوچھوں گا۔ لیکن ساتھ ہی تمہیں یہ بھی ضمانت دیتا ہوں کہ افشین سے تمہاری حفاظت کا بھی بہترین اہتمام کروں گا۔ یہ بات بھی اپنے دل میں بٹھا کر رکھنا کہ میرے سامنے جھوٹ سے کام نہ لینا۔ اس لئے کہ جو کچھ میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں وہ ایک طرح کی توثیق ہے ورنہ میرے سوالوں کا جواب پہلے ہی کوئی مجھے دے چکا ہے بس تمہاری جانب سے میں اس کی تصدیق اور توثیق چاہتا ہوں۔ جھوٹ بولو گے تو میں تمہارے لئے افشین سے بھی زیادہ خوفناک اور زہریلا ثابت ہوں گا۔ اس کے بعد ایسا نے عجیب بن عنبہ کے وہ الفاظ موبذ کے سامنے دہرائے جو اس نے افشین سے متعلق کہے تھے۔ ایسا کرنے کے بعد اس نے پھر اسے مخاطب کیا۔

اب بتاؤ افشین کیسا انسان ہے اور جو الفاظ میں نے تمہارے سامنے دہرائے ہیں۔ کیا یہ درست اور ٹھیک ہیں۔

ایسا نے ان الفاظ پر موبذ کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اپنے آپ کو اس نے سنبھالا پھر کسی قدر جرات مندی سے کام لیتے ہوئے وہ بول پڑا۔

امیر ایسا نے افشین بل بل سو روپ بدلنے والا وہ زہریلا ناگ ہے جو فی الفور بغاوت کا کینچل اتار کر نظر کی طراوت سا پر امن ہو جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں آپ افشین سے متعلق جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک ہولناک معاملہ ہے۔ میں آپ کے سامنے جھوٹ بھی نہیں بولوں گا سچ کہوں گا۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ سچ اگلنے کے بعد مجھے افشین زندہ نہیں چھوڑے گا۔

ایسا نے مسکرایا اور کہنے لگا۔

شاید تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہوا۔ سن! جس طرح صحرا کی طرح خالی رات کو خداوند

ایسا! میرے بھائی کیا میں محمد بن یوسف اور اشاس اندر آ سکتے ہیں۔ ہمارے ساتھ آتش پرستوں کا وہ مخ ہے جس کا نام موبذ ہے۔

ان الفاظ پر ایسا نے تڑپ کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ لپک کر دروازے پر آیا۔ دروازے پر اشاس اور محمد بن یوسف کے علاوہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص کھڑا تھا۔ وہی آتش پرست موبذ تھا۔ تینوں کو ایسا نے اندر آنے کے لئے کہا۔ اور نشستوں پر بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب محمد بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے ایسا نے کہنے لگا۔

ابن یوسف! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم آج ہی رات موبذ کو میرے پاس لے آئے ہو۔ جس موضوع پر میں موبذ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ انتہائی نازک اور خطرناک ہے۔ اگر تم دونوں محسوس نہ کرو تو میں تھوڑی دیر کے لئے تمہائی میں آتش پرستوں کے اس معزز مخ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

ایسا نے اس گفتگو سے اشاس اور محمد بن یوسف دونوں مسکرائے پھر ایک دوسرے کو اشارہ کیا اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمے سے نکل گئے تھے ہاتھ کے اشارے سے ایسا نے موبذ کو قریب آنے کے لئے کہا اور اس کے پہلو میں جوں شست تھی اس پر ہاتھ مارا اور بیٹھنے کے لئے کہا۔ موبذ اپنی جگہ سے اٹھا اور ایسا کے قریب ہو بیٹھا۔ ایسا نے کچھ دیر اس کا جائزہ لیتا رہا پھر اچانک اس نے سوال داغ دیا۔

کیا تمہارا نام موبذ ہے؟

اس کی گردن جھک گئی اور دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔ ہاں میرا ہی نام موبذ ہے۔

کیا تم حیدر بن کاؤس کو جانتے ہو؟ جس کو افشین کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ایسا نے اس سوال پر اچانک اس موبذ کی حالت طویل سردرات میں ٹوٹنے لرزاں خیالات اور پیاس کی ریت پر چل چلتے تھک جانے والے انجانی مسافروں کے بے بس مسافر جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں رحم کی طلب اور اس کے چہرے پر خوفناک سسکتے جذبے ابھر آئے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھ ہوئے ایسا نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میں دیکھتا ہوں۔ افشین کا نام سن کر تم کسی قدر خوفزدہ ہو گئے ہو۔ تمہارا چہرہ بھی بدل گیا۔ آنکھوں میں ہراساں لہریں رقص کرنے لگی ہیں۔ تمہیں فکر مند پریشان ہونے ڈرنے یا خوف

قدوس کے سوا کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی اس کا رخ بدل سکتا ہے۔ جس طرح شیشے پر برقی ہارٹ شیشے کا رنگ تبدیل نہیں کر سکتی۔ جس طرح راستوں پر دھول اڑاتی آنندھیاں منزلوں کو بے شمار نہیں کر سکتیں اس طرح میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ افشین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں اس سے اہم کے لواحقین اس کے ساتھیوں سے تمہاری خوب حفاظت کروں گا۔ تمہیں یہاں چھوڑ کے نہیں جاؤں گا تمہیں اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا اب بولو جو کچھ میں نے کہا ہے یہ درست ہے۔

موبذ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھتا رہا۔ ہاتھ کے اشارے سے ایتاخ نے اسے بولنے کے لئے کہا۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ کو لہراتے ہوئے اس نے تسلی بھی دی جس پر موبذ بول اٹھا۔

مسلمانوں کے امیر! جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ یقیناً درست ہے۔ افشین بظاہر مسلمان ہے باطن میں وہ کٹر قسم کا آتش پرست ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت کھاتا ہے۔ بلکہ مجھے بھی وہ گوشت کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہتا رہا ہے کہ ذبیحہ پر گردن مروڑے ہوئے جانور کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ اکثر وہ ہر چہار شنبہ کے دن ایک سیاہ مری تم سے مارتا تھا۔ اور اس کے دو حصے کرنے کے بعد اس کو پاؤں تلے روندتا تھا پھر خود بھی کھاتا وہ دوسروں کو بھی کھلاتا تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ اس نے ابھی تک مسلمانوں کی طرح حق تعالیٰ نہیں کرایا۔ موبذ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے ایتاخ مزید اس کے قریب ہوا اس کی تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

یہ خیال مت اپنے ذہن میں لانا کہ افشین تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچا سکے گا۔ اگر اس کے کسی بھی آدمی نے تمہیں ذرا برابر بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں ایتاخ ضمانت ہوں کہ میں ان کی گردنیں کاٹ کے رکھ دوں گا۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے کسی کو آواز دی۔ اس آواز کے جواب میں ایک مسلح جوان ہوا خیمے میں داخل ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہی ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

بھاگ کے جاؤ۔ شناس کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ وہ مسلح جوان مڑا اور جس تیزی سے نکلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد شناس خیمے میں داخل ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے ایتاخ نے اسے

قریب بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ بیٹھ گیا تب ایتاخ بول پڑا۔

شناس میرے بھائی! یہ جو شخص میرے پاس بیٹھا ہے آتش پرست ہے۔ نام اس کا موبذ ہے۔ میں اسے تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ جب تک اس مہم میں ہم مصروف ہیں۔ تم اس کی حفاظت کا خوب اہتمام کرو گے۔ کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اس کی زندگی کے درپے ہو سکتے ہیں۔ آنے والے دور میں یہ شخص ہمارے لئے انتہا درجہ کا سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ میں اسے صحیح سلامت سامرہ پہنچتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر اپنا منہ ایتاخ شناس کے کان کے قریب لے گیا اور اسے کہنے لگا۔

یہ انتہائی اہم شخص ہے۔ اس کی حفاظت کسی قیمتی اثاثے کی طرح کرنا اور اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم سامرہ پہنچیں گے تو اسے زندان میں رکھنا۔ زندان میں بھی اس کی حفاظت کا خوب اہتمام کیا جائے گا۔ زندان میں اس کی حیثیت ایک اچھے اور قابل عزت مہمان کی سی ہوگی۔ اب تم اٹھو اور اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔

پھر موبذ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ بول پڑا۔

میرے عزیز! تو میرے اس سالار ساتھی کے ساتھ جا۔ جہاں یہ تیری ضروریات کا خیال رکھے گا وہاں تیری حفاظت کا بھی خوب اہتمام کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی موبذ اٹھ کھڑا ہوا۔ شناس اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اگلے روز فجر کی نماز ادا کرنے اور صبح کا کھانا کھانے کے بعد جس وقت ایتاخ اپنی لشکر گاہ میں محکم پھر کر لشکریوں کی ضروریات اور ان کی آسائشوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ محمد بن یوسف اور شناس دونوں سالار اس کے قریب آئے۔ ان دونوں کے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی تھے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ رک گیا۔ قریب آ کر محمد بن یوسف نے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

میرے بھائی! آپ کے کہنے کے مطابق میں نے کل شام کے وقت ہی اپنے طلائے گرا اور اپنے ناظر لشکر کے اطراف میں پھیلا دیئے تھے۔ رات کے پچھلے حصے میں کچھ ناظر لوٹ کے میرے پاس آئے اس وقت میں نے آپ کو جگانے کی زحمت نہیں دی۔ یہ جو ناظر آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ بابک خرمی کا ایک لشکر یہاں سے صرف ایک فرسنگ شمال مغرب میں موجود ہے۔ شاید بابک

خرمی کو آپ اور اشناس اور آپ کے لشکریوں کی آمد کی اطلاع ہو چکی ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ شاید آپ اور اشناس دونوں اس کے خلاف مہم جوئی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی بناء پر اس نے ایک لشکر آپ دونوں سے نپٹنے کے لئے بھیجا ہے۔ جو ناظر میرے پاس آئے ہیں جنہیں میں نے دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجا تھا ان کا کہنا ہے کہ بابک خرمی کا جو لشکر ہم سے نپٹنے کے لئے آیا ہے۔ اس کی کمانداری بابک خرمی کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور اس کا ایک جرنیل طر خان کر رہے ہیں۔

محمد بن یوسف کے اس انکشاف پر ایسا مسکرا اٹھا شاید اس خبر نے اس خوش کر دیا تھا۔ محمد بن یوسف کی بجائے اس نے آنے والے ناظروں کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! جو کام تم لوگوں نے انجام دیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ تم فی الحال یہیں اپنا خیمہ گاہ میں قیام کرو۔ میں محمد بن یوسف اور اشناس دونوں کو اپنے خیمے میں لے جا رہا ہوں۔ تمہو! دیر بعد میں تم لوگوں کی ضرورت محسوس کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی وہ طلایہ گرد ہاں سے ہٹ گئے تھے۔ جب کہ ایسا، محمد بن یوسف اشناس کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ تینوں خیمہ میں داخل ہوئے، نشستوں پر بیٹھ گئے۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایسا نے کہنا شروع کیا تھا۔

میرے عزیز بھائیو! جو خبریں ہمارے طلایہ گرد اور ناظر لے کر آئے ہیں۔ وہ ہماری لئے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اب ہمارے سامنے دو محاذ ہیں۔ ایک بابک خرمی کے سپہ سالار اعلیٰ عصمت دوسرے درجے کے سالار طرہ خان کا اور دوسرا سمدان نام کے قلعے کا۔ جس کے اندر بابک خرمی ریام نام کا سالار ایک بہت بڑا لشکر لئے محصور ہے اور وہ اکثر و بیشتر مسلمان علاقوں پر حملہ آور، جوان لڑکیوں کو پکڑ کر لے جاتا ہے اور انہیں لونڈیاں بننے پر مجبور کرتا ہے۔ میں ان دونوں مہموں بیک وقت نپٹ لینا چاہتا ہوں۔ میں ایسا اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ نہ ہی بابک خرمی کے سالار عصمت اور اس کے سالار طرہ خان کو سنبھلنے کا موقع ملے اور نہ ہی دوسری جانب سمدان نام کے سالار ریام اور اس کے لشکریوں کو قحط ہو جانے کا موقع ملے۔ اب جو لاکھ عمل دشمن سے نپٹنے لئے میں نے تیار کیا ہے وہ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اس میں اگر تم کسی قسم کی کمی بیشی چاہو تو تم دونوں کو اس کی اجازت ہوگی۔ سنو! میں کیا چاہتا ہوں۔

محمد بن یوسف! جو لشکر میں لے کے آیا ہوں۔ اس کے تین حصے ہو جائیں گے۔ دو حصے پاس رہیں گے۔ ایک اشناس کی سرکردگی میں کام کرے گا۔ اس طرح یہاں جو ہمارا پورا خیمہ زن ہے وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ ایک میرے پاس ایک اشناس کے پاس اور راجہ بن یوسف تمہارے پاس۔ اب ہم ابتدا کچھ اس طرح کریں گے کہ لشکر کے تینوں حصے وقت یہاں پڑاؤ ختم کر کے کوچ کریں گے۔ جو ناظر تھوڑی دیر پہلے یہاں آئے ہیں اور ان نے بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت کے لشکر کی اطلاع دی ہے وہ ہماری راہ نمائی کریں۔ کچھ دور تک ہم اس سمت جائیں گے جہاں بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت نے اپنے لشکر ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ ان کے نزدیک جا کر تم دونوں بیک وقت تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنا بدلے ہوئے میرے ساتھ آگے بڑھنے کی بجائے سمدان نام کے قلعے کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ جاؤ گے جب کہ میں آگے اس سمت بڑھوں گا جہاں عصمت نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔

اب تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ سمدان نام کے اس قلعے میں پہنچتے ہی تم دونوں قلعے کے ب اور مشرقی حصے سے بیک وقت حملہ آور ہونا۔ قلعے کے جنوبی حصے محمد بن سعید تم رہنا اور قلعے مشرقی حصے میں اشناس رہے گا۔ تم قلعے پر حملہ آور ہوتے ہوئے قلعے میں موجود حفاظتی لشکر کو بے ساتھ مصروف رکھو گے۔ نہ قلعے کی فیصل پر چڑھنے کی کوشش کرو گے نہ ہی شہر پناہ کا دروازہ توڑ اندر داخل ہونے کی کوشش کرو گے اگر دشمن شہر سے باہر نکل کر تم دونوں سے مقابلہ کرنا چاہے اور وہ ایسا کر گذرے تو پھر حملہ آور ہو کر اسے کچل کے رکھ دینا۔ میرے خیال میں وہ ایسا کرنے کی توجہ و جرات بھی نہیں کرے گا۔ بہر حال تم دونوں سمدان میں جو بابک خرمی کا لشکر ہے اسے اپنے ساتھ مصروف رکھو گے۔ اب میرا لائحہ عمل یہ ہوگا کہ میں سیدھا عصمت اور طرہ خان کا اکروں گا ان سے نگر اوں گا مجھے امید ہے میں بہت جلد انہیں شکست دے کر پسا ہونے اور لے جانے پر مجبور کر دوں گا۔ میں دور تک ان کا تعاقب نہیں کروں گا۔ ان پر حملہ آور ہوتے آئے ان کے لشکر کی تعداد کم کر دوں گا۔ ان کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا ہوا میں قلعے کی طرف آؤں

ظاہر ہے میری آمد تک تم لوگ مشرق اور جنوب سے قلعے پر حملہ آور ہو چکے ہو گے۔ جس کی بدولت انہیں ساری لشکری قوت اور اپنی ساری توجہ کو قلعے کے جنوبی اور مشرقی حصے کی طرف ہی وقف رکھنے کا۔ میں اچانک شمالی حصے کی طرف سے آؤں گا۔ میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔

اپنے لشکر کے ساتھ رسوں کی سیڑھیاں پھینک کر میں فصیل پر چڑھنے کی کوشش کروں گا جب کر گذروں گا تو ظاہر ہے دشمن کی ساری توجہ میری طرف مبذول ہو جائے گی اور وہ کوشش کر کہ ہر صورت میں مجھے فصیل سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیں۔ اتنی دیر تک تم دونوں کو بھی جائے گا۔ تم دونوں بھی رسوں کی سیڑھیوں سے شہر پناہ پر چڑھنے کی کوشش کرنا۔ اگر تم دونوں پناہ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر یاد رکھنا قلعہ بہت جلد ہمارے سامنے سرنگوں ہو کر گا۔ دشمن کے جو لشکر کی فصیل پر ہوں گے ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا پھر ہم تینوں شہر میں اتریں۔ سمدان نام کے قلعے میں موت اور زندگی کا وہ کھیل کھیلیں گے جو اس سے پہلے قلعے کے ان نے دیکھا تک نہ ہوگا۔ اپنے لشکریوں کو ایک اور بات بھی بتا دینا۔ یہ بات میں اپنے لشکر سمجھا دوں گا۔ کہ جو قلعے کا حاکم ہے نام جس کا ریا م ہے اس نے ان گنت مسلمان خواتین زیادتی کی ہے۔ کچھ کولونڈیاں بنا کر بیچا ہے جو زیادہ حسین ہیں انہیں بابک خرمی کی طرف ہے۔ اسے میں زندہ گرفتار کر کے سامرہ لے جانا چاہتا ہوں۔ وہاں ایک خاتون ہے وہ سزا جو بیز کرے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ رکا کچھ سوچا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہ میں جو کہنا چاہتا تھا کہہ چکا اب تم دونوں کو میرے اس لائحہ عمل کے خلاف کوئی اعتراض دونوں اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہو تو بولو۔

اشناس اور محمد بن یوسف تھوڑی دیر تک مشورہ کرتے رہے ساتھ ہی ساتھ مسکرائے پھر محمد بن یوسف بول پڑا۔

ایتاخ میرے بھائی! دشمن پر حملہ آور ہونے کا جو منصوبہ آپ نے بنایا ہے وہ ہم لئے آخری ہے نہ ہم دونوں اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتے ہیں نہ اس سلسلے میں کوئی چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں اب ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس کی ابتدا کر دینی چاہئے۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ انہیں مخاطب کیا۔

اگر ایسا ہے تو پھر جاؤ۔ لشکریوں کو کوچ کا حکم دو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا، میرے اور اشناس کے ساتھ آیا ہے اس کی تقسیم کو عملی شکل دے دی جائے۔ اس کے خیمے سے نکل گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سارا لشکر اردنیل کے نواح سے شمال مغرب کے رہا تھا۔

جس جگہ بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت اور دوسرے سالار طرہ خان نے اپنے لشکر کے اتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اس سے ذرا دور ایتاخ نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ پھر اس کے اپنے پر اشناس اور محمد بن یوسف اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو لے کر دونوں سمدان نام کے قلعے کی رف چلے گئے تھے جب کہ بابک خرمی کے سالار اعلیٰ عصمت اور طرہ خان سے پینے کے لئے ان آگے بڑھا تھا۔

عصمت اور طرہ خان کے سامنے جاتے ہی ایتاخ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ شاید وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور فی الفور عصمت اور طرہ خان سے پینے کے مدد سمدان نام کے قلعے کو فتح کرنے کے لئے اشناس اور محمد بن یوسف سے جا ملنا چاہتا تھا۔ سری جانب بابک خرمی کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور دوسرا سالار طرہ خان بھی ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لشکریوں کی صفیں درست کر رہے تھے۔

دونوں لشکریوں کی صفیں جب درست ہو گئیں تب عصمت اور طرہ خان نے حملے کی ابتدا کی۔ مائے کہ ان کا لشکر تعداد میں ایتاخ کے لشکر سے زیادہ تھا۔ اپنی عددی برتری کے بل بوتے پر عصمت اور طرہ خان فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے لہذا اپنے لشکر کو لے کر وہ آگے بڑھے اور ایتاخ کے لشکر پر وہ گردش کرتی آتش کے شور و غوغا اپنے خول سے نکل کر بشریت کو حادثوں سے دوچار رتی مہیب معصیت اور ڈوبتی شام کے دامن میں تڑپ کی آہیں بھرتی ہوس کی بارش کے گرم نینوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

ایتاخ جو جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ حملہ آوروں سے پینے کا ہنر بھی جانتا تھا۔ شجاع تھا۔

رہا تھا۔

جس وقت ایسا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس قلعے کے قریب پہنچا اس وقت تک سورج غروب ہو چکا تھا۔ فضاؤں کے اندر تاریکیاں چاروں طرف رقص کرنے لگی تھیں۔ سمدان قلعے کے اندر بابک خرمی کے سالار ریام کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر تھا جسے محمد بن یوسف اور اشناہ نے جنوب اور مشرق کی طرف سے اپنے ساتھ بری طرح مصروف کر رکھا تھا۔ جنوب کی طرف سے محمد بن یوسف اور مشرق کی طرف سے اشناہ بار بار شہر کی فصیل پر حملہ آور ہوتے اور شہر کے محافظ لشکر پر بھی ظاہر کرتے کہ وہ شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں جس وقت لشکری آگے بڑھتے ان کے پیچھے دوسرے لشکری شہر کی فصیل پر تیر اندازی کرتے تاکہ اوپر سے تیر برسا کر ان کے آگے بڑھنے والے ساتھیوں کو دشمن نقصان نہ پہنچا سکے۔

ریام کے ساتھ اشناہ اور محمد بن یوسف نے سورج غروب ہونے کے بعد تک یہ کھیل جاری رکھا اس لئے کہ انہیں عصمت اور طرہ خان سے نمٹ کر ایساخ کے اس قلعے کی طرف آنے کا انتظار تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایساخ قلعے کے شمالی حصے کے قریب آیا لشکر کے ایک حصے کی نگرانی میں پڑاؤ کی ساری اشیاء اور گھوڑے رکھے گئے۔ جب کہ لشکر کا بڑا حصہ ایساخ کی سرکردگی میں آن کی آن میں شمالی حصے پر رسوں کی سیڑھیاں ڈال کر فصیل پر چڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

اس سمت جو اکا دکا محافظ تھے انہوں نے جب دیکھا کہ رات کی تاریکی میں ایک اور لشکر نمودار ہوا ہے اور انہوں نے رسوں کی سیڑھیاں ڈال کر بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنا شروع کر دیا ہے تب وہ پریشان ہوئے اور دشمن کی شمال کی طرف آمد کا شور کرنے لگے تھے۔

جنہی دیر تک قلعے کے اندر سے یا جنوب اور مشرق کی سمت سے لشکران کی مدد کے لئے آتے اس وقت تک ایساخ اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر چڑھ چکا تھا۔ فصیل کے اوپر شمال کی جانب جو چند محافظ تھے ان کا اس نے خاتمہ کر دیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ فصیل سے نیچے اتر گیا تھا۔

چند دستوں نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی لیکن لمحوں کے اندر ایساخ نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس لئے کہ سمدان کے قلعے میں ریام کے پاس جو محافظ لشکر تھا اس کا بڑا حصہ جنوب اور

دلیر تھا اس نے عصمت اور طرہ خان کے حملوں کو خوب روکا۔ اپنے لشکر کی حالت مستحکم کرنے کے اس نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی۔ پھر وہ رگ و پے کے ہر احساس جسم کے ہر ریشہ موکی چھانٹ کی ابتداء کر دینے والے موسموں کے شدید ننگے رقص میں مصروف رات کے حوالے جانے والی برقی چمکتی ہواؤں اور سوچوں اور گمان میں ہر شے کو بے خواب کر دینے والے سے دو چار کرتی اولوں کی طرح برستی نفرتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے آذر بائیجان کے ان علاقوں میں تھکے تھکے رکے لمحوں، سہمے سہمے راستوں، دھند بھری یادوں کے دامنوں میں منظروں کی نشاندہی کر۔ دروں، لحد کے پھولوں کی طرح خاموش کہساروں کے اندر سلگتی بر باد یوں اور ویران دسنا رتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا رقص شروع ہو گیا تھا۔

عصمت اور طرہ خان کو امید تھی کہ وہ امیر المومنین معتمد کے لشکر کو تھوڑی دیر میں؛ مجبور کر دیں گے۔ لیکن ایساخ ان کے سامنے پتھر اور لوہے کی دیواروں کی طرح جم گیا تھا اور جنگ نے طول پکڑنا چاہا تو خود عصمت اور طرہ خان نے دیکھا کہ ان لشکریوں کی حالت سے رات کے بجھتے لالہ و محرومیوں کی دلدلوں اور لہو بھری کروٹوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو رہا ہے جب کہ دوسری جانب ایساخ اور اس کے لشکری کچھ اس طرح نئے ولولوں اور جوش کے ساتھ ہو رہے تھے جس طرح انگلوں کی لپٹی خواہشوں کے اوپر درد کے طوفان اٹھتے ہیں۔ چمرگ کے بادلوں کے اندر سے شوریدگی کے الم ناک عذاب اپنا نزول شروع کرتے ہیں۔ عصمت اور طرہ خان نے جب دیکھا کہ ان کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے جارہی ہے تب انہوں نے اپنا آپ بچانے کے لئے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ شکست بھاگ کھڑے ہوئے۔

ایساخ نے زیادہ دور تک ان کا تعاقب نہیں کیا۔ سامنے والے کو ہستانی سلسلے تک کی خوب مار پیٹ کی مزید ان کے لشکر کی تعداد کم کی جب اس نے دیکھا کہ عصمت اور ان نکل گئے ہیں اور اب پلٹنے والے نہیں تب وہ پلٹنا ان کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر اکر لیا۔ سورج غروب ہونے تک اس نے اسی جگہ قیام کئے رکھا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ اشناہ اور محمد بن یوسف کی مدد کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ سمدان نام کے اس

مشرق کی سمت مصروف کار تھا جتنی دیر تک شہر کے دوسرے حصوں سے کوئی ایٹاخ اور اس لشکریوں کی راہ روکتا اس وقت تک ایٹاخ اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی سمت پہنچ چکا تھا۔ اور قلعہ مشرقی دروازہ اس نے کھول دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں اشناس بھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور ساتھ ہی تیز رفتار قاصد محمد بن یوسف کی طرف بھجوائے اور اسے یہ حکم دے دیا گیا کہ جنوب کی طرف سے ہٹ جائے مشرق کی طرف آئے۔ اور مشرقی دروازے سے شہر میں داخل جائے۔

یہ صورتحال بابک خرمی کے سالار ریام کے لئے انتہائی تکلیف دہ اور خطرناک تھی۔ اس شمال اور مشرق کی طرف فصیل کے اوپر جس قدر اس کے لشکری تھے انہیں نیچے اترنے کا حکم دے دیا۔ جب تک وہ نیچے اتر کر شہر کے اندر موجود لشکر کے اندر آ کر شامل ہوتے اس وقت تک محمد بن یوسف بھی اپنے لشکر کے ساتھ مشرقی دروازے کے ذریعے ایٹاخ اور اشناس سے آن ملا تھا۔ قلعے کے اندر ہولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔ ریام نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ آوروں کو مشرقی دروازے سے نکال باہر کرے لیکن ایٹاخ، محمد بن یوسف اور اشناس اس لشکریوں پر بلند و بالا حیات کی شکنوں کی گہرائیوں اور اعماق تک میں ایذا شکنی کر دینے والی کڑوٹوں اور زیست کو گھٹن زندگی کو جو روبرو درد خن سے ہم کنار کر دینے والے کھولتے فشانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے انہوں نے اپنے تیز حملوں کے سامنے کے پاؤں تار یکبوں کو زیرہ ریز کرنے اور اجالوں کی دہشت سانسوں کو چاروں طرف پھیلانے کر لیا ہو۔ بڑی تیزی کے ساتھ ریام اور اس کے ساتھیوں کے خواب عذاب بننے لگے تھے۔ باقی کو برباد ہونے سے وہ بچانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہو رہی۔ ایٹاخ، محمد بن یوسف اور اشناس نئے دور کے آدرش میں اجالوں کے سمندر سیرابی لہروں اور انگاروں کی طرح بڑی تیزی سے ان پر چھانے لگے تھے۔ یہاں تک کہ شہر کے اندر بھی ریام کے ساتھیوں کو بدترین شکست ہوئی۔ ریام کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ رات کی گہری تاریکی میں تک ریام کے بھاگنے والے ساتھی شہر کی گلیوں میں ایٹاخ کے لشکریوں کے آگے اس طرح رہے جیسے صحرائے قرطاس میں سطروں کی دھول کے اندر وحشت بھری تنہائیاں بکھرتی؛ شمشانوں کی سوگ بھری ویرانیوں میں قرون کا غبار اوڑھے زرد تعبیریں جھپتی پھرتی؛

آنکھوں کے نہاں خانوں اور دھڑکتی نبضوں کی تپش اضطراب اور خلفشار میں اپنا اثر اپنا توازن کھو بیٹھتی ہے۔ بس ایسے ہی ریام کے بھاگنے والے لشکری گلی کوچوں کے اندر بھاگتے رہے۔ ایٹاخ، محمد بن یوسف اور اشناس کے لشکری ان کا تعاقب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ قلعے کے اندر بابک خرمی کا جس قدر لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ریام کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

قلعے پر اپنا قبضہ مکمل کرنے کے بعد ایٹاخ نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ کہ شہر کو لاٹھوں سے پاک کیا گیا اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کے مرہم پٹی کی گئی۔ اس کے بعد اس نے اشناس سے کہا کہ وہ بابک خرمی کے سالار ریام کو اس کے سامنے لائے۔

اس وقت تک رات کا ایک بڑا حصہ گزر چکا تھا جہاں ایٹاخ بیٹھا تھا اس کے ارد گرد چاروں طرف اس کے لشکریوں نے مشعلیں روشن کر رکھی تھیں۔ اشناس کے حکم پر چند مسلح جوان ریام کو پکڑ کر لائے اور اسے ایٹاخ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

جلتی شعلوں کی تیز روشنی میں چند لمحوں تک کھا جانے والے انداز میں ایٹاخ، ریام کو ڈیکھتا رہا پھر کھولتے لمبے اور غراتے ہوئے انداز میں وہ ریام کو مخاطب کر رہا تھا۔

ریام! ہم مسلمان نیزے کی چمکیلی انی سے آزادی کی فصل بونے والے لوگ ہیں۔ دنیا کو مفتوح کرتے ہیں اور جب ہمارے ساتھ کوئی وفاداری اور ایفائے عہد کرتا ہے تو ہم اس کے لئے خلوت گاہوں کی موسیقیت اور غنائیت سے بھی زیادہ دلکش رحمت بھرے ابر کے ٹکڑوں سے زیادہ مہربان اور شفاف روئی کے گالوں سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں لیکن جو تمہارے بابک خرمی کی طرح شام و سحر کی دُستی تنہائیوں میں ان دیکھے اندیشے بنتے ہیں۔ ان کے لئے ہم فنا کی تحریریں رقم کرتی نصفا موت بن کر کھیل جانے والا برق کا شرارہ بننے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔

ایٹاخ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بابک خرمی کا سالار ریام بول پڑا تھا۔

بابک خرمی کوئی عام آدمی نہیں جسے موم کی طرح جس طرف چاہے موڑ دیا جائے وہ اپنے عہد کا بے غبار موم ہے خود اپنی ذات کا زاد سفر اور خود اپنی نکس جان سے اپنے راستوں کو چکانے کا ہنر جانتا ہے۔ وہ آندھیوں میں جلتا ایک چراغ ہے۔ جسے تم اپنے آندھیروں میں اسیر نہ کر سکو گے۔

اپنے لمحوں میں قید تک نہ کر سکو گے۔ وہ تم لوگوں کی ہر دسترس سے باہر تمہارے ہر دست ہوسے خارج ہے۔

ریام کی اس گفتگو کو ایٹاخ نے خاصا نا پسند کیا تھا۔ تاہم وہ ضبط کر گیا تھا۔ اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بے بصیرت مورکھ! بابک خرمی کی کیا حیثیت ہے۔ تو دیکھے گا عنقریب وہ وقت آنے والا ہے۔ کہ جس طرح بادلوں کی حرارت ہواؤں کی انگنت پرتوں میں گھس جاتی ہے۔ اس طرح ایک لاعلاج زہر بن کر بابک خرمی اور اس کے ساتھیوں کی جسم و جان کی نیلی رگوں میں اتر جائے گا۔

تو اس وقت بابک خرمی پر لعنت بھیج اسے فراموش کر پہلے تو یہ بتا کہ تو کیوں ارد گرد کے علاقوں میں مسلمانوں کی حسین لڑکیوں کو اغوا کرتا رہا اور ان میں سے جو زیادہ حسین ہوتی تھیں بابک خرمی کی طرف روانہ کرتا رہا! تو کیوں عمر بھر کی اسیری کو ان بے بس لڑکیوں کا مقدر بناتا رہا۔ کیوں تو بے غیرت بابک خرمی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وقت کے کالے دروازے پر دستک دیتا رہا۔ ریام نے جب دیکھا کہ ایٹاخ غصے اور غضبناکی پر اتر آیا ہے۔ تب اس نے ایٹاخ کی کمی گفتگو کا جواب نہ دیا۔ چپ رہا اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اے خاموش دیکھ کر ایٹاخ کی آنکھوں میں شعلوں کی رنگ لڑاں ہو گئے تھے۔ چہرے پر دشتوں کے اندیشے، سندیے رقص کر گئے تھے۔ کچھ دیر وہ بڑے غور سے ریام کو دیکھتا رہا جب وہ گردن جھکائے کھڑا ہا کچھ نہ بولا تب ایٹاخ آگے بڑھا پھر اس کا ہاتھ اٹھا اور ایسا زور دار گھونسا اس نے ریام کے منہ پر مارا کہ رات کے وقت چل مشعلوں کی روشنی میں سب نے دیکھا ریام بل کھاتا ہوا فضاء میں اچھلتا ہوا بڑی بے بسی سے دور گرا تھا۔

ایٹاخ بری طرح دھاڑا۔ تمہاری خاموشی میرے سوال کا جواب نہیں پھر انتظار کئے بغیر طوفان انداز میں ایٹاخ آگے بڑھا زمین پر اوندھے منہ پڑے ریام کی گردن پر اپنا دایاں پاؤں رکھا۔ دایاں پاؤں اس کی دائیں ٹانگ کے گھٹنے کے جوڑ پر جمایا اس کی بائیں ٹانگ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اوپر اٹھا کر اس زور سے کھینچا کہ ریام بلبلا اٹھا تھا۔

وردی شدت کے باعث ریام جب چیخ و پکار کرنے لگا تب ایٹاخ نے ایک تہقہہ لگایا اور۔

لگا۔ میں نے تمہیں پہلے نہ کہا تھا کہ جو لوگ ہم سے وفاداری اور ایفائے عہد کرتے ہیں۔ ان کے لئے تو ہماری زبان گلاب ہمارے گفتگو شبنم بن جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو تم لوگوں کی طرح چراغوں کا شرارہ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے لئے تو ہم عذابوں کا بسیر اور تباہی کی آگ ثابت ہوتے ہیں۔

ایٹاخ نے جب اور زور سے اس کی ٹانگ کو کھینچنا شروع کیا تب وہ مزید بلبلا اٹھا۔ منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔ میں یہ کام از خود نہیں کرتا رہا بلکہ یہ کام مجھ سے بابک خرمی کروا تا رہا اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ یقیناً میری گردن کاٹ کے رکھ دیتا۔

ایٹاخ نے پھر تہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ یہ برے کام تم سے بے غیرت بابک خرمی کروا تا رہا۔ جسے تم تھوڑی دیر پہلے اپنے عہد کا بے غبار موسم اور خود اپنی ذات کا زاد سفر کہہ چکے ہو۔ ایسے خونی اور حیوانیت کی طلب رکھنے والے انسان کو تو زمین پر چلنے کا حق نہیں۔ عنقریب تو دیکھے گا کہ بابک خرمی ہماری گرفت میں ہوگا۔ اس کی گردن ہوگی۔ اور ہماری بلند ہوتی ہوئی تلوار۔

پھر ایٹاخ پیچھے ہٹ گیا۔ شناس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا شناس اسے بھی گرفت میں لے لو اسے حفاظت میں رکھو یہ ہمارے ساتھ سامرہ جائے گا۔

شناس نے کچھ مسلح جوانوں کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے ریام کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔ پھر ایٹاخ نے محمد بن یوسف کو مخاطب کیا۔

محمد بن یوسف! تین روز تک میں اور شناس اپنے لشکر کے ساتھ تمہارے ساتھ قیام کریں گے۔ اس دوران تم اس قلعے کو مزید مستحکم کر لو یہیں اپنے لشکر کو رکھو اور یہیں سے بابک خرمی نے جو بستیاں اور قلعے برباد کئے ہیں ان کی دیکھ بھال اور مرمت کا کام شروع کر دینا۔

محمد بن یوسف نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور سمدان نام کے اس قلعے کی تسخیر کے بعد ایٹاخ اور شناس دونوں نے دو روز تک وہاں قیام کیا پھر وہاں سے نکلے اور سامرہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔



نویسے سوالات میں وہ ہمیں پھنسا دے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ رزم گاہ کی راہوں کی دھند میں وہ ہمارے رشتوں کی ڈوری منقطع کر دے گا تب بھی وہ انتہا درجہ کا احمق ہے۔ ہم تو وہ لوگ ہیں جو اس کی سوچوں کے سورج کو خوف کی بازگشت اس کی ہوس کی مضراب کو روح کے گرداب سے متعارف کرا دیں گے۔ وہ کسی بھی صورت امن کے سودا گروں کے بھیس میں ہمارے لیے بغض کا پتھر نہ بنے پائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر تک معتمد خاموش رہا پھر اس کی نگاہیں اپنے سامنے اپنے سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ پر جم گئی تھیں۔ اس کے بعد معتمد نے اسے مخاطب کیا۔

تم فوراً ارض شام کی سرحدوں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ یہ جنگ طول بھی پکڑ سکتی ہے۔ لہذا تم اور تمہارے تحت کام کرنے والے سالار اور لشکری اپنی بیویوں اور اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ ساتھ ہی تیار رفتار قاصد ایٹاخ اور اشناس کی طرف روانہ کرو۔ ایٹاخ کو میرا یہ پیغام بھجواؤ کہ فوراً ارض شام کا رخ کرے۔ ارض شام میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں قاصدوں کے ذریعے ایٹاخ کو ان سے بھی مطلع کر دو۔ مجھے امید ہے کہ ایٹاخ جس مہم پر گیا ہوا ہے۔ ابھی تک وہ اس مہم کو سر کر چکا ہوگا۔ یا تو واپسی کے راستے پر ہوگا یا اس مہم کو سر کرنے کے بعد اس نے ابو سعید محمد بن یوسف کے پاس پڑاؤ کر رکھا ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد معتمد رکا اس کے بعد ویسے ہی غضب ناک لہجے میں اپنے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ہم نے ہندوستان سے آئے ان جاٹوں کو دریائے دجلہ سے شامی سرحدوں پر اس لئے تو آباد نہیں کیا تھا کہ رومن ان پر حملہ آور ہو کر ان کا مکمل خاتمہ کر دیں۔ ہم نے تو ایسا اس لیے کیا تھا کہ جاٹ اپنے آپ کو بڑے جنگجو خیال کرتے تھے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ وہ وہاں آباد ہو کر اسلامی سرحدوں کی حفاظت کریں گے۔ قطع نظر اس کے کہ انہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے بغاوت کھڑی کی سرکشی کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود وہ ہماری رعایا تھے۔ رومنوں نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام کر کے قبیح جرم کیا ہے۔ ان کے جرم کی سزا انہیں ہر صورت ملنی چاہئے۔ معتمد رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

امیر المومنین معتمد سپہ سالار اعلیٰ حیدر بن کاؤس۔ دوسرا سپہ سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ بن عمر بن عنبہ، بغا کبیر، جعفر بن دینار اور وصیف جیسے سالاروں کے علاوہ کئی دیگر سالار بھی سامرہ کی نو تربیت گاہ میں موجود تھے۔ تربیت حاصل کرنے والے مجاہدوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ چند تا تربیت گاہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے معتمد کو یہ اطلاع دی کہ وہ جاٹ جو ہندوستان سے آئے تھے اور کبھی دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھے اور جنہیں معتمد کے حکم پر رومنوں کی سرحدوں پر کیا گیا تھا۔ آنے والے قاصدوں نے معتمد کو بتایا کہ قسطنطینہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے پاس کے ارض شام کے والی طولک نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان جاٹوں پر حملہ کیا ان کا کر کے رکھ دیا۔ (مورخین یہ تک لکھتے ہیں کہ رومن ان جاٹوں پر حملہ آور ہوئے اور ان میں۔ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور ان سب کو تہ تیغ کر دیا۔)

قاصدوں کے اس انکشاف پر امیر المومنین معتمد جو تھوڑی دیر پہلے مسکراتے ہوئے نہ حاصل کرنے والے مجاہدوں کا جائزہ لے رہا تھا لگتا تھا اب اس کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔ ا کھولتی سانسون میں آندھیوں کی سلوٹیں تک نکال دینے والے لحوں کے غضبناک اور بدترین جوش مارنے لگے تھے۔ اس کی نظر کی بستی میں اٹک نہ امت اور اس کی ذات کے عرفان کی د شب گزیدہ شوریدہ گولوں کا رقص شروع ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کالے حروف کی چادر مہ و تاریک دھندلوں اور بے اعتنائی کی رتوں میں بے خانماں گاہوں نے اپنا رنگ بھانا شروع تھا۔ کچھ دیر تک وہ چپ رہا خاموش رہ کر سوچتا رہا۔ پھر ارد گرد کھڑے اپنے سالاروں کو وہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اگر قسطنطینہ کا حکمران نوفل بن میخائیل یہ سمجھتا ہے کہ چاندنی کی نرم چھاؤں تلے الج



جب وہ خاموش ہوئی تب قسطنطنیہ نے اسے مخاطب کیا۔

عمیمہ میری بیٹی! ایک سیہ کے آنے پر تم نے اپنی گفتگو ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اسے مکمل کرو۔

خالہ! میں آپ سے کہہ رہی تھی کہ جاٹوں کے قتل عام کا طولک سے انتقال لینے کے لئے جو لشکر جارہا ہے اس کے سپہ سالار میرے باپ اسحاق بن یحییٰ ہوں گے۔ سارے سالار اور لشکری اپنے اہل خانہ اور اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لے کے جائیں گے۔ اس لئے میں آپ دونوں ماں بیٹی سے یہ کہنے آئی تھی کہ آپ دونوں بھی ہمارے ساتھ چلیں اور سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ امیر المومنین نے تیز رفتار قاصد امیر ایٹاخ اور اشناس کی طرف روانہ کر دیئے ہیں اور انہیں بھی حکم دیا ہے کہ وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ارض شام کا رخ کریں اور طولک کو سزا دینے کے لئے میرے باپ کے لشکر میں آ شامل ہوں۔ اب آپ بتائیں اس سلسلے میں آپ دونوں ماں بیٹی کیا فیصلہ دیتی ہیں۔

ایک سیہ نے ایک التجا بھری نگاہ اپنی ماں پر ڈالی شاید وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں اپنی ماں سے کہہ رہی تھی کہ ماں! لشکر میں شامل ہونا ہم دونوں ماں بیٹی کی ضرورت ہے۔

قسطنطنیہ نے بھی ایک سیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کچھ دیکھا شاید وہ اس کے سوالات پڑھ چکی تھی۔ مسکرائی پھر عمیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

عمیمہ میری بیٹی! اگر تم لوگ لشکر میں شامل ہو رہے ہو تو لشکر میں شامل ہونا ہم دونوں ماں بیٹی کی اہم ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ حویلی خالی ہو جاتی ہے۔ تم لوگ چلے جاتے ہو اور حویلی میں صرف میں اور میری بیٹی رہ جاتے ہیں تو ہماری حفاظت ایک مسئلہ بن جائے گا۔ امیر ایٹاخ اشناس بھی یہاں نہیں ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو ہم یہاں اکیلی رہ سکتی تھیں وہ ہماری حفاظت سامان کر سکتے تھے۔ اب جبکہ وہ بھی اردبیل کے نواح سے ارض شام کا رخ کریں گے تو میں ہوں میں اور ایک سیہ ضرور تم لوگوں کے ساتھ لشکر میں شامل ہوں گی۔

قسطنطنیہ کا یہ جواب سن کر عمیمہ تو خوش ہوئی ہی تھی لیکن ایک سیہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا اسے مسرتوں کی کوئی حد نہ تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ اس موقع پر ایک سیہ اور عمیمہ دونوں تیز نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر انھیں خوشی میں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں عمیمہ ایک سیہ سے کہنے لگی۔

آؤ دونوں مل کر امیر ایٹاخ کی حویلی کا رخ کریں۔ آج رات لشکر یہاں سے کوچ کرے گا میں چاہتی ہوں کہ ان کی حویلی کی خوب صفائی کر دیں کیونکہ ہمارے یہاں سے جانے کے بعد جب تک ہم لوٹیں گے نہیں کوئی حویلی کی صفائی نہیں کرے گا۔ ایک سیہ نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے حویلی سے باہر نکل گئی تھیں۔ اسی روز رات کے وقت ایک لشکر سامرہ سے اسحاق بن یحییٰ کی سرکردگی میں ارض شام کا رخ کر رہا تھا۔

☆.....

ایٹاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اپنی مہم کی تکمیل کے بعد بڑی تیزی سے سامرہ کا رخ کر رہے تھے کہ ایک جگہ اچانک ایٹاخ نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی اس کے اور اشناس کے پیچھے اس کے سارے لشکری رک گئے تھے۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف سے کچھ گھڑ سوار آتے دکھائی دیئے تھے۔ ایٹاخ اور اشناس دونوں انہیں پہچان چکے تھے اس لئے کہ وہ قاصد تھے۔ جنہیں وہ اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے جب وہ نزدیک آئے تب ان کے بولنے سے پہلے ایٹاخ نے بڑے فکر مند لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

میرے عزیزو! تم خبریت سے تو اس طرف آئے اور تمہارا اس طرح اس جانب آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔

ان قاصدوں میں سے ایک نے ایٹاخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر! آپ کا کہنا درست ہے۔ امیر المومنین نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے اس لئے کہ دریائے وجلہ سے اٹھا کر جن جاٹوں کو شام کی سرحد پر آباد کیا گیا تھا رومنوں کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے کہنے پر اس کا شامی حاکم طولک اپنے لشکر کے ساتھ ان جاٹوں پر حملہ آور ہوا اور ان سب کا بیوی بچوں بوزھوں سمیت خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ان ہندوستان کے جاٹوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔ گو وہ جات جنگ جو بڑے بہادر تھے۔ لیکن طولک اتنا بڑا لشکر لے کے آیا کہ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کر لیا اور قتل عام کرتے ہوئے ان کے ہر فرد کو تہ تیغ کر دیا۔

یہ خبر امیر المومنین تک پہنچ گئی انہوں نے امیر اسحاق بن یحییٰ کی سرکردگی میں ایک لشکر ارض شام کی طرف روانہ کیا ہے اور ہمیں آپ کی طرف اس لئے بھیجا ہے کہ آپ بھی اپنا رخ تبدیل

دے دیا۔ اسحاق بن یحییٰ نے بہترین انداز میں اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ ایتاخ اور اشناش کا استقبال کیا۔ دونوں سے گلے ملا پھر ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! میرے خیال میں تمہیں کوئی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ جو قاصد تمہاری طرف گئے تھے وہ تمہیں سب کچھ بتا چکے ہوں گے۔ میرا لشکر خیمہ زن ہو چکا ہے۔ جب تک تمہارے خیمے نصب نہیں ہوتے آؤ میرے خیمے میں چلو میرے اہل خانہ بھی میرے ساتھ ہیں۔

ایتاخ اور اشناش چپ چاپ اسحاق بن یحییٰ کے ساتھ ہو لئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ جب خیموں میں داخل ہوئے تو ایتاخ اور اشناش دونوں دنگ رہ گئے۔ اس لئے کہ خیمے میں اس وقت اسحاق بن یحییٰ کی بیوی عمران بیٹے زبیر اور بیٹی عیسہ کے علاوہ قسطونہ اور ایک سیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایتاخ اور اشناش جب خیمے میں داخل ہوئے تو سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں کا استقبال کیا۔ اسحاق بن یحییٰ کے کہنے پر دونوں نشستوں پر بیٹھ گئے۔ پھر اسحاق بن یحییٰ نے ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! میں نے کچھ ست رفتاری سے سفر کیا دراصل میں تمہیں اپنے ساتھ ملا کر سرحدوں پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس بنا پر میں نے یہاں پڑاؤ کر لیا تھا میرا ارادہ تھا کہ جب تک تم مجھ سے آن نہیں ملو گے میں یہاں سے پڑاؤ نہیں اٹھاؤں گا۔ اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے۔

ایتاخ نے کچھ سوچا ایک جواب طلب سی نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے اشناش پر ڈالی دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کچھ فیصلہ کیا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہہ رہا تھا۔ میرے محترم! میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ دونوں لشکریوں نے پڑاؤ کر لیا ہے۔ لشکریوں کو کھانا کھانے سستانے کا موقع فراہم کیا جائے گارات کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ میں فجر کی نماز اناطولیہ کے میدانوں میں پڑھنا چاہتا ہوں۔ اور وہیں دشمن کے ساتھ تیار آنا سامنا بھی ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ اٹھ کھڑا ہوا اور اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میں آپ کے کہنے پر آپ کے ساتھ آ گیا ہوں۔ اب میں اور اشناش دونوں جاتے ہیں۔

کریں اور ارض شام میں امیر اسحاق بن یحییٰ سے جا ملیں۔ اس لئے کہ امیر المومنین نے رہبر سے ان جانوں کے قتل عام کا انتقام لینے کا حکم دے دیا ہے۔

قاصد جب خاموش ہوا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔ اسحاق بن یحییٰ کب اپنے لشکر کے ساتھ سرحدوں کی طرف روانہ ہوئے۔ قاصد نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

ہمارے ادھر آنے کے بعد انہوں نے اپنی مہم کی طرف کوچ کیا میرا اندازہ ہے کہ اگر اچھی رفتار سے اپنے لشکر کے ساتھ سفر کریں تو انہیں راستے ہی میں جا ملیں گے۔

ایتاخ نے پھر خاموش رہتے ہوئے کچھ سوچا اور اس بار اس نے اشناش کو مخاطب کر ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بھائی! دونوں نے اس سلگتی زمین پر اپنے جرائم کی فہرست کو طویل کر دیا ہے۔ سزا اور سزا کے دائروں کو انہوں نے بڑھا دیا ہے۔ اپنے طور پر انہوں نے گلابوں کے دامن کی جھولی میں سمیٹا ہے اب قدرت کی راہ نمائی میں ہم نے اپنے کام کی ابتدا کرنی ہے۔ اور قدوس نے چاہا تو موسیٰ کی شدت بن کر ہم ان کے گھمنڈ کی رواں ان کی بے نیازی کی ادا خواب پھوٹے نصیب میں تبدیل کر کے رہیں گے۔ میرے بھائی! سامرہ کی بجائے شامی کا رخ کریں۔ اور دشمن سے جانوں کے قتل عام کا انتقام لیں۔

اشناش نے مسکراتے ہوئے ایتاخ کی گفتگو سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں اپنے آپ قاصدوں کی راہ نمائی میں اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ کی بجائے شامی سرحدوں کا رخ کرنے سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے عرب سپہ سالار اسحاق بن یحییٰ نے اپنے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں سے کافی دور ایک جگہ پڑاؤ کرنے کا حکم دیا ابھی اس کے لشکری فارغ ہی ہوئے تھے کہ وہی قاصد پڑاؤ میں داخل ہوئے جو ایتاخ کی طرف گئے تھے۔ ا

اسحاق بن یحییٰ کو ایتاخ اور اشناش کے ان کی طرف آنے کی اطلاع دی تھی۔ آن کی آن میں سارے لشکر میں ایتاخ اور اشناش کی آمد کی اطلاع ہوئی تھی لشکر عجیب سا جوش و جذبہ سا پھیل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناش دونوں اپنے لشکر وہاں نمودار ہوئے اور ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کے ساتھ ہی اپنے لشکر کو پڑاؤ

ہمارا لشکر خیمہ زن ہو رہا ہے اور اس موقع پر ہم دونوں کو اپنے لشکر کے اندر رہنا چاہئے۔ اسحاق بن یحییٰ بھی کھڑا ہو گیا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹے میں تمہارے ان خیالات سے اتفاق کرتا ہوں۔ پر ایک بات کہوں جب تمہارا لشکر چلا کرے تب مغرب کی نماز اکیٹھے ادا کریں گے اور آج شام کا کھانا بھی یہیں میرے خیمے میں سر کے ساتھ ہوگا۔

ایتاخ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی پھر وہ مڑا قسطنطنیہ کے قریب آیا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خاتون محترم! آپ کیسی ہیں۔ آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت کہیں۔

قسطنطنیہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

ایتاخ میزے بیٹے مجھے کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔ جس قدر سکھ اور چین مجھے یہاں ملا ہے۔ سکون تو مجھے قسطنطنیہ میں بھی نہ ملتا تھا۔

قسطنطنیہ کی اس گفتگو کا جواب ایتاخ دینا ہی چاہتا تھا کہ آہستہ آہستہ ایک سیر نزدیک آئی پیار بھرے انداز میں اس نے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر اپنے لہجے کی پوری منہاس میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ کیسے ہیں؟

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔ جب آپ دونوں ماں بیٹی ٹھیک ہیں تو میں ایتاخ بھی خوش ہوں۔

اس پر قسطنطنیہ اور ایک سیر ہی نہیں غمران اور عیمہ نے بھی ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا تھا۔ پھر قسطنطنیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

آپ لوگ بیٹھ کر آرام کریں میں اور اشناش جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس موقع پر ہم اپنے لشکر کے اندر رہنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور اشناش وہاں سے نکل گئے تھے۔ مغرب کی نماز سب نے اکیٹھے ادا کی۔ اسحاق بن یحییٰ کے خیمے ہی میں سب نے کھانا لشکر رات کے پچھلے حصے میں وہاں سے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کر رہا تھا۔

وقت کے قافلے میں سورج ضوفشاں سجے حروف سی قد لیں روشن کرتا طلوع ہوا تھا۔ صبح کی گود میں پھیلے کوہسار اور پیڑوں کے کنج میں تنہائی کا بین کرتی فاختائیں جاگ اٹھی تھیں۔ اسحاق بن یحییٰ اور ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ راستے میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اناطولیہ کے میدانوں میں داخل ہوئے تھے۔ انہوں نے اس جگہ پڑاؤ کیا جہاں اناطولیہ کے میدانوں میں پہلے سے رومنوں کے شامی علاقوں کا حاکم طولک ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ جو نبی مسلمان لشکر وہاں پہنچا طولک نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ شاید وہ جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا تھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ اور اشناش بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

ایتاخ کے کہنے پر اسحاق بن یحییٰ نے پورے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ درمیان میں خود ان یحییٰ دائیں جانب ایتاخ بائیں جانب اشناش کو رکھا گیا تھا۔ رومن جب اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکے تب وہی زرمان جس نے قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایتاخ کے ساتھ انفرادی مقابلہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کرے گا۔ اپنے گھوڑے کو ریٹ دوڑاتا ہوا میدان کے وسطی حصے میں آیا تھا۔ پھر اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس نے اپنی تلوار بلند کی اور ایتاخ کا نام لے کر اسے مقابلے کے لئے لاکارا

اس کی اس حرکت پر جہاں ایتاخ مسکرا رہا تھا وہاں اسحاق بن یحییٰ تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنے قریب کھڑے ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے خیال میں یہ وہی زرمان ہے جسے نوفل بن میخائیل نے تمہارے ساتھ مقابلے کے

لئے چنا اور اس کی خبریں پہلے ہی ہم تک پہنچ چکی ہیں اور تمہارا خاتمہ کرنے کے لئے اس نے سہرا اونٹوں کا جو انعام رکھا تھا میرے خیال میں یہ زمران اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس موقع پر ایک گہری نگاہ میدان کے وسطی حصے میں زمران پر ڈالی پھر اسحاق بن یحییٰ طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے محترم! اس زمران کے مقابلے پر جانا میرے فرائض میں سب سے اولین صور اختیار کر چکا ہے۔ میں اس کے مقابلے پر جاتا ہوں۔ مجھے امید ہے میرے خداوند نے چاہا تو اسے زیر کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاؤ گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنی پیٹھ پر بندھی ہوئی ڈھال! نے اپنے بائیں ہاتھ کی گرفت میں لی تلوار بھی اس نے بے نیام کر لی۔ گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہو اس نے اسے آگے بڑھایا تھا۔

میدان کے وسطی حصے کی طرف جاتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے ایساخ نے اپنی گردن کو زیر ہلنے کی طرف جھکایا تھا پھر آسمان کی طرف دیکھا اس کے بعد وہ انتہائی عاجزی اور انکساری بیٹھا رہا تھا۔

”میرے اللہ تو ہی ابتدا سے انتہا کی کہانیوں کے کرداروں اور سمندر کی طرف! دریاؤں کا مالک ہے۔ تو ہی آواز و انداز سے ماوراء سورج کی سنگین کرنوں کو ان کی قوت ہے۔ تیرے ہی حکم پر آسمان پر بادلوں کی کشتیاں اور زمین پر چھینگرؤں کی شور کرتی بستیاں آہیں۔ میرے اللہ دشمن کے مقابلے پر میری مدد فرمانا۔ کہ میں ان کے یادوں کے صحرا آ پر چھائیاں اور ان کے گہرے اندھیروں کی بکھری تہائیوں میں روشنی کا ایک تیر بن کر چلتا جاؤ میرے اللہ! میں نے ہمیشہ اپنا سگنول دعا تیرے ہی سامنے دراز کیا ہے تیرے نور میں نے ہمیشہ اپنے دست طلب بلند کئے ہیں۔ میری مدد فرما کہ میں دشمن کی روح فرسا لکچہ اہل ضرر کی تکلیف دہ پستیوں کے اندر عسرت سے عبارت سرابی لہروں اور عذاب بھرے کے تذکروں کی طرح ابھر کر سامنے آؤں۔

میرے اللہ! میری مدد فرما کہ میں دشمن کے لئے جامد خطوں میں حرکت کرتی برقی آواز کے فاصلوں کو لمحوں میں تبدیل کرنے والا رعد ثابت ہوں مجھے توفیق دے کہ میں دشمن کے کالے بادلوں میں موت و مرگ کا شانابن کر چھاجاؤں۔

میرے اللہ! تو ہی شوق کے پردوں میں دل کی دھڑکنوں کو تیز کرتا ہے تو ہی ازل سے ابد تک سارے لمحوں کا مالک اور خالق ہے تو ہی ماہتاب و مہر کا مالک تو ہی تقدیر کے ستاروں کا خالق ہے۔ میرے اللہ! میری نصرت فرما کہ میں دشمن کی زبست کے جبر و جتن اور ان کی جہل کی لٹکار اور آتشیں احساس کے اندر راستوں پر جہنم کا سا جلتا دھوپ کا والا و ثابت ہوں۔ میرے اللہ میری مدد فرما کہ میں دشمن کے تشدد کے فروغ کو بے حقیقت اور بے دست و پا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میرے اللہ! میں تیری ہی نصرت کے سہارے میدان میں اتر رہا ہوں مجھے توفیق عطا فرما کہ میں دشمن کے رقابتوں کے اندھیروں کو احساس کی تشنگی اور ان کی بے رونقی کی تاریکیوں کو اپنے لیے اربیشی لام م جیسا لمس بناتا چلا جاؤں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایساخ خاموش ہو گیا تھا۔ بالکل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی چھاتی تن گئی تھی۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں آگ برسا رہی تھیں۔ پھر اس نے گھوڑے کو انگیزت کرنے کے لئے ایڑ لگائی جس پر گھوڑے نے اپنی رفتار بڑھاتے ہوئے ننھے پھیلاتے نہناتے ہوئے سر پٹ دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایساخ نے زمران کے سامنے آ کر اپنے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے اسے روکا۔ اس کے قریب آتے ہی زمران نے سے مخاطب کیا۔

کیا تم ہی مسلمانوں کے حاکم معتمد کے سالار ایساخ ہو؟ کیا تم ہی ہو جس نے ایک گذشتہ جنگ میں ہمارے سالار لوزر کو شکست دی تھی اور اس کی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹی تھی۔

ایساخ نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ جو کچھ تم نے سنا ہے ٹھیک ہے۔ لوزر کو شکست بھی میں نے ہی دی تھی۔ لوزر کی گردن بھی میں نے ہی کاٹی تھی۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام زمران ہے۔ اور میرا دل کہتا ہے کہ جو سلوک میں نے لوزر سے کیا تھا۔ ویسا ہی سلوک اب اس میدان میں تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔

زمران کا چہرہ غصے میں انتہا قسم کی دشتنا کی جیسا ہو گیا تھا۔ بڑی قبرمانی میں اس نے لمحہ بھر کے لئے ایساخ کی طرف دیکھا پھر گونجتی اور انتہائی غصیلی آواز میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میں مسلمانوں کے سالار! میں زمران کرب کا وہ منظر مرگ کا وہ لمحہ ہوں کہ تیرے ضبط کے

شکستہ بندھن تو ذکر تیرے جسم و روح کی رفاقت کو منقطع کرتے ہوئے میں تیری حالت بے وسوسہ، خزاں آتالحوں، نوحہ گر کے آخری کہرام اور دہکتی شام میں پر جوش پر آشوب انداز میں بچ رہی کہانیوں سے بھی بدتر بنا کے رکھ دوں گا۔

مسلمانوں کے سالار! میں زمران وقت کے قافلے میں پتھروں کو موم اور آنسو کو دردی آگ میں تبدیل کرنے کا ہنر بھی جانتا ہوں تیرا سر کاٹنا اور تیرے سر کے بدلے قسطنطنیہ کے شہنشاہ سرخ عواذنوں کا انعام حاصل کرنا اب میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن چکا ہے۔

زمران کے الفاظ سے ایسا آتش رگ میں گم ہوتے افق اور اس کی آنکھیں شام کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ پھر احساس کے آتش میں بھڑک اٹھنے والے آتش فشاں کی طرح انتہائی غضبناکی میں اس نے زمران کو مخاطب کیا۔

موکہ انسان! میں نے اپنی زندگی میں وقت کے بیابانوں میں ریاکاری کی بستیاں بسا والے۔ خاک ذروں میں اڑتی تقدیر سے بے فائدہ الجھنے والے دوسروں کے اجلے حافظوں پر گنت وسوسوں کی گرداڑانے والے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ تو جب مجھ سے ٹکرائے گا تو یاد رکھنا تیرے جھولی تیرے دامن میں بے یقینی کے لمحوں میں پھیلتی ٹوٹی اور سونی آرزوؤں اور سانسوں کی آواز چائی تعزیر بردار سانسوں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

سن! ہم ترکوں اور عربوں کو دوزخ میں صرف دو ہی چیزیں ملتی ہیں۔ تلوار اور گھوڑا تیری جو ہمیں ملتی ہے۔ وہ حرف موت ہے۔ اور اس سے ہم نہ خوفزدہ ہوتے ہیں نہ ڈرتے ہیں۔ زمران تیرے جیسے طبقہ داری کی نفرت سمجھانے والے۔ لفظوں میں بدی کی حدت بستیوں میں قضا کا گھولنے والے میں نے ان گنت آوارہ کتے دیکھ رکھے ہیں یاد رکھنا مجھ سے ٹکرا کر دیکھ تجھے خودی چل جائے گا کہ کیسے میں تیری حالت کسی جلے ہوئے کاغذ کے حروف یادوں کے سنگم پر اٹکا پڑا دکھ میں جیون ہارتی اماؤں کی پر آشوب شب جیسی کرتا ہوں۔

تو نے قسطنطنیہ کی فطرت کے خواب مگر جیسی فضاؤں، گنگنائی شہنائیوں جیسی ہواؤں کھلے عام کر دیں لیتے شباب اور مہکتے پھولوں سے ہونٹوں کی سیرابی میں زندگی بسر کی ہے۔ موت کا میدان ہے جہاں تم کھڑے ہو یہاں کڑواہٹوں کے موسم میں بجھتی راکھ بھی چنگاریاں ہے یہاں کرب کی دیرانیوں میں بڑے بڑے سورماؤں کے وجود راکھ ہو جاتے ہیں۔ یہاں

بھٹ پتن کے سیم و قوران جانا اور ان دیکھا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔

زمران نے فوراً ایساخ کی بات کاٹ دی کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر! جب تیرا میرا مقابلہ ہوگا تو پھر اپنے دل پر لکھ کر میرے سامنے تیری اہل خود اپنی صلیب اٹھائے تلخی بھری تعبیروں، آدرش کے کنکروں میں اندھیرا بھرے سپنوں اور ہڈی اندھی کالی حالتوں سے بری ہو کر رہے گی۔ آج اس مقابلے کے دوران تجھے میرے جبر نے سامنے سر جھکانا ہوگا۔ اور میں تجھے ہر صورت میں اسیری کی نفرت کا شکار کر کے رہوں گا۔

جواب میں ایساخ نے پہلے سے بھی کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

زمران! تو نے اپنی زندگی میں ماہتاب کی نرم خیزیاں، جھوٹ نگر کی رنگ آمیزیاں دیکھی ہیں۔ کڑوی دھوپ کا کرب، سچائیوں کی گرم مزاجی نہیں دیکھی۔ وقت ضائع نہ کر مجھ پر حملہ آور ہو۔ پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں۔ مقابلے کی ابتدا کر پھر دیکھ میں کیسے تجھے سوچوں کے ہریلے دھوکے کی طرح درد کی گھاٹیوں اور دکھ کی چھلنیوں سے نکالتے ہوئے تیرے باطن کی نیبوں کو بدترین انداز میں کھنگالتا ہوں۔

ایساخ کا پھر اس نے دوبارہ زمران کو مخاطب کیا۔

وقت ضائع نہ کر میں تجھے پہلے حملہ آور ہونے کا موقع دے رہا ہوں اس پیشکش سے فائدہ اٹھا میرے خلاف اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کر دیکھ موت اور قضا کس سمت کس جہت کا رخ کرتی ہے۔ ایک اور بات اپنے ذہن میں رکھنا تمہارے شہنشاہ نوفل بن میخائیل نے جو میرے سر کی قیمت سواونٹ لگائی ہے تو ان سواونٹوں کے لالچ میں مجھ سے انفرادی مقابلہ کر رہا ہے۔ یاد رکھنا میرے خداوند قدوس کی حمایت اور نصرت میرے ساتھ ہوئی اور میں اپنے اس مالک اور خالق کی رضا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تو میں تیرے مقدر میں کسی منحوس کالے اندھے اونٹ کی دم تک نہ رہنے دوں گا۔ مجھ پر حملہ آور ہو کہ دونوں طرف کے لشکری بڑی بے چینی سے ہمارے مقابلے کی ابتداء ہونے کے منتظر ہیں۔ ہم دونوں کو چاہئے کہ انہیں زیادہ انتظار میں نہ ڈالیں۔

زمران نے جواب میں ایک ہولناک قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا۔

تو کیسا نادان! احق بے وقوف اور دور از دانش انسان ہے میں تیرے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تیرا سر کاٹنا چاہتا ہوں اور تو مجھے ہی پہلے حملہ آور ہونے کی پیش کش کر رہا ہے۔ ظالم انسان اگر میں تجھ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر گیا تو یاد رکھنا تیرے شہر جان کی گلیوں میں جلتی راہوں کا عذاب اٹھ کر ہوگا۔ تیری حالت یادوں کی روانی میں بہتے بھولے چہروں کے عکس دھوپ کا جنگل کا نئے سفر ہولناک سنگ میل جیسی ہو جائے گی تو اپنی پہچان کا حوالہ بھول جائے گا۔ اس لئے کہ تیری آنکھوں میں صحرا کی وحشتیں اور تیرے ذہن میں ادا سیوں کے مہیب جنگل کی تیرگی اٹھ کھڑی ہوگی۔ تیرے دل کی دھڑکن کے تسلسل میں روح کو کھولتی حدت بن جائے گی پھر تو میرے خلاف جوابی کارروائی کیسے کر سکے گا۔ میرے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور اور بے بس ہو جائے گا اور یوں دونوں طرف کے لشکریوں کو تیرا اور میرا مقابلہ دیکھنے کا لطف نہیں آئے گا۔ بہتر یہی ہے کہ مجھ پر حملہ آور ہونے میں پہل کر میں تیرے ذہن میں یہ بھی بات ڈال دیتا ہوں میں تھوڑی دیر تک تجھے بچوں کی طرز کھلاتا رہوں گا مقابلے کو طویل دینے کی کوشش کروں گا تاکہ کم از کم تیرے لشکریوں کو یہ احساس ہو جائے کہ تو نے کم از کم تھوڑی دیر کے لئے میرا مقابلہ کیا۔ اگر میں فی الفور وقت ضائع کئے بغیر تیرا گردن کاٹ دوں تو میرے لشکر کو اس مقابلے کا لطف نہیں آئے گا اور تیرے لشکریوں کو مایوسی ہوگی لہذا حملہ آور ہونے کی پہل تو ہی کرا سی میں تیری بہتری تیری بھلائی ہے۔

زرمان کی اس گفتگو سے گویا ایتاخ غصہ میں آگ بگولا ہو گیا تھا لیکن اس نے اپنے ضبط بندھن نہیں ٹوٹنے دیئے۔ چہرے پر اس نے مسکراہٹ بکھیری پھر کہنے لگا۔

دیکھ کم ظرف انسان! اگر تو خود اپنی مرضی اپنی رضا سے ہی اپنے لئے شب کی برسی ظلمت میں نفرت گزیدہ سوچوں اور اپنی بھکتی روح کے لئے بے شمار زاروں کے در کھولنا چاہتا ہے میرے لئے چاندی اجلی سوچوں، شبنم سی کوئل تازگی کے باب واکرنا چاہتا ہے تو یونہی سہی سنبھل! یہ وقت میری تیغ کا ہنر بتائے گا کہ تو مجھے بچوں کی طرح کھلاتا ہے یا میں تجھے موت کے اس میدان بھاگنے پر مجبور کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی ایتاخ زرمان پر حملہ آور ہوا۔ بالکل ایسے انداز میں جیسے ذہنوں میں ابدی کے سراپوں پر حقیقت کے گرم ساحلوں کی ہوائیں اٹھتی ہیں۔ جیسے بے کراں شام کے اطر میں سمندر کا سافسوں کھڑی کرتی چینی جھاگ اگلی موت کی طرح اپنا منہ کھولتی ہر چیز کو گھٹتی چلی

ہے۔ جواب میں زرمان بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایتاخ پر تلخ مزاج کی تعمیر کرتی مسلسل جلتی عضیلی آگ، جرائم کے تنغے سجاتی تخریب کے سائبانوں کی چھاؤں اور موسموں کی شدت میں فضا کا زہر گھلتی جھلتی لوکی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ زرمان امید لگائے ہوا تھا کہ وہ فسطیہ کی سلطنت کا سب سے بڑا اور مانا ہوا تیغ زن ہے اور یہ کہ وہ ایتاخ کو لکھوں کے اندر اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کچھ الجھنے لگا تھا۔ اس لئے کہ ایتاخ کی طرف سے جس رد عمل کی امید اس نے رکھی تھی ایتاخ اس سے کہیں زیادہ اس کے لئے ہولناک اور خوفزدہ کرنے والا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کی تلوار کو ندتی برق کی طرح ابھرتی اور گر رہی تھی۔ اس کی ڈھال بڑے منجھے ہوئے اور ہنرمند انداز میں اپنے دفاع کی تکمیل کرتی جا رہی تھی۔ زرمان حیران اور پریشان تھا کہ جس شخص کو اس نے اپنے سامنے بچوں کی طرح کھلانے کی دھمکی دی تھی وہ تو خود اسے بچوں کی طرح کھلانے پر تل گیا تھا۔

مقابلہ طویل پکڑنے لگا تھا۔ آہستہ آہستہ زرمان کے حملہ آور ہونے کی تازگی سوکھے ہونٹوں کی سلگتی پیاس، ہرنو کو بے امنگ ہر دامن کو تنگ کرتی بے سرو پا تھکے تھکے خیالات کی لہروں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جب کہ دوسری جانب ایتاخ کے حملہ آور ہونے کا جنون بیتوں میں بارود ڈھنوں میں آگ، لفظوں میں حدت، تن من میں زہر اور دل کی بے کراں گلیوں میں قہر بھر دینے والی بے انت کڑوی داستانوں کی طرح بوھتا چلا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک جب مقابلہ اور جاری رہا تب ہر آنکھ دیکھ سکتی تھی کہ زرمان میں تھکاوٹ کے آثار بری طرح نمایاں ہونے لگے تھے۔ ایتاخ کے حملوں کے سامنے اب اس کی حالت جڑوں سے اکھڑے پودے کی خشک اداس جھٹے، سوکھے پیڑ کی برہنہ شاخوں اور بے نور بیٹیوں کی بدترین مساتوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ بری طرح تھکاوٹ محسوس کرتے ہوئے وہ گاہے گاہے اپنا توازن بھی کھونے لگا تھا۔

ایتاخ، زرمان کی اس کیفیت اور حالت کو بھانپ چکا تھا۔ لہذا اس نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی اور سختی پیدا کر لی تھی۔ یہاں تک کہ زرمان اپنے پاؤں اپنا دفاع کرنے کی خاطر اس کے



آگے آگے بھاگنے لگا تھا۔ ایتاخ نے اپنے حملوں میں کمی نہیں کی اس کی تھکاوٹ اور اٹلے پاؤں بھاگنے سے وہ پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر چکا تھا۔ جوں جوں وہ حملے تیز کرتا جا رہا تھا۔ زمران پر بدحواسی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ اپنی تلوار اور ڈھال سے ایتاخ کے سامنے اپنا دفاع کرتے ہوئے اٹلے پاؤں بھاگتے ہوئے اس نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔

سنجھلنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ ایتاخ نے اس کے دائیں ہاتھ پر اس طاقت سے پاؤں کی ٹھوکر ماری کہ زمران کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔

اب ایتاخ نے دوسرا قدم اٹھایا اپنی تلوار بلندی کی۔ زمران بھی سمجھا کہ وہ اپنی تلوار بلند کر کے اس کو کاٹ کے رکھ دے گا لہذا اپنا دفاع کرنے کے لئے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ڈھال بلند کر لی تھی۔ ایتاخ پھر حرکت میں آیا۔ پاؤں کی ایک زوردار ٹھوکر جب اس نے ڈھال پر ماری تو زمران کے ہاتھ سے اس کی ڈھال بھی چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ ایتاخ نے اپنی تلوار نیچے کی اور کھولتے لہجے میں اس نے زمران کو مخاطب کیا۔

اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔ میں اس طرح تمہیں بے بسی کی حالت میں نہیں ماروں گا۔  
زمران کھڑا ہو گیا۔ ایتاخ تھوڑی دیر تک اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن کو رچشم اندہ سے دل کے انسان! میرے ساتھ مقابلے سے پہلے تو میرے دل میں سسوں کے نیزے گاڑنے اور افق کی گردن میں میری تباہی کی صلیب لٹکانے کی باتیں کرتا تھا۔ اب تو اداس اور پریشان کیوں ہے۔ کالے ذہن کے انسان! مقابلے سے پہلے تو تو میری زیست کے دائروں میں تنگ اور کڑوے کیلے لمحے وقت کے بیابانوں میں میرے دل کو جراثیموں سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا تھا۔

ذرا اب اپنی حالت کو دیکھ تو میرے سامنے ایسے کھڑا ہے۔ جیسے تیشے کے سامنے زبوں حال کلک۔ اب تو زمانے کی لوح پر مٹی پھانکتے لمحوں کی طرح چپ دشت گماں میں یادوں کی نمی اور پندار کے قید خانے کی طرح خاموش اور گرداب کی تہوں میں تہوں کی بے بسی اور ذلت کے تاریک کھنڈروں کی طرح پرسکوت کیوں کھڑا ہے۔ کچھ بول پہلے کی طرح میرے لئے دھمکی آمیز لہجہ تو اختیار کر مقابلے سے پہلے جیسا طبقاتی تضادم اور معاشرتی تضاد کا سا تیرا طرز مخاطب تھا وہ پھر میرے

لئے استعمال کر۔

وہوں کے پروردہ انسان اب وہ لمحے کہاں گئے جن کے اندر کھڑے ہو کر تو میرے ساتھ آسمان کی آنکھوں میں ریت کے گولے کھڑے کرنے کی بات کرتا تھا۔ اپنے محور سے لپٹ کر روتی زمین پر بے سلیقہ ہنگامے کھڑے کرنے کی دھمکی دیتا تھا۔ اب تو خیموں کی ٹوٹی ٹپا بوزوں زوال پذیر خدوخال ان کی دھبیوں کے نقوش اور اجڑے مناظر کی بستیوں جیسا ذلت آمیز اور بد حال کیوں کھڑا ہے۔ کچھ بول کہ تو میرے سر کے بدلے قسطنطنیہ کے بادشاہ نوفل بن میخائیل سے سوسرخ اونٹوں کا انعام حاصل کرنے والا تھا۔ اب وہ سرخ سواونٹ کون حاصل کرے گا۔ مقابلے سے پہلے میں نے تجھے کہہ نہ دیا تھا کہ سواونٹ تو بہت دور کی بات میں تو تیرے مقدر میں کسی کالے اور منحوس اونٹ کی دم تک نہیں رہنے دوں گا۔

تھوڑی دیر تک مزید چپ رہ کر ایتاخ اس کی طرف دیکھتا رہا۔ زمران جب پھر بھی کچھ نہ بولا تب ایتاخ حرکت میں آیا۔ زوردار انداز میں اپنی ڈھال اس کے سر پر دے ماری زمران چکرایا زمین پر گر گیا تھا۔ ایتاخ نے اسے اپنے پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ ساتھ ہی اسے دھاڑتی ہوئی آواز میں مخاطب کیا۔

اٹھ زمران! ایک بار پھر میرے ساتھ مقابلہ کر اس لئے کہ سواونٹ تیرا انتظار کر رہے ہیں اٹھ! ان کی نیل پکڑ کر قسطنطنیہ کی طرف کون جائے گا اٹھ! ساتھ ہی ایتاخ نے اسے پاؤں کی ٹھوکروں پر بری طرح رکھ لیا تھا۔ زمران بری طرح چیخنے چلانے اور ہاتھ جوڑ کر معاف کرنے کی التجا کرنے لگا تھا۔

اس کی یہ حرکت شاید ایتاخ کو بری لگی تھی۔ اس نے اپنی تلوار بلندی اور دھاڑتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بد بخت انسان! تو تو اس میدان میں میری موت کا گماشتہ بن کر اترتا تھا۔ اب ذلت آمیز انداز میں ہاتھ جوڑ کر اپنی جان بچانے کی کیوں کوشش کرتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی اپنی بلندی کی ہوئی تلوار ایتاخ نے گرانی اور زمران کو کاٹ کے رکھ دیا تھا۔

زمران کے مارے جانے سے رومنوں کے لشکر میں مایوسی اور سنسنی پھیل گئی تھی۔ اس لئے کہ

زرمان قسطنطنیہ کی سلطنت کا سب سے اچھا فتح زن خیال کیا جاتا تھا۔ رومنوں کے شامی حاکم طولک کو سو فیصد یقین تھا کہ زرمان ہر صورت میں مسلمانوں کے امیر ایٹاخ کی گردن کاٹ کر سوسرغ اونٹوں کا انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اب جو اس کی نظروں کے سامنے ایٹاخ نے بڑی آسانی سے اس کو مقابلے میں شکست دے کر اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ کے رکھ دیا تب اس کے لشکریوں کے ساتھ ساتھ خود طولک کی حالت بھی ناقابل برداشت تھی۔ زرمان کے مارے جانے سے طولک ہی نہیں ایک طرح سے اس کے لشکریوں پر بھی مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ سا چھا گیا تھا۔ دوسری جانب مسلمانوں کے لشکر میں ایٹاخ کی کامیابی اور زرمان کی موت سے خوشی کی ایک لہر پھیل گئی تھی اور مسلمان لشکریوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے تھے۔

زرمان کے ایٹاخ کے ہاتھوں مرنے سے رومنوں کے لشکر میں جو کیفیت طاری ہوئی تھی شام کا حاکم اور رومن لشکر کا سالار طولک اس کیفیت کو زیادہ دیر تک اپنے لشکریوں پر مسلط نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ لہذا اس نے مسلمانوں پر فی الفور حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے طولک مسلمانوں کے لشکر پر ہر شے کی ذات کی مٹی میں نارسائی کی لکیریں بکھیرتی کھلی سفاکیوں کی کہانیوں بھاگتی عمر کے صحرا میں رایگاں تلاش کے پیچھے بھاگتی چپ چھپاتی پاگل ہواؤں اور فکری کھیتوں میں بے مجاز ہونے کے دکھ پھیلاتے بے یقینی کے موسموں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جس وقت رومن مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اس وقت مسلمانوں نے یک زبان ہو کر ایسے انداز میں خداوند قدوس کی کبریائی کی تکبیریں بلند کیں جیسے وقت کے نگار خانے میں خاموشی کے قفل توڑتی قہرمانیت کی ان گنت شور کرتی لہریں اٹھ کھڑی ہوئی ہوں۔ یا فساد کی انہماکی ریتوں وقت کی کالی سیاست کے اندر لاسے الہ کی طرف سفر کرتے نوری سالوں کی طاقت بھری آواز پر طوفانی انداز میں ابھرنا شروع ہو گئی ہوں۔

تکبیریں بلند کرنے کے بعد مسلمان لشکر، اسحق بن یحییٰ، ایٹاخ اور اشناس کی سرکردگی میں جوانی کا رروائی کرتے ہوئے رومن لشکریوں پر سپنوں کی اڑتی دھول میں محفوظ راستوں سے نئی زندگی کو فنا کے گھات پر کھڑے کرتی، ازل سے بھٹکتی روجوں، سانسوں کے جنگل میں جبرست کرب، گزرتے زمانے کے جمالیاتی شعور میں ذات کی الجھنیں، ندامتوں کی بلندیاں کھڑی

دینے والے درد و فرقت کے گولوں اور بھاگتے زمانے کی دہلیز پر فتوحات کی بشارتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے اس طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے سے خود سر اور ستم پرور جذبات چاروں طرف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ طلسم خانہ ارض و سما میں ہر طرف قضا کی قہرمانیت ناچ اٹھی تھی۔ دیکھتے سورج تلے افق غبار آلود ہونا شروع ہو گئے تھے۔ موت کھرنے کھرنے الفاظ کے ساتھ چار سو رقص کناس ہو گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد اسحق بن یحییٰ، ایٹاخ اور اشناس کے جان لیوا اور تیز حملوں کے سامنے طولک اور اس کے لشکریوں کی حالت آنسوؤں کے سمندر میں بھیگی ریت، دشت مدعا میں بھٹکتے گولوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر جب ان تینوں نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کی اور مسلمان لشکر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان کی اگلی صفوں کو چیرتے ہوئے پچھلی صفوں کو بھی ادھیرنے لگے تب رومنوں کے دل کبیدہ اور تن دریدہ سر بریدہ ہونا شروع ہو گئے تھے اور وہ اپنے آپ کو میدان جنگ میں بے سطوت و بے تنگ و نام محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں بچنے کے لئے ادھر ادھر کھسکنے لگے تھے۔ جب کہ مسلمانوں کے حملوں میں ابھی تک صبح کے نوری سی شادابی لذت کی گراں باری جیسی تازگی، فکر کی رفعت، جذبوں کی صداقت اور احساس کی ندرت رقص کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد طولک اور اس کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ طولک بھاگ کھڑا ہوا۔ باہم مشورہ کرنے کے بعد اسحق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ وہیں رہا تاکہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے علاوہ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر سکے۔ جب کہ ایٹاخ اور اشناس دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ شکست کھا کر بھاگتے دشمن کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

ایٹاخ اور اشناس نے جبل طاروس کے اندر در تک اپنے آگے بھاگتے طولک کا تعاقب کیا۔ پھر وہ ان میدانوں کی طرف لوٹ گئے تھے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

جب وہ میدان جنگ میں پہنچے تو ان کی آمد سے پہلے اسحاق بن یحییٰ نے چھوٹے سالاروں کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ زخیبوں کی دیکھ بھال کی جا چکی تھی۔

ایٹاخ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

میرے محترم! طولک کوئی قسطنطنیہ کی طرف تو نہیں بھاگ گیا۔ وہ یہیں کہیں جبل طالوس کی بھول بھلیوں میں اس بات کا منتظر ہوگا کہ کب ہم لوٹتے ہیں اور کب وہ مسلمان علاقوں پر چڑھ دوڑتا ہے۔ وہ بڑا عیار شخص ہے اور ابھی بھی اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ اس کے علاوہ انا طولیہ کے میدانوں اور قسطنطنیہ سے مزید لشکری بھی جس وقت چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ جبل طالوس کے غریب علاقوں کی طرف اس نے ایک تربیت گاہ بنا رکھی ہے۔ جہاں ہمہ وقت لشکری زیر تربیت رہتے ہیں انہیں بھی وہ ہمارے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔

ان علاقوں میں آنے کے بعد ہمارے طلایہ گروں، مخبروں نے جو اطلاعات فراہم کی ہیں ان کی روشنی میں میں نے کچھ فیصلے کئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے فیصلوں سے اتفاق کریں گے۔ آپ کل اپنے لشکر کے ساتھ واپس سامرہ کی طرف چلے جائیں۔ میں اور اشاس دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چند ہفتوں تک یہاں قیام کریں گے۔ اگر ہم بھی آپ کے ساتھ واپس سامرہ کی طرف چلے گئے تو یاد رکھیے گا طولک اپنے لشکر کے ساتھ لوٹے گا اور ہماری سرحدی بستیوں پر چڑھ دوڑے گا اور سرحدی لوگوں سے وہ انتقام لے گا جس کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے۔ لہذا امیر اور اشاس کا یہاں قیام کرنا بہت ضروری ہے جس جگہ ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ پڑاؤ میں یہاں سے اٹھالوں گا اور کوہستان طاروس کی محفوظ جگہ اپنا پڑاؤ کروں گا۔ ایسا کر کے میں طولک اور اس کے لشکریوں کو یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری سرحدی بستیاں غیر محفوظ نہیں کہ وہ جب چاہے ان پر چڑھ دوڑے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ایٹاخ رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

اسحاق بن یحییٰ! میرے محترم! اس سلسلے میں مجھے امیر المومنین معتصم کی طرف سے کوئی احکامات نہیں ملے جو فیصلے میں کر رہا ہوں یہ میرے ذاتی فیصلے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آپ اور امیر المومنین اس سلسلے میں مجھ سے اختلاف رائے نہیں رکھیں گے۔ میں یہ سب کچھ اپنے سرحدی مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر کر رہا ہوں۔ آپ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ لوٹ جائیں فی الحال بائیک خرمی کی طرف سے بھی ہمیں کوئی بڑا خطرہ نہیں اس کے ایک سالار ریا م کو میں نے گرفتار کر رکھا

اپنی خیمہ گاہ کی طرف جانے کی بجائے ایٹاخ اور اشاس اسحاق بن یحییٰ کی خیمہ گاہ کی طرف گئے جب وہ خیمہ گاہ سے باہر اپنے گھوڑوں سے اترے تب خیمے کے اندر سے ایک ساتھ اسحاق بن یحییٰ اس کی بیوی عمران، بیٹی عیمہ، قسطنطنہ اور ایک سیہ نکلے اسحاق بن یحییٰ ان دونوں کی طرف بڑھاتے ہیں۔ تک وہ اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔ اسحاق بن یحییٰ نے آگے بڑھ کر باری باری دونوں سے مصافحہ کیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! اس جنگ میں تم دونوں کی کارگزاری قابل تعریف رہی ہے۔ ایٹاخ! میرے بیٹے! خصوصیت کے ساتھ میں تمہاری تعریف ضرور کروں گا کہ انفرادی مقابلے میں تم نے زرا جیسے قسطنطنیہ کے مانے ہوئے تیغ زن کو اپنے سامنے زیر کیا۔ وہ بیچارہ سوسرخ اونٹوں کی آس آیتا تھا لیکن تم نے اس کے مقدر میں موت کے کھٹکتے ہوئے سکے ڈال دیئے۔ بیٹے میں تمہاری کارگزاری سے اتنا خوش اور مطمئن ہوں کہ میں الفاظ نہیں تلاش کر سکتا جنہیں استعمال کر کے میں کم از کم تیری کارگزاری پر تعریف نہ سہی اپنے اطمینان ہی کا اظہار کر سکوں۔

ایٹاخ، اسحاق بن یحییٰ کے ان الفاظ کا کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عیمہ اپنے باپ اسحاق بن یحییٰ کے قریب آئی اور دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اے میرے باپ! یہاں باہر کھڑے ہو کر ان دونوں سے بات کرتے رہیں گے یا اپنے بیٹے میں بھی چلیں گے۔

اس پر اسحاق بن یحییٰ مسکرا دیا اور ایٹاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بیٹے! یہاں کھڑے رہنے کی بجائے خیمے میں چل کر بیٹھتے ہیں۔

ایٹاخ بھی مسکرا دیا۔ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہی پکڑے کہنے لگا۔

نہیں میرے محترم! میں ذرا اشاس کے ساتھ اپنے لشکر میں جاؤں گا۔ تعاقب کے بھی ہمارے کچھ لشکری زخمی ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے ان کی دیکھ بھال پھر دوسرا کام۔

ان الفاظ پر اسحاق بن یحییٰ مسکرایا۔ پھر کہنے لگا۔

جس مقصد کے لئے ان علاقوں کا ہم نے رخ کیا تھا وہ مقصد تو ہم حاصل کر چکے۔ روڈ کو ہم بدترین شکست دے چکے ہیں۔ رومنوں کا شامی حاکم طولک اپنے لشکر کے ساتھ شکست بھاگ چکا ہے۔ اب تمہارے خیال میں ہمیں اگلا قدم کون سا اٹھانا چاہئے۔

ہے۔ اب وہ سوچ سمجھ کر ہی ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا ویسے میرا اندازہ ہے کہ وہ ریا م کا۔  
سے انتقام ضرور لینے کی کوشش کرے گا۔ اسی خاطر سمدان کے قلعے میں میں نے اپنے عرب جرنیلا  
بن یوسف کو ٹھہرا دیا ہے۔ وہ وہاں اپنے لشکر کے ساتھ محفوظ ہے اور اسی قلعے سے نکل کر ان بستیوں  
اور چھوٹے چھوٹے قلعوں کو از سر نو آباد کرنے کی کوشش کرے گا جنہیں بابک خرمی اور اس  
سالاروں نے ویران اور تباہ کر رکھا ہے۔

جہاں تک بابک خرمی کے قلعے سمدان کے حاکم اور سالار ریا م کا تعلق ہے تو آپ جانتے رہے  
کل اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ اور اسے امیر المومنین کے سامنے پیش کریں وہ جو فیصلہ اس  
بارے میں کریں گے وہی ہمارے لئے آخری ہے۔  
جب تک ایتاخ بولتا رہا۔ اسحاق بن یحییٰ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مکر  
رہا۔ ایتاخ جب خاموش ہوا تو اس نے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہاں فی الوقت واقعی ہی  
کوئی لشکر رہنا چاہئے جو طولک کے حملوں کے سامنے اپنی سرحدی بستیوں کا دفاع کر سکے۔ بہرہ  
میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کل یہاں سے  
سامرہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے شناس کی طرف دیکھا۔ نگاہوں  
دونوں نے کچھ فیصلہ کیا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

میں اور شناس اب جاتے ہیں۔ طولک اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کرنے کے  
ہمارے جو لشکری زخمی ہوئے ہیں ان کی دیکھ بھال کرنا بھی ہمارے اولین فرائض میں شامل  
اس کے ساتھ ہی ایتاخ اور شناس دونوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

☆.....

اگلے روز صبح ہی صبح جس وقت ایتاخ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ عمیمہ خیمے میں  
ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ایتاخ ایک دم اپنی نشست پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عمیمہ مسکراتے ہوئے آگے  
وہ برابر بڑے غور سے ایتاخ کی طرف دیکھے جارہی تھی۔ اس کے اس انداز سے ایتاخ کے چہرہ  
دور دور تک پریشانیاں بکھر گئی تھیں۔ عمیمہ جب اس کے قریب ہوئی تو اسے مخاطب کر کے ایتاخ

میری بہن! خیریت تو ہے؟ تو اکیلی آئی ہے۔  
عمیمہ نے حیرانگاہوں سے ایتاخ کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔  
دیکھا آپ سمجھتے ہیں کہ کسی کو میرے ساتھ بھی آنا چاہئے تھا؟ یا یہ کہ آپ یہ امید رکھتے ہیں  
پ کے پاس آنے کے لئے کسی اور کو بھی میرے پاس ہونا چاہئے تھا۔  
ایتاخ ہلکے سے مسکرا دیا کہنے لگا۔

نہیں! میری بہن! ایسی کوئی بات نہیں۔ بہر حال کہو خیریت تو ہے۔ تمہارا اس طرح آنا بغیر  
وجہ اور علت کے نہیں ہے۔ کہو کیا معاملہ ہے۔

عمیمہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی پھر دھیمے سے لہجے میں وہ ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔  
ایتاخ میرے بھائی! اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ کوئی لڑکی آپ کو چاہتی ہے۔ آپ سے  
کر رہی ہے۔ تو پھر آپ کے کیا تاثرات ہوں گے۔

ایتاخ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ پھر تلخ سے لہجے میں کہنے لگا۔  
عمیمہ! میری بہن! ایک ایسا شخص جس کی زندگی راستوں سے الجھے بے اطمینان سایوں سے  
بدرہن ہو اس کے لئے کون سوختہ سوختہ چراغوں، بجھی بجھی شعلوں، زخم زخم بدن خواب خواب  
نایندہ نیند خواہشوں کے انتظار کے داغ برداشت کرتا ہے۔

میری بہن! خدائے لم یزل کی اس زمین پر کوئی ایسی ہستی نہیں جو اپنے حرم جان کے شہر میں  
لے لئے جذبول کی مہک، کوئی شیریں سخن، کوئی خوش رنگ خواب رکھتی ہو۔

میرا کوئی عزیز و اقارب نہیں جو مجھے چاہتا ہو۔ مجھے پسند کرتا ہو۔ کوئی قریبی خونی رشتہ بھی نہیں  
جس کے دل میں میرے لئے درد کی ہوک اٹھے تم جانتی ہو میں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ غلام  
شیبت سے گزارا ہے اور غلام کی زندگی یادوں کے صحن میں اڑتے خشک پتوں، تھکن سے چور  
ٹی کے صحرابستی بستی پھیلتی لا حاصلی سے بھی بدرہن ہوتی ہے۔ غلامی بے بسی اور لا چارگی کے دھبے  
انداور امر تل کی صورت دھیرے دھیرے پھیل کر روح کی گہرائیوں تک کو اپنے اثر میں لے  
ہے۔ غلامی جڑے مناظر کی بستیوں میں جسموں کا فاصلہ بڑھاتی ہے۔ میری بہن! کون خیموں  
نی ملتا ہوں اور کدھ کدھ کر جلنے کے بعد ٹھٹھرتے چراغوں کو اپنے گھر کی زینت بناتا ہے۔



بیوی کی حیثیت سے وہ رہی نہ اس کی رخصتی ہوئی نہ۔۔۔۔۔

عمیمہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کانٹے ہوئے ایٹاخ بول پڑا۔

مانا کچھ نہ سہی رخصتی نہ ہوئی اس کے ساتھ ازدواجی زندگی بھی بسر نہ کی بیوی کی حیثیت سے اس کے ساتھ نہ رہی لیکن دونوں کے درمیان ایک بندھن تو ہے۔ جسے توڑا نہیں جاسکتا۔

عمیمہ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگی۔

ایٹاخ میرے بھائی! وہ بندھن تو کب کا ٹوٹ چکا اس لئے کہ جس وقت یہ بندھن باندھا تھا اس وقت ایکاسیہ نصرانی تھی۔ اب دونوں ماں بیٹی نے چونکہ اسلام قبول کر لیا ہے لہذا وہ بندھن بندھن نہیں رہا۔ اب ایکاسیہ آزاد ہے۔ جب اور جس وقت چاہے اپنی محبت کے پرتو کو سامنے رکھوئے اپنی نئی زندگی کی ابتدا کر سکتی ہے۔ کسی کی بیوی بن سکتی ہے کسی کے گھر کو آباد کر سکتی ہے۔ اب کوئی پابندی اور قدغن نہیں ہے۔

عمیمہ کے اس انکشاف پر لمحہ بھر کے لئے ایٹاخ کے چہرے پر خوش گوار مسکراہٹ کھلی تھی۔ سوچتا رہا پھر عمیمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عمیمہ میری بہن! جو گفتگو تم نے مجھ سے کی ہے ایسی گفتگو کرنے کے لئے کیا ایکاسیہ نے میری طرف بھیجا ہے؟

عمیمہ پھر مسکرائی کہنے لگی۔

بھائی اس نے مجھے نہیں بھیجا بلکہ میں خود آئی ہوں اور اسے بھی ساتھ لے کے آئی ہوں جاری اس وقت آپ کے خیے سے باہر کھڑی ہے شرماتی ہوئی اندر نہیں آ رہی تھی۔ میں! کھینچ کر اندر لانا چاہا لیکن نہیں آئی یہ گفتگو میں نے خود آپ سے کی ہے۔ اس لئے کہ ایکاسیہ اپنی بہن سمجھتی ہوں وہ مجھ پر اپنی محبت کا انکشاف بھی نہ کرتی لیکن میں نے ہی اسے مجبور کیا! نے حقیقت حال سے مجھے آگاہ کیا۔ جس وقت اشناس اور آپ دونوں اپنے لشکر کو لے کر

خرمی کے قلعے سمدان کو روانہ ہوئے تھے تو آپ کی ردا گئی کے وقت میں نے دیکھا ایکاسیہ۔ اداس افسردہ اور غمگین ہوئی تھی اس کی اس حالت سے میں نے اندازہ لگالیا کہ آپ کی ردا کی رخصتی اسے گراں گذری ہے۔ آپ کے جانے کے بعد میں نے اسے کریدا۔ میرے کر اس نے تسلیم کر لیا کہ وہ آپ کو چاہتی ہے۔ آپ سے محبت کرتی ہے اور آپ کو اپنی زندگی

بنانے کا ارادہ اور خواہش رکھتی ہے۔ اب بولو میرے بھائی تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو۔

ایٹاخ نے پھر کچھ سوچا اور اس کے بعد وہ کسی قدر دھیمے مگر پرسکون لہجے میں کہ رہا تھا۔

عمیمہ میری بہن! کبھی کبھی شکر فی رنگوں کی روشنی کے میلے میں اماوس رتیں بھی گھس آتی ہیں۔ کبھی خوابوں کی خود کش رتوں میں روشنی کے سفیر اندھے ہو جاتے ہیں۔ کبھی تن کو اجلا کر دینے والے پاتھوں کے دیپ من کی کنیا میں گیلی لکڑی بن کر سلگ اٹھتے ہیں۔ کبھی دل کی انوکھی کلی میں اوس میں رنگ چگتی سورج کی پوریں دلوں کی لوح پر بے خانماں نگاہوں کی کہانیاں بھی لکھ جاتی ہیں۔

میری بہن میں ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر لایا تھا وہاں وہ مصیبت میں تھی۔ ہر وقت اپنی اس کے ساتھ خطرات میں گھری رہتی تھی۔ ہو سکتا ہے میرے اس فعل کو اس نے پسند کیا ہو اور میرے احسان تلے دب کر وہ میری طرف مائل ہوئی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے اسے میری زندگی کے حالات کا علم نہ ہو کہ میرا پس منظر اور پیش منظر کیا ہے۔ میرا مرضی کیا ہے۔ حال کیا ہے۔ اور میرا حال کس مستقبل کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اسے یہ بھی پتہ نہ ہو گا کہ میں اپنے خاندان کا واحد فرد ہوں کوئی آگ آچھا نہیں۔ ماں باپ بہن بھائی میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ اس کے ذہن میں بس یہی ات سائی ہوگی کہ میں امیر المومنین مقتصد کے لشکریوں کا ایک اچھا سالار ہوں۔ شاید اس کے ذہن میں یہ بات کبھی کسی نے نہ ڈالی ہو کہ اپنے موجودہ منصب سے پہلے میں ایک انتہائی بے بسی کی لاما نہ زندگی بسر کرتا رہا ہوں۔ میری بہن! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں اس سلسلے میں ایکاسیہ سے علیحدگی میں گفتگو کر سکوں۔ پورے حالات اس پر واضح کروں تاکہ میرے متعلق وہ کسی شک شبہ اور غلط فہمی کا شکار نہ رہے۔ میری بہن! کیا تم مجھے موقع فراہم کر دو گی کہ میں علیحدگی اور تنہائی میں ایکاسیہ سے کس موضوع پر گفتگو کر سکوں۔

ایٹاخ کا جواب سن کر لگتا تھا۔ عمیمہ کسی حد تک مطمئن اور خوش ہو گئی تھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

میرے بھائی! کیوں نہیں میں جاتی ہوں۔ ایکاسیہ کو اندر بھیجتی ہوں۔ آپ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر اس سے گفتگو کر لیں۔ اس کے ساتھ ہی عمیمہ مڑی اور خیمے سے نکل گئی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایکاسیہ آہستہ آہستہ تول تول کر قدم رکھتی ہوئی خیمے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ

ایتاخ کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔ ایتاخ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا ایکسیہ پہلے ہی بول پڑی۔

امیر! مجھ سے گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے یہ نہ کہنے گا کہ آپ اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا غلامی میں گزار چکے ہیں۔ خدا کے لئے مجھ سے یہ بھی نہ کہنے گا کہ آپ کے ماں باپ، بہن بھائی ہیں۔ اور آپ ایک تنہا، مجرد اور بے بس انسان ہیں۔ اتنا کہنے کے بعد ایکسیہ لمحہ بھر کے لئے رکی کپکپاتی اور روہانسی آواز میں ایتاخ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

امیر! جو نو جوان خون انگلتے معرکوں، انوکھے سرگرم رن میں کھڑا ہو کر اسرار کائنات کی کشتائی کرنے والے عناصر کی طرح موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکے، جو نو جوان شمر کرتے بگولوں، مقدر میں مقتل کی دیرانیاں پھیلاتی ازل کی تختیوں پر کھڑا ہو کر روشنی کے حوزہ کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔ جو نو جوان غم کے چڑھتے طوفانوں، ماتی فضاؤں کی آہوں میں کھڑا بھی برہنہ سر بیٹیوں، دو شیرازوں کی لٹی عصمتوں، آہوں میں دم توڑتی ماؤں کی لوریوں اور خون ہاتھوں سے بہنوں کے صندوق پیکروں کی حفاظت کر سکتا ہو۔ غلامی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

امیر پھر غلام ہونا کوئی گناہ تو نہیں۔ غلامی عناصر کا توازن تو نہیں بگاڑ دیتی۔ لوح میزا عبارت کو ہلکا تو نہیں کر دیتی۔ آتش شہر کے اجالے کو مدہم تو نہیں کرتی۔ حیات جاوداں کی بٹا کو ختم اور صدائے کن کی دھن پر رقصاں ذروں کے سینے کی دھڑکنوں کو تمام تو نہیں کر دیتی۔

امیر! اگر آپ اپنی زندگی کے زیادہ حصے میں غلام رہے ہیں تو یہ کوئی بکلی کی بات نہیں آپ تو ان جوانوں میں سے ہیں جو اغراض کو ایثار کی خوشبو اور ارادے، جستجو، فکر و عمل کو یکجا کر ہنر جانتے ہیں۔ آپ جیسے جوان ہی ظلمت کو ضیاء، دعائے خیر کی امیدوں کو لمحہ ایجاب میں کر سکتے ہیں آپ جیسے جوان ہی اپنی جنبش یک نظر سے بے شرم خواہوں کو پھولوں کا تسیم، تہرؤں کے انداز کو شبی چاپ اور نفرت گزیدہ الفاظ کو سحر کی تازگی میں تبدیل کرنے کی صنایع جانتے مجھ سے یہ بھی نہ کہنے گا کہ آپ کا ماضی انتہائی بے بسی میں گزرا آپ کا حال اور مستقبل کیسا ہے نے نہ آپ کے ماضی سے محبت کی ہے نہ حال اور مستقبل سے، میں نے تو صرف آپ کی ذچاہا۔ امیر! خدا کی قسم اگر آپ ایک غلام کی حیثیت سے بھی میرے سامنے آتے تو میں شاداب دلی سے اپنے تن من دھن کی ساری محبت ریلے جھونکوں تلیوں کی طرح اترے!

دھنک کے رقصاں رنگوں، پھولوں کی امدنی خوشبو، راگ کے سارے سروں، بہاروں میں اڑتے حسین خواہوں اور خوش رنگ کلیوں کی طرح اپنی محبت کو آپ پر نچھاور کر دیتی۔ امیر! میری محبت آپ سے ایسے ہی ہے جیسے قہر سالی کے سم میں رازدار روح بوندوں کے رقص کی طرح کسی پر نچھاور ہونے کے درپے ہو۔

جب تک ایکسیہ بوٹی رہی اس کے سامنے کھڑے ایتاخ کی گردن جھکی رہی خوشی میں اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ایکسیہ بے چاری پکھل کے رہ گئی تھی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے پھر بول پڑی۔

امیر! آپ فراموش لمحوں کی طرح چپ اور عذاب بے نوائی کی طرح خاموش کیوں کھڑے ہیں۔ آپ نے ندامت کے انداز میں سر کیوں جھکا رکھا ہے۔ گردن سیدھی کریں میری طرف دیکھیں۔

ایتاخ نے گردن سیدھی کی۔ ایکسیہ کی طرف دیکھا اس کے لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں نمی تھی۔ سر پر بندھے ہوئے انگوچھے سے اس نے اپنی پرخم آنکھوں کو صاف کر لیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا پر اس سے پہلے ہی ایکسیہ بول پڑی۔

امیر! میں تو آپ کو اپنے پیکر کا نگہبان، آنکھوں کے طاقوں میں آس اور امید کا دیپ سمجھ کر سجا چکی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے اس خیمے میں آپ اور عیمہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ میں خیمے سے باہر کھڑی ہو کر ساری سن چکی ہوں۔ امیر! آپ میرے معاملے میں کسی الجھن میں نہ پڑیے گا اگر آپ اپنے ماضی میں غلام رہے ہیں تو یاد رکھیے گا میں بھی قسطنطنیہ میں ایک عرصہ تک جلتی آزادی میں قطرہ قطرہ پکھلتی رہی ہوں۔ ذرہ ذرہ سلگتی جھلتی رہی ہوں۔ وہ اس لئے کہ وہاں کوئی میرا تحفظ کرنے والا نہ تھا۔ مجھے کسی ایسے ساتھی کی تلاش تھی جو میرے تن من کے علاوہ میری عزت و آبرو کا محافظ اور چوپان بن کر میرے سامنے آئے۔ امیر! ماہ و سال کے یونہی سمٹتے رہنے سے جہاں میرے عہد طفلی کی بساط سمٹ چکی ہے۔ وہاں آپ کے غلامانہ دور کی بے رحم فضاؤں کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے۔ میرے متعلق اس سے پہلے عیمہ آپ سے بہت کچھ کہہ چکی ہے۔ میں آپ سے صرف یہ کہوں گی کہ آپ کی محبت اب میرے لئے بوسوں کی گداز نرمیوں، نغموں کے بے پناہ لوح بساطوں

تمہارے دامن اور جھولی کو یہاں سے اپنی محبت سے بھر کے رخصت کروں گا۔

ایکا سیہ آگے بڑھے پیارے اور موہ لینے والے انداز میں اس نے ایتاخ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے ایک عجیب سی سرشاری میں کہنا شروع کیا۔

آپ نے اپنے جواب سے مجھے قرونوں کے فاصلوں میں جبر کی بکھرتی بساط تلے دفن ہونے سے بچالیا ہے۔ آپ نے مجھے قطرہ قطرہ زہر برساتی رات اور سرخ ازل کی اندھی کوکھ کا شکار ہونے سے محفوظ کر دیا ہے۔ آپ کے جواب نے میرے وجود کو اجنبی لذتوں اور لطافتوں کے پھیلے طلسم سے آشنا کر دیا ہے۔ آپ نے مجھ سے محبت کا اظہار کر کے میرے دل میں سرگوشیاں پہننے درپچوں سے گزرتی اور آہستگی سے خوشبو بکھیرتی ہواؤں کی بشارت بھردی ہے۔ آپ نے میری بصارت کو کاسے گل میں قطرے گراتی شبہم جیسا سکون اور میرے تن کو جذب و شعور کی چلن کے پس منظر میں محفوظ عہد خوش مقدر سے ہمکنار کر دیا ہے۔ اگر آپ مجھ سے محبت کا اظہار نہ کرتے اجنبیت برتتے تو پھر یقیناً میری حالت ہجر کتاب کے خونی صفحے پر لکھی کالی راتوں، بخر دنوں کی بدترین داستانوں، دل میں راکھ بکھیرتی دہشت، سسکتی اور ریزہ ریزہ بکھرتی یادوں سے بھی زیادہ ذلت آمیز ہو کر رہ جاتی۔ یہاں تک کہنے کے بعد ایکا سیہ خاموش ہو گئی۔ ایتاخ نے مثبت جواب کے اسے لبوں سے پھوٹی خوشیوں کے شراروں جیسا پر سکون امن کی رنگین ریشمی رتوں جیسا خوش کن اور طلسموں کے حیرت کدوں جیسا آسودہ بنا کے رکھ دیا تھا۔ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتی ہوئی وہ پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ کھٹکھارتے ہوئے عیمہ خیمے میں داخل ہوئی۔ اور جلدی جلدی ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میں نہیں جانتی آپ دونوں نے میری غیر موجودگی میں کیا گفتگو کی ہے۔ باہم مل کر کیا فیصلہ کیا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے ہو یکجائی کی منزل پر کھڑے ہوئے ہو یا اپنے درمیان تم دونوں نے دوریاں پیدا کر لی ہیں۔ بہر حال یہ ساری باتیں میں تم سے بعد میں کروں گی۔ پہلے تم سے یہ کہوں کہ سب لوگ آپ کے خیمے کی طرف آرہے ہیں۔ لہذا آپ دونوں سنبھل جائیں۔

کے حریری طلسم اور آپ کی چاہت میرے جسم میری روح میں مہکتے اجالوں اور گنگناتی روانیوں کی حیثیت رکھتی ہے۔ امیر! میں جانتی ہوں آپ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں رہیں۔ جب کہ مجھے اور میری ماں کو اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کے ساتھ تھوڑی دیر تک واپس سامرہ کی طرف کوچ کرنا ہے۔ میں وہموں کے خوابوں میں کرتی چکھوا اور نوچہ گروں کے بے انت کھرام کی طرح آپ سے رخصت نہیں ہونا چاہتی۔ میں اپنے دامن میں کل لمحوں کے روپ جیسی آپ کی محبت، علم کے موتیوں بھری جھیل جیسی آپ کی چاہت اپنی جھولی میں تن من میں جوت جگاتی آپ کے پریم کی اجد لے کر یہاں سے رخصت ہونا چاہتی ہوں۔ آپ جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر تک ہم یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔ اب آپ بتائیں۔ آپ یوں رخصت ہوتے وقت میری جھولی میرے دامن میں خواب جزیروں میں خاک اڑاتی دلوں میں ریت آنکھوں میں نمی اور اجاز راستوں کے قافلوں میں تہائی کا زہر پھیلاتی اجنبیت دیتے ہیں یا دل کے گلدانوں میں مہکتی خوشبوئیں آنکھوں میں مہر وانجمی فسوں خیز روشنی اور فطرت کے برہنہ پن کو دور کرتی محبت دیتے ہیں۔

ایکا سیہ خاموش ہو گئی تھی۔ اور پر امید آنکھوں سے وہ ایتاخ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس لو ایتاخ کی آنکھوں میں شوخی ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم چہرے پر خوشیاں بکھیرتے ان گنت رنگوں کی رعنائی دیکھی جاسکتی تھی۔ تھوڑی دیر تک دونوں چپ رہے پھر اس خاموشی کو ایتاخ نے توڑا ایکا سیہ طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایکا سیہ! اس میں شک نہیں کہ میں نے آج تک اپنی زندگی کا بیشتر حصہ درد کی گھائیوں اور آگے سر جھکاتی اسیری میں بسر کیا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ آج تک کسی دوشیزہ نے اپنی پھول آنکھوں میں میرے لئے جھلمل لہروں جیسی محبت کی صندوقیں کہانیاں نہیں سجائیں۔ آج تک کسی بھی لڑکی نے اپنے عرصہء باطن میں سحر کے بکھرے جمال جیسا نشہ قرب نہیں پھیلا یا۔ آج تک کسی بھی لڑکی نے اپنے لبوں کی رنگین فصیلوں پر میرے لئے کھکشاں کے چمکتے ستاروں جیسی جہ نہیں سجائی۔ تم پہلی لڑکی ہو جس نے میرے دل کے دروازے پر شفاف موتیوں جیسے لمحہ دصال دستک اور میرے دل کے نہاں خانوں میں صوت و آہنگ اور کیف و رنگ سے بھر پور جذب و کش کی لہروں سے بھر پور انمول پیش کش کی ہے۔ میں تمہاری محبت کی قدر کروں گا۔ یہاں سے رخصت ہوتے وقت میں تمہارے دامن تمہاری جھولی میں مایوسیاں اور بے گانگیاں نہیں بھروں



ہے۔ جس سے متعلق آپ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ اس موضوع پر آپ کو میری طرف سے اچھا اور مثبت جواب مل گیا ہے۔ اب آپ دوسرے موضوع پر گفتگو کریں۔

اسحاق بن یحییٰ نے کچھ سوچا پھر وہ ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹے! دوسرا موضوع یہ ہے کہ میں جب سامرہ جاؤں گا تو مقسم مجھ سے یہ پوچھے گا کہ ایتاخ اور اشاس کب تک سامرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ تم نے جو یہاں رکنے کا فیصلہ کیا ہے یہ امیر المومنین مقسم کی طرف سے نہیں بلکہ یہ تمہارا ذاتی فیصلہ ہے۔

ایتاخ مسکرایا پھر اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

اگر اس سلسلے میں امیر المومنین آپ سے پوچھیں تو ان سے میری طرف سے کہیں کہ میرا اور اشاس کا یہاں رہنا انتہائی ضروری اور اہم ہے اگر اس محاذ کو ہم نے کھلا چھوڑ دیا تو یاد رکھنا طولک پھر پلے گا اور مسلمانوں کی بستیوں میں تباہی و بربادی کا وہ کھیل کھیلے گا جو اس سے پہلے کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ جب تک میں ان علاقوں میں اپنی مرضی کے مطابق حالات درست نہیں پاتا ہوں اس وقت تک میں یہاں قیام کروں گا۔

ایتاخ کے خاموش ہونے پر اسحاق بن یحییٰ پھر بول پڑا۔

لیکن امیر المومنین تمہیں زیادہ عرصہ یہاں قیام نہیں کرنے دیں گے اس لئے کہ سلطنت میں ہمہ وقت تمہاری ضرورت رہتی ہے۔ تم امیر المومنین کے جنگ کے مشیر بھی ہو لہذا اگر یہاں اپنے قیام کو تم طول دینا چاہتے ہو تو پھر میرے خیال میں امیر المومنین خود سامرہ طلب کر لیں گے۔

ایتاخ مسکرایا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

اگر امیر المومنین ایسا کرتے ہیں تو پھر کم از کم وہ یہ تو ضرور کریں گے کہ میری جگہ کسی اور سالار کو یہاں بھیجیں گے جو رومنوں کے مقابلے میں یہاں دفاع کا بند باندھ سکے۔ بہر حال یہاں ہمارے کسی نہ کسی لشکر کا رہنا بے حد ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

بیٹے! بس میں ان ہی دو موضوعات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ تم نے میری تسلی کر دی ہے اب میں اپنے لشکر کے ساتھ رخصت ہوں گا اور سامرہ کا رخ کروں گا۔

ایتاخ نے عمیمہ کا شکریہ ادا کیا پھر وہ ایک نشست پر بیٹھ گیا اور اس کے سامنے ایک علیحدہ نشست پر ایکاسیہ اور عمیمہ ہو بیٹھی تھیں چند ہی ساعتوں بعد خیمے میں ایکاسیہ کی ماں قسطونہ اسحاق بن یحییٰ، اس کی بیوی اور عمیمہ کی ماں غمران اشاس داخل ہوئے۔ ایتاخ۔ ایکاسیہ اور عمیمہ نے اپنی جگہوں سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ سب جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ایتاخ کو کچھ خیال گزرا اور اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

مجھے تھوڑی دیر پہلے خیال آیا کہ زیر آپ کے ساتھ کیوں نہیں آیا۔ مجھے اپنی حماقت پر فحش آئی کہ میں نے اس سے پہلے زیر کے متعلق کیوں نہ پوچھا اس پر اسحاق بن یحییٰ نے ایک تہنید کا پھر شفقت آمیز آواز میں وہ ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بیٹے پہلے زیر کا ارادہ تھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی لشکر میں شامل ہوگا۔ لیکن بعد میں نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ میں اس کے اس ارادے سے خوش بھی ہوا اس لئے کہ ابھی وہ مکتب میں ہے۔ اگر ہمارے ساتھ یہاں آجاتا تو اس کا کافی حرج ہوتا۔ لہذا وہ سامرہ ہی میں رہ گیا ہے۔ اپنی تعلیم کا حرج نہیں کرنا چاہتا۔ بیٹے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے بیٹے زیر کے متعلق پوچھا۔ میں دو موضوعات پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

تھوڑی دیر پہلے عمیمہ اور ایکاسیہ کی ماں قسطونہ نے غمران اور مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ ایکاسیہ تمہیں چاہتی ہے۔ تم سے محبت کرتی ہے۔ تمہیں اپنا جیون ساتھی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں میرے خیال میں ایکاسیہ سے علیحدگی میں تمہاری گفتگو بھی ہوئی اس کا اہتمام میرے خیال میں عمیمہ نے کیا ہے۔ ایتاخ تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم دونوں نے آپس میں کیا فیصلہ کیا ہے بیٹے! کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بات یاد رکھنا ایکاسیہ جیسی لڑکیاں کسی خوش نصیب ہی کو ملتی ہیں۔

اسحاق بن یحییٰ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں اس کی بات کاٹتے ہوئے ایتاخ بول پڑا۔ میرے محترم! میں اور ایکاسیہ نے مل کر مثبت فیصلہ کیا ہے۔ میں ایکاسیہ کا شکر گزار ہوں منہ ہوں کہ اس نے مجھے چاہا ہے اور مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کیا ہے۔ میں آپ سب انکشاف کروں کہ میں نے اس کی محبت کا جواب محبت سے دیا ہے۔ اور وقت آنے پر ہم دونوں ازدواج میں بھی منسلک ہو جائیں گے۔ محترم اسحاق بن یحییٰ! میرے خیال میں تو یہ پہلا موقع

اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے پھر خیمے سے نکلے۔ اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کی طرف جاتے ہوئے اشاس ایتاخ کے قریب آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ایتاخ میرے بھائی! بابک خرمی کے قلعے سدان سے گرفتار ہونے والے اس کے سالار یا تو اسحاق بن یحییٰ کے ساتھ سامرہ بھیج رہے ہو لیکن آتش پرستوں کے اس عالم کا کیا کرو گے جر نام موبذ ہے۔ اور جس نے افشین کے خلاف بیان دیا ہے۔

ایتاخ چونکا پھر اشاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم نے کہیں موبذ کا ذکر اسحاق بن یحییٰ سے تو نہیں کر دیا۔

اشاس سہمے سے انداز میں بول پڑا۔

نہیں ہرگز نہیں۔ میرے بھائی جب تم نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا تھا تو میں کیونکر موبذ ذکر کسی سے کر سکتا ہوں۔

ایتاخ نے اس بار بڑے پرسکون سے انداز میں کہنا شروع کیا۔

موبذ کا ذکر کسی سے نہیں کرنا۔ نہ اس کو سامرہ کی طرف روانہ کرنا۔ وہ ہمارے لشکر ہی رہے گا اور تم اس کی حفاظت کا بہترین اہتمام کر کے رکھو یا درکھنا کہ اگر افشین کے کانوں میں یہ بڑ بھی پڑ گئی کہ اردبیل کے اس موبذ نے ہمارے پاس قیام کر رکھا ہے اور یہ کہ اس نے افشین متعلق کچھ انکشافات کئے ہیں۔ تو افشین کسی نہ کسی بہانے موبذ کو قتل کرنے کی کوشش کرے ہو سکتا ہے وہ اس کے پیچھے اپنے نمائندے لگا دے جو موقع پا کر موبذ کا خاتمہ کر دیں اس طرح افش کے خلاف کارروائی کرنے میں ہمیں دشواریاں پیش آئیں گی۔ یہ معاملہ تو میرے اور تمہار درمیان ہے۔ اس سے پہلے میں نے موبذ کی تفصیل بھی نہیں بتائی ہوگی۔ بہر حال میں تمہیں ہوں کہ موبذ کے پاس افشین کے کچھ ایسے راز ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ افشین ہماری سلط کے لئے مخلص نہیں ہے۔ فی الحال تمہارے لئے اتنی تفصیل جاننا ہی کافی ہے۔ اسی تفصیل کو ساما رکھتے ہوئے موبذ کی حفاظت کا بہترین انتظام کرنا۔

ایتاخ کے ان الفاظ سے اشاس چونک سا گیا تھا۔ فکر مند سے لہجے میں کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو پھر یہ معاملہ تو بڑا سنگین ہے۔ اگر اس موبذ نے کسی نہ کسی طرح ہماری کٹ سے بھاگنے کی کوشش کی تب۔۔۔۔

ایتاخ نے ہلکا سا تہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

تم اس کے بھاگنے کی فکر نہ کرو۔ بس اس کی حفاظت کا اہتمام رکھو۔ وہ کسی بھی صورت یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے یہاں سے بھاگ کر کہیں جانا چاہا تو وہ افشین کے ستم اس کی گرفت سے بچ نہیں سکے گا۔ صرف یہاں رہ کر ہی وہ افشین کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ ہماری حفاظت سے باہر افشین اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرے گا۔

ایتاخ کی باتوں سے اشاس مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر خاموشی سے وہ آگے بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ اسحاق بن یحییٰ کے لشکر کے پاس آئے۔ جو کوچ کے لئے تیار تھا پھر سب سے مصافحہ کرنے کے بعد اسحاق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ قسطنطنیہ اور ایکاسیہ بھی ان کے ساتھ سامرہ کی طرف چلی گئی تھیں۔

افشین کا بیٹا حسن اپنی حویلی میں اپنے خاندانی غلام داجس اور اپنے قریبی عزیز منگجور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کمرے میں افشین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے داخل ہوا۔ اس کی آمد پر اس کا بیٹا حسن منگجور اور غلام داجس تینوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہاں کے اشارے سے افشین نے ان تینوں کو بیٹھنے کے لئے کہا خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اپنے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے افشین کہہ رہا تھا۔

حسن! میرے بیٹے میں آج امیر المومنین کے پاس دو کاموں کے سلسلے میں گیا تھا۔ نوعیت کے لحاظ سے دونوں کام بڑے اہم تھے اور یہ دونوں کام میں ایٹاخ کی غیر موجودگی میں چاہتا تھا۔ ایٹاخ کی موجودگی میں یہ دونوں کام ناممکن تھے۔ اب بھی جن دو کاموں کے لئے میں تھا ان میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوا ہوں۔ ایک کام ہو گیا ہے۔ دوسرا تک گیا ہے۔

افشین رکاکچھ سوچا پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے دہرہ کہہ رہا تھا۔  
حسن! میرے بیٹے ایٹاخ کے بابک خرمی کے سالار رریام کی طرف جانے کے بعد میں یہ سوچتا رہا تھا کہ تمہیں اور منگجور کو سلطنت کے کسی اہم عہدے پر فائز کروادوں۔ یہ گفتگو اگر میں ان کی موجودگی میں کرتا تو ایٹاخ یقیناً مخالفت کرتا اور میرا کام نہ ہونے دیتا۔ اور پھر ایٹاخ امیر المومنین کا مشیر جنگ ہے اور اس کی بات کو مقتضی بڑی اہمیت بھی دیتا ہے۔

پہلا کام جو میں کرنا چاہتا تھا وہ یہ کہ میری خواہش تھی تمہیں ترکستان کا والی مقرر کروادوں منگجور کے متعلق میری یہ خواہش تھی کہ امیر المومنین اسے آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کر دے۔ یہ دونوں معاملے میں نے آج امیر المومنین کے سامنے پیش کئے۔ اس سلسلے میں کافی بحث و مناجات بھی ہوئی جس کے نتیجے میں سلطان نے میری ایک بات تو مان لی ہے دوسری نہیں مانی۔

جو بات مان لی ہے وہ یہ کہ تمہیں ترکستان کا والی مقرر کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کاغذات افشین نے اپنے بیٹے حسن کے سامنے پھینک دیئے اور بولا۔

یہ تمہاری تقرری کے امیر المومنین کی طرف سے سر بھر کا غنڈا ہے۔ انہیں سنبھال لو۔ اور ان قدر جلد ممکن ہو ترکستان کی طرف روانہ ہو جاؤ تمہاری روائی کے وقت یہاں سے ایک دستہ بھی باری حفاظت کے لئے تمہارے ساتھ جائے گا۔ جہاں تک منگجور کا تعلق ہے۔ تو امیر المومنین نے الحاق منگجور کو آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کرنے سے انکار کر دیا ہے سلطان نے کہا ہے کہ یہ الملوہ ایٹاخ کی موجودگی میں طے کرے گا۔ اس سلسلے میں اس سے صلاح مشورہ کرے گا۔ اس نے کہ آذربائیجان اور آرمینیا کے حالات بڑے دگرگوں ہیں۔ اور اس علاقے کو بابک خرمی نے آماجگاہ بنالیا ہے امیر المومنین کا کہنا ہے کہ اس علاقے کا والی کسی ایسے شخص کو بنایا جائے گا جو دلیری اور بہادری سے بابک خرمی کے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ ساتھ ہی امیر المومنین نے یہ بھی یہ دیا ہے کہ ان علاقوں میں ویسے بھی ہمارا عرب جرنیل محمد بن یوسف ہے اور وہ اس سارے قے کو اپنی گرفت میں لے رہا ہے۔ گرے ہوئے قلعوں کی مرمت کروا رہا ہے جن بستیوں کو شکربابک خرمی کے جرنیلوں نے برباد کیا ہے انہیں بھی آباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایک رات سے فی الحال امیر المومنین ابوسعید محمد بن یوسف ہی کو آذربائیجان کا والی سمجھتے ہیں۔

افشین تھوڑی دیر کے لئے رکاکاس بارہ منگجور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
منگجور! تم فکر مند مت ہونا۔ بہت جلد میں حالات کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کروں گا۔  
مورت میں تمہیں آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کروا کے رہوں گا۔ اب تمہیں وہاں کا والی کرکروانا میری انا کی مانگ اور ضد ہو گئی ہے۔ امیر المومنین نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ ایٹاخ کے آنے کے بعد اس معاملے کو نمٹایا جائے گا لیکن فی الحال اس کے آنے کی کوئی امید نہیں اس لئے کہ میری

آ جاؤں۔ وہ خود آذر بائیجان اور آرمینیا کے علاقوں میں آتش پرستوں کی حکومت کرنے کے درپے ہے۔ لہذا اس کے اور ہمارے مفادات آپس میں ٹکراتے ہیں۔ میں تو دل سے دعا کرتا ہوں کہ کبھی امیر المومنین مجھے بابک خرمی پر حملہ آور ہونے کا حکم دیں تو میں آہستہ آہستہ آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے میں ایک قلعے سے دوسرے قلعے تک جست و خیز کرتا ہوا اسے اپنے سامنے مغلوب کروں اگر میں اسے ایک بار اپنے سامنے مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھنا زندگی بھر امیر المومنین بری کسی خواہش کسی آرزو کو رد نہیں کرنے گا۔ اور میں دل سے بھی ایسا ہی چاہتا ہوں۔

اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھنا میں امیر المومنین سے کہوں گا کہ میں سامرہ میں رہنے کے بجائے ترکستان میں مقیم ہونا پسند کروں گا اور امیر المومنین نے اگر میری بات کو تسلیم کر لیا تو میں ترکستان میں قیام کرتے ہوئے ترکستان میں آتش پرستوں کی ایک ناقابل تسخیر سلطنت قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔

افشین رکھرا اپنے بیٹے حسن کا جائزہ لیتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

حسن! میرے بیٹے وہاں رہتے ہوئے تم بڑا محتاط رہنا ان سرزمینوں میں کچھ لوگ ایسے بھی دن گئے جو تمہارے افعال و کردار پر نگاہ رکھیں گے خصوصیت کے ساتھ ایساخ اور عجیف بن عنبہ بچے آدمیوں کے ذریعے تم پر نگاہ رکھیں گے۔۔۔۔۔

افشین کی بات کا نئے ہوئے اس کا بیٹا حسن بول پڑا۔

یہ ایساخ اور عجیف بن عنبہ پر آپ کیوں شک کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں تو وہ برے دلی نہیں ہیں۔

افشین نے مکروہ قسم کا ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا، کہنے لگا۔

تم ابھی بچے ہو، نادان ہو، نہیں سمجھتے کہ دشمن کون ہے دوست کون ہے۔ ایساخ اور عجیف بن عنبہ بظاہر عام لوگوں کی نگاہ میں میرے بہترین ساتھی رفیق اور دوست ہیں۔ مگر باطن وہ میرے ترین دشمن ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ عجیف بن عنبہ میرا سب سے بڑا رقیب ہے اور میرا مقام اور منصب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان دونوں کی شخصیت سے متعلق میں تمہیں ذرا تفصیل سے بتاتا ہوں۔

موجودگی ہی میں سرحدی علاقوں سے کچھ قاصد آئے تھے۔ جنہوں نے امیر المومنین کو یہ اطلاع دی ہے کہ اسحاق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک سامرہ میں داخل ہو جائے گا جب کہ سرحدوں کا حفاظت کے لئے ایساخ اور اشناش نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کر لیا ہے۔ وہ کب آئے گا اس کی کوئی خبر نہیں۔ بہر حال منکبجو رتم فکر مند مت ہو ایک نہ ایک روز میں تمہارا کام بھی کر کے رہا گا۔

جو خبریں وہ قاصد لے کر آئے ہیں ان میں سے سب سے اہم خبر جو ہمارے لئے ہے وہ یہ ہے کہ سمدان قلعے سے باہر ایساخ نے بابک خرمی کے سپہ سالار اعلیٰ عصمت اور اس کے دوسرے بڑے جرنیل طرہ خان کو بدترین شکست دی۔ پھر وہ سمدان کے قلعے پر حملہ آور ہوا۔ سمدان پر اس نے قبضہ کر لیا اور سمدان کے قلعے میں بابک خرمی کا ریام نام کا جو سپہ سالار تھا اسے بھی ایساخ نے گرفتار کر لیا۔ اس وقت محمد بن یوسف اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہے اور وہ وہیں سے نکل کر تباہ حال قلعہ کی مرمت کروا رہا ہے۔ جہاں تک ریام کا تعلق ہے تو اسے ایساخ نے اپنے ساتھ ارض شام کی طرف لے گیا تھا اور اب ریام کو اسحاق بن یحییٰ اپنے ساتھ سامرہ کی طرف لا رہا ہے۔ اس لئے کہ ریام خلاف ایک بڑھیا نے ناش کی تھی۔ ریام کا فیصلہ خود امیر المومنین ہی کریں گے۔

افشین جب خاموش ہوا تو اس کے بیٹے حسن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔  
اے پدر محترم! مجھے کب تک ترکستان کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔  
افشین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

میرے خیال میں تمہیں ایک دو روز تک ترکستان کی طرف کوچ کر جانا چاہئے وہاں ہوئے جو تم نے کام کرنے ہیں۔ ان کی تفصیل میں تم تینوں سے کہتا ہوں۔

تم تینوں جانتے ہو یہ بات تو طے ہے کہ بابک خرمی کا خاتمہ ہم ہر صورت میں چاہتے ہیں اپنی سرزمین ترکستان کو واپس لینا چاہتا ہوں۔ وہاں میں آتش پرستوں کی ایک خود مختار حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں اور یہ حکومت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک بابک خرمی زندہ ہے۔ لہذا جب تک وہ زندہ ہے آتش پرست مجھے کچھ زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔

میں آج تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ خفیہ طریقے سے کئی بار میں نے بابک خرمی۔ سلسلے میں رابطہ قائم کیا لیکن وہ اس حق میں نہیں کہ وہ پس پشت چلا جائے اور میں منظر

اب میں تم سب سے دو مزید موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔  
پہلا موضوع یہ ہے کہ عجیف بن عنبنہ کے خلاف تو حالات خود بخود ہی حرکت میں آنے والے ہیں۔ یایوں جانو عجیف بن عنبنہ کے خلاف میں نے جال پھینک دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ اندھے کبوتر کی طرح اس میں پھنسے گا اور امیر المومنین معتمد خود ہی اس کا خاتمہ کر دے گا۔ لیکن ایسا خاں ایسے جالوں میں پھنسنے والا نہیں ہے۔

افشین کی بات کاٹتے ہوئے اس کا بیٹا حسن بول پڑا۔  
عجیف بن عنبنہ سے متعلق آپ نے کیا کیا؟ اس پر افشین نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

تم تینوں کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے رومنوں کے شامی حاکم لوزر نے جب مسلمانوں کی سرحدی بستیوں پر حملہ کیا تو وہاں سے بہت سے لوگ بے گھر ہوئے جنہیں سامرہ میں آباد کیا گیا۔ ان لوگوں میں طورون نام کا ایک شخص تھا۔ جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام دو ما دوسری کا نام ردا ع ہے دونوں ہی انتہادرجے کی خوبصورت ہیں۔

طورون ایک ماہر اور سند یافتہ طبیب ہے۔ اس کی دونوں بیٹیاں دو ماہر ردا ع بھی طب کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ یہاں آنے کے بعد وہ عجیف بن عنبنہ کے لشکر میں شامل کئے گئے تھے تاکہ وہاں طبیب کے فرائض انجام دیں اس لئے کہ جو لشکر عجیف بن عنبنہ کے تحت جنگوں میں حصہ لیتا ہے اس میں طبیبوں کی کمی تھی۔ لہذا یہ تینوں باپ بیٹی عجیف بن عنبنہ کے لشکر میں شامل کر لئے گئے۔ طورون بھی کمال کا شخص ہے۔ کسی شخص کو اپنی طرف مائل کرنے کا ہنر بھی جانتا ہے جب کہ اس کی دونوں بیٹیاں اپنی خوبصورتی کی بناء پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی صنای جانتی ہیں۔ جب یہ تینوں عجیف بن عنبنہ کے لشکر میں شامل کئے گئے تھے اسی وقت سے میری ان تینوں پر نگاہ ٹھہر گئی اور میں نے تمہیہ کر لیا تھا کہ ان تینوں سے میں عجیف بن عنبنہ کے خلاف کام لوں گا۔

اب میں نے ان تینوں کو اپنا ہم نوا۔ اپنا ہم خیال بنالیا ہے وہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگے ہیں۔ میں نے ان سے ایک بہت بڑا کام لینے کا تمہیہ کر لیا ہے۔

مکر سے عزیز! تم جانتے ہو کہ معتمد کا بھتیجا عباس بن مامون الرشید اور عجیف بن عنبنہ

جہاں تک عجیف بن عنبنہ کا تعلق ہے۔ تو یہ شخص بظاہر لمحوں کے بے کراں سلسلوں اور فوجوں اور کرن کرن بکھرتی حقیقتوں جیسا بے ضرر لگتا ہے۔ پھولوں کے ہونٹوں کی دعا جیسا پراسن دکھائی دے لیکن باطن یہ شخص انسانیت کو مغلوب کر دینے والی حرص و ہوس کے مارے سمندر طوفانوں زور میں ہواؤں کی سماعت خراش شور اور مسلسل و مستقل سروں پر پرواز کرنے والے خوفناک اندر قہر جیسا ہے۔ جب یہ کسی کے خلاف حرکت میں آتا ہے۔ تو اسے اندھے اونٹ کی طرح مار مار کر کار کر دیتا ہے۔ صحرائے عرب کا یہ بدو بظاہر جتنا بے ضرر لگتا ہے۔ حقیقت میں یہ اس سے کہیں زیادہ خوفناک اور تہہ وبالا کر دینے والا شخص ہے۔

جہاں تک ایساخ کا تعلق ہے تو یہ عجیف بن عنبنہ سے مختلف ہے۔ یہ شخص بظاہر جلتے پیا صحرا کی طرح خاموش شاخ شاخ پتے پر لرزہ بنیم کے قطرے اور دشت میں خوف کے منظر جیسا رہتا ہے۔ ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ ہر ایک کے ارادوں کو بھانتا ہے۔ ہر ایک کی کارروائیوں کو ذہن میں محفوظ کرتا چلا جاتا ہے۔ اور جب وقت آتا ہے تو یہی شخص پھر اپنے دشمنوں کے خلاف صحرا اٹھتے وحشی گولوں میں تیزی سے روپ بدلتی اجل کی سفاکیوں سرخ طوفانوں کو جنم دیتے چلاتے بے تاب سمندر اور زیست کے انجانے سفر میں کفن فروش اور کفن چور کی ہولناک کنگھ صورت اختیار کر کے وارد ہوتا ہے۔ جب کسی پر وارد ہوتا ہے تو اسے تباہ و برباد کئے بغیر نہیں چھوڑ میں تم سب کو تنبیہ کروں گا کہ ان سے بچ کے رہنا۔

افشین جب خاموش ہوا تو منگو رنے بولنے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

آپ نے ایساخ اور عجیف بن عنبنہ سے متعلق تو تفصیل بتادی اسحاق بن یحییٰ بگا کبیر! اور محمد بن یوسف کے متعلق آپ نے کچھ نہیں بتایا۔

افشین مسکرایا پھر منگو رکی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

اشناس! ایساخ کا ساتھی اور دست راست ہے۔ جو فیصلہ ایساخ کرتا ہے۔ وہ اشناس کا

آخری ہوتا ہے۔ جہاں تک اسحاق بن یحییٰ کا تعلق ہے۔ تو وہ بھی ان دونوں کا مسافر ہے اس

اس کی بیٹی عیمہ کی منگنی اشناس کے ساتھ ہو چکی ہے۔ باقی رہتا ہے بگا کبیر اور محمد بن یوسف

دونوں بھی ایساخ کے بہترین دوست ہیں۔ اور اس کے حامی اور مددگار ہیں۔ اگر تم ایساخ اور

بن عنبنہ سے بچ کر رہ گئے تو یاد رکھنا باقی سے تم خود بخود ہی محفوظ ہو جاؤ گے یہ موضوع

افشین جب خاموش ہوا۔ تب اس کے بیٹے حسن نے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا

شروع کیا۔

پدرمحرّم! اگر کسی موقع پر طورون نے امیر المومنین سے یہ کہہ دیا کہ آپ نے اسے اسکیا تھا کہ وہ عیّیف بن عنبہ کے ذہن میں یہ بات ڈالے کہ عباس بن مامون الرشید بھی خلافت کا دعویٰ دار بن جائے۔ اگر اس طورون نام کے طیب نے امیر المومنین سے یہ بات کہہ دی تو پھر آپ یہ بھی تو سوچ لیں کہ آپ کس مقام پر کھڑے ہوں گے۔

افشین نے پھر ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور بڑی لاپرواہی کے انداز میں اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگا۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔ طورون جانتا ہے اگر کسی بھی موقع پر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے موت کے گھاٹ اتار دیں گے لہذا وہ ذلت کی موت مارے جانے پر زندگی کو ترجیح دے گا اور ہر صورت میں اس ترکیب پر عمل کرے گا جو میں نے اسے سمجھائی ہے۔ میرے خیال میں عنقریب تم دیکھو گے کہ معصم خود عباس بن مامون الرشید، عیّیف بن عنبہ اور عمر فرغانی کے قتل کا حکم دے گا۔

اس پر حسن نے پھر اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پدرمحرّم! آپ جانتے ہیں عیّیف بن عنبہ اور ایتاخ کے تعلقات آپس میں برادرانہ ہیں۔ اشناس ایتاخ کا دست راست ہے عربوں کا سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ ان سب کا طرف دار ہے۔ بلکہ اب وہ اشناس کا ہونے والا سر بھی ہے۔ اگر آپ کا پھیلایا ہوا جال کام نہ کر جاتا ہے اور امیر المومنین معصم اس سازش کے صلے میں عیّیف بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون کا خاتمہ کر دیتے ہیں تو کیا ایتاخ، اشناس، اسحاق بن یحییٰ، بنو کبیر اور ان کے دیگر ہم نوا سالار اس بات کو کریدنے کی کوشش نہ کریں گے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ کس نے عباس بن مامون اور عیّیف بن عنبہ کو بغاوت پر اکسایا؟

حسن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کا نٹے ہوئے افشین بول پڑا۔

تم مخفی سوچوں کی طرف کیوں جاتے ہو؟ میں جو عباس بن مامون، عیّیف بن عنبہ اور

دونوں آپس میں بھائی بنے ہوئے ہیں۔ دونوں کے بہترین تعلقات ہیں۔ اکٹھے اٹھتے بیٹھتے ہیں ایک دوسرے پر بھرپور اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ اور یہ بات یقیناً میرے حق میں نہیں جاتی۔ ۱۱۔ لئے کہ عباس بن مامون الرشید میرا سخت مخالف ہے۔ عیّیف بن عنبہ بھی میرا بدترین دشمن ہے لہذا ان دونوں کا آپس میں اتحاد کر لینا میرے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

میں نے آج طورون سے علیحدگی میں بات کی اور اس کے ذہن میں میں نے یہ بات ڈال دی ہے کہ وہ عیّیف بن عنبہ کے اور زیادہ قریب ہو اور عیّیف بن عنبہ کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ عباس بن مامون کو یہ مشورہ دے کہ معصم کے بجائے عباس بن مامون الرشید کو امیر المومنین چاہئے۔

اب میرے کہنے پر طورون عیّیف بن عنبہ کو اکسائے گا کہ وہ عباس بن مامون الرشید سے کہے کہ وہ معصم کی نسبت مسلمانوں کا امیر المومنین ہونے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اس طرح طورون عیّیف بن عنبہ کو اکسائے گا اور عیّیف بن عنبہ برابر عباس بن مامون الرشید کو اکسائے گا تو میرا خیال ہے ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ عباس بن مامون الرشید اپنے چچا معصم کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب ایسا وقت آئے گا تو یاد رکھنا وہ وقت عباس بن مامون الرشید، عیّیف بن عنبہ اور اس کے قریبی ساتھیوں کے لئے انتہا درجہ کا مہلک اور ہلاکت خیز ہوگا فرغانی کو بھی میں نے اس میں ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں اس کے تعلق بھی عباس بن مامون الرشید اور عیّیف بن عنبہ کے ساتھ بڑے قریبی گہرے دوستانہ بلکہ برا ہیں۔ لہذا جب عباس بن مامون، معصم کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا تو میرے آدمی اس وقت جب کہ یہ سازش پک رہی ہوگی۔ اس سازش کی اطلاع معصم کو کر گئے۔ اس طرح معصم پر اس سازش کا راز فاش ہو جائے گا اور معصم سازش کرنے والے کے خلاف ایسا حرکت میں آئے گا کہ عباس بن مامون الرشید کے علاوہ عیّیف بن عنبہ اور عمر فرغانی کو مارنے کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتارنے سے ذرہ برابر بھی نہیں ہچکچائے گا۔ جب ایسا ہو جائے تو یاد رکھنا ایک ہی دار میں میرے تین دشمن یعنی عباس بن مامون، عیّیف بن عنبہ اور عمر فرغانی میرے راستے سے ہٹ جائیں گے جب ایسا ہو جائے گا تو میرے خیال میں یہ معاملہ ایتاخ اشناس کے لئے بھی عبرت خیزی کا ہوگا اور وہ میری مخالفت کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کریں

عمر فرغانی کو ٹھکانے لگانے کا اہتمام کر رہا ہوں تو یہ بچوں کا سا کھیل نہیں کھیل رہا۔ اس سازش کا میاب کرانے کے لئے میں اس سازش کے کھلنے کے سارے سوراخ بند کر کے آگے بڑھوں گا بالکل بے فکر ہو یہ سازش ضرور کامیاب ہوگی۔ آج نہیں تو کل امیر المومنین مقتسم کے ہاتھوں عبا بن مامون الرشید، عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی کا کام تمام ہو کر رہے گا اور اس سازش کی تکمیل بعد اگر ایتاخ، اشناس، اسحاق بن یحییٰ، بغا کبیر یا دیگر سالاروں نے اس معاملے کو کریدنے کی کوشش کی اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی تو پھر میں ان کے خلاف بھی سازش کا ایسا جال پھیلاؤں گا بہر حال اب اس موضوع کو بند کرو۔ اس لئے کہ میں ابھی تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

افشین رکا پھر دوبارہ وہ اپنے بیٹے حسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حسن میرے بیٹے! ترکستان جانے کے بعد دو اشخاص سے رابطہ رکھنا اور ان کا بہترین ذہن بھی رکھنا۔ پہلا طبرستان کا والی مازیار ہے۔ یہ شخص بظاہر مسلمان ہے لیکن باطن میں انتہا درجہ آتش پرست ہے۔ میرے ساتھ اس کا مکمل طور پر رابطہ ہے۔ اس کے ذریعے سے میں تمہیں سے نقدی اور دوسرا سامان گاہے گاہے بھیجتا رہوں گا۔ اور وہ تم اپنے پاس جمع کرتے رہنا۔ اور ہم ترکستان میں آتش پرستوں کی حکومت قائم کریں گے تب وہ اشیاء اور جمع کی ہوئی دولت ہمارا کام آئے گی۔ مازیار بڑا قابل بھروسہ انسان ہے اور بد سے بدترین حالات میں بھی اس پر اعتماد جاسکتا ہے یوں جانو وہ میرا دست راست ہے ہر مشکل میں ساتھ دینے والا ہے۔

دوسرا شخص جو ہمارے کام آسکتا ہے وہ کر دے نام اس کا جعفر بن سحر ہے اور یہ موصل نواح میں اس کو ہستانی سلسلے میں اپنی قوت رکھتا ہے جو آذربائیجان اور آرمینیا سے جاملتا ہے۔ جعفر بن سحر کے پاس کردوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو ہزاروں پر مشتمل ہے اور انہوں نے انہی کو ہستانی سلسلوں کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ اس جعفر بن سحر سے بھی میرا رابطہ ہے۔ گاہے گاہے میں اس کی بھی مدد کرتا رہتا ہوں اور جب کبھی بھی ہمیں اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے دشا پیش آئیں یہ جعفر بن سحر ایک بھاری لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کر سکتا ہے۔ عجیف بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کے خاتمے کے بعد ایتاخ اور اردو دونوں میرا ہدف ہوں گے۔ میں کوشش کروں گا کہ مازیار اور جعفر بن سحر سے کہہ کر موصل کے سلسلوں اور ترکستان میں بغاوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کروادوں ان بغاوتوں

کرنے کے لئے یقیناً امیر المومنین مقتسم، ایتاخ یا اشناس یا ہو سکتا ہے دونوں کو روانہ کرے اور میں باغیوں کو پیغام بھجوادوں گا کہ ہر صورت میں ان دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے اگر ان بغاوتوں کے اندر ایتاخ اور اشناس دونوں کام آجاتے ہیں تو یاد رکھنا ترکستان میں آتش پرستوں کی سلطنت قائم کرنے کے لئے ہماری راہ کا کوئی روڑا نہ رہے گا۔

افشین جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے حسن کہنے لگا۔

پدر محترم! آپ بے فکر رہیں میں مازیار اور جعفر بن سحر دونوں سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش کروں گا پر میرے دل میں ایک خیال اٹھتا ہے اگر ہم بابک خرمی کو بھی اپنے ساتھ ملا لیں تو کیا اس طرح ہماری طاقت اور قوت میں کئی گنا اضافہ نہ ہو جائے گا۔ اور ہم پہلے کی نسبت بہت جلد ترکستان میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جب ایسا ہو جائے تب بابک خرمی اور اس کے با اعتماد سالاروں کو راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے۔

افشین مسکرایا۔ گہری نگاہ اپنے بیٹے حسن پر ڈالی کہنے لگا۔

ابھی تک تم میں سے بچپنا نہیں گیا۔ بابک خرمی کو اس طرح راستے سے ہٹانا کوئی آسان بات نہیں۔ اس سے پہلے جو مسلمانوں کے بڑے بڑے جرنیلوں کو شکست دے چکا ہے۔ مجھے بھی کئی مقامات پر اس کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ مقتسم ہی نہیں مامون الرشید کے دور سے اس نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے اور ابھی تک کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکا۔ آذربائیجان اور آرمینیا کے کوہستانوں کے سلسلوں کے اندر اس کے پاس ایک بہت بڑی طاقت ہے جسے زیر کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور پھر یہ کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل بھی بابک خرمی کی پشت پناہی کرتا ہے۔ ہر طرح سے اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔ نوفل بن میخائیل چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت کو کمزور کر کے ارض شام کے ان سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے جو مسلمانوں نے فہرائوں سے چھین لئے تھے۔ لہذا یہ بات اپنے دل سے نکال دو کہ بابک خرمی کو اپنے ساتھ ملا کر ہم بہت جلد ترکستان میں آتش پرستوں کی حکومت قائم کر سکتے ہیں۔ ایسی حکومت ہم بابک خرمی کے خاتمے کے بعد ہی قائم کر سکتے ہیں۔ اس کی موجودگی میں نہیں اس لئے کہ بابک خرمی کسی بھی صورت میں ترکستان رہیں، حکم انہیں نہیں دے گا۔ اگر وہاں آتش پرستوں کی حکومت قائم ہو

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر احوال پڑھنے کا بھی ماہر ہے۔ اور پھر ایسا خطنہ جیسا خطرناک شخص اس کی پشت پناہی پر ہے جو ہمارے لئے مسائل ہی نہیں خطرناک حادثات کھڑے کر سکتا ہے۔

افشین ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ گردن جھکا کر کچھ سوچا اس کے بعد اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں ایک کام کے سلسلے میں جاتا ہوں اب تم اپنے کوچ کی تیاریاں کرو۔ اس کے ساتھ ہی افشین اپنی حویلی کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

جاتی ہے تو آتش پرست حکومت کا سب سے پہلا حکمران بابک خرمی ہی ہوگا۔ اس کے بعد کسی بھی موقع پر تیری میری باری نہیں آئے گی بلکہ اس کے سردار اس کے لواحقین ہی آتش پرستوں کی اس حکومت کے حکمران بننے رہیں گے۔

افشین کی اس گفتگو سے اس کا بیٹا حسن مطمئن اور خاموش ہو گیا تھا۔ افشین نے اب اپنے قریبی رشتہ دار منگجور کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

منگجور! یہ مت خیال کرنا کہ میں نے اپنے بیٹے حسن کو ترکستان کا والی مقرر کر دیا ہے اور تمہارے لئے کچھ نہیں کیا۔ میں برابر تمہارے لئے کوشش کرتا رہوں گا اور مجھے امید ہے ایک نذیک دن میں تمہیں آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کرانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اس لئے کہ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہمارے لئے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ اگر تمہیں آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کیا جاتا ہے تو پھر جس سلطنت کے میں خواب دیکھ رہا ہوں آتش پرستوں کی وہ سلطنت جلد قائم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اگر تم آذربائیجان کے والی بنے ہو تو پھر آذربائیجان سے طبرستان اور پھر طبرستان سے ترکستان تک ہمارا ایک رابطہ رہے گا ترکستان میں میرا بیٹا حسن رہے گا طبرستان میں مازیار ہے آذربائیجان اور آرمینیا میں تم ہو گے اس طرح تین بڑے علاقوں میں ہماری نمائندگی ہوگی۔ پنج میں صرف خراسان کا علاقہ رہتا ہے۔ جس کا والی ان دنوں عبداللہ بن طاہر ہے۔ اگر اس علاقے پر بھی ہمارا کوئی والی مقرر کر دیا گیا۔ تو پھر سارے شمالی علاقوں میں ہم اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

افشین رک پھر کہنے لگا۔ جس روز ترکستان طبرستان آرمینیا اور آذربائیجان کے بعد خراسان پر بھی ہم نے اپنے پنجے گاڑ لئے تو پھر یاد رکھنا اسی روز آتش پرستوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ میرے بیٹے! ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا وہ یہ کہ خراسان کا موجودہ والی عبداللہ بن طاہر بڑا عظمیٰ بڑا دلیر اور بڑا سانا آدمی ہے۔ بات کی تہہ تک ہی پہنچ کر معاملے کو چھوڑتا ہے اور پھر سب سے بڑی اور خطرناک بات یہ کہ یہ عبداللہ بن طاہر ایسا خطنہ کا خاص آدمی ہے۔ جو بھی کام کرتا ہے۔ اپنے قاصد بھجوا کر پہلے سامرہ میں ایسا خطنہ سے مشورہ کرتا ہے۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھاتا ہے۔ لہذا جب بھی بھی خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر سے تمہارا واسطہ پڑے یا اس سے تمہاری ملاقات ہو تو اس کے ساتھ گفتگو اور اپنی بول چال اور چال ڈھال میں بڑا احتیاط رہنا اس لئے کہ وہ بڑا چہرہ شناس ہے۔



مسلمانوں کی سلطنت میں ایک انتشار پیدا کیا جائے سالاروں کو آپس میں لڑایا جائے مسلمانوں کے دلیوں میں جگہ جگہ بغاوت کا سلسلہ کھڑا کیا جائے۔ جس سلسلے میں ہم آئے ہیں اس سلسلے کا پہلا دروازہ کھلتا ہوا مجھے نظر آ رہا ہے۔ اس لئے کہ پہلے کی نسبت اب ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا اس لئے کہ اس سلسلے میں افشین بھی ہمارا ساتھ دے گا۔

سوراب جب خاموش ہوا۔ تب رداغ نے بے پناہ خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا  
شرودغ کیا۔

محترم سوراب! کہیں یہ دھوکہ نہ ہو اور یہ کہ اپنی مہم کو کامیاب بناتے بناتے ہم کہیں غدراری اور جاسوسی کے الزام میں دھرنہ لئے جائیں اور مسلمان ہماری گردنیں نہ کاٹ دیں۔ افشین مسلمانوں کے لشکرپوں کے بڑے حصوں کا سالار اعلیٰ ہے۔ وہ کیونکر مسلمان ہوتے ہوئے اس طرح مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرے گا۔ عجیف بن عنبنہ، عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔

سوراب مسکرایا اور کہنے لگا۔

میری بچیو! بظاہر تو وہ مسلمان ہے پر باطن ابھی تک وہ آتش پرست ہے۔ ترکستان میں اپنی آتش پرستوں کی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اسی بناء پر وہ مختلف سالاروں کو اپنے راستے سے ہٹا کر اپنی کامیابیوں کے دروازے کھلانا چاہتا ہے۔ تم دونوں فکر مند نہ ہو افشین کو میں نے اچھی طرح پرکھا اور سمجھا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ مخلص ہے۔ میں نے بھی عمر کا یہ حصہ یونہی نہیں گزار دیا۔ افشین پر مکمل اعتبار اور سمجھوتہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اب ہمارے پاس ایک موضوع آ گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ معصم کی بجائے عباس بن مامون الرشید کو مسلمانوں کا خلیفہ ہونا چاہئے اور اب ہم نے اسی موضوع پر کام کرنا ہے۔

جو بات اب میں نے تمہارے ساتھ طے کرنی ہے وہ یہ کہ جب کبھی بھی میری یا تم دونوں سے عجیف بن عنبنہ کی ملاقات ہو تو باتوں باتوں میں اس پر یہی زور دینا ہے کہ عباس بن مامون الرشید اس کے بہترین دوستوں میں ہے لہذا وہ عباس بن مامون الرشید پر زور دے کہ معصم کے خلاف بغاوت کھڑی کرے اور معصم کی بجائے خود خلیفہ بننے کی کوشش کرے۔ اور یہ مقصد حاصل

اپنی قیام گاہ کے ایک کمرے میں رداغ اور دو مادونوں اکٹھی بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں کہ باہر سے سوراب اس کمرے میں داخل ہوا دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ سوراب مسکراتا ہوا ان کے قریب بیٹھ گیا پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بیٹیو! آج کا دن میرے لئے انتہائی خوشی اطمینان اور کامیابی کا دن ہے۔  
دو مادور رداغ دونوں چوتکتے ہوئے سوراب کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ پھر دو مانے پوچھ لیا۔  
محترم سوراب! ایسی کوئی بات ہوگئی ہے کہ آج کے دن کو آپ اپنی زندگی کا کامیاب دن قرار دے رہے ہیں۔ اس پر سوراب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میری بچیو! آج مجھے دو کامیابیاں نصیب ہوئی ہیں۔ جس کام کے سلسلے میں ہم یہاں آئے ہیں اب لگتا ہے ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔ پہلا کام جو ہمارے حق میں ہوا ہے وہ یہ کہ افشین ہم ہمراز بن گیا ہے۔ بقول اس کے وہ گذشتہ کئی ہفتوں سے میرا مطالعہ کر رہا تھا۔ اور جو کام میں اردو دونوں مل کر کرنا چاہتے تھے وہ کام اس افشین نے ہمارے لئے آسان کر دیا ہے۔

دراصل افشین، ابتاخ اور اشناس کے علاوہ عجیف بن عنبنہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کو اپنے بدترین دشمنوں میں خیال کرتا ہے۔ آج اس نے پہلے میرے ساتھ گفتگو کی مجھے اپنے اعتماد میں لیا جب اس نے محسوس کیا کہ میں اس کے لئے کام کرنے کے لئے تیار ہوں تب اس نے مجھے ہم سوئپ دی اور وہ یہ کہ اس نے کہا میں برابر عجیف بن عنبنہ کو اکساتا رہوں کہ وہ عباس بن مامون پر زور دیتا رہے کہ معصم کی بجائے وہ خود خلافت کا حقدار تھا۔ لہذا معصم کے خلاف بغاوت کر دے۔

میری دونوں بچیو! اس علاقے میں ہم تینوں کے آنے کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا

کرنے کے لئے آہستہ آہستہ لشکریوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ اگر ہم عجیف بن عمر کے ذریعے عباس بن مامون الرشید کو یہ کام کرنے پر آمادہ کر دیں تو یوں سمجھو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ اگر عجیف بن عنبہ ہماری بات مانتا ہے اور عجیف بن عنبہ کی اکساہٹ کو ہم بن مامون الرشید قبول کر لیتا ہے تو مامون الرشید کا لشکریوں میں بڑا اثر و رسوخ ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ کا بیٹا ہے۔ بہت سے لوگ اس کی بات ماننے پر تیار ہو جائیں گے۔ ۱۱۔ کے لئے جان کی بازی بھی لگانے کی حامی بھر لیں گے۔ اس طرح جب عجیف بن عنبہ کے کنبے عباس بن مامون الرشید بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کرے گا تو افشین اپنے آدمیوں کے ذریعے اس سازش کی بھٹک معتمد کے کان میں ڈال دے گا۔ ساتھ ہی اس پر یہ بھی ظاہر کر دے گا کہ عباس بن مامون الرشید کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانے کی سازش میں عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی شامل ہیں یہ بات جب معتمد کو معلوم ہوگی تو یاد رکھنا وہ بہت جلد فیصلہ کرے گا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے عباس بن مامون الرشید عمر فرغانی اور عجیف بن عنبہ کی گردن کاٹنے میں دیر نہیں لگائے گا۔

سوراب جب خاموش ہوا تب دو ما کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔  
میرے محترم! اگر یہ بات ہے تو پھر اس معاملے کو عجیف بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس مامون الرشید تک ہی کیوں محدود رکھا جائے سازش کے اس معاملے میں کیوں نہ ایتاخ، اشنا بغا کبیر اور بڑے سالار اسحاق بن یحییٰ کو بھی ملوث کیا جائے۔  
سوراب مسکرایا پھر دو ما کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی! اتنے بڑے مسلمان سالاروں کو ایک ہی سازش میں ملوث کرنا ناممکن ہے۔ اس طرح معتمد شک اور شبہ میں پڑ جائے گا اور اس معاملے کی تہہ تک جانے کی کوشش کرے گا۔ اگر ایسا ہے تو یاد رکھنا افشین بھی اس میں دھریا جائے گا۔ افشین کا بھی یہی خیال ہے کہ فی الحال ان تینوں ملوث کیا جائے اس لئے کہ جہاں تک ایتاخ کا تعلق ہے تو معتمد کے دل و دماغ میں ایتاخ کی قدر و قیمت ہے وہ اس کا سب سے نایاب اور قیمتی جرنیل خیال کیا جاتا ہے اور پھر سب سے بات یہ کہ وہ معتمد کا شیر جنگ بھی ہے۔ گوجگون میں اکثر و بیشتر وہ افشین اور اسحاق بن یحییٰ تحت کام کرتا رہا ہے لیکن اپنے منصب کے لحاظ سے وہ ان دونوں سے بالا اور اعلیٰ ہے۔ اگر موقع ایسا آئے تو وہ افشین، اسحاق بن یحییٰ پر گرفت بھی کر سکتا ہے۔ اور پھر اسحاق بن یحییٰ!

اور ایتاخ کے تعلقات آپس میں گہرے ہیں۔ یوں جانیں رشتہ داری ہے۔ بغا کبیر ایتاخ پر جان چڑکنے والا ہے۔ اس کے اشاروں پر کام کرنے والا ہے۔ اگر ہم نے بغا کبیر کو بھی اس میں شامل کر لیا تو یوں جانیں اس کے شامل ہونے سے ایتاخ، اشناش اور اسحاق بن یحییٰ بھی شامل ہو جائیں گے۔ اس طرح کامیابی کی بجائے ناکامی کا منہ ہمیں دیکھنا پڑے گا اور ہم تینوں کے ساتھ افشین کی گردن بھی کٹ کے رہے گی۔

سوراب کی اس گفتگو سے دو ما اور رداغ تھوڑی دیر تک اطمینان کا اظہار کرتی رہیں، مسکراتی رہیں اس بار رداغ بول پڑی۔

میرے محترم! جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے نتیجے میں معتمد، عجیف بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کو اپنے راستے سے ہٹا دے تو کہیں ایسا نہ ہو افشین اس راز کو راز رکھنے کے لئے ہم پر وارد ہو جائے اس لئے کہ ان تینوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اس کو خدشہ رہے کہ کہیں ہمارے ذریعے یہ سازش منظر عام پر نہ آ جائے اور آگئی تو افشین کی بھی بدبختی آجائے گی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس سازش کی کامیابی کے بعد افشین ہم تینوں کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔

اس پر سوراب نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

نہیں وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر یہاں تک انکشاف کر چکا ہے کہ وہ ظاہر تو مسلمان ہے لیکن باطن میں پہلے کی طرح آتش پرست ہے۔ ہم نے اس کا یہ ہید کی پر ظاہر کر دیا تو یاد رکھنا سامرہ میں زندگی بسر کرنا تو بہت دور کی بات اسے اپنی زندگی بچانا مشکل ہو جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سوراب تھوڑی دیر تک خاموش رہا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

یہ ایک موضوع تھا۔ جس پر میں تم دونوں سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اور میرے خیال میں یہ موضوع اب ختم ہوا۔ اس پر ہم دن رات کام کریں گے اور میرے خیال میں ہم تینوں عجیف بن عنبہ کے ذریعے اس سازش کو کامیاب کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگائیں گے۔

اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اپنے جن سلاہ گردوں اور نقیبوں کے ذریعے

ہمارا اپنے شہنشاہ نوفل بن میخائیل اور اس کے سالاروں سے رابطہ ہے اور جنہیں میں نے قسطنطنیہ کہہ کر بھیجا تھا کہ ایک سیر اور اس کی ماں قسطنونہ نے یہاں سامرہ شہر میں قیام کر رکھا ہے۔ اور یہ کہ ہم وقت مسلمانوں کا سالار ایتاخ ایک سفیر کی حیثیت سے قسطنطنیہ میں داخل ہوا تھا تو واپسی پر وہ مجاہد کس طرح ایک سیر اور اس کی ماں کو بھی اپنے ساتھ سامرہ لے آیا۔

وہ طلا یہ گر جو قسطنطنیہ کی طرف گئے تھے لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ ہمارا اس کا رگزاری پر نوفل بن میخائیل بے حد خوش ہے۔ اور اس نے یہ پیغام بھی بھیج دیا ہے کہ اپنے کا کی تکمیل کے بعد جب ہم واپس قسطنطنیہ جائیں گے تو نوفل بن میخائیل ہمیں اس انداز میں نوازے گا کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آنے والے ان خبروں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ عنقریب قسطنطنیہ سے کچھ لوگ سامرہ شہر میں آکر ہم سے رابطہ کریں گے اور ہمارے ساتھ معاملہ طے کرے گا۔ وہ ایک سیر کو یہاں سے اٹھالے جانے کی کوشش کریں گے۔ ان پر میں نے یہ بھی انکشاف کر دیا تھا ایک سیر ہر روز دم دونوں کے ساتھ دریائے وجلہ کے کنارے گھڑ دوڑ کے لئے جاتی ہے اور دریا ساحل سے اٹھا کر ایک سیر کو قسطنطنیہ لے جاتا ان کے لئے مشکل نہیں ہوگا۔

سوراب جب خاموش ہوا۔ تور داغ نے پھر بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اور یہ ایک سیر کی ماں قسطنونہ کا کیا ہوگا۔

سوراب نے ہلکا سا تہقہہ لگایا اور پھر کہنے لگا۔

میری بیٹی! قسطنونہ کا نوفل بن میخائیل نے کیا کرنا ہے۔ وہ تو صرف ایک سیر کو چاہتا تھا۔ مثلاً کرنے کا خواہش مند تھا۔ چند ناپسندیدہ جملوں کی بناء پر ایک سیر نوفل بن میخائیل سے حقارت ہوگئی اس کے حرم میں داخل نہ ہونا چاہتی تھی۔ لہذا روپوش ہوگئی اور اسی روپوشی کے دوران نہ جانے دونوں ماں بیٹی کی ملاقات ایتاخ سے کیسے ہوگئی اور وہ انہیں اٹھا کر یہاں لے آیا۔ اب نوفل میخائیل کو ایک سیر کی ماں کی نہیں صرف ایک سیر کی ضرورت ہے۔ جب اس مہم کو کامیاب کرنے والا ہمارے لوگ قسطنطنیہ سے یہاں آئیں گے تو وہ صرف ایک سیر کو اٹھا کر قسطنطنیہ لے جائیں گے۔ قسطنونہ اگر یہاں رہ کر اپنی زندگی کے باقی دن گزارتی ہے تو وہ نہ ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث بن سکتی ہے نہ وہ قسطنطنیہ کی سلطنت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے لہذا قسطنونہ کی نہیں بلکہ بن میخائیل کو حسین و جمیل ایک سیر کی ضرورت ہے۔

۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰

چند روز بعد اسحاق بن یحییٰ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ شہر میں داخل ہوا۔ امیر المومنین نے اپنے اکابرین سلطنت کے ساتھ بہترین استقبال کیا۔ جہاں اس نے اسحاق بن یحییٰ کا کارروائی کی تعریف کی وہاں اس نے بابک خرمی کے سالار ریام کو زیر کرنے اس کے قلعہ کرنے پھر رومنوں کے شامی حاکم طولک کو شکست دینے میں بہترین مددگار اور مدد ثابت ہو ایتاخ اور اشناس کی بھی تعریف کی۔ اسحاق بن یحییٰ نے جب امیر المومنین معتمد پر یہ انکشاف ایتاخ نے بابک خرمی کے سالار ریام کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے اس کی سزا کی تکمیل کے لئے اس طرف روانہ کیا ہے تو امیر المومنین معتمد کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور اس نے اسحاق بن یحییٰ کو کہ اگلے روز بابک خرمی کے سالار ریام کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

اگلے روز جب کہ قصر میں امیر المومنین معتمد کے ساتھ سارے سالار اور مشیر و دیگر اسلطنت بیٹھے ہوئے تھے چوب دار نے ریام کو امیر کے سامنے پیش کیا۔ ریام کو دیکھتے ہوئے معتمد کی حالت غیر ہو گئی۔ آنکھیں قہر برسا رہی تھیں چہرہ غضبناکی میں سرخ ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ ریام کے خلاف کوئی کارروائی کرنا ہی کہ ہونٹ کاٹنے ہوئے اس نے ضبط کر لیا اپنی نشست پر بیٹھا رہا پھر اپنے چوبدار کی طرف ہوئے کہنے لگا۔

اس بوڑھی خاتون کو لے کے آؤ جس نے اس شیطان کے خلاف نالاش پیش کی تھی۔ چوبدار باہر چلا گیا۔ قصر میں بالکل خاموشی رہی۔ تھوڑی دیر بعد چوب دار اس بوڑھی لے کے آیا جس نے ریام کے خلاف نالاش پیش کی تھی۔ اور جس کی اکلوتی بیٹی کو ریام اور اساتھیوں نے اغوا کر کے بابک خرمی کے طرف روانہ کر دیا تھا۔

وہ خاتون ہچکچاتی، جھجکتی ہوئی قصر میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہوئے جب معتمد اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تب سب دیگر لوگ بھی اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ وہ عورت معتمد کے قریب گئی و معتمد نے اسے مخاطب کیا۔

خاتون محترم! یہ جوشست میرے قریب خالی ہے یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔ وہ ہچکچاتی، عجب سے انداز میں معتمد کی طرف دیکھنے لگی تھی معتمد نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ گھبرانے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سلطنت کے اس قصر کو اپنا گھر سمجھ کر لیٹاؤ اور بے تکلفی میں بیٹھ جاؤ۔

عورت آگے بڑھی، نشست پر بیٹھ گئی۔ معتمد نے پھر اسے مخاطب کیا۔ خاتون محترم! یہ جو شخص سامنے کھڑا ہے۔ اسے تم پہچانتی ہو۔ اس خاتون نے نفی میں گردن ہلا دی کہنے لگی۔

امیر محترم! میں اسے نہیں پہچانتی۔ معتمد نے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

یہ وہی شاطر شیطان ہے جس کا نام ریام ہے اور جس نے تمہاری اکلوتی بیٹی کو اغوا کر کے بابک خرمی کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس شیطان کی طرف غور سے دیکھو۔ معتمد کے اس انکشاف پر وہ خاتون کھا جانے والے انداز میں ریام کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ موقوف پر ریام کو مخاطب کرتے ہوئے معتمد کہنے لگا۔

شیطانوں کے گماشتے! یہ معزز خاتون جو میرے قریب آ کر بیٹھی ہے۔ میں تیرے معاملے کا سے ہی نصف مقرر کرتا ہوں۔ جو سزا یہ تمہارے لئے تجویز کرے گی۔ وہ تمہارے لئے آخری کی۔

ریام نے بڑی بے اعتنائی سے کام لیتے ہوئے معتمد کو مخاطب کیا۔

یہ خاتون میرے کن گناہوں کا فیصلہ کرے گی۔ مجھے میرے جرم سے تو آگاہ ہی نہیں کیا گیا۔ معتمد کھولتے لہجے میں بول اٹھا۔

تیرا جرم نہیں۔ تیرے جرائم ہیں۔ ظالم! یہاں ہمارے سامنے اس قدر بے اعتنائی برتتے ہو

تم طلسموں کے حیرت کدے کے فریب میں عورتوں کو پھنسا کر مگر نگر دھوپ اور ان کے لئے در منزل جنگل کھڑے کرتے رہتے ہو۔ انہوں فریب بے نوا میں رکھ کر اپنے ہاتھوں کے خونی منہ انہیں موت کا لقمہ بناتے رہے ہو۔ ان کے لئے اذیت کے باب، مستی کے ساگر کھولتے رہے، بے مہار شیطان، اندھے کاغذ کے آسمان پر بے نام آہٹوں میں عورتوں کی زندگی کے اجر کو روڑ سے جدا بے خانماں بچوں کی طرح اپنے پیروں تلے روندتے رہے ہو۔ ان کی آنکھوں میں کے ستارے اور ان کے لئے زمین و آسمان میں پھیلے مناظر میں نشیب و زلت کی وادیاں سجاتے ہو۔ علم و دانش کے طاق و مخراب، جمیل جملوں کی درس گاہوں سے بے بہرہ انسان تم لوگ نئی نوا کے در کھولتے ہوئے عورت کی عظمت کے لئے جنون و مستی کی تہذیب کو جنم دیتے رہے۔ ہا کہتے ہو کہ تمہارا کیا جرم ہے۔ جس کے لئے یہ عورت فیصلہ کرے گی۔

ریام پھر اپنا دفاع کرتے ہوئے بول اٹھا۔

میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اور پھر میں ایک باعزت انسان ہوں اور ایک باعزت انسانا معاملے کے لئے اگر ایک عورت کو منصف بنایا جاتا ہے تو ایک باعزت انسان کی تو ہیں ہے۔ غصے اور غضبناکی میں معصوم اپنی جگہ پر اچھل سا پڑا پھر بے پناہ غضبناکی میں اسے کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

شیطان کے نقیب! تو اپنے الفاظ سے عورت کی اہانت اور بے عزتی کر رہا ہے۔ حیات و قوت کا سرچشمہ ہے۔ عورت اپنی ذات میں ایک کاروان ہے جسے تم لوٹتے رہے ہو۔ جذب و کشش کا ایک دبستان ہے۔ جس کے اندر تم دھول اڑاتے رہے ہو۔ عورت اپنی ایک داستان ہے۔ جس کے ادراک تم پھاڑتے رہے ہو۔ عورت دل کی آہٹوں میں جزا خواہ کشت کاخن سوز تخلیق کا ترانہ ہے۔ جس کی آواز تم دباتے رہے ہو۔ عورت تو حرف در حرف جمال کا پیکر اور سفینہ دل میں سوز و گداز کی شمع ہے۔ جسے تم بجھاتے رہے ہو۔ آتش کے امین! بدیوں کے پاسبان! تم صف بہ صف کا سر حیات میں عورتوں کے دامن دل اور ان کے اندر طیلان میں گھنے گہرے اندھیرے آنسوؤں کے دھبے اور آندھیوں سے بندھی ریت کی سجاتے رہے ہو۔ عورت کا سماج کے اندر ایک اعلیٰ و ارفع مقام ہے ذرا اس خاتون کی طرف

معصوم رکا کچھ سوچا اس کے بعد اپنے پہلو میں بیٹھی اس عورت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ خاتون! جس شخص نے تمہاری بیٹی کو اٹھایا اور جنم کی طرف دھکیلا وہ اس وقت تمہارے لئے کھڑا ہے۔ اس معاملے کا منصف میں تمہیں مقرر کرتا ہوں۔ تو ہی اس کے فعل کا فیصلہ کر۔ لہو بھر کے لئے اس بوڑھی خاتون نے معصوم کی طرف تو صوفی انداز میں دیکھا پھر اس کے بے پرختی پھیل گئی۔ کڑکٹی آواز میں وہ بول اٹھی۔

ایسے شیطان کے لئے جس کے سامنے کسی عورت کی عزت اور ناموس محفوظ نہیں۔ موت کی ابھی بہت کم ہے۔ بہر حال اگر مجھے ہی اس کا منصف بنایا جاتا ہے تو میں اس کے لئے یہ سزا تجویز تی ہوں کہ اس کی گردن کاٹ کر خاتمہ کر دیا جائے۔

اس بڑھیا کے اس فیصلے پر معصوم مسکرایا اور اپنے چوب دار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

پہلے خاتون کو اس کی رہائش گاہ تک باعزت پہنچا کر آؤ پھر لوٹو۔

چوب دار اس خاتون کو اپنے ساتھ قصر سے باہر لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا معصوم نے مخاطب کر کے پھر کہنا شروع کیا۔

اس ریام کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور زندان میں لے جا کر اس کا سر قلم کر دو۔ اس کے ساتھ چوب دار باہر نکلا تھوڑی دیر بعد لوٹا اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان تھے۔ جو پکڑ کر ریام کو قصر سے ان کی طرف لے گئے تھے۔

☆.....

مغرب کی نماز کے بعد جب کہ فضاؤں میں تاریکی کافی گہری ہو گئی تھی۔ یہودی طبیب اب کی رہائش گاہ کے پیر دنی دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا خود سوراہ تھا۔ دروازے پر ایک جوان کھڑا۔ مشکوک سے انداز میں سوراہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میر سے عزیز! میں نے تمہیں پہچانا نہیں تو کون ہے؟

وہ جوان اپنا منہ یہودی طبیب سوراہ کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

میرا نام شاہ پور ہے۔ میرا قسطنطنیہ سے آنا ہوا ہے۔ ۱۱۰۱ء کے بعد اپنے منہ کو مزید سوراہ کے

جیسا کہ آپ کی بھیجی ہوئی اطلاع کے مطابق مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک سیہ ہر روز شام سے روڑی دیر پہلے دو ما اور رداغ کے ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی ہے۔ ہم اس سے اٹھا کر لے جائیں گے۔

اس پر سوراب نے خدشات اور بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔  
دریائے دجلہ سے اٹھا کر اسے لے جانا آسان کام نہیں۔ کیسے اٹھاؤ گے۔ اگر معاملہ ابتر لیا تو یاد رکھنا تمہارے ساتھ ہماری زندگی کے بھی لمحے کم پڑ جائیں گے۔ جس وقت تم ایک سیہ کو اغوا کرنے کی کوشش کرو۔ اس وقت اگر اس نے شور مچا دیا اور لوگ اس کی مدد کو پہنچ گئے تو پھر یاد رکھنا امداد انتہائی چوٹ ہو جائے گا۔ تاہم میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر تم اسے قابل عمل سمجھو تو اس کے مطابق تم ایک سیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ لے جا سکتے ہو۔

شاہور نے غور سے سوراب کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

کیسے آپ کی کیا تجویز ہے؟ اس کے بعد جو طریقہ کار میں استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی پ سے کہوں گا۔ اس پر سوراب بول پڑا۔

میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ شام سے پہلے جس وقت ایک سیہ روم اور رداغ گھڑ دوڑ کے لئے نکلیں۔ تو تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھنا۔ دریائے دجلہ کے کنارے جھاڑیوں کے علاوہ درختوں کے بڑے گھنے جھنڈ بھی ہیں جن سے نام لیا جاسکتا ہے۔ جس وقت ایک سیہ دو ما اور رداغ سامرہ سے مخالف سمت اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہا ہوں گی۔ تم یا تمہارے ساتھی ایک سیہ کے گھوڑے پر تیر چلا دینا۔ اس طرح کہ تیر ایک سیہ کو نہ لے صرف گھوڑے کو لگے۔ اس طرح گھوڑا سب سے پہلے پا ہو جائے گا بری طرح بھاگ اٹھے گا۔ ایک سیہ لے گا تو میں نہ رہے گا۔ یوں ایک سیہ آگے نکل جائے گی۔ دو ما اور رداغ پیچھے رہ جائیں گی تم اپنے احمیوں کے ساتھ ایک سیہ کے تعاقب میں لگ جانا۔ اور وہیں سے اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جانا۔ شاہور کے چہرے پر ناپسندیدہ سے تاثرات نمودار ہوئے کچھ سوچا پھر سوراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم طبیب! میں آپ کی تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ اگر میں یہ طریقہ کار اپناؤں گا تو

کان کے قریب لے جا کر وہ رداغ رداغ سی گھٹنگو کرنے لگا تھا۔

جب تک وہ بولتا رہا سوراب مسکراتا رہا۔ پھر ایک دم سارا رداغ اس نے کھول دیا۔ ایک طرف ہٹ گیا اور کہنے لگا۔

میں سامرہ کی اپنی رہائش گاہ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اندر آؤ۔

طیب سوراب نے پہلے کی طرح رداغ بند کر دیا۔ آنے والے اس جوان کو جس نے اپنا شاہور بتایا تھا۔ اسے لے جا کر اپنے دیوان خانے میں بٹھایا اور کہنے لگا۔  
میں ابھی آیا۔

اس کے ساتھ ہی سوراب وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں رداغ اور دونوں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے سوراب کہنے لگا۔

میری بیٹیو! میں تمہیں ایک اچھی خبر سنانے آیا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے حویلی۔ رداغ پر دستک سنی ہوگی۔ قسطنطنیہ سے شاہور نام کا ایک نوجوان آیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کچھ آدمی بھی ہیں جنہوں نے دریائے دجلہ کے کنارے ایک سرمائے میں قیام کیا ہوا ہے۔ شاہور وہیں سے نکل کر آیا ہے۔ یہ لوگ ایک سیہ کو اٹھا لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ آؤ میں تم دونوں کو سے ملاؤں۔

سوراب کے اس انکشاف پر دو ما اور رداغ کی خوشیوں اور اطمینان کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور سوراب کے ساتھ ہو لیں۔

تینوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ سوراب نے سب کا تعارف کرایا اور دو ما اور جب بیٹھ گئیں تب سوراب شاہور کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! مجھے اس دن کا بڑی شدت سے انتظار تھا کہ قسطنطنیہ سے کوئی آئے اور ایک یہاں سے نکال کر لے جائے۔ ایک سیہ کا یہاں رہنا ہمیں بڑا گراں گزرتا رہا ہے۔ اس کی مار ہمیں پرواہ نہیں وہ جہاں چاہے رہے لیکن ایک سیہ کو ہر صورت میں واپس قسطنطنیہ جانا چاہئے۔ لے کر ہم لوگ تو اب بھی ایک سیہ کو اپنے شہنشاہ نفل بن مینائل کی امانت سمجھتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ اسے کیسے اور کہاں سے لے کر جاؤ گے۔

شاہور نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

انہوں نے ایکاسیہ کے پاس تو قیام نہیں کر لیا۔ اس طرح یہ خیر اٹھ کھڑی ہوگی کہ تینوں نہیں لوٹیں۔ لوگ ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ اور جب وہ دریا کے کنارے دو ما اور رداغ کو ہاتھ منہ بندھے حالت میں پائیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ ان دونوں کو بے بس کر کے ایکاسیہ کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس طرح جہاں ہم بڑے پر امن طریقے سے ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو جائیں گے وہاں اس کے انخواء ہونے پر آپ تینوں سے بھی کوئی باز پرس نہیں کرے گا۔ اب بولو جو معاملہ میں نے پیش کیا ہے وہ صحیح ہے یا جو طریقہ کار تم نے بتایا تھا وہ درست ہے۔ سوراب مسکرایا۔ باری باری ایک نگاہ اس نے دو ما اور رداغ پر ڈالی پھر شاہور کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں شاہور! جو طریقہ تم نے بتایا ہے وہ زیادہ محفوظ اور بہتر ہے۔ اسی پر اگر عمل کیا جائے تو بڑے محفوظ طریقہ سے ایکاسیہ کو سامرہ سے قسطنطنیہ لے جایا جاسکتا ہے۔ اب تم بیٹھو دو ما اور رداغ دونوں مل کر تمہارے کھانے کا اہتمام کرتی ہیں۔ اس پر شاہور اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

محترم سوراب! میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ کھانا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرائے ہی میں جا کر کھاؤں گا۔ میرا یہاں زیادہ دیر قیام کرنا درست نہیں ہے۔ میں ابھی اسی وقت یہاں سے رخصت ہوں گا۔ بس جولاخہ عمل میں نے بتایا ہے اس کے مطابق کل دو ما اور رداغ دونوں اپنے گھوڑوں کو دریائے دجلہ کے کنارے آخری سرائے سے بھی آگے دوڑاتی ہوئی چلی جائیں۔ اس کے بعد ہم نے کیا کرنا ہے وہ میں جانوں اور میرے ساتھی اس کے ساتھ ہی شاہور نے سوراب سے مصافحہ کیا اس کمرے سے نکلا۔ سوراب دو ما اور رداغ تینوں اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ صدر دروازے پر آ کر تینوں نے اسے رخصت کیا۔ شاہور چلا گیا۔ اور ان تینوں نے اپنی رہائش گاہ کا دروازے بند کر لیا تھا۔

☆.....

اگلے روز دو ما اور رداغ کے ساتھ حسب معمول ایکاسیہ دریائے دجلہ کے کنارے گھر دوڑ کے لئے نکلے۔ جہاں تک وہ ہر روز گھر دوڑ کیا کرتی تھیں۔ جب وہاں تک پہنچیں تب ایکاسیہ نے

یاد رکھنا ہم تو ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ جائیں گے۔ لیکن ہمارے بعد دو ما اور رداغ تینوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اگر میں یہ طریقہ استعمال کرتا ہوں ایکاسیہ کے گھوڑے کو زخمی کرتا ہوں۔ گھوڑا بدلتا ہے اور ایکاسیہ سے بے قابو ہو کر بھاگ اٹھتا ہے اور ہم بھی اس پیچھے لگ کر اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں یہ کہانی جب مسلمانوں کے امیر یا اس کے سالاروں تک گئی تو وہ یہ سوال کریں گے کہ جب ایکاسیہ کو انخواء کرنے والے اسے انخواء کر رہے تھے تو دو ما اور رداغ نے کیوں شور نہیں کیا۔ اگر اس کا گھوڑا اگر اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تو کیوں انہوں نے شربا کر کے لوگوں کو مدد کے لئے نہیں پکارا۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے سوال اٹھیں گے۔ جو اب دینا تمہارے دو ما اور رداغ کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اور تم لوگ ایک نئی مصیبت میں پھنساؤ گے۔ اور یہاں کام کرنے کی بجائے موت کی گھاٹیوں میں اتار دیئے جاؤ گے۔ لہذا یہ ناپسندیدہ ہے اور ناقابل عمل ہے اسے نہیں اپنایا جائے گا۔ جو طریقہ میرے ذہن میں ہے جسے عمل میں لانا چاہتا ہوں وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں۔ اس پر بھی تم غور کرنا۔

میں چاہتا ہوں کہ کل شام سے پہلے جب ایکاسیہ دو ما اور رداغ گھر دوڑ کے لئے دریا کے کنارے جائیں تو دو ما اور رداغ یہ کریں کہ ایکاسیہ کے ساتھ مل کر دریائے دجلہ کے کنارے جو آخری سرائے ہے اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے۔ اس سے بھی آگے نکل جائیں۔ ظاہر ایکاسیہ ان دونوں کی بات مانے گی۔ ان دونوں کو چھوڑ کر اکیلی تو واپس نہیں آئے گی۔ ان کے گھوڑا دوڑاتی رہے گی۔ جب یہ اس سرائے سے دور نکل جائیں گی تو ہم ان کے پیچھے ہوں ایکاسیہ کو پکڑ کر اس کے ہاتھ منہ باندھ کر اپنی گرفت میں لے لیں گے دو ما اور رداغ کے منہ کپڑے اور ان کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھ کر انہیں کچھ دیر دریائے دجلہ کے کنارے زمین کران کے کپڑے گرد اور کچھ آلود کر دیں گے تاکہ دیکھنے والے یہ دیکھیں کہ یہ اپنی رہائی کے جدوجہد کرتی رہی ہیں اور ان دونوں کو دریائے دجلہ کے کنارے ہاتھ اور منہ بندھے ہوئے چھ ہم ایکاسیہ کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ جائیں گے۔

ظاہر ہے جب کافی دیر تک ایکاسیہ گھر نہ لوٹے گی تو اس کے چاہنے والے اس کے لواحقہ مند ہوں گے۔ اگر وہ نہ بولیں تو آپ خود ہی بول پڑنا۔ جہاں وہ رہتی ہے وہاں ان کے بار اور کہنا کہ تمہاری دونوں بیٹیاں دو ما اور رداغ گھر دوڑ کے لئے گئی تھیں۔ ابھی تک نہیں لوٹ

جب اپنے گھوڑے کو موڑنا چاہا تو دو مانے بڑے پیار بڑی چاہت میں اسے مخاطب کیا۔

ایکاسیہ ہم ہر روز یہاں تک ہی گھڑ دوڑ کرتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔ آج میری خواہش ہے کہ آگے تک جائیں۔ پر جلد ہی لوٹ آئیں گے۔

اس پر ایکاسیہ نے کسی قدر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دوما! ادھر دیکھو۔ سورج غروب ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر تک تاریکی پھیل جائے گی۔ میرے خیال میں ہمیں اس سے آگے نہیں جانا چاہئے۔

اس بار دوما کی بجائے رداغ بول پڑی۔

ایکاسیہ کوئی بات نہیں۔ میرے خیال میں دو دریائے دجلہ کے کنارے جو آخری سرائے ہے اس سے تھوڑا آگے جاتے ہیں۔ پر جلد لوٹ آتے ہیں۔ آؤ فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوما اور رداغ دونوں نے مل کر جب ایکاسیہ پر زور دیا تب وہ دریائے دجلہ کے کنارے ان حدود سے آگے جانے پر تیار ہو گئی جہاں تک وہ ہر روز گھڑ دوڑ کیا کرتی تھیں۔ اس طرح دوما رداغ اور یہودی طبیب سوراب نے جو جال پھیلا یا تھا اس جال میں وہ ایکاسیہ کو پھانسنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

دوما اور رداغ اپنے گھوڑوں پر آگے آگے تھی۔ ایکاسیہ ان کے پیچھے تھیں۔ دوما اور رداغ نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے سر پٹ دوڑا دیا تھا۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے اور ان کا ساتھ دینے کے لئے ایکاسیہ بے چاری بھی مجبور ان کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کو دوڑا رہی تھی۔

جب وہ دریائے دجلہ کے کنارے اس آخری سرائے سے بھی آگے نکل گئیں جس کی نشاندہ اغوا کے لئے آنے والے شاپور نے یہودی طبیب سوراب سے کی تھی۔ تب بدبختی کے بھکڑاؤ کھڑے ہوئے۔

فضاؤں میں اب تاریکی لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ ویسے بھی بے چاند رات تھی اور گہرا ہوتی تاریکیاں بڑی تیزی سے چاروں طرف ناچ اٹھی تھیں۔ ایسے میں جھار یوں کے ایک جھنڈ۔ شاپور اور اس کے ساتھی اچانک نمودار ہوئے۔

ان میں سے کچھ ایکاسیہ پر وارد ہوئے اسے گھوڑے سے اتار کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھ

کر اس کے منہ پر بھی کپڑا باندھ دیا۔ باقی ساتھی دوما اور رداغ کی طرف گئے۔ انہوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ تو ان کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ پہلے ان سب نے دوما اور رداغ کو دریا کے کنارے گیلی ریت اور کچھڑ میں خوب گھسیٹا ان کی جسمانی اور کپڑوں کی حالت ایسے کر دی جیسے وہ بھرپور طریقے سے اپنا دفاع کرتی رہی ہوں پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے تھے اور ان کے منہ پر بھی پٹیاں باندھ کر شاپور اور اس کے ساتھی ایکاسیہ کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔



مغرب اور عشاء کے درمیان جس وقت اسحاق بن یحییٰ اپنے اہل خانہ کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ باتیں کر رہا تھا اور ایکاسیہ کی ماں قسطونہ بھی ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی تب یہودی طبیب سوراب بڑی فکر مندی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے وہاں آیا اور اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن یحییٰ! کیا میری دونوں بیٹیاں دوما اور رداغ یہاں ہیں؟

اس کے ان الفاظ پر ایکاسیہ کی ماں قسطونہ چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ باقی لوگ بھی پریشانی کی حالت میں اپنی جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے سوراب کی طرف دیکھنے لگے تھے وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایکاسیہ کی ماں قسطونہ نے اسے مخاطب کیا۔

بھائی! ہم تو یہ خیال کر رہے تھے کہ ایکاسیہ گھڑ دوڑ کے بعد رداغ اور دوما کے ساتھ تمہارے ہاں چلی گئی ہوگی۔ الٹا آپ ہمارے پاس آئے ہیں یہ پوچھنے کے لئے کہ رداغ اور دوما یہاں تو نہیں ہیں۔

سوراب نے اپنے چہرے پر پوری طرح پریشانی مسلط کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔ پہلے وہ کبھی اتنی دیر سے نہیں آئیں۔ آج جب انہیں اس قدر تاخیر ہوئی تو میں یہ سمجھا کہ دونوں بہنیں ایکاسیہ کے پاس رک گئی ہوں گی۔ لیکن لگتا ہے تینوں نہیں آئیں۔ ایسا انہوں نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ اس قدر دیر سے آنا بغیر کسی علت اور وجہ کے نہیں ہو سکتا۔

قسطونہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں کچھ کہہ نہ پا رہی تھی۔ اس موقع پر عمیمہ نے



پریشانی اور فکر بھری آواز میں اپنے باپ اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کیا۔

ابی! محترم سوراب ٹھیک کہہ رہے ہیں پہلے ایکاسیہ نے کبھی اتنی دیر نہیں لگائی۔ کوئی وجہ ضرور ہے جو وہ ابھی تک نہیں آئی۔ ہمیں ان تینوں کا پتہ کرنا چاہئے۔

اس پر اسحاق بن یحییٰ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور سوراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سوراب تم یہاں بیٹھو۔ میں کچھ مسلح جوانوں کو بھیجتا ہوں وہ ان تینوں کا پتہ کر کے آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا دوبارہ دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ باری باری ایک نگاہ اس نے سوراب اور قسطونہ پر ڈالی پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں زیادہ فکر مند نہ ہو میں نے کچھ مسلح جوان دریائے دجلہ کی اس سمت روانہ کئے ہیں جہاں وہ تینوں گھر دوڑ کیا کرتی ہیں۔ ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کہاں رک گئی ہیں اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد پھر پہلے موضوع پر گفتگو کرنے لگا تھا۔ شاید ایسا کر کے وہ ایکاسیہ کے نہ آنے کے تلخ موضوع سے قسطونہ کی توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ مسلح جوان لوٹے جنہیں اسحاق بن یحییٰ نے ایکاسیہ، دو ما اور رداغ کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان کے ساتھ صرف دو ما اور رداغ تھیں اور ان کی حالت بری ہو رہی تھی۔ ان کے لباس کچھ میں لت پت تھے۔ سب انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ رداغ اور دو مانے بہترین اداکاری کا مظاہرہ کیا دونوں بھاگ کر آگے بڑھیں اور سوراب سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تھیں کمرے کا ماحول بڑا ابتر ہو گیا تھا۔ قسطونہ ابھی تک اپنی جگہ پر دنگ اور پریشان کھڑی تھی۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا ایکاسیہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ دو ما اور رداغ تو سوراب سے لپٹ کر رو رہی تھیں لہذا قسطونہ نے ان مسلح جوانوں کو مخاطب کیا جو انہیں لینے گئے تھے۔

میری بیٹی ایکاسیہ کہاں ہے؟

ان سب کی گردنیں جھک گئی تھیں ان میں سے کوئی بھی نہ بولا۔ اس پر ذرا سخت لہجے میں اسحاق بن یحییٰ نے انہیں مخاطب کیا۔

بولتے کیوں نہیں ہو۔ تم سب کی گردنیں کیوں جھک گئی ہیں۔ ایکاسیہ کہاں ہے۔

اس پر ان میں سے ایک بڑے دکھ بڑی پریشانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر! ایکاسیہ کو کوئی اٹھا کے لے گیا ہے۔ اس کی تفصیل دو ما اور رداغ دونوں ہمیں آپ کو بتائیں گی۔

ان کے ان الفاظ پر سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اسحاق بن یحییٰ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کچھ اور مسلح جوانوں کو اپنے ساتھ لو اور فوراً چاروں طرف پھیل کر ایکاسیہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اس سلسلے میں ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اب تم جاؤ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح دان وہاں سے چلے گئے تھے۔

اتنی دیر تک دو ما اور رداغ سوراب سے علیحدہ ہو گئی تھیں۔ انہیں تسلی دیتے ہوئے سوراب نے یہ نشست پر بٹھایا ان کے بیٹھنے کے بعد اسحاق بن یحییٰ نے انہیں مخاطب کیا۔

میری بیٹی! تفصیل سے بتاؤ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ اس پر دو ما بول پڑی۔

امیر! ہمارے ساتھ وہ معاملہ پیش آیا جس کی ہم توقع بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر و بیشتر گھر دوڑ کرنے کے لئے ہم کافی آگے نکل جاتی تھیں آج بھی ہم آخری سرائے سے آگے چلی گئیں۔

ہاں اچانک جھاڑیوں کے جھنڈ سے کچھ سوار نمودار ہوئے۔ وہ ہم پر ٹوٹ پڑے پہلے انہوں نے یکایک اپنی گرفت میں لیا اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد اس کے منہ پر بھی پکڑا باندھ یا جس وقت وہ ایسا کر رہے تھے تو ہم نے مزاحمت کی۔ اسے چھڑانے کی کوشش کی لوگوں کو مدد کے لئے پکارا لیکن ہماری بد قسمتی کہ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ انہوں نے ہمیں بھی مارا پیٹا جب ہم نے کافی مزاحمت کی تو وہ ہمیں گھسیٹ گھسیٹ کر باندھنے لگے۔ ہم دونوں کے ہاتھ بھی انہوں نے پشت پر باندھ دیئے منہ پر بھی کپڑے باندھ دیئے۔ یہ جو لوگ ہمیں لینے گئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو ہم انتہائی تر حالت میں تھیں وہ ہم دونوں کو دریا کے کنارے پھینک گئے تھے۔ بھلا ہواں لوگوں کا انہوں نے جا کر ہمارے منہ سے کپڑے کھولے ہمارے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ بھی آزاد کئے۔ جو لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ وہ چونکہ اپنے چہروں کو ڈھانپنے ہوئے تھے۔ اور پھر ہلکی ہلکی تاریکی ہونے کی وجہ سے ہم انہیں پہچان نہیں سکے۔ وہ کون تھے بہر حال وہ ایکاسیہ کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ میرا اور

رداع کا اندازہ ہے کہ ایسا صرف----

دو ماہیں تک کہنے پائی تھی کہ قسطونہ بے چاری آہیں بھرتی ہوئی بول اٹھی۔

ہائے! میری بیٹی کو رومن اٹھا کر لے گئے۔ لگتا ہے۔ رومنوں کے بادشاہ نوفل بن میخائیل اپنے کچھ آدمی مقرر کئے ہوں گے جو میری بیٹی پر نظر رکھتے ہوں گے اور آج موقع ملے ہی وہ دو ماہ رداع کو تو بے بس کر کے پھینک گئے اور میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے۔ اب وہ اسے نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کریں گے۔ اور وہ نجائے میری بیٹی کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔

اسحاق بن یحییٰ ابھی تک گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ بڑا متفکر پریشان دکھائی دے تھا۔ اس نے کچھ سوچا پھر سورا ب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سورا ب دیکھو! دو ماہ رداع کی بری حالت ہے ان کے لباس کچھڑ میں لت پت ہیں انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ تا کہ یہ لباس تبدیل کر سکیں سورا ب اور رداع اور دو ماہ شاید یہی چاہتے وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد بے پناہ مایوسی کا کرتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ بول اٹھا۔

سمجھ نہیں آتی کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ایساخ جب واپس آئے گا تو میں اسے جواب دوں گا اس نے قسطونہ اور ایکاسیہ کی حفاظت کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی۔ تو گویا میں اپنی داری نبھانے میں نہ دیکھ رہا ہوں۔ کاش میں نے دریائے دجلہ کے کنارے بھی ایکاسیہ کی حفاظت کا کوئی ساما ہوتا۔

ایکاسیہ کی ماں بے چاری برابر روئے جاری تھی۔ بین کر رہی تھی اس کی حالت دیکھتے خود غمیدہ اور اس کی ماں غمران بھی رو پڑی تھیں۔ پھر غمران کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بڑ بول اٹھا۔

غمران! تم دونوں ماں بیٹی قسطونہ کو سنبھالو میں ذرا باہر جاتا ہوں اور ایکاسیہ کو تلاش کرنے مزید انتظامات کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ وہاں سے نکل گیا تھا۔

پوری رات اسحاق بن یحییٰ نے مسلح جوانوں کو چاروں طرف تلاش میں سرگرم رکھا۔ لوگ ایکاسیہ کو اٹھا کر لے گئے وہ انہیں کہیں نہ ملے اور سب صبح تک مایوس اور ناکام لوٹ آئے۔

رومنوں کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل ایک روز اپنے قصر کے ایک کمرے میں اپنی ماں پورفسان اپنی بیوی تھیوڈورا کے علاوہ اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیریک جو بہن دوسرے بڑے جرنیل اور نوفل بن میخائیل کے سالے برداس تیسرے بڑے جرنیل فرزون اور دیگر سالاروں بڑے پادری اور بشارت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چوب دار نے ارض شام سے آنے والے قاصدوں کی اطلاع دی۔

اپنے چوب دار کے ان الفاظ پر نوفل بن میخائیل چونکا تھا اس کے سارے سالار بھی بڑی جستجو میں پڑ گئے تھے یہاں تک کہ چوب دار ان قاصدوں کو لے کے اندر آیا۔ نوفل بن میخائیل کے سامنے آ کے انہوں نے اسے تعظیم دی پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ نوفل بن میخائیل نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

کیا تم ارض شام کی طرف سے ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کے آئے ہو۔ کیا طوک کا مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا کیا قسطونیہ کے بہترین تیغ زن زمران نے مسلمانوں کے سالار ایساخ کو انفرادی مقابلے میں شکست دے کر اس کی گردن کاٹی کیا مجھے اس کے لئے سوسرخ اونٹوں کے انعام کو تیار رکھنا چاہئے۔

جب تک نوفل بن میخائیل بولتا رہا۔ تینوں قاصد اپنی گردنیں جھکائے کھڑے رہے۔ ان کی اس حالت سے نوفل بن میخائیل کے علاوہ جس قدر لوگ قصر میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے حالات کی خبیثگی کا اندازہ لگا لیا تھا۔ نوفل بن میخائیل نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد پھر انہیں مخاطب کیا۔

خ اور اشاس۔ طولک کو شکست دینے کے بعد اسحاق بن یحییٰ تو اپنے لشکر کے ساتھ واپس سامرہ لطف جا چکا ہے۔ جب کہ ایٹاخ اور اشاس دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ارض شام کی مدوں پر ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔

نوفل بن میخائیل کے چہرے پر عیار اندھی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اپنے سالار اعلیٰ پیٹرک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پیٹرک جو بہن! ان قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ ان سے اندازہ پوچھ لینا کہ مسلمانوں سالار ایٹاخ اور اشاس کے پاس اس وقت کس قدر لشکر ہے۔ یہاں سے طولک کے لئے اس لک بھیجو کہ ہمارے لشکر کی مجموعی تعداد ایٹاخ اور اشاس کے لشکر سے دو گنی ہو جائے۔ یہاں لکھنا ہے سالار بھی طولک کے ساتھ کام کرنے کے لئے روانہ کرو اور انہیں تاکید کرو کہ ہر صورت اپنی شکست کا انتقام لیں اور اپنی سرحدوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوں۔ یہ جنگ میں جس قدر ہمارا نقصان ہوا ہے اس کا ازالہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر کریں۔ اور پھر انہیں یہ بھی تاکید کر دینا کہ اگر کوئی لشکری کوئی سالار مسلمانوں کے سپہ سالار کو زندہ پکڑ کر لائے گا یا اس کی گردن کاٹ کر ہمارے سامنے پیش کرے گا تو اسے سوا دونوں کی نقد ادا کی جائے گی، اب تم اٹھو۔ ان قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اپنے کام کی ابتدا کرو لے ساتھ ہی نوفل بن میخائیل نے وہ نشست برخواست کر دی تھی۔

☆.....

ایٹاخ اور اشاس دونوں شام کی سرحد پر قائم اپنے پڑاؤ میں خیمے میں بیٹھے ہوئے آپس میں دکر رہے تھے کہ ایک مسلح جوان کھٹکھارتا ہوا خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور ایٹاخ کو مخاطب لے کہنے لگا۔

امیر دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے والے دو مخبر آئے ہیں وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتے

ان الفاظ پر ایٹاخ چونکا اور اس مسلح جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مخبر آئے ہیں انہیں فوراً خیمے میں لے کے آؤ۔ اس پر وہ مسلح جوان پیچھے ہٹ گیا تھوڑی دیر

تم تینوں کی گردنیں کیوں جھکی ہوئی ہیں؟ لگتا ہے تم ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کے نہیں آئے ہو۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو ہم ہر بری خبر سننے کے لئے تیار ہیں اس پر ان تینوں قاصدوں میں سے ایک نوفل بن میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

مالک! ہم تینوں واقعی بری خبر لے کے آئے ہیں۔ جبل طاروس کے شرقی حصوں میں طولک اور مسلمانوں کا ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ سے پہلے ہمارے تیغ زن زرمات کا مسلمانوں کے سالار ایٹاخ سے انفرادی مقابلہ بھی ہوا اور ہماری بد قسمتی کہ اس مقابلے کے دوران مسلمانوں کے سالار ایٹاخ نے بڑی آسانی سے زرمات کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اس کے بعد ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں طولک اور ہمارے لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ اور اس شکست کے نتیجے میں طولک اپنے بچے کچھے لشکر کے ساتھ جبل طاروس کے غربی حصوں کی طرف بھاگ آیا ہے۔

نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک گردن جھکانے سوچتا رہا پھر اس کی نگاہیں اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو بہن پر جم گئی تھیں۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پیٹرک! ہمیں اس شکست کا ہر صورت انتقام لینا ہوگا۔ ایک کافی بڑا اور تربیت یافتہ لشکر طولک کی طرف روانہ کرو۔ اور اب سے میری طرف سے تاکید کے ساتھ یہ احکامات جاری کرو کہ جو شکست اسے ہوئی ہے۔ ہر صورت میں وہ اس کا انتقام مسلمانوں سے لے۔ جس طرح مسلمانوں نے اسے شکست دی ہے اس سے بھی بدتر شکست وہ انہیں دے اور ان کے علاقوں میں دور تک گھس کر تباہ اور بربادی کا کھیل کھیلے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل بن میخائیل لمحہ بھر کے لئے رکا پھر قاصدوں کی طرف دیکھ ہوئے کہنے لگا۔

طولک کے ساتھ مسلمانوں کے کون کون سے سالاروں نے جنگ کی ہے؟

اس پر دوسرا قاصد بول پڑا۔

مالک! طولک کے مقابلے میں مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ سے عرب جرنیل اسحاق بن یحییٰ ایک لشکر لے کے آیا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا سب سے کٹر اور خونخوار جرنیل ایٹاخ اپنے ساتھی جرنیل اشاس کے ساتھ بابک خرمی کے علاقوں میں ایک مہم پر تھا۔ اسے بھی ارض شام کی طرف بلایا گیا۔ لہذا طولک کے ساتھ مسلمانوں کے تین سالاروں کا مقابلہ ہوا۔ اسحاق بن یحییٰ

میرے عزیز! فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ دشمن کے پاس اگر ہم سے زیادہ اور دو گنا ہے تو اس سے ہمیں خوفزدہ ہونے کا کیا مقام ہے۔ اس سے پہلے بہت سی اقوام اپنے کھوئے ہوئے گھر اکر کے لئے ساگروں کے اندھوں دھاروں کی طرح ہم پر چڑھ دوڑیں لیکن اس راں آسمان تلے اور زمین کے اس زندان میں ہم نے انہیں بیاض وقت کے صفحے سے گرد سفر کی اڑا مارا۔ اس سے پہلے بہت سے لوگ بہت سے لشکر ہوس کی بھوک کے دوزخ کو بھرنے کے شکم اور تندور کی پیاس مٹانے، من و سلویٰ کی تلاش میں ہم پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن ہم نے کی دھند میں لپٹے ان کے چہروں کے روپ کو دھلتی شام میں اور ان کی تہذیب و تمدن کی لاشوں میں لپٹے چیتروں اور گذرتے موسموں کی طیلان میں بے نسب و بے گمان لحوں کی یاد تیرنا کر رکھ دی تھی۔

اگر رومن ہم سے دو گنا لشکر لیکر لے کر آ رہے ہیں تو امیر المومنین سے کمک اور مدد مانگنے کی فی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود ہی ان کا مقابلہ کر لیں گے ایک بات یاد رکھنا لطف و لذت کی ل میں تربیت حاصل کرنے والے رقص و سرور اور رماش و رنگ میں پرورش پانے والے و خباب کے ملبوسات پہننے والے جب ہمارے سامنے ابو کے پیرا ہن پھیلاتے میدان جنگ کی کوئے نکریم کرتی رزم گاہوں میں داخل ہوں گے تو اپنے تیز حملوں سے ہم ان کے دلوں نے خیر پر ایک کچکی طاری کر کے رکھ دیں گے۔ میرے عزیز! میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ام بے گل کر دینے والی جستجو کے نئے ساحلوں اور خلاء کے نئے آفاق پر زندگی کی اصل حقیقت رزوں کے مقتل کی طرح دشمن کے رو برد آئیں گے تو میرے خداوند نے چاہا تو وہ ہماری کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اور پہلے کی طرح ہم ان کے لشکریوں میں درد و فرقت کے پیوند یسایاں پھیلاتے چلے جائیں گے۔ دشمن کو آنے دو پھر دیکھو میں اور اشاس اس کا کیا حشر نشر تے ہیں اب تم جاؤ اپنے کام میں لگ جاؤ تاکہ اشاس کے ساتھ میں دشمن سے نپٹنے کا لائحہ عمل مل ساتھ ہی دشمن جب جبل طاروس میں داخل ہو تو پھر ہمیں اطلاع کرنا اس لئے کہ میں جبل ل کی رادوں میں دشمن کی وہ حالت کروں گا کہ اپنی اس حالت کو وہ صدیوں تک عبرت خیزی لہذا یاد رکھیں گے۔ اب تم جاؤ اپنے کام میں لگ جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی دونوں مخبر وہاں سے

بعد دو مخبروں کو لا کر اس نے خیمے میں کھڑا کر دیا تھا۔ ایسا خ اور اشاس دونوں انہیں پہچان کر کے لشکر کے وہ مخبر تھے جنہیں اناطولیہ کے میدانوں کے انتہائی غربی حصوں تک دشمن کی نقل پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔

ایسا خ نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

کیا تم ہمارے لئے کچھ اچھی خبر رکھتے ہو؟

ان میں سے ایک مسکرایا اور ایسا خ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں امیر آپ اس کا اندازہ خود لگائیے گا کہ وہ خبر اچھی ہے یا برا کہنا چاہتے ہیں کہ گذشتہ جنگ میں آپ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد رومنوں کا شا کا حاکم طولک اپنے بچے کچھ لشکر کے ساتھ جبل طاروس کے اس پار انگورہ کی طرف چلا گیا کی شکست کی خبریں ان کے شہنشاہ نوفل بن مینائیل تک پہنچ گئی ہیں۔ نوفل کے کہنے سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے طولک کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ نوفل بن مینائیل کا خیال تھا کہ کچھ چھوٹے سالاروں کو وہ لشکر دے کر طولک کی طرف روا اور طولک ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف قسمت آزمائی کرے گا لیکن بعد میں اس نے پر نظر ثانی کی۔ چھوٹے سالاروں کے ساتھ اس نے اپنا تیسرے درجے کا بڑا سالار فرزدو لشکر کے ساتھ بھیج دیا ہے۔

فرزدو جو لشکر قسطنطنیہ سے لے کر آیا ہے وہ اناطولیہ کے میدانوں میں پہنچ چکا۔ اور وہ آپس میں مل چکے ہیں۔ اور اب اپنی گذشتہ جنگ کا انتقام لینے کے لئے اور آپ ہونے کے لئے وہ مشرق کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد مخبر کا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر محترم! جو لشکر طولک اور فرزدو دونوں لے کر آ رہے ہیں افراد کے لحاظ سے کے لشکر سے دو گنے سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ لہذا امیرے خیال میں ان کا مقابلہ کرنے امیر المومنین سے کمک اور مدد طلب کر لینی چاہئے۔

مخبر جب خاموش ہوا تو لمحہ بھر کے لئے ایسا خ مسکرایا پھر اس کی چھاتی تن گئی۔ اور

کہہ رہا تھا۔

نکل گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد کچھ دیر گردن جھکا کر ایساخ سوچتا رہا پھر اشناں کی طرف دیکھنے پر کہنے لگا۔

اشناں میرے بھائی! جو کچھ ہمارے خیر کہہ گئے ہیں تم نے بھی سنا میں بھی سن چکا ہوں۔ ہم دونوں نے ہی دشمن کی ساری کارروائیوں کو ناکام کرنے کا لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔ سامرہ، کمک اور مدد کی التجا نہیں کرنی چاہئے۔ اگر قسطنطنیہ سے ہمارے ہاتھوں شکست کھانے والوں کی مدد کے لئے رومنوں کا دوسرا بڑا جرنیل فروزن بھی یہاں پہنچ چکا ہے اور ہمارے خلاف مزہ میں آنا چاہتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ اگر ان کے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے دو گنے سے بھی زیادہ ہے تب بھی میرے بھائی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم ان کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے حکمت عملی تبدیل کریں گے۔ میرے بھائی جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو غور سے سنو اس پر عمل کیا جائے گا۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر ایساخ کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد اس کے چہرے پر ہلکا سا مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اپنا منہ وہ اشناں کے کان کے قریب لے گیا اور اسے مخاطب ہوئے بڑی رازداری اور دھیمے لہجے میں کوئی گفتگو کرنے لگا تھا۔ جب تک ایساخ اس سے سرگڑا رہا اشناں مسکراتا رہا۔ پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے خیمے سے نکلے۔ اپنے لشکر گاہ کی طرف ہوتے۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے ایک روز اسحاق بن یحییٰ تھکا تھکا بچھا بچھا سا اپنی حویلی میں ہوا۔ دیوان خانے میں آیا جہاں پہلے سے قسطنطنیہ، غمر ان اور عمیمہ اور عمیمہ کا چھوٹا بھائی نہ ہوئے تھے۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے سب سے زیادہ فکر مند عمیمہ اور اس کا چھوٹا بھائی نہ تھے۔ تاہم غمر ان اور قسطنطنیہ کے چہروں پر بھی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ جونہی اسحاق بن یحییٰ نشست پر بیٹھا تھا عمیمہ اپنی جگہ سے اٹھی اسحاق بن یحییٰ کے پہلو میں بیٹھی اپنے بازو اس کے گرد حائل کئے پھر بڑے پیار سے وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

ابی! میری بہن ایکاسیہ کا کچھ پتہ چلا؟

بڑے اداس اور انتہائی تھکے تھکے انداز میں اسحاق بن یحییٰ نے اپنی بیٹی عمیمہ کی طرف

منہ سے کچھ نہ بولا۔ تاہم اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔ اس کے اس انداز نے قسطنطنیہ، غمر ان، عمیمہ اور زبیر کو اور زیادہ اداس اور فکر مند کر دیا تھا اس موقع پر اسحاق بن یحییٰ کی بیوی غمر ان نے اسے مخاطب کیا۔

آج کتنے دن ہو گئے ہیں۔ ایکاسیہ کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ آپ نے کم از کم اس کی گمشدگی کی اطلاع ایساخ کو ہی کر دی ہوتی۔ اس طرح خاموش بیٹھنے سے تو کام نہیں چلے گا وہ ایک طرح سے یکاسیہ اور قسطنطنیہ دونوں ماں بیٹی کو ہماری تحویل میں دے کر گیا تھا۔ اور ہم ان دونوں کی حفاظت کے مددگار ہیں۔ اب جب کہ ایکاسیہ نہیں مل رہی تو اس کی اطلاع ہر صورت میں ایساخ کو ہونی چاہئے۔ ملنے لے کہ۔۔۔۔۔

غمر ان مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کانتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ بول پڑا۔ غمر ان! تم ٹھیک کہتی ہو۔ اس کی اطلاع ایساخ کو کرنا چاہئے مگر انفس میں اپنے آپ میں ناخوشی نہیں پاتا کہ اپنی بیٹی ایکاسیہ کی گمشدگی کی اطلاع ایساخ کو کروں۔ تم سب جانتے ہو وہ بول ایک دوسرے کو پسند کر چکے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنی محبت کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ ایساخ بے پناہ انداز میں ایکاسیہ کو پسند کرتا ہے۔ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ یہی ہی حالت ایکاسیہ کی بھی ہے۔ اب اس وقت جب کہ وہ سرحدوں پر دشمن کی آنکھوں میں ٹھیکس ڈال کر دیکھ رہا ہوگا۔ اگر میں اسے ایکاسیہ کی گمشدگی کی اطلاع دیتا ہوں تو یاد رکھنا اس کے بیان فکر میں بنجر پن کے جھکڑ درد کے نشتر چل جائیں گے۔ اس کی خوش نواکی اور خوش ادائی گزروں کے تیز جھونکوں کے سامنے اداسی کی زرد چادر اوڑھ لے گی۔ بلکتے لمحوں میں اس کا سارا تنفر اس کا ہنر، تین تین بھری اس کی ساری قوتیں ریزہ ریزہ نہ ہو کے رہ جائیں۔ ڈرتا ہوں کہ رات مزاج وہ بیٹا ایکاسیہ کی گمشدگی کا سن کر کہیں آندھیوں کے برہم مزاج کے سامنے کنیا کے نماتے چراغ جیسا نہ ہو جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اسحاق بن یحییٰ لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد پھر تاسف بھرے ملازمین کو کہہ رہا تھا۔

ہم سب تو یہاں تقدیر کے بدترین پر شور بگولوں اور غموں کے ڈستے سانپوں کے اندر دن

گزار رہے ہیں۔ ڈرتا ہوں یہ خبر پہنچنے پر ایتاخ بھی سورج کی چلا چل کے سامنے دھلتے سایوں طرح ہو جائے گا۔ اسے جب خبر ہوگی کہ ایکاسیہ کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے تو یاد رکھنا وہ بے چارہ کے پر خار سنگم پر پرانے موسموں کی نئی محرومیوں اور صدیوں کے سفر میں دل کے بچھے دیوں کی طرح ہو کر رہ جائے گا۔ اور اس کی یہ حالت کم از کم مجھ سے نہ دیکھی جائے گی۔

اسحاق بن یحییٰ جب خاموش ہوا تب قسطونہ بول پڑی اور کہنے لگی۔

بھائی! جو کچھ آپ کہتے ہیں درست ہے۔ لیکن ایکاسیہ کی گمشدگی کی اطلاع ہر صورت ایتاخ کو دینی چاہئے۔ اس لئے کہ ایتاخ اور ایکاسیہ ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی تسلیم کر ہیں۔ لہذا میرے بعد ایکاسیہ کا کسی سے قریب ترین رشتہ ہے تو وہ ایتاخ ہے۔ اس موقع پر ایکاسیہ کے گم ہو جانے کی اطلاع نہ دی تو وہ زندگی بھر ہم سے گلہ شکوہ کرتا رہے گا۔ میں آپ پہلے بھی کہہ چکی ہوں اب بھی کہتی ہوں کہ جس طرح آپ لوگ ایکاسیہ کو تلاش کر رہے ہیں وہ ملے گی۔ اسے رومن اٹھا کے لے گئے ہیں۔ اور میں یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ ایکاسیہ کو یہاں اٹھانے میں رومنوں کا سامرہ شہر میں کسی نہ کسی کے ساتھ رابطہ ضرور ہے۔ کسی نے انہیں خبر کی۔ میں اور ایکاسیہ دونوں ماں بیٹی نے سامرہ میں پناہ لی ہے۔ کسی نے انہیں یہ بھی اطلاع کی ہو ایکاسیہ ہر روز گھڑ دوڑ کے لئے دریائے وجلہ کے کنارے جاتی ہے۔

قسطونہ جب خاموش ہوئی تو اسحاق بن یحییٰ نے پھر کہنا شروع کیا۔

میری بہن جو کچھ تم کہہ رہی ہو درست ہو۔ اس سلسلے میں آج میں امیر المومنین سے مل گیا ہوں۔ وہ بھی ایکاسیہ کی اس طرح گمشدگی پر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ نے اپنی طرف سے بھی کچھ آدمی مقرر کئے ہیں جو ایکاسیہ کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایک دور و زنگ اگر کہیں بھی ایکاسیہ کی نشاندہی نہ ہوئی تو میں اس حادثے کی اطلاع ایتاخ کو گا۔ آپ لوگ بالکل بے فکر رہیں۔ پھر اسحاق بن یحییٰ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عمران اپنی جگہ کھڑی ہوئی۔ قسطونہ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

میری بہن اٹھو اس موضوع پر باتیں کرتے ہوئے دل جلتا ہے۔ آؤ دونوں بہنیں مطبخ میں لگیں۔ بے دلی کا اظہار کرتے ہوئے قسطونہ اٹھ گئی اور عمران کے ساتھ مطبخ کی طرف تھی۔

رومن جرنیل فرزون اور رومنوں کے ارض شام کے حاکم اور بہترین جرنیل طولک نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انگورہ شہر کے نواح میں قیام کیا ہوا تھا اور مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنے لشکر کو استوار کر رہے تھے۔

انگورہ ترکی کے موجودہ شہر انقرہ کا پرانا نام ہے۔ جو بحیرہ السود سے ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر سطح سمندر سے چار سو فٹ بلند اور ارد گرد کے اپنے علاقوں سے لگ بھگ پانچ سو فٹ بلند پہاڑی پر واقع تھا۔ یہ پرانی طرز کا اور تنگ و تاریک گلیوں کا ایک شہر تھا۔ جس کو اس بناء پر اہمیت دی جاتی تھی کہ یہاں رومنوں کے شہنشاہ آکسس کا مقبرہ تھا۔ اس کے علاوہ اس کے حمام دیوان خانے رومنوں کی عمارتیں اور بازنطینی ستون بھی مشہور تھے۔

انگورہ زمانہ قبل از تاریخ سے ہی موجود تھا۔ سب سے پہلے اس شہر پر میتوں نے اپنی مملکت قائم کی اور یہ ان کا صدر مقام رہا۔ اس وقت اس کا نام اتھلہ تھا۔ تقریباً آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہاں فونیقی قوم آباد ہوئی۔ اس کے بعد دو سو چونتیس قبل مسیح میں جب سکندر اعظم اپنی مہمات پر نکلا تو یہاں سے بھی گذرا۔ اس کی وفات سے نصف صدی تک اس پر سلوکیٹیوں کا قبضہ رہا اس کے بعد ایک اور قوم جس کا نام غلاتی تھا۔ اور جو بلقان کے رہنے والے تھے وہ تیسری صدی قبل مسیح میں جزیرہ نمائے بلقان سے اٹھ کر یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔

دوسری صدی قبل مسیح میں رومن انگورہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے ارض شام سمیت انگورہ کو رومن سلطنت میں شامل کر لیا۔ رومنوں ہی کے دور میں اس شہر میں بہت سے معبد تعمیر کئے گئے۔ مقابلے کا ایک میدان بنایا گیا۔ اور شہنشاہوں کے لئے محل تعمیر کرائے گئے۔ اس طرح

مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس شہر میں اہم عسکری مرکز بھی تعمیر کئے گئے تھے۔

☆.....

فرزون اور طولک دونوں رومن جرنیل اپنے چند چھوٹے جرنیلوں کے ساتھ انگورہ شہر سے باہر ایک پہاڑی کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے دور تک جہاں نگاہ کام کرتی تھی ان کے نگاہ کے خیمے نصب تھے۔ لشکر کے اندر ایک بالکل سی برپا تھی۔ اس پہاڑی کے اوپر بیٹھے ہی بیٹھے فرزون نے طولک کو مخاطب کیا۔

طولک میرے بھائی! تمہارا کیا اندازہ ہے جس قدر لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے۔ کیا اس سے مسلمانوں کو شکست نہ دے سکیں گے۔ اور ان سے اپنی گذشتہ شکستوں کا انتقام نہ لے لیں گے۔ جب کہ ہمارے مخبر ہمیں یہ بھی اطلاع دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کا بڑا جرنیل اسحاق بن ابیہ لشکر کے ساتھ سرحد سے واپس اپنے مرکزی شہر سامرہ کی طرف جا چکا ہے۔ اور سرحدوں پر اس وقت مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشناس ہیں اور ان کے پاس جو لشکر ہے عددی لحاظ سے ہمارے لشکر سے آدھا بھی نہیں ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرزون رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔  
طولک! میرا اندازہ ہے کہ ان حالات میں اگر ہم مسلمانوں کے ان دونوں سالاروں پر اور ہو کر انہیں شکست دیں تو میری اور تمہاری اپنی سلطنت میں ایسی عزت، ایسا وقار ہو جائے گا کہ تم فی الحال اندازہ نہیں کر سکتے اور پھر اس میں ہمارے لئے لا انتہائی فوائد بھی پنہاں ہیں۔  
تم جانتے ہو نوفل بن مینائیل نے اس شخص کے لئے جو مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو زندہ کر لائے یا اس کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کرے اسے سو سرخ اونٹوں کی قیمت دینے کا مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے۔

فرزون رکا اور اس کے بعد وہ پھر بول رہا تھا۔

طولک! ہمارے مخبر یہ بھی اطلاع دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشناس جبل طاروس کے اس پار کھلے اور وسیع میدانوں میں قیام کر رکھا ہے انا طولیہ کے میدانوں میں شاہراہیں جو جبل طاروس سے ہو کر گزرتی ہیں ان کے ذریعے ہی ہم آگے بڑھیں گے اور مسلمانوں کے ان دونوں سالاروں سے ٹکرائیں گے نہ ان پر شب خون مارا جائے گا نہ ان پر اچانک

جائے گا ان کے سامنے جا کر لشکر کو پڑاؤ کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ ایک رات لشکر کو مکمل آرام کرنے دیا جائے گا۔ تاہم مسلمانوں کے شب خون سے بچنے کے لئے پوری احتیاط برتی جائے گی۔ طولک اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو کہ میں اور تم نے ہر صورت میں اس لشکر کے ساتھ جو اس وقت ہمارے سامنے خیمہ زن ہے مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشناس کو شکست دینی ہے۔

وہ لشکر جو میں اپنے ساتھ قسطنطنیہ سے لے کر آیا ہوں ان کے ذہن میں یہ بات میں نے ڈال دی ہے کہ اول یہ کوشش کرنی ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو زندہ گرفتار کیا جائے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر اسے بھاگنے نہ دیا جائے۔ ہر صورت میں اس کی گردن کاٹی جائے۔ اس لئے کہ وہ اب ہمارے لئے بڑا قیمتی ہو چکا ہے اور اسے پیش کرنے سے ہمارے لئے فلاح اور بہتری کے درکھل سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرزون لمحہ بھر کے لئے رکا پھر دوبارہ طولک کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جو گفتگو میں نے اب تک کی ہے کیا تم اس سے اتفاق کرتے ہو۔

طولک مسکرایا اور فرزون کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔

اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھائی میرے جو کچھ تم نے کہا ہے ایسا تو ہمیں کرنا ہی پڑے گا لیکن جہاں تک مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو گرفتار کرنے یا اس پر قابو پانے کا سوال ہے تو یہ کام کوئی اتنا آسان نہیں۔ یہ جو چھوٹے سالار میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کا ان کے ساتھ جنگوں میں کئی مرتبہ پالا پڑ چکا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایتاخ کو شکست دینا یا ان پر قابو پانا ایک انتہائی خطرناک مہم سے بھی زیادہ خوفناک اور بدتر ہے۔  
فرزون مسکرایا اور کہنے لگا۔

اس ایتاخ کی ایسی تہمتی۔ اس بار میں اس کے ماتھے اس کی پیشانی پر ذلت کی وہ مہریں لگاؤں گا کہ تاریخ کے اوراق میں اس کا نام بدنام کر کے رکھ دوں گا۔ اس کے بعد فرزون نے اپنے سامنے بیٹھے چھوٹے سالاروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ جو اس سے پہلے مسلمانوں کے سالار کے خلاف جنگوں میں ایک

سے زیادہ مرتبہ حصہ لے چکا ہو۔ جس نے اسے قریب سے جنگ لڑتے اور جنگ کرتے دیکھا ہو اور جس نے قریب رہ کر اس کی شخصیت کا جائزہ لیا ہو۔

فرزوں کے اس سوال پر ایک سالار نے اپنی طرف اشارہ کیا باقی سالار بھی اس کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ ہاتھ کے اشارے سے فرزون نے اسے قریب بلایا وہ فرزون کے سامنے آ بیٹھا پھر فرزون نے اسے مخاطب کیا۔

ذرا مجھے مسلمانوں کے سالار جس کا نام ایتاخ ہے اس سے متعلق تفصیل بتاؤ۔ وہ کیا انسان ہے اور اس کے لڑنے کا طریقہ کا کیا ہے۔ جنگ کے دوران اس کی کارکردگی کیسی رہتی ہے۔

فرزون کے اس سوال پر اس کا وہ چھوٹا سالار لمحے بھر کے لئے خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا؛ فرزون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں نے مسلمانوں کے اس سالار کے مقابل کئی جنگوں میں حصہ لیا ہے۔ میں نے اس جگہ میں بھی حصہ لیا جس میں اس نے انفرادی مقابلے میں قسطنطنیہ کے بہترین تیغ زن زمان کو ہرا سانی سے اپنی سامنے زیر کر لیا تھا۔ اور اس کی گردن کاٹ دی تھی۔

مسلمانوں کا یہ سالار نام جس کا ایتاخ ہے۔ بظاہر اندھی روایات کی کھلی وادیوں میں تن آسا کی آغوش جیسا بے ضرر آوارہ دھوئیں کی لکیروں اور زبل پاتوں کوئل شاخوں سادوں کی بوندوں پر نرم رو لگتا ہے۔ دھندلے ملگجی غبار میں رات کی دہلیز پر اترتی شام جیسا خاموش بھی دکھائی دیتا ہے لیکن جب کسی کے مقابل آتا ہے تو پھر آگ کے کھولنے سمندر سے اٹھتی موج اجل کی لہروں کو دستک دیتی لہو میں حتیٰ ساعتوں خاموشی کے صحراؤں سے اٹھتے دکھ کے افسانوں اور آسمان کے گڑ سے اترتی آندھی اور بارش کے شانوں پر رقص کرتی کڑکتی برق کی چمک کی صورت اختیار کر رہا ہے۔

جب کسی سے مقابلہ کرتا ہے تو بدن کی دھجیاں اڑاتی خواہشوں کی بے روک آندھیوں طرح حرکت میں آتا ہے۔ اپنے مد مقابل کے کاسہ زیست میں موت کے سکے بھرتی سفاک صر کی یورش اور انسان کو ریزہ ریزہ کر دینے والی بدشگونی کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور ہلکتی دھرتی پرش کی خونی تلواری طرح اپنے دشمن پر چھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے حملہ آور ہونے کا اندازہ سے بالکل مختلف اور انوکھا ہے۔ اپنے لشکر کے آگے رہتا ہے۔ لڑائی کے دوران گاہے گاہے سبھی

بے انداز اور انوکھی آوازوں میں نعرے بھی بلند کرتا رہتا ہے۔ میں زمان کو ایک عرصے سے جانتا تھا۔ میں نے اس جیسا تیغ زن کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ جس وقت وہ انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں اترتا تو میرا خیال تھا کہ زمان مسلمانوں کے اس سالار کو لچھوں کے اندر زیر کر دے گا اس کی گردن کاٹنے کا لیکن جب میں نے میدان جنگ میں دیکھا کہ شروع ہی میں مسلمانوں کا سالار زمان پر غالب آنا شروع ہو گیا تھا تب مجھے احساس ہوا کہ زمان جو قسطنطنیہ کا سب سے بہتر تیغ زن تھا۔ مسلمانوں کے اس سالار کے مقابلے میں تیغ زنی میں اس کی کوئی نیت ہی نہ تھی۔

وہ چھوٹا سالار فرزون کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے نے فرزون بول پڑا۔

مسلمانوں کا وہ سالار تیغ زنی میں خام کار ہو یا پختہ کار اپنی ذات میں وہ کیسا ہی خود سر، ستم رانی کیوں نہ ہو ہم نے ہر حال ہر صورت میں اس کے شعور ذات میں احساس کے امدتے میرے اتارنے ہیں۔ مسلمانوں کے لشکر میں وہ کیسا ہی عمدہ تیغ زن کیوں نہ ہو لیکن ہم نے اپنی گئی کا سب سے اعلیٰ فرض جان کر اس کی جھولی اس کے دامن میں مجبوری کا رقص پیہم تقدیر کا بن طنز اور تدبیر کی ہول ناک ناکامی بھرنی ہے۔ اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنا ہے اور ہر صورت ہاگردہ زندہ ملے تو جکڑ کر اور اگر مر جائے تو اس کا سر کاٹ کر نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اب یہی ہمارا سب سے بڑا مدعا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فرزون خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر اپنے فوجی جنرل طولک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طولک میرے خیال میں اب اٹھو اپنے لشکر کے اندر چلیں۔ لشکر میں جا کر اعلان کر دو کہ لشکری ناکی رات پر سکون رہ کر آرام کر لیں۔ اس لئے کہ کل صبح ہی صبح مسلمانوں کے جنرل ایتاخ اور اس سے جنگ کرنے کے لئے ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔

طولک کے علاوہ چھوٹے سالاروں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر وہ اپنی جگہ سے رخصت ہوئے۔ اور چھوٹی سی اس پہاڑی کی بلندی سے اترتے ہوئے اپنے لشکر کی خیمہ گاہ کی



۱۱- میرا نام سن کر ایتاخ اور اشناں اس لئے بھاگ گئے ہیں کہ وہ جان چکے ہوں گے کہ اور طولک دونوں مل کر ان کے کاغذ نمادل کے کشکول میں ان کی روح کے اندھے غاروں میں س کی شکست اور ہر شے کو کھوٹا کرتے تند طوفانوں کی لپک جھپک بھر کے رکھ دیں گے۔

طولک! میں ابھی سے مسلمانوں کے علاقوں میں اپنے توانا گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور بانوں کی آسمان کو لرزادینے والی مہیب چیخیں سن رہا ہوں۔

میں نے سن رکھا تھا کہ یہ ایتاخ اپنے روپ میں اپنے لشکریوں کے لئے بڑا شفیق ہے۔ لیکن مہ تو اس کی عمیق جرات مندی کو بھی ابورنگ خاموشی میں غریق دیکھیں گے۔ اب سرحدی مسلمان اپنے قندیر کے سفر میں ہمارے ہنر کا مددو جزر دیکھتے ہوئے ایتاخ اور اشناں دونوں کو پکاریں گے لیکن وہ دونوں ان کی مدد کے لئے نہیں آئیں گے۔ اب مسلمانوں کی دھرتی پر ہمارے لشکری رکے جھپکے بغیر مسلمانوں کے لئے سکون کو لگتی مجبور مرگ کا خونی کھیل کھیلیں گے۔

فرزون جب خاموش ہوا۔ تب طولک نے بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

فرزون! میرے بھائی اگر ایتاخ اور اشناں دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اپنی سرحدوں سے ماہرہ کی طرف بھاگ گئے ہیں تو یوں جانو یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ اور ہم با آسانی اپنی گذشتہ شکستوں کا انتقام مسلمانوں سے لے لیں گے۔ گذشتہ جنگوں میں جو ہمارا مالی اور ہتھیاروں کا نقصان ہوا ہے وہ بھی مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہم پورا کر لیں گے۔ اس موقع پر میرے ذہن میں ایک خیال الجھ سا گیا ہے۔

طولک کو کچھ کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کا نئے ہوئے فرزون بول پڑا۔ تمہارے ذہن میں جو خیال آتا ہے بلا جھجک کہو۔

طولک نے پھر کہنا شروع کیا۔

میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے علاقوں سے ملحقہ جبل طاروس کی کسی محفوظ جگہ ہم اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیں۔ لشکر کا ایک حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑیں اس کے بعد مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کارروائی شروع کریں اور مسلمانوں کے علاقوں سے جو کچھ بھی ہمیں ملے وہ اپنے

طرف جارہے تھے۔ اگلے روز صبح ہی صبح طولک اور فرزون دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ جبل طاروس کی طرف کوچ کیا تھا۔

☆.....

فرزون اور طولک ابھی کوہستان طاروس سے ذرا فاصلے پر ہی تھے کہ سامنے کی طرف سے ان کے کچھ خبر آتے دکھائی دیئے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے فرزون نے اپنے لشکر کو روکا نہیں اسی رفتار سے سفر کرتا رہا جب وہ مخبر قریب آئے تو فرزون نے انہیں اشارے سے اپنے گھوڑوں کو موڑنے اور اپنے ساتھ ساتھ چلنے کے لئے کہا۔

مخبروں نے گھوڑوں کو موڑا پھر وہ اپنے گھوڑوں کو فرزون اور طولک کے قریب لے گئے۔ پھر ان میں سے ایک فرزون کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کے آیا ہوں۔ میں اور میرے ساتھی جبل طاروس کے اس پار مسلمانوں کے علاقوں تک گئے تھے۔ اور میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا سالار ایتاخ اور اشناں دونوں اپنے لشکر کے ساتھ سرحدوں سے ہٹ گئے ہیں۔ وہ کہاں گئے ہیں کچھ پتہ نہیں۔ بہر حال مخبر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فرزون نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا۔ پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا۔

جانا انہوں نے کہا ہے۔ انہوں نے میرا سن لیا ہوگا کہ میں قسطنطنیہ سے اناطولیہ کے میدانوں میں پہنچ چکا ہوں اور طولک کے ساتھ ہوں لہذا وہ اپنے لشکر سمیت اپنی سرحدوں سے اپنے مرکز شہر سامرہ کی طرف بھاگ گئے ہوں گے۔

فرزون رکا پھر اس کے بعد طولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

طولک! میرا دل کہتا ہے حالات خود بخود ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں۔ اب جبکہ ایتاخ اور اشناں دونوں اپنے لشکر کو لے کر اپنی سرحدوں سے ہٹ کر اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے گئے ہیں ہم مسلمانوں کی سرزمینوں میں اس طرح داخل ہوں گے جس طرح سورج بھاگتی شب پر پگ دم ہے اور ہر شے میں لہو کی چنگاریاں پھوٹ پڑتی ہیں۔ مسلمان اب ہمارے سامنے اپنے ہی علاقوں کے اندر بے سرو سامان بھوکے گدھوں کی طرح بھاگیں گے اور ہم ان پر بار بار حملہ آور ہونے کا عادت کچھ اس طرح ڈال لیں گے جس طرح عادی کوئی نوجوان کسی خوبصورت حسینہ کو دیکھنے کا مانا

پڑاؤ میں جمع کرتے رہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی بستیوں پر وارد ہونے اور انہیں لوٹنے اور تباہ و برباد کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

فرزوں نے پھر ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

طولک! تمہاری تجویز اچھی ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ اپنے لشکر کا پڑاؤ کسی محفوظ جگہ رکھیں گے پڑاؤ کی حفاظت کا سامان بھی کریں گے اور مسلمانوں کی بستیوں سے جو کچھ ہمیں حاصل ہوگا وہ بھی پڑاؤ میں جمع کرتے چلے جائیں گے۔ لگتا ہے یسوع مسیح اس وقت ہم پر بڑا مہربان ہو رہا ہے لیکن ایسا اور اشناس کے بھاگنے سے مجھے ایک طرح کا قلق اور دکھ بھی ہو رہا ہے۔

چونکنے کے انداز میں طولک نے فرزون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

وہ کیوں؟ میں سمجھتا ہوں۔ ان دونوں کے اس طرح اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے جانے سے ہمارے لئے کامیابی کا مرائیوں اور فلاح کے دروازے آپ سے آپ کھل گئے ہیں۔

فرزون نے ایک گہری نگاہ طولک پر ڈالی پھر تاسف بھرے انداز میں کہنے لگا۔

میرے عزیز! ایک نقصان بھی تو ہو گیا ہے۔ تو جانتا ہے۔ نوفل بن میخائیل نے ایساخ کو زندہ پکڑنے یا اس کا سر کاٹنے والے کے لئے سوسرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ اب جب کہ ایساخ اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں میں اس انعام سے محروم رہوں گا۔ حالانکہ میں نے اپنے دل اپنے من میں ٹھان رکھی تھی کہ ہر صورت میں میں اس ایساخ کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں اور اگر اسے میں زندہ نہ پکڑ سکا تو اس کی گردن کاٹ کر ضرور نوفل بن میخائیل کے سامنے رکھوں گا اور اس سے سوسرخ اونٹوں کی قیمت انعام کے طور پر وصول کروں گا۔ لیکن اب جبکہ ایساخ مقابلہ کئے بغیر ہی بھاگ گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اس انعام سے محروم رہوں گا۔ بہر حال جو رقم اس کا سر کاٹنے سے ہمیں ملتی تھی۔ اس کی کمی ہم مسلمانوں کی بستیوں پر حملہ آور ہو کر پوری کر لیں گے۔

فرزون کی اس گفتگو کے بعد سفر پہلے کی طرح جاری رہا وہ بڑی درمیانہ روی سے آگے بڑھ رہے تھے فرزون نے آنے والے مخبروں کو حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ جائیں۔ اور جبل طاروس کی اس جگہ جہاں مسلمانوں کا علاقہ شروع ہوتا ہے وہاں کسی محفوظ جگہ تلاش کریں جہاں ہم اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر سکیں۔ فرزون کے کہنے پر ان مخبروں نے اس

بڑوں کو ایڑ لگائی اور وہ اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے کوہستان طاروس کی طرف بڑھ رہے تھے۔

فرزون اور طولک دونوں جب اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ کوہستان طاروس میں داخل ہو چکے ایک بار پھر ان کے سامنے ان کے مخبر آئے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرزون نے پوچھ

اب تم کیا خبر لے کے آئے ہو؟ اس پر ایک مخبر کہنے لگا۔

اس بار ہم ایک مختلف سی خبر لے کے آئے ہیں۔ صرف ایک میل آگے کوہستانی سلسلے کے ایک کانی بڑی وادی ہے۔ کھلے وسیع میدان ہیں انہی میدانوں کے اندر سے یہ شاہراہ گزرتی جس پر آپ سفر کر رہے ہیں۔ ان میدانوں کے اندر ایک لشکر آپ کی راہ روکنے کے لئے تیار ہے۔ اور یہ لشکر مسلمانوں کا ہے۔

مخبروں کی اس اطلاع پر فرزون نے کچھ سوچا، گہری نگاہ اس نے طولک پر ڈالی پھر مخبروں کو بل کر کے کہنے لگا۔

کیا وہ لشکر مسلمانوں کے سالار ایساخ کا ہے؟

مخبر نے نفی میں گردن ہلائی، کہنے لگا۔

نہیں اس لشکر میں ایساخ نہیں ہے۔ چھوٹا سا ایک لشکر ہے اس سے پہلے جو لشکر ایساخ کے تھا۔ ان وادیوں میں رونما ہونے والے لشکر کی تعداد اس لشکر سے آدھی ہے۔ ہم یہ تو نہیں جانتے کہ اس لشکر کا کماندار کون ہے لیکن یہ ایساخ کا لشکر نہیں اور یہ بھی یقینی ہے کہ لشکر مسلمانوں کا ہے۔ یہ بات بھی پختہ ہے کہ وہ کوہستانی سلسلوں سے گہری اس وادی میں آپ کی راہ روکنے کی کوشش سے گا۔

اس ساری گفتگو کے جواب میں فرزون نے پہلے بدی کے سوداگروں کا سا ایک بھر پور قہقہہ بھر کہنے لگا۔

اب مسلمانوں کا جو بھی لشکر ہمارے سامنے آئے ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ ہم نے تو یہ تہیہ رکھا ہے کہ جو لشکر بھی سامنے آیا ہم نے اس پر زندگی کو احاطہ کی ان گنت خواہشوں کی طرح وارد

کر بنے والے وقت کے بدترین خونی مناظر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔  
جبل طاروس کی ان وادیوں کے اندر دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے مرگ کے سائے  
چاروں طرف ناچ اٹھے تھے۔ جوانی اور شباب کے نکھار مٹی کا ڈھیر بننے لگے تھے راہ اور وقت پر تار  
نہ گردن کا پھندا ہونے لگے تھے۔ ہر شے کی خواہشوں کے جھولے آس و امید کے دیپ رنگ  
رامش اور راحت خاکستر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اپنے سانسے چھوٹے سے مسلمانوں کے لشکر کو  
دیکھ کر فرزون اور طولک مسلمانوں پر بادلوں کے رس سے برسی خونی برسات، ماضی کے شبستانوں  
میں نیرنگ فسوں اور من جنگل کے بھاگ کو شمشان میں بدلتی جلتی بجھتی آگ کی طرح حملہ آور ہو  
رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس چھوٹے سے لشکر کا بہت جلد خاتمہ کر کے اپنی فتح کو یقینی بنائیں اور  
مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے گذشتہ شکستوں کا ان سے انتقام لیں۔

عین اس لمحہ جب طولک اور فرزون اپنی جاگتی آنکھوں سے جبل طاروس کی ان وادیوں کے  
اندر اپنی کامیابی اور فتح مندی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ دائیں طرف کوہستانی سلسلوں کے اندر  
سے ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ آندھیوں کا پیش خیمہ بن کر اڑتے پرندوں اور مساموں میں اترتے  
زہر کی طرح نمودار ہوا۔ میدان جنگ میں وہ کچھ اس طرح داخل ہوا جیسے کوئی شاہین فضاؤں میں  
غوطہ لگا ہوا اپنے شکار پر اترتا ہے۔ یا کوئی بہالے جانے والا آبشار بلندی سے پستی کی طرف آتا  
ہے۔ میدان میں اترتے ہی ایتاخ اور اس کے لشکریوں نے کچھ اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے  
خازن حیات نے برسی آگ کے سنگ و خشت کے سمندر میں آگ پھونک کے رکھ دی ہو پھر  
فرزون اور طولک کے لشکر کی ایک جہت پر ایتاخ کرب کی تفہیم کے شاطرائہ ڈھنگ بدلتے تند  
سناک لمحوں وقت کی تاریک کرچیوں میں صداؤں کے حصار کو توڑتے موت کے کاروانوں اور زخم  
نوردہ تصورات کی طرح رگ و پے میں پیوست ہو جانے والے درد کے سرمئی دھند لکھوں کی طرح  
ملکہ آور ہو گیا تھا۔

ایتاخ اور اس کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے کے انداز میں عارف کے دل و جان کی تڑپ  
شعلوں کے لرزہ رنگوں کی سی بے خونی، اضطرابی حالت میں بہتے ساگر کی موجوں کی سی سر بلندی اور  
فوج بے غماہ کھڑی کرتی تابکاری جیسی جرات مندی تھی۔ ایتاخ اور اس کے لشکریوں کے حملہ آور

ہونا ہے۔ ہر اس لشکر کو جو ہمارے مقابل ہوا اسے سوچوں کے جال اور کرب کے اندھے دیوانہ جنگ  
میں پھانس کر اسے راہ گزر کے ظلمت بھرے غبار کی طرح اڑا پھینکتا ہے۔  
پھر فرزون خاموش ہو گیا اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور آگے بڑھنے کی رفتار اس  
تیز کر دی تھی۔

ایک میل آگے جا کر فرزون اور طولک جب اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلوں سے گھر  
کھلے میدانوں میں داخل ہوئے تب انہوں نے دیکھا ایک لشکر ان کی راہ رو کے کھڑا تھا اور جنگ  
ابتدا کرنے کے لئے اپنی صفیں درست کر چکا تھا۔

فرزون اور طولک نے بھی ان کے سامنے آنے میں دیر نہیں کی جس قدر ان کا سامان تھا۔  
پیچھے رکھا اور اس کے سامنے انہوں نے بھی اپنی صفیں درست کر لی تھیں۔ مسلمانوں کے جس لشکر  
فرزون اور طولک کی راہ رو کی تھی۔ اس کی کمانداری اشناس کر رہا تھا۔ لیکن خود ایتاخ وہاں نہیں تھا  
اپنے سامنے چھوٹے سے لشکر کو دیکھتے ہوئے فرزون اور طولک کے حوصلے پہلے سے بھی  
ہو گئے تھے۔ جس وقت صفیں درست ہو چکیں تب طولک کو مخاطب کر کے فرزون کہنے لگا۔

حیرت ہے مسلمان اس چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ہماری راہ روکنے کے لئے اس کو  
سلسلے میں آن گھے ہیں لگتا ہے۔ یہ سارے لشکری اور ان کا سالار موت کی منڈی میں کبٹے اور  
ہونے کے لئے آپ سے آپ ہمارے سامنے آن کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد لشکر کو بر  
حصوں میں تقسیم کیا گیا پھر ایک ساتھ فرزون اور طولک اشناس کے لشکر پر یادوں کے بیابانوں  
دکھ بھری شام کی پرچھائیوں، اجنبیت کی دھند میں لمحوں کو ویران کرتی گھنگھور گھٹاؤں کی برز  
خوابوں کے جزیروں کو بے نام و نام کام امیدوں میں تبدیل کر دینے والی خود فریبی کی کہر کی طر  
ہو گئے تھے۔

جب تک دشمن آگے بڑھتا رہا اپنے لشکر کے سامنے اشناس روزن زندان کے کسی  
طرح چپ اور خاموش کھڑا رہا۔ جب دشمن نزدیک ہوا تب وہ بھی کسی شعبہ گرو کے انداز سا  
طرح حرکت میں آیا۔ پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی دشمن پر لمحوں کی فنی میں ہمہ گیر  
کی کرنوں کے خرام اور چہرے کی شفق کو سلگتی ریت کے صحرا فاسٹ و تازگی بگارتی لو اور دھو  
اٹھتی افردہ صداؤں میں تبدیل کر دینے والی سوچوں کے طوفانوں، ضبط کی اذیت ناک کیوں اور

ہونے سے میدان جنگ گرم ہواؤں کی سلگتی دھوپ، خلاؤں کی بانہوں میں ڈولتے بے اماں دکھ کے موسموں اور تشدد کے سائے سائبانوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

فرزوں اور طولک زیادہ دیر تک ایتاخ کے جان لیوا حملوں کا سامنا نہ کر سکے اور بڑی تیزی سے ان کی حالت بے کسوں اور ناتوانوں کی حرکات، محفوظ راستوں سے ہمتی زندگی سفر کی دھول سے اٹی جبر کے کرب کی طرح ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ایتاخ کے حملہ آور ہونے سے سامنے کی طرف سے شناس اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بھی بلند ہو گئے تھے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بے خوف جراتمند اور نڈر ہو کر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ اور دشمن کی صفوں کو چرتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ جبکہ ایک پہلو سے ایتاخ نے دشمن کے ایک حصے کا مکمل صفایا کر دیا تھا اور اب وہ دشمن کے وسطی حصے کو میدان جنگ کا مرکز چکا تھا یوں سامنے اور وسطی حصے میں ایک طرح سے فرزوں اور طولک کے لشکریوں کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔ یہ کیفیت زیادہ دیر تک فرزوں اور طولک برداشت نہ کر سکے۔ اپنی شکست انہوں نے تسلیم کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایتاخ اور شناس دونوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ دور تک بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا۔ فرزوں اور طولک کی بد قسمتی تھی کہ وہ تو مسلمانوں کی بستیوں میں لوٹ کر کے اپنی گزشتہ شکستوں کا نقصان پورا کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن جو مال و اسباب کھا۔ پینے کی جوشیا، ہتھیار اپنے لشکر کے اندر وہ رکھتے تھے۔ ان سے بھی محروم ہو گئے تھے۔

دور تک تعاقب کرنے کے بعد ایتاخ نے یہ تعاقب ترک کر دیا اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ جہاں فرزوں اور طولک کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی تھی۔ وہیں اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کر کے اس کی ہر چیز کو سمیٹا گیا۔ اور اس کے بعد لشکر پھر اسی سمت جارہا تھا جہاں انہوں نے سرحد پر پہلے اپنا پڑاؤ قائم کر رکھا تھا۔

دوسری جانب ایتاخ اور شناس نے جب فرزوں اور طولک کا تعاقب ترک کر دیا اور واپس چلے گئے۔ تب ایک جگہ فرزوں نے اپنے لشکر کو روکنے کا حکم دیا۔ اس کا حکم ملتے ہی لشکر وہاں رک گیا۔ اس موقع پر فرزوں نے اپنے پہلو میں کھڑے طولک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔ طولک میں اور تم دونوں نے اس ایتاخ کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانے میں بڑی غلطی ہے۔ تم تو اس سے پہلے اس سے ایک بار ٹکرا چکے ہو۔ اس کے ساتھ جنگ کا تجربہ رکھتے ہو تم۔

صحیح راہ نمائی نہیں کی۔

طولک! ایک غلطی تو تمہاری ہے اور دوسری غلطی ہمارے ان مخبروں کی ہے جو ہمیں دشمن سے ملتی اطلاعات فراہم کرتے ہیں۔ وہ ایسے غیر ذمہ دار لوگ ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا یہ جستجو کرنے کی کوشش نہیں کی کہ مسلمانوں کے سالار اپنے لشکر کو لے کر کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ وہ کوئی ناتوان نہیں تھے کہ زمین میں سما گئے یا ایک دم نظروں سے اوجھل ہوتے ہوئے اپنے مرکزی شہر مرہ کی طرف چلے گئے۔ ہمارے مخبروں کو ان پر نگاہ رکھنی چاہئے تھی اور ان کے محل وقوع سے ہمیں نت آگاہ کرنا چاہئے تھا۔

تیسری غلطی میری اپنی ہے۔ میں نے مسلمانوں کے سالار کی طاقت اور قوت کا اندازہ نہ میں بڑی غلطی کی ہے میں اس کو کوئی عام سالار سمجھتا تھا۔ جسے مسلمانوں کے امیر المومنین، سرحدوں کی حفاظت پر مقرر کر دیا تھا۔ لیکن وہ کوئی عام سالار نہیں۔ جس وقت وہ حملہ آور ہوا تو ہلکا تھا جیسے سمندر میں دو رنگ پتھر کی پیاس بھڑک اٹھی ہو یا زیتون کی شاخ سے بجلیاں نثار شروع ہو گئی ہوں۔ اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے اس نے محدودیت کے لمحوں کو بے کراں توں میں تبدیل کر دیا تھا۔ میں اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی بے عزتی نہیں سمجھتا کہ اس حملہ آور ہونے کا انداز اہل جفا کے عتاب، ستم کو شوش کے عذاب سے بھی بدتر تھا۔ وہ اسی جوش دلوئے اسی بے خوفی سے حملہ آور ہوا جیسے دھرتی کے سب ارپن درپن وہ جیون جوگ کے دل کی گرد میں اڑا کے رکھ دے گا۔ وہ میری سوچوں سے کہیں زیادہ بربریت کا پیکر، میرے زلوں سے کہیں بڑھ کر فکا کا نقیب اور میرے فیصلوں سے کہیں زیادہ تشدد کا بدترین موسم بن کر ہم ٹ پڑا۔

طولک ایک بات یاد رکھنا زمانے کے مست رنگے مناظر کے پس پردہ کوئی بھی بات ناممکن نہ دیکھتے سورج تلے زمین کے سینے پر ریگتے مخمخی راستوں پر کوئی بھی کام ایسا نہیں جو نہ ہو سکے۔ اس کو شکست دینا اس کو اپنے سامنے زیر کرنا اس کی گردن کاٹ کر نوافل بن میٹائیل کے سامنے مارنا میں اپنے ضمیر کی ضد بنالوں گا۔ ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ میں اس کی حالت ہو سکتے نول میں بڑگ وبار کی حسرت کم فہم راستوں کی تھکن اور اپنی آگ میں جلتے شراروں جیسی بنا

کے رکھوں گا۔ اس روز اس کی گردن ہوگی اور میری تلوار کا پھل۔  
اس کے بعد فرزون رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

طولک یہاں کچھ دیر قیام کر کے جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے ساتھیوں کی دیکھ بھال  
جائے گی پھر انگورہ کا رخ کریں گے وہاں قیام کر کے مزید لشکر جمع کرنا شروع کر دیں گے۔  
طاقت اور قوت میں اضافہ کریں گے۔ میں اپنی اس شکست کی اطلاع نوفل بن میخائیل کو نہیں  
اپنے سارے مخبروں کو سمجھا دینا کہ یہ خبر قسطنطنیہ نہیں پہنچنی چاہئے۔ اس وقت مختلف شہروں  
ہمارے خاصے بڑے لشکر میں۔ پہلا شہر افیون اور دوسرا از میر۔ انگورہ پہنچ کر میں تیز رفتار قاصد  
شہروں کی طرف بھجواؤں گا اور وہاں کے سالاروں کے نام حکم جاری کروں گا کہ وہ اپنے  
لشکروں کو لے کر انگورہ کے نواح میں ہمارے پاس پہنچ جائیں۔ ان کی آمد تک ہم بھی اپنے  
پہلے جیسی حالت استوار کر لیں گے۔ نئے لشکری بھرتی کریں گے اور اپنے لشکر کی تعداد بڑھا  
گے۔ پھر وہ دو لشکر جو افیون اور از میر شہر سے آئیں گے ان کے سالار بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔  
طرح ہمارے لشکر کی تعداد پہلے سے دوگنی ہو جائے گی۔ اور ہمارے ساتھ دو عہدہ سالار بھی مل  
گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم چاروں مل کر پہلے سے دوگنا لشکر کے ساتھ مسلمانوں  
دونوں سالاروں ان کے لشکریوں کو کھنگال کر رکھ دیں گے۔

اتنا کہنے کے بعد فرزون رکا پھر طولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آؤ اب اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کریں۔ اس کے ساتھ ہی وہ  
میں گھس گئے تھے۔ وہاں قیام کر کے انہوں نے زخموں کی دیکھ بھال کی، لشکریوں کے کھا  
اہتمام کیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے لشکر کو لے کر انگورہ کا رخ کر رہے تھے۔

رومنوں کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل اپنے قصر کے ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس  
کے چہ دار نے ایک سیہ کو اس کے سامنے پیش کیا۔ ایک سیہ گردن جھکائے چپ چاپ اس کے سامنے  
جب آکھڑی ہوئی نوفل بن میخائیل تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر غصے  
کا اظہار کرتے ہوئے اس نے ایک سیہ کو مخاطب کیا۔

تم نے یہاں سے نکل کر اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں میں سامرہ شہر میں مسلمانوں کے پاس  
جا کے پناہ لی لیکن تو نے ہماری دراز دستی بھی دیکھی کہ ہم نے تجھے سامرہ سے بھی نکال کر یہاں  
اپنے سامنے پیش ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ جو حرکت تو نے کی ہے اسے ہم اپنے خلاف بغاوت سمجھتے  
ہیں۔ ہم نے تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہا تم سے شادی کرنا چاہی اور تم نے ہمارے صرف ایک  
جملے کو ناپسند کرتے ہوئے ماورائے نظر ہماری محبت کے بھیدنگا ہوں سے اوجھل ہماری سچائی کو ٹھکرایا  
روشنی کی ان گنت کرنوں جیسی ہماری چاہت پر لالت مار کر تم یہاں سے نکل کر سامرہ کی طرف بھاگ  
گئی۔ اگر تم مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرنے کے بعد انکار کے زعم پر ہی یہاں قسطنطنیہ میں  
پڑی رہتی سامرہ نہ جاتی تو ہم کسی روئے گل کے اجلے پن کی خوشبو کی طرح تمہاری قدر کرتے۔

تم نے ہمارے تاب خود نمائی ہماری فکر کے معبر ہونے ہمارے شہر کی تیرگی آ شام ضیاء کو  
جو کہ اور فریب دے کر ہمارے دشمنوں میں جا کر پناہ لینے کی کوشش کی۔ تم نے قسطنطنیہ چھوڑ کر  
مسلمانوں کے پاس پناہ لینے کی کوشش کی۔

جواب میں ایک سیہ نے اپنی گردن آہستہ آہستہ سیدھی کی پھر نوفل بن میخائیل کو مخاطب  
کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

اے بادشاہ! جہاں میرے لئے لب زہرا گلتے تھے۔ جہاں میرے لئے خود پرستی کے نذر  
 سینے حسد کے نگار خانے تھے۔ جہاں میرے لئے تاریکی میں آگ کی کرچیاں چاروں طرف بار  
 کی طرح برستی تھیں وہاں میں رہ کے کیا کرتی۔ قسطنطنیہ سے نکل کر میں جس ماحول میں گئی وہاں  
 میرے لئے تازہ ماحول کی آب و تاب، روح کی تسکین کا نشہ، علم و ہنر کی سرشاری تھی۔ وہاں دل  
 جراحات کا مرہم تھا۔ ننھی فاختاؤں کو خون میں تر بہتر کرنے والے روگ نہ تھے۔ وہاں ساق و کمر  
 خم کو راحت کا گلو بند بنا کر حرص کے گھوڑے پہ سوار ہونے والے نہ تھے۔ وہاں میرا پالا ایسے لوگ  
 سے بڑا جو فکر کو شرک سے رہائی دینے والے تھے۔ جو جذبہ جسم و جان کے محافظ اور اوصاف کو حزم  
 بنا کر درس پار سائی دینے والے ہیں۔

اے بادشاہ! اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں یہ کہتے ہوئے بھی خوف اور ڈر محسوس نہیں  
 کہ گو مجھے زبردستی یہاں لایا گیا ہے لیکن میں یہاں آنے کے بعد محسوس کرتی ہوں جیسے مجھے  
 خوابوں کی تابندہ چادر سے نکال کر اندھیرے خیالات کے بے کراں راستوں پر لاکھڑا کیا گیا۔  
 جب تک ایک سیہ بولتی رہی۔ خاموش رہ کر نوفل بن میخائیل اس کی بات سنتا رہا تاہم اس  
 چہرے کے بدلے آثار بتا رہے تھے کہ وہ ایک سیہ کی گفتگو کو ناپسند کر رہا ہے۔ ایک سیہ جب خا  
 ہوئی تب اس نے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے پھر ایک سیہ کو مخاطب کیا۔  
 جو لوگ تمہیں مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ سے اٹھا کر لائے ہیں انہوں نے میرے  
 دار پر یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ تم سامرہ میں کسی کو پسند کرنے لگی تھی۔ کہو! کون ہے وہ جس پر تم  
 اپنی محبت اپنی چاہت کے پھول بچھا رہے ہیں۔

اے بادشاہ! جسے میں نے چاہا ہے جس وقت مجھے انگو کیا جا رہا تھا اگر وہاں موجود ہوتا  
 ریگتے زمانوں کے دل میں آگ کا پیرا، بن کر بھی میری حفاظت کا سامان کرتا۔ سرد لہجوں کا  
 یہ تہہ برف میں تلخ سچائیوں کی حرارت بن کر خاموشی کے اداس آنکھوں سے نکال کر مجھے زیت  
 خوش نما ساحلوں پر لاکھڑا کرتا۔

ایک سیہ جب خاموش ہوئی تب نوفل بن میخائیل نے پہلے سے بھی زیادہ بے زاری کے  
 میں اسے مخاطب کیا۔

اس شخص کا نام کہو جسے تم نے سامرہ جا کر اپنی محبت اور چاہت کا مرکز بنا لیا۔

ایک سیہ نے بغیر کسی خوف اور ڈر کے کہنا شروع کیا۔  
 فی الحال میں اس کا نام نہیں کہوں گی۔ وقت آنے پر اگر حالات نے مجھے اجازت دی تو میں  
 اس کا نام کا انکشاف ضرور کروں گی۔

نوفل بن میخائیل کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا اس کے بعد اس نے ایک سیہ کو دوبارہ مخاطب  
 کیا۔  
 اگر تم چاہو تو میں اب بھی تمہیں اپنے حرم میں داخل کرنے کے لئے تیار ہوں اور تمہاری  
 نیت میری پہلی بیوی تھیوڈورا سے کسی بھی صورت کم نہ ہوگی۔ تم دونوں کو ایک جیسی اہمیت دوں  
 گا۔ بولو میری اس پیشکش کے جواب میں تم کیا کہتی ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد نوفل بن میخائیل رکا پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔  
 مجھے اس بات کا دکھ اور افسوس ہے کہ گذشتہ شب تمہیں میرے آدمی سورج غروب ہونے  
 کا کافی دیر بعد لے کر قسطنطنیہ میں داخل ہوئے لہذا تمہیں رات مقابلے کے میدانوں کے ایک  
 رے میں گزارنا پڑی اب بولو تم کیا کہتی ہو اگر تم میری پیشکش سے انکار کرتی ہو تو واپس تمہیں  
 ایلے کے میدان کے اسی کمرے میں بھیج دیا جائے گا اور اگر تم میری پیشکش کو قبول کرتی ہو میرے  
 ام میں داخل ہونا پسند کرتی ہو تو پھر آج سے میری نگاہوں میں تھیوڈورا کی طرح تم بھی اس قصر کی  
 ملک ہوگی۔

ایک سیہ کے چہرے پر طنز یہی مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ دیر سوچتی رہی پھر نوفل بن میخائیل کو  
 اطع کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

اے بادشاہ! اب جبکہ میں پہلے ہی کسی کو اپنے من میں بسا چکی ہوں۔ کوئی پہلے ہی میرے  
 ماکے دروازوں پر محبت کی دستک دے چکا ہے اور اس کی محبت کا جواب میں محبت سے دے چکی  
 ہوں۔ اب میں کسی کو اپنے ذہن کی فسیلوں کے اندر محصور کر کے دل کے دروازے بند کر چکی  
 ہوں۔ اب میں کسی اور کو اپنے دل میں جگہ کیوں دوں گی۔

ایک سیہ کی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔  
 یہاں میں یہ کہنا بھی پسند کروں گی کہ جسے میں نے چاہا ہے وہ میرے خیال و احساس میں

اپنائیت کے جذبول کا عروج، میرے دل و جان کے دریچوں میں میرے لئے پھولوں پر برہم میرے لئے وہ سحر کی کرنوں پر جگنوؤں کے دلوں اور خواہشوں کی ٹہنیوں پر نئی بہاروں کے گیتور بھی اعلیٰ وارفع ہے۔ جس طرح زمین کی سبز آنکھوں میں زمر دکھتوں کا منظر اسے اور دلکش ہے اسی طرح اس کی محبت نے میری روح کی تازگی میں اضافہ کر دیا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جو میری زندگی کی دہلیز پر محبت کی دستک دی ہے۔ اب وہی دکھ کے کوہساروں میں میرے جام بقا، میری گرم سانسوں کی خوشبو اور میرے دل کی تفصیل پر خوشیوں کا دروازہ ہے۔

ایکسیہ کی اس گفتگو کو نفل بن میخائیل نے انتہا درجہ کا ناپسند کیا، کہنے لگا۔  
تو گویا تم میری اس پیشکش کو قبول نہیں کرتی۔ مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہو۔  
ایکسیہ نے بڑے پرسکون انداز میں جواب دینا شروع کیا۔

اے بادشاہ! آپ سے شادی کرنے سے تو میں پہلے ہی انکار کر چکی ہوں۔ آپ پیشکش کا میں پہلے بھی نفی میں جواب دے چکی ہوں اور اس منفی جواب کے رد عمل سے بچنے ہی تو میں قسط نظیہ سے سامرہ کی طرف چلی گئی تھی۔

نفل بن میخائیل نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ خشک اور خونخوار لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔  
میری پیشکش سے انکار کر کے تم اپنی روح کو جہلا دینے والی نا آسودگیوں اور عمر کے راستوں پر ڈال رہی ہو۔ میرے حرم میں داخل ہونے سے انکار کر کے تم اپنے آپ کو ہتھار ڈوبے ماحول کا ہم نوا بنا رہی ہو۔ مجھ سے شادی کرنے سے انکار پر تیری زندگی کے مرمریں میں زہر تیری رگ رگ کے پل پل میں ایسا اندھیرا پھیلا دیا جائے گا کہ تیری حالت دیمک لکڑی کے بوسیدہ تختوں سے بھی ابتر ہو کے رہ جائے گی۔

نفل بن میخائیل جب خاموش ہوا تب ایکسیہ پھر بول پڑی۔  
اے بادشاہ! تمہیں مجھے ڈرانے دھمکانے سے کچھ نہیں ملے گا میں جس ماحول سے آئی ہوں وہاں لوگ موت سے نہیں ڈرتے مجھے وہاں جو درس دیا گیا ہے وہ یہ کہ موت کا معین ہے اور اسے ہر صورت میں آنا ہے اے بادشاہ اگر میری موت تیرے ہاتھوں لکھی ہو تو موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور اگر میرے مقدر میں میرے خداوند نے تیرے ہاتھوں سے لکھ رکھا ہے تو پھر تو کیسا بھی زور لگا لے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ بہر حال میں تمہا

پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہوں میں تم سے نہ شادی کر سکتی ہوں نہ تمہارے حرم میں داخل ہوں گی اس لئے کہ میں اپنی ذات اپنی جان اور اپنے دل اپنے جسم کی ہر شے کو کسی اور کے لئے وقف کر چکی ہوں۔

کچھ دیر خاموش رہ کر میخائیل سوچتا رہا اور اس بار وہ پہلے کی نسبت ذرا نرم لہجے میں ایکسیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تمہیں کچھ دن سوچ بچار کرنے اور پھر جواب دینے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔ فی الحال میں تمہیں مقابلے کے میدان کے اسی کمرے کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں تم نے گذشتہ شب بسر کی۔ اگر تم برابر میری پیشکش کا جواب انکار میں دیتی رہی تو تمہاری زندگی کے باقی دن وپن گزر جائیں گے اور اگر تم نے میری پیشکش کو قبول کر لیا تو تمہیں مقابلے کے اس میدان سے نکال کر قصر میں منتقل کر دیا جائے گا اور تمہاری حیثیت قصر کی مالکہ کی سی ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی آواز دے کر نفل بن میخائیل نے اپنے چوہدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ جہاں سے وہ ایکسیہ کو لے کر آیا ہے وہیں لے جائے اس پر چند مسلح جوانوں کے ساتھ نفل بن میخائیل کا چوب دار ایکسیہ کو وہاں سے لے گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد نفل بن میخائیل کا وہی چوب دار ایک بار پھر اس کمرے میں داخل ہوا جس میں نفل بن میخائیل اکیلا بیٹھا سر جھکائے گہری سوچوں میں غرق تھا۔ چوب دار کے آنے پر وہ چونکا سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

اب کیا معاملہ ہو گیا؟  
چوب دار کمرے میں داخل ہونے کے بعد پہلے ہی نفل بن میخائیل کو جھک کر تعظیم دے چکا تھا تاہم ایک بار پھر وہ تعظیم کی خاطر جھکا اور اس کے بعد بڑا مودب ہو کر وہ نفل بن میخائیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

آقا! دو شخص آپ سے ایکسیہ کے سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں وہ ایکسیہ کے قریبی عزیز ہیں آپ سے مل کر وہ کوئی معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان دونوں کو آپ کے پاس لاؤں۔

نوفل بن میناٹیل کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ شاید اسے اپنے چوب دار کی اس امید سے امید کی روشنی دکھائی دی تھی۔ فوراً بول پڑا کہنے لگا۔

جن دواشخاص کا تم ذکر کر رہے ہو انہیں فوراً میرے پاس لے کر آؤ اور تم بھی ان کے ساتھ چوب دار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جن دواشخاص کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ ان میں ایک طورون نام کا یہودی ملاح تھا جس نے قسطنطنیہ سے ایک سیہ کو نکالنے اور ایتاخ کے ساتھ روا کرنے میں مدد کی تھی اور دوسرا تورک نام کا وہ جوان تھا جس سے ایک سیہ کا نکاح ہو چکا تھا۔ چوب دار نے دونوں کو لا کر نوفل بن میناٹیل کے سامنے کھڑا کر دیا۔ کچھ دیر تک نوفل میناٹیل انہیں بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

میرے چوب دار نے مجھے بتایا ہے کہ تم دونوں ایک سیہ کے عزیز و اقارب میں سے ہو اپنے نام کہو۔

اس پر طورون بولا کہنے لگا۔

بادشاہ! میرا نام طورون ہے۔ میرے ساتھ جو نو جوان کھڑا ہے اس کا نام تورک ہے۔ دونوں واقعی اس کے رشتے داروں میں سے ہیں۔ طورون نے نوفل بن میناٹیل پر یہ ظاہر نہیں کیا کہ ایک سیہ کا تورک سے نکاح ہو چکا تھا۔

طورون جب خاموش ہوا تو نوفل پھر بول پڑا۔

اب تم کس سلسلے میں مجھ سے ملنے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔

اس پر گفتگو کا آغاز طورون نے کیا کہنے لگا۔

مالک! جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ ہم ایک سیہ کے رشتے داروں اور عزیزوں میں سے ہیں چاہتے ہیں کہ وہ تکلیف اور اذیت میں رہے اگر آپ ہمیں اس سے ملنے کی اجازت دے دیں تو امید ہے کہ ہم اسے اس بات پر آمادہ کر لیں گے کہ وہ آپ کے حرم میں داخل ہونے پر رضامندی ظاہر کر دے۔

نوفل بن میناٹیل کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

اگر تم دونوں مل کے یہ کام کر دکھاؤ تو میں تمہیں ایسا نواز دوں گا۔ جس کی تم توقع نہ

رکھتے ہو۔

نوفل بن میناٹیل شاید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ طورون بول پڑا۔

مالک! ہماری ایک اور استدعا بھی ہے۔ ہو سکتا ہے ایک ملاقات میں ہم اسے آمادہ نہ کر سکیں۔ اسے اپنے سانچے میں نہ ڈھال سکیں اس لئے آپ یہ حکم جاری کریں کہ ہم اسے گاہے گاہے مل سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ چند ملاقاتوں میں ہم اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

طورون کی گفتگو سے نوفل بن میناٹیل کافی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں اس کے چہرے پر ویرانی اور افسردگی تھی وہاں اب اطمینان کی جھلک بھی دیکھی جاسکتی تھی۔ اس نے کچھ سوچا پھر اپنے چوب دار کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ ان دونوں کا تعارف ان محافظوں سے کرادو جو مقابلے کے میدان کے اس کمرے کی حفاظت پر مامور ہیں جس کے اندر ایک سیہ کو رکھا گیا ہے۔ ان محافظوں پر یہ بھی واضح کر دو کہ یہ دونوں جس وقت اور جب چاہیں ایک سیہ سے مل سکتے ہیں اس کے کمرے میں جا کر جتنی دیر چاہیں اس سے بات کر سکتے ہیں اب تم ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

نوفل کا یہ جواب سن کر طورون اور تورک دونوں کافی مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ چوب دار کے ساتھ وہ چپ چاپ قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

چوب دار ان کو مقابلے کے میدان میں لایا۔ اس کمرے کے سامنے آیا جس میں ایک سیہ کو رکھا گیا تھا۔ وہاں ایک مسلح شخص نہرہ دے رہا تھا۔ چوب دار اس کے پاس رکھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اپنے سارے ساتھیوں کو بلا کے لاؤ جو ایک سیہ کی حفاظت پر مامور ہیں۔ اس پر وہ مسلح جوان پیچھے ہٹا ایک دوسرے کمرے کی طرف گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ چند اور جوان بھی آئے جب وہ چوب دار کے سامنے آئے تو چوب دار انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ جو میرے ساتھ دواشخاص ہیں ان میں سے ایک کا نام طورون دوسرے کا نام تورک ہے یہ ایک سیہ کے قریبی عزیز ہیں یہ شہنشاہ سے بات کر کے آرہے ہیں ان کے لئے شہنشاہ نے یہ احکامات جاری کئے ہیں کہ یہ جب اور جس وقت چاہیں۔ ایک سیہ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ کمرے کا دروازہ



کھول کر جس وقت یہ چاہیں تم ان کی ملاقات ایک سیر سے کرانے کے پابند ہو گے۔

اب دروازہ کھولتا کہ یہ دونوں اس سے بات کریں۔

اس پر جو جوان پہرہ دے رہا تھا۔ اپنے لباس کے اندر سے اس نے چابیوں کا گچھا نکالا، قفل

کھولا، لوہے کا دروازہ ایک چمچر اہٹ کے ساتھ کھلا تھا۔ چوب دار نے ان دونوں کو اندر جانے کے

لئے کہا خود وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ مسلح جوان جو وہاں پہلے سے پہرہ دے رہا تھا وہ باہر ہی کھڑا

رہا۔ اس کے باقی دونوں ساتھی اسی کمرے کی طرف چلے گئے جہاں سے نکل کر وہ آئے تھے۔

دونوں آگے بڑھ کر جب ایک سیر کے قریب گئے تب ایک سیر نے تورک کی طرف تو بالکل نہ

دیکھا۔ ایک بے بسی کی نگاہ اس نے طورون پر ڈالی۔ طورون اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا

کہ تورک نے ایک سیر کو مخاطب کرتے ہوئے پہل کر لی۔

ایک سیر یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے کیا اپنی حفاظت کا وہاں کوئی سامان نہیں کیا تھا۔ کہ یہ لوگ اس

قدر آسانی سے تمہیں اٹھا کر یہاں لے آئے۔ اور پھر میرے ساتھ تمہارا نکاح ہو چکا ہے میں تمہارا

شوہر ہوں۔ تم نے مجھے وہاں بلا لیا ہوتا ہم دونوں وہاں پر سکون زندگی بسر کرتے میں تمہاری حفاظت

بھی کرتا۔ اگر میں وہاں ہوتا تو کم از کم یہ لوگ تمہیں اٹھا کر یہاں لانے میں تو کامیاب نہ ہوتے۔

تورک لمحہ بھر کے لئے رکا۔ اس کے بعد دوبارہ اس نے ایک سیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ

شروع کیا۔

تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اب بولو تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تورک نے جب پھر

ایک سیر کو خاموش دیکھا تو بے تکلف سا ہو کر جب اس نے ایک سیر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے جھنجھوڑا:

چاہا تو ایک سیر تڑپ کر ایک طرف ہو گئی۔ اور تورک کا ہاتھ اس نے ایک طرف کر دیا تھا۔ اس کی اس

حرکت سے تورک چونک سا پڑا تھا۔ حیران اور پریشان رہ گیا تھا اس موقع پر طورون نے دُڑ

اندازی کی اور بات کا رخ بدلا۔

ایک سیر میری بیٹی! شہنشاہ کے چوب دار نے راستے میں ہمیں بتایا ہے کہ سامرہ میں تم کو

جوان سے محبت کرنے لگی تھی۔ اور یہ کہ تم نے شہنشاہ کے حرم میں داخل ہونے سے اس بنا پر انکار کر دیا:

ہے کہ تم شہنشاہ پر سامرہ کے اس نوجوان کو تو قید دے رہی ہو۔ جس سے تم نے محبت کی ابتدا کی ہے۔

بیٹی ہم تمہارے خیر خواہ ہیں پر یہ بھی تو سوچو کہ تورک سے تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ قانوناً تم اس کی

بی بی اس کے ہوئے تم کسی اور سے کیسے محبت کر سکتی ہو۔ کیسے اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنا سکتی ہو۔

ایک گہری نگاہ ایک سیر نے طورون پر ڈالی پھر دھیمے سے لہجے میں وہ بول اٹھی۔

اب تورک سے میرا کوئی تعلق، میرا کوئی رشتہ نہیں ہے یہ میرے لئے میں اس کے لئے اجنبی

ہوں۔

تورک کو شاید ایک سیر کی طرف سے ایسے جواب کی توقع نہ تھی۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

ٹھوس کے اندر ناپسندیدگی کی لہریں جوش مار گئی تھیں۔ کچھ دیر خاموش رہ کر وہ اپنے آپ پر قابو

پار پھر کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے ایک سیر کو مخاطب کیا۔

ایک سیر! یہ تم کس کس کی گفتگو کر رہی ہو؟ میرا تمہارا تعلق، میرا تمہارا رشتہ کیسے اور کس طرح ختم

سکتا ہے۔ تم میرے نکاح میں ہو۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہاری رخصتی نہیں ہوئی۔ اور ہم دونوں

ہاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہے لیکن قانوناً میں تمہارا شوہر تم میری بیوی ہوں۔

ایک سیر نے گھورنے اور کھا جانے والے انداز میں تورک کی طرف دیکھا پھر دھمکی آمیز لہجے

ما کہنے لگی۔

کیا تم مجھ سے اپنے اس رشتے کا اظہار نوافل بن میخائیل کے سامنے کر سکتے ہو کیا اسے بتا

لے ہو کہ میں قانوناً تمہاری بیوی ہوں۔ تمہارا مجھ سے نکاح ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ تم اس سے یہ بھی کہو

لہو مجھے اپنے حرم میں داخل نہ کرے اس لئے کہ میں تمہاری بیوی ہوں کیا نوافل بن میخائیل کے

اسنے تم ایسے الفاظ کہنے کی جرات اور ہمت رکھتے ہو۔

تورک کا چہرہ لمحہ بھر کے لئے پیلا پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں خوف و ہراس کی پرچھائیاں بکھر گئی

کی۔ پکپکاتے ہوئے کہنے لگا۔

میں ایسا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ اگر میں نوافل سے یہ کہہ دوں کہ تم میری بیوی ہو اور وہ تمہیں اپنے

میں داخل نہ کرے تو وہ میری گردن کٹوا دے گا۔

ایک سیر نے پھر پہلے سے بھی زیادہ خوفناک انداز میں تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

اور کیا۔

اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میں تم جیسے بزدل شخص کو اپنا شوہر کیوں تسلیم کروں۔

تورک خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر طورون نے ایک سیہ کو مخاطب کیا۔  
میری بیٹی! کیا یہ درست ہے کہ تم سامرہ شہر میں کسی سے محبت کرنے لگی ہو۔ اور یہ کہ کیا تم اس  
کانام بتانا پسند کرو گی جسے تم نے چاہا ہے جس سے تم نے محبت کی ہے اور جسے تم اپنی زندگی کا ساتھی  
کر اسی کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔

ایک سیہ کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی۔ طورون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔  
یہ درست ہے کہ وہاں میں نے ایک نوجوان سے محبت کی ہے۔ اور میں اب بھی اسے چاہتی  
ہوں۔ اس سے بے پناہ محبت کرتی ہوں لیکن فی الوقت میں اس کا نام نہیں بتاؤں گی۔ ہاں یہ درست  
ہے کہ وہ پہلا نوجوان ہے جس پر میں نے اپنی محبت کے پھول نچھاور کئے ہیں۔ اب وہی میرا خواہ  
میں اس کی تعبیر وہ میرا پھول میں اس کی شبنم ہوں۔ وہ میری آرزو میں اس کی امید وہ میرا بادل میں  
اس کی برسات اب ہم دونوں کا آپس میں رشتہ ایسے ہی ہے جیسے حسرت اور تمنا جیسے چاند اور جوار  
جیسے زمزمہ اور سر آوارہ وطن سنگین راتوں میں وہی اب میرے قہقہوں کی جلتے رنگ میرے حرو  
ارقام کا وہی نیا اسلوب میری زندگی کے دشت میرے کارگہ زیت میں اب وہی میرے شعور کا  
ہے۔ طورون میرے محترم! اس سے ملاقات سے پہلے لگتا ہے میں اندھیروں اور دیرانوں میں بھٹکا  
رہی ہوں۔ اس سے ملنے کے بعد احساس ہوا کہ وہی میری نواؤں کا شہر اور میں اس کی مقدس اما  
ہوں۔ وہ وہی ہے جسے میں وفالہروں کی یادوں اور دل کے آسمان پر ستاروں کی ہنسی میں دیکھا کر  
تھی۔ اب وہی میری صداقتوں اور سطوتوں کا چمن میری دیانتوں اور امانتوں کا دمن میری چال  
شرافتوں کا شمن ہے۔ وہی میری محبت کا اسم اعظم ہے جسے میں نے چاہا ہے جس پر میں نے محبت  
پھول نچھاور کئے ہیں۔ میرے محترم وہی اب میرے دل کی دھڑکنوں کی سرگوشی میرے لئے من  
اور نئی روشنی میری زندگی کے افق پر آنسوؤں کی پونجی میں آخری امید ہے۔ اس کی سلامتی اب یہ  
زندگی کا مقصد ہے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ازل سے میرے دل میں بس رہا تھا۔ اور میں صرف اسی  
لئے پیدا ہوئی تھی۔ جس جوان کو میں نے چاہا ہے۔ محترم طورون وہ وہی ہے جسے میں آسمان  
ستاروں میں دیکھا کرتی تھی۔ میں اس کی خوشیوں اس کی تکلیفوں کی حصہ دار ہوں۔  
ایک سیہ جب رکی تو اسے مخاطب کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

بیٹی! جو کچھ تو نے کہا ہے یہ تیرے اپنے خیالات تیرے اپنے اندازے ہیں مگر یہ تو

بس کا کیا بنے گا اس کے ساتھ تمہارا نکاح ہو چکا تھا۔ ٹھیک ہے رخصتی نہیں ہوئی تھی لیکن تانا تو نام  
ہی بیوی تو ہو۔

ایک بے زاری نگاہ ایک سیہ نے تورک پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

تورک سے میرا نکاح ایک بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے احتیاط کے طور پر کیا گیا تھا۔  
میں نے اپنی زندگی میں کبھی اسے اپنا شوہر تسلیم نہیں کیا۔ زندگی کے کسی بھی چوراہے پر نہ میں  
اسے اپنی منزل نہ امید کی روشنی سمجھا نہ ہی اپنے خیالوں اپنے جذبات میں اسے میں نے اپنی  
ت کی کسی کشی کا ناخدا جانا۔

ایک سیہ جب دوبارہ خاموش ہوئی۔ تو طورون نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

بیٹی! تم کس سے محبت کرتی ہو کس سے نفرت کرتی ہو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے اور ایسا کرنے کا  
میں حق حاصل ہے۔ لیکن بیٹی تم نے اس نوجوان کا نام نہیں بتایا۔ جس سے تم نے زندگی میں پہلی  
بت کی ہے۔ جسے تم نے چاہا ہے۔

ایک سیہ نے غور سے طورون کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

کبھی وقت آیا تو اس م میں تم سے ضرور کہوں گی۔

طورون نے کچھ دیر فکر مندی سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنا شروع کیا۔

بیٹی! وقت آیا ہوا ہے۔ کیا تم نوفل بن میخائیل کے حرم میں داخل ہونا پسند کرو گی۔

ایک سیہ نے کھا جانے والے انداز میں طورون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

ہرگز نہیں۔

اگر تم اس کے حرم میں داخل نہیں ہو گی تو یاد رکھنا وہ تمہیں یہیں بند کر کے رکھے گا اور کیا تم  
کی عمر مقابلے کے میدان کے اس کمرے میں گزار دینا چاہتی ہو۔ جسے تم پسند کرتی ہو جسے تم  
نہ کرتی ہو اس کا نام تو ہمیں بتاؤ تاکہ ہم دونوں اس کے پاس جا سکیں۔ اسے کہیں کہ تمہیں یوں  
رہا ہے اٹھا کر قسطنطنیہ میں لایا گیا ہے تاکہ اسے پتہ ہو کہ تم کہاں ہو اور وہ تمہاری رہائی کا سامان  
لے سکے۔

ایک سیہ نے کچھ سوچا پھر ہلکا سا تبسم اس کے ہونٹوں پر مدہم سی چمک اس کی آنکھوں میں پیدا

ہوئی۔ طورون کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

طورون میرے محترم جس سے میں نے محبت کی ہے اس کا نام ایٹاخ ہے وہی جو مجھے قسطنطنیہ سے نکال کر میری ماں کے ساتھ مجھے سامرہ کی طرف لے گیا تھا۔

ایکاسیہ کے خاموش ہو جانے پر تورک نے اسے مخاطب کیا۔

ایکاسیہ کیا یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم بیوی کی حیثیت سے میرے ساتھ زندگی بسر نہیں کی۔ اور یہ کہ اسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ گی جس کا تم نے ابھی نام لیا ہے اور جس سے تم نے مجھ کی ابتدا کی ہے۔

ایکاسیہ نے بے روک آندھی کی طرح تورک کو جواب دینا شروع کیا۔

تورک یوں جانو میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ تھا نہ ہے۔ یوں جانو ہم دونوں؟ ہیں اور پہلی بار مل رہے ہیں۔ جہاں تک نوفل بن میخائیل کا تعلق ہے تو اس کے حرم میں داخل ہو کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی۔ جہاں تک اس جوان کا تعلق ہے جس پر میں نے اپنی؟ کے پھول نچھاور کئے ہیں تو اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے اس کی زندگی کا ساتھی بننے کے میں اپنے جسم کے خون کی آخری بوند تک کوشش کرتی رہوں گی۔

تورک اٹھ کھڑا ہوا۔ طورون کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا دونوں اس کمرے سے باہر آئے ان باہر نکلنے پر باہر کھڑے مسلح جوان نے لوہے کے دروازے کو قفل لگا دیا تھا۔ طورون اور تورک دو آگے بڑھے چند قدم آگے جا کر تورک نے طورون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

طورون اگر تم میرا ساتھ دو تو ہم راتوں رات امیر ہو سکتے ہیں اور اپنی باقی زندگی کے دن و آرام سے گزار سکتے ہیں۔ طورون نے چونکنے کے انداز میں تورک کی طرف دیکھا اور پھر پوچھ ہم دونوں کیسے امیر ہو سکتے ہیں تفصیل بتاؤ پھر میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔

تورک کے چہرے پر سفاکانہ بھرمناہ اور منافقانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر طورون کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

طورون تو جانتا ہے نوفل بن میخائیل نے ایٹاخ کو قتل کرنے والے کے لئے سوسرخ اوز کی قیمت کا انعام رکھا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ایک انفرادی مقابلے میں قسطنطنیہ کے ایک بیخیزلا جس کا زرمان تھا۔ یہ انعام حاصل کرنے کے لئے ایٹاخ سے مقابلہ کیا تھا۔ اس مقابلے میں

کی بدعتی ایٹاخ نے اسی کا سر قلم کر دیا۔ پر یہ انعام کوئی دوسرا لے یا نہ لے ہم بڑی آسانی سے اہل کر سکتے ہیں۔

میری بات غور سے سننا۔ میں یا تم یا دونوں لائحہ عمل طے کر کے مسلمانوں کے مرکزی شہر امروہ کی طرف جائیں وہاں ایٹاخ سے کہیں کہ کس طرح ایکاسیہ کو اغوا کر کے قسطنطنیہ کے مقابلے بمیدان کے ایک کمرے میں اسیر کر دیا گیا ہے۔ اسے یہ یقین دلائیں کہ وہ ہمارے ساتھ چلے ہم کی مدد کریں گے اور وہ ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر سامرہ لے جائے۔

اس کی طرف جانے سے پہلے نوفل بن میخائیل سے بات کر لیں گے کہ ایکاسیہ اس حرم میں ل نہیں ہونا چاہتی۔ اس پر یہ بھی انکشاف کریں گے کہ ایکاسیہ اسی نو جوان مسلمان کو پسند کرتی ہے۔ جس کے سر کی رقم اس نے سوسرخ اوزنوں کی قیمت رکھی ہے۔ میں اسے یقین دلانے کی کوشش دوں گا کہ میں سامرہ جاؤں گا وہاں سے ایٹاخ کو بلا کے لاؤں گا کہ وہ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ کی اسیری نجات دلائے جب وہ یہاں پہنچے تو نوفل بن میخائیل اسے گرفتار کرے اور اس کی گرفتاری کے سوسرخ اوزنوں کی قیمت کا انعام ہمارے حوالے کر دے۔ وہ انعام ہم دونوں آدھا آدھا کر لیں۔ اب یلو تمہارا کیا خیال ہے۔

طورون نے کچھ سوچا پھر تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تورک خیال تو بہت اچھا اور عمدہ ہے۔ پر ڈرتا ہوں کہ کہیں انعام کے لالچ میں ہم دونوں بے یقین نہ جائیں۔ ویسے جو ترکیب تم نے کہی ہے اس سے ہم راتوں رات امیر تو ضرور ہو سکتے ہیں۔

تورک نے خفگی اور بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ بیخیزلا لیکن کہاں سے آن گھسا۔ بس فیصلہ ہو گیا کہ ہم یہ انعام ضرور حاصل کریں گے۔ تم امروہ کی ایکاسیہ سے ملنے رہنا۔ اسے تسلی دیتے رہنا۔ میں اکیلا مسلمانوں کے شہر سامرہ کی طرف مانگا اور ہر صورت میں ایٹاخ کو اپنے ساتھ یہاں لے کے آؤں گا۔ جب ایک بار وہ یہاں پہنچے تو ہم دونوں انعام کے حقدار ہو جائیں گے۔

طورون لمحہ بھر کے لئے مسکرایا اس نے تورک کی تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں مطمئن انداز

میں اپنے اپنے گھروں کی طرف جارہے تھے۔

ادھر طورون اور تورک دونوں کو مقابلے کے میدان میں ایکایسیہ کے کمرے میں چھوڑ کر بعد نفل بن میخائیل کا چوب دار پھر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں نفل بن میخائیل اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے جا کر اسے تعظیم دی اور کہنے لگا۔

مالک میں ان دونوں کو ایکایسیہ کے کمرے میں چھوڑ کے آیا ہوں۔ وہ اس سے گفتگو کر رہے ہیں اب دیکھیں اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

نفل بن میخائیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

تمہارے بعد میں نے ایک لاکھ عمل تیار کیا ہے۔ اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ دوا شام کے نام تم نے طورون اور تورک بتائے ہیں۔ اور جو ایکایسیہ کے قریبی عزیز ہیں۔ انہیں میں صرف دن کی مہلت دیتا ہوں۔ تین دن کے اندر اندر اگر یہ ایکایسیہ کو اس بات پر راضی کرنے میں کام ہو گئے کہ وہ میرے حرم میں داخل ہونے کی حامی بھرے تب میں ان دونوں کو انعام سے نوازوں گا۔ اور اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو تین دن بعد ایکایسیہ کو پھر میرے پاس لے۔ اس کے ساتھ مقابلے کے میدان میں جو محافظ ہیں۔ ان کے سالار کو بھی ایکایسیہ کے ساتھ لے آنا۔ پھر میں ایکایسیہ سے متعلق اپنا آخری حکم جاری کروں گا۔ اگر وہ تین دن تک میرے داخل ہونے پر رضامند ہو گئی تو زندگی بھر اس قصر کے اندر حکومت کرتی رہے گی اور اگر اس نے کرنے سے انکار کر دیا تو جو سزائیں اس کے لئے تجویز کروں گا وہ اس کے لئے زندگی بھر کی ملامت کا ایک طوق بن جائے گی۔ اب تم جاؤ اور جا کے آرام کرو۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ چڑھ وہاں سے نکل گیا تھا۔

تین دن بعد ایکایسیہ کو نفل بن میخائیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس وقت نفل بن میخائیل پاس اس کی بیوی تھیوڈورا کے علاوہ شاہور بیٹھا ہوا تھا۔ وہی شاہور جو ایکایسیہ کو سامرہ سے اغوا کے قسطنطنیہ لایا تھا۔ ایکایسیہ جب نفل بن میخائیل کے سامنے آئی تو اس نے اسے کوئی تعظیم نہ نفل بن میخائیل کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر ایکایسیہ کو مخاطب کر کے کہنے

مسلمانوں کے شہر سامرہ سے آنے کے بعد یہ دوسری بار تمہیں میرے سامنے پیش کیا گیا۔ اور دونوں بار تم نے تعظیم نہیں دی۔ لگتا ہے مسلمانوں میں جا کر تم قسطنطنیہ کے سب آداب مانگی ہو۔

ایکایسیہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس خاموش رہی۔ نفل نے پھر اسے مخاطب کیا۔ میرے چوب دار نے بتایا ہے کہ تین دن طورون اور تورک کے سمجھانے کے باوجود جو پیش مابین تمہیں کی تھی۔ تم نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ بے پردائی سے بغیر کسی خوف اور خطر کے نفل بن میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے ایکایسیہ اٹھی۔

ہاں یہ سچ ہے میں نے انکار کر دیا ہے۔

نفل بن میخائیل کا چہرہ غصے میں تپ گیا تھا۔ کہنے لگا۔ جو پیشکش میں نے تمہیں پہلے کی تھی عمل والہی لیتا ہوں۔ اب میں تمہیں ایک اور رعایت دیتا ہوں۔ اگر اس سے بھی تو نے انکار کیا میں تمہیں تیرے لئے ایک بہت بڑا فیصلہ کروں گا۔

ایکایہ پھر بھی خاموش رہی، کچھ نہ کہا۔ نوفل نے پھر کہنا شروع کیا۔

یہ میرے سامنے میری بیوی تھیوڈورا بیٹھی ہوئی ہے۔ اگر تم ابھی اسی وقت میرے اور میری بیوی کے پاؤں میں پڑ کر معافی مانگو، قسطیہ سے بھاگ کر سامرہ کی طرف جانے کی اپنی غلطی کو بدل کر وہاں جا کر تم نے جس جوان سے محبت کی ہے اس محبت کو نفرت میں تبدیل کرو۔ اس کے ہر میرے اس قصر میں میری اور میری بیوی تھیوڈورا کی لونڈی بن کے رہو۔ کیا تمہیں یہ پیشکش تو ہے۔

ایکایہ کا چہرہ غصے میں تپ گیا تھا۔ سخت لہجے میں کہنے لگی۔

میں اس پیشکش پر لات مارتی ہوں۔

ایکایہ کے اس جواب کو تھیوڈورا کے علاوہ نوفل بن میخائیل اور شاہور نے بھی بے زاری انداز میں دیکھا تھا۔ نوفل بن میخائیل چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

تم نے ایک اچھی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ اور آنے والے وقت میں تم میری اس پیشکش کو کر کے بچھتاؤ گی۔ اس وقت بچھتانا سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پھر نوفل بن میخائیل نے ایکایہ سے نظریں ہٹائیں۔ اپنے قریب بیٹھے ہوئے شاہور طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

شاہور تم مقابلے کے میدان کے محافظ دستے کے سالار بھی ہو تم ہی ایکایہ کو سامرہ سے نکال قسطیہ میں لانے میں کامیاب ہوئے۔ تمہاری اس کامیابی پر میں تمہیں پہلے ہی مبارکباد دے ہوں۔ تمہیں انعام نہیں دیا۔ اب تمہارا انعام یہ ہے کہ میں ایکایہ کو مقابلے کے میدان کے کمرے کی طرف بھیج رہا ہوں۔ جہاں یہ چند راتیں گزار چکی ہے۔ تم اسے بغیر نکاح کے اپنی سمجھ کر اس کے پاس جاسکتے ہو۔ تم جتنا اس کو بے آبرو کرو گے، جتنا اس کو بے عصمت بناؤ گے،

ہی میرے سکون میری آسودگی میں اضافہ ہوگا۔ اب تم اسے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو اس پر نا اٹھ کھڑا ہوا۔ آگے بڑھ کر جب اس نے ایکایہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو ایکایہ نے اس کا ہاتھ ایک طرف کرتے ہوئے شاہور کا ہاتھ جھٹک دیا اور خود ہی باہر چل دی۔ شاہور اس کے پیچھے پیچھے ہولیا تھا۔

ایکایہ اور شاہور کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد چو بدار اندر آیا اور نوفل بن میخائیل مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

طورون اور تورک ایک اور اہم معاملے کے سلسلے میں آپ سے ملنا اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

نوفل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

ان دونوں کو فوراً میرے پاس لے کے آؤ۔

چو بدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ طورون اور تورک کو لے کے آیا۔ دونوں نوفل کے سامنے آئے اسے تعظیم دی پھر سیدھے کھڑے ہوئے۔ اتنی دیر تک اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

اب تم کیا کہنے کے لئے آئے ہو؟

تورک نے ایک بھر پور نگاہ طورون پر ڈالی۔ طورون نے جب اثبات میں اپنی گردن ہلائی تب نوفل بن میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

مالک گویا ایکایہ کو ہم آپ کی پہلی پیشکش پر آمادہ نہیں کر سکے اس کے لئے ہم دونوں بے حد نرمندہ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے آئے ہیں۔

نوفل بن میخائیل چونکا، گہری نگاہ اس نے تورک پر ڈالی، کہنے لگا۔

تم اس وقت میرے لئے کیا اچھی خبر لے کے آئے ہو۔

مالک آپ نے مسلمانوں کے ایک سالار کے لئے پہلے سو سرخ اونٹوں کا انعام رکھا تھا بعد ازاں آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ جو اسے زندہ یا مردہ لائے گا اسے سو سرخ اونٹوں کی قیمت نقد ادا کی جائے گی۔

تورک مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نوفل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہہ دیا۔

ہاں یہ اعلان ہوا تھا مگر جو موضوع اس وقت زیر بحث ہے اس اعلان کا اس سے کیا واسطہ؟ کیا فتنہ کیا رابطہ۔

مالک! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کا ایکایہ سے گہرا تعلق اور واسطہ ہے۔ تورک مزید کچھ دیر کا اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا۔

در اصل بات کچھ یوں ہے کہ مسلمانوں کے جس سالار کے لئے آپ نے سو سرخ اونٹوں کی

قیمت کا انعام رکھا تھا۔ ایک سیہ اسی کو پسند کرتی ہے۔ اسی کو چاہتی ہے۔  
اب میں اور میرے ساتھی نے مل کر جولانہ عمل تیار کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ میرا یہ ساقی  
تو نہیں رہے گا اور دوزمرہ کے کام میں مصروف رہے گا۔ میں اکیلا مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرا کا  
رخ کروں گا وہاں مسلمانوں کے سالار ایتاخ سے ملوں گا جس سے ایک سیہ بے پناہ محبت کرتی ہے اور  
اسے ہمیشہ کے لئے اپنا جیون ساتھی بنانے کا عہد کئے ہوئے ہے۔

شاہور جب سے اسے سامرہ سے اغوا کر کے لے آیا ہو گا وہ لوگ اس کے لئے بڑے پریشان  
ہوں گے۔ میں وہاں ایک سیہ کی ماں سے بھی ملوں گا ایتاخ سے بھی ملوں گا اور مسلمانوں کے ار  
جر نیل کو بتاؤں گا کہ قسطنطنیہ میں مقابلے کے میدان کے جو محافظ ہیں ان کا سالار شاہور ایک سیہ کو ا  
کے لے گیا تھا اور اس قوت ایک سیہ وہیں محصور ہے۔ ظاہر ہے وہ میری بات پر اعتبار کرے گا۔ ا  
لئے کہ ایک سیہ کی ماں میری خوب جاننے والی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ ایتاخ کو اپنے ساتھ  
لے آؤں میں اسے یہ ترغیب دوں گا کہ میرے ساتھ چلو میں ایک سیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر تمہار  
ساتھ روانہ کرنے میں تمہاری مدد کروں گا۔ اگر میں یہ پیشکش کروں گا تو مجھے امید ہے ایتاخ میر  
ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گا۔

اسے یہاں لانے کے بعد میں آپ کو اطلاع کر دوں گا آپ اسے گرفتار کر لیجئے گا۔ اس  
بعد اس کا کیا حشر کرنا ہے۔ مالک یہ آپ کا کام ہے۔ لیکن اس موقع پر میری آپ سے ایک انتہا  
اور گزارش بھی ہے۔

نوفل بن میخائیل نے اس موقع پر ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر اس نے بڑے غور  
تورک کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ تم یہی کہو گے کہ اسے یہاں لانے کے  
جب وہ ہماری گرفت میں آجاتا ہے تو جو سرخ اونٹوں کی قیمت کا اعلان ہے وہ تمہیں دے  
جائے۔

مالک! جو کچھ آپ نے سوچا ہے یہ آدھا ٹھیک ہے۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ آپ  
مسلمانوں کے اس سالار کے زندہ یا مردہ پترنے کا جو انعام رکھا ہوا ہے وہ ہم دونوں میں آدھا  
تقسیم کر دیا جائے۔ اس وقت جب ایتاخ کو میں یہاں قسطنطنیہ میں لانے میں کامیاب ہو گیا

چنے سرخ کرتے ہوئے تورک بڑی عاجزی سے میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔  
تم نے جو پیشکش کی ہے اس پر میں تم دونوں کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ تورک خصوصیت  
ساتھ اس موقع پر میں تمہیں مخاطب ہو کے کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو تم زندہ  
ہاں اپنے ساتھ قسطنطنیہ لانے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمہیں سو سرخ اونٹوں کی قیمت نقد ادا  
روں گا اور جو تمہارا ساتھی ہے اسے پچاس سرخ اونٹوں کی قیمت حسب وعدہ دی جائے گی۔ یہ تو  
ہو کہ تم نے ایک سیہ سے کیسے اگلا لیا کہ وہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ کو پسند کرتی ہے۔ اس سے  
بت کرتی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اسے کریدنے کی کوشش کی۔ اس نے یہ تو تسلیم کر لیا تھا کہ وہ  
سی سے محبت کرتی ہے لیکن جس سے محبت کرتی ہے اس کا نام مجھے بتانے سے انکار کر دیا تھا۔

مالک! ہم نے بڑے عجیب و غریب انداز میں کریدنا۔ ہمیں بھی وہ اس کا نام بتانے کے لئے  
بارہ تھی۔ ہم نے اسے یہ چکمہ دیا کہ کم از کم وہ اس کا نام تو بتائے تاکہ ہم اس کے پاس جائیں اور  
سے کہیں کہ ایک سیہ اس وقت قسطنطنیہ میں محصور ہے لہذا وہ اس کی مدد کرے۔ اس نے اس امید پر  
میں اس کا نام بتا دیا کہ شاید ہم اسے اس کی اسیری سے آگاہ کریں اور وہ اسے یہاں سے نکال  
لے جائے۔ بس اسی بہانے اس کا نام اس نے ہمیں بتا دیا لہذا اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے  
میں آپ کے پاس چلے آئے۔

تورک کی گفتگو سن کر نوفل بن میخائیل مزید خوش ہو گیا تھا۔ اپنے چوب دار کو اس نے بلایا  
نب وہ نوفل بن میخائیل کے سامنے آیا تو وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ جو دو اشخاص میرے سامنے کھڑے ہیں ان میں سے جو تورک ہے یہ ایک انتہائی مہم پر  
دوانہ ہونے والا ہے۔ اس مہم کے اخراجات کے لئے یہ جتنی رقم مانگے اسے مہیا کر دینا۔ اس کے  
بعد نوفل بن میخائیل نے ایک بار پھر تورک کو مخاطب کیا۔

جس مہم کے لئے تم نے رضا کارانہ طور پر مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ جانے کا ارادہ کیا  
ہے۔ اس مہم پر تم کب نکلو گے؟

آج تو نہیں مالک! کل میں اس مہم پر نکل جاؤں گا اور بہت جلد لوٹ کر آپ کو اچھی خبر دوں  
گا۔

نوفل بن میخائیل نے مطمئن انداز میں اسے مخاطب کیا۔

اب تم دونوں جاؤ تو رک یہاں سے جانے کے بعد میرے چوب دار سے مل لو۔ وہ تمہیں کے اخراجات کے علاوہ مزید رقم بھی دے گا تاکہ پردیس میں تمہارے کام آئے۔ اب تم دونوں جا سکتے ہو۔

اس کے ساتھ ہی طورون اور تورک دونوں قسطنطنیہ کے قصر کے اس کمرے سے نکل گئے۔ دوسری طرف ایک سیہ کی بد قسمتی کہ نوفل بن میخائیل کے کہنے پر مقابلے کے میدان محافظوں کے سربراہ شاہور نے اسے بے آبرو کر کے رکھ دیا تھا۔

زمین کی رونقوں کا نقیب اور روشنیوں سے لدا سورج دریاؤں کو ہساروں ہواؤں اور فضاؤں سے اپنی روشنی کی ردا کھینچتا ہوا دور مغرب کی فنا گاہوں میں غروب ہو چکا تھا۔ حد درجہ گھمبیر تاریکی اپنی رعونت سے لبریز چار سوناچ اٹھی تھی۔ گہری ہوتی رات کی خاموشی میں اندھیرے کے خوابیدہ بستروں پر قافلہ در قافلہ کارواں درکارواں حسین قصوں کے دیکتے عنوان جیسے ستارے شاداب راستوں کے پر جوش کھوجی کی طرح آسمان پر کتاب ہستی میں مرقوم مسرت کی زرتار کرنوں جیسے گیت گاتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کی طرف رواں ہو گئے تھے۔

ایسے میں ایٹاخ اور اشناس دونوں مغرب کی نماز پڑھنے اور رات کا کھانا کھانے کے بعد خیمے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک مسلح جوان اندر آیا اور ایٹاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
امیر محترم! ہمارے دو مخبر آئے ہیں وہ کوئی انتہائی اہم خبر آپ سے کہنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو انہیں اندر بھیجوں۔

ایٹاخ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ بڑی نرمی بڑی شفقت سے اس مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز! پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انہیں فوراً اندر بھیج دو تاکہ میں جانوں کہ وہ کیا خبر لے کے آئے ہیں۔ وہ مسلح جوان باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد لشکر کے دو مخبر خیمے میں داخل ہوئے۔ ایٹاخ نے اپنے پہلو میں نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب ایٹاخ نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! کہو تم کیا خبر لائے ہو۔ اس پر ان دو میں سے ایک بول پڑا۔

امیر محترم! ہم اچھی خبر لے کے آئے ہیں۔ آپ سے شکست کھانے کے بعد رومنوں نے دونوں جرنیل فرزدون اور طولک انگورہ شہر کی طرف بھاگ گئے تھے وہ انگورہ شہر نہیں پہنچے بلکہ سائے ہی میں انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

امیر! وہ اپنی اس بدترین شکست کی خبر اپنے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کو نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اسی بناء پر وہ انگورہ نہیں گئے اگر وہ انگورہ پہنچتے تو انگورہ کے لوگوں کو خبر ہو جاتی کہ انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے لہذا یہ خبر جنگ کی آگ کی طرح قسطنطنیہ پہنچتی اور رومنوں کا حکمران نوفل بن میخائیل جواب طلبی ضرور کرتا۔

اب نوفل بن میخائیل کی جواب طلبی سے بچنے کے لئے رومنوں کے بڑے جرنیل فرزدون نے ایک اور طریقہ استعمال کیا ہے۔ جس لشکر کے ساتھ وہ شکست کھا کر بھاگا اس کے ساتھ وہ فی الوقت انگورہ کے جنوب میں چند میل کے فاصلے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اس موقع پر ہم سے انتقام لینے کے لئے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ قسطنطنیہ سے ملک مانگتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس طرح اس کی شکست کا راز کھلتا تھا۔ لہذا اس نے ایک دوسرا قدم اٹھایا ہے۔ رومنوں کے دو بڑے شہروں ازبہ اور قونیہ میں بڑے بڑے عساکر ہیں ان کے کماندار فرزدون کے جاننے والے یا یوں کہیں کہ اس کے تحت کام کر چکے ہیں۔ فرزدون نے تیز رفتار قاصد ازبہ اور قونیہ کی طرف روانہ کئے ہیں اور وہاں جو اس کے جاننے والے کماندار ہیں ان سے کہا ہے کہ جس قدر ممکن ہو وہ اپنے اپنے لشکر اس کی مدد کے لئے روانہ کر سکیں اس نے تفصیل بھی لکھ دی ہے کہ اسے جبل طاروس کے کوہستانی سلسلے کے اندر مسلمانوں کے جرنیل ایساخ اور اشاس کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے لہذا وہ ان دونوں سے انتقام لینا چاہتا ہے دونوں سے اس نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اپنی شکست کی خبر قسطنطنیہ بھی نہیں پہنچانا چاہتا لہذا اس موقع پر وہ اس کی مدد کریں۔ تاکہ وہ اپنی شکست کا انتقام لے سکیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ایک بڑا لشکر تو ازبہ سے چل پڑا ہے یہ لشکر ازبہ، میڈیا، اور انیول سے ہوتا ہوا انگورہ کی طرف جانے والی اس شاہراہ سے پہلے جو تزامن کی جھیل ہے وہاں آ کے قبا کرے گا۔ دوسرا لشکر قونیہ سے چل پڑا ہے یہ بھی جھیل تزامن کی طرف کرے گا۔ جھیل تزامن کے کنارے دونوں لشکر باہم ملیں گے اور آپس میں ملنے کے بعد پھر انقرہ کے انتہائی جنوب میں اس سے دور کریں گے جہاں اس وقت فرزدون اور طولک دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔

امیر جس قدر لشکر اس وقت فرزدون اور طولک کے پاس ہے۔ اس سے بھی بڑا لشکر ازبہ سے ان کی مدد کے لئے آ رہا ہے۔ اور اس سے کچھ چھوٹا لشکر قونیہ سے بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ امیر اسی صورتحال سے ہم آپ کو آگاہ کرنے کے لئے آئے تھے اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ان لشکریوں سے آپ نے کیسے پنہا ہے۔

جب تک مخبر بولتے رہے۔ ایساخ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتا رہا۔ اشاس بھی مسکرا رہا تھا۔ قاصد جب خاموش ہوا تب ایساخ نے اسے مخاطب کیا۔

پہلے یہ بتاؤ تم دونوں نے کھانا کھایا۔  
ان مخبروں میں سے ایک مسکرایا، نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر! ابھی تک کھانا تو نہیں کھایا۔

ایساخ نے بڑی ہمدردی، بڑی شفقت میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

پہلے جاؤ۔ تم دونوں کھانا کھاؤ لیکن کھانا کھا کر تیار رہنا اس لئے کہ لشکر تھوڑی دیر میں یہاں سے کوچ کرے گا۔ اب تم دونوں کھانا کھاؤ، کھانا کھانے کے فوراً بعد میرے خیمے میں آنا۔ میں تم سے چند سوالات کرنے کے بعد پھر یہاں سے کوچ کروں گا۔

اس کے ساتھ ہی قاصد وہاں سے نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی پھر ایساخ نے اشاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے بھائی! ہمارے دونوں مخبر بہترین بلکہ یوں کہو بہت اچھی خبر لے کے آئے ہیں۔ فرزدون اپنی شکست کو چھپاتے ہوئے ہمارے خلاف کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی شکست کا پتہ نوفل بن میخائیل کو بھی نہیں لگنے دینا چاہتا۔ تاکہ اس کی نگاہوں سے نہ گرے۔ لیکن جو طریقہ کار وہ استعمال کر رہا ہے اسے ہم کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ بھائی میرے! ہمیں کن راستوں پر سفر کرنا ہے۔ یہ تو ہمارے دونوں مخبر ہی بتائیں گے۔ لیکن جو طریقہ کار اس وقت میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ ازبہ اور قونیہ سے آنے والے دونوں لشکروں کو ہمیں فرزدون اور طولک سے نہیں ملنے دینا چاہئے۔ بلکہ میں یہاں تک بھی کہوں گا کہ ازبہ اور قونیہ کے دونوں لشکریوں کو بھی باہم نہیں ملنے دینا چاہئے۔ علیحدہ علیحدہ ان پر ضرب لگانی چاہئے اگر ہم ازبہ اور قونیہ کے دونوں لشکروں پر باری باری



آکرہ تھوڑی دیر ہی بیٹھے ہوں گے کہ دونوں قاصد پھر ان کے پاس آئے پہلے کی طرح ایساخ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! لشکر کو کوچ کا حکم دیا جا چکا ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ یہاں سے ہمیں کس سمت کوچ کرنا چاہئے۔ وہ لشکر جواز میرے جھیل تزارخ کر رہا ہے اسے ہمیں کہاں پکڑنا چاہئے کہاں اس پر حملہ آور ہونا چاہئے۔ اور یہ کہ تھوڑا سا جھیل تزارخ کے علاقے کا محل وقوع بھی کہوتا کہ سفر کرتے ہوئے مجھے آسانی رہے۔

ایساخ جب خاموش ہوا تو وہی قاصد جو پہلے مخاطب ہوا تھا بول اٹھا۔

امیر محترم! اپنے پڑاؤ سے نکل کر آپ اپنے لشکر کے ساتھ ملاطیہ اور اکسارہ دونوں شہروں کے پتوں بیچ جبل طاروس کے دروں سے گزریں۔ یہ درے مغرب میں دو شہروں کے پاس جا کے نکلتے ہیں۔ کچھ قیسری شہر کے پاس اور کچھ نگد شہر کے پاس۔ اب جو قیسری شہر ہے یہاں سے ایک شاہراہ سیدھی جھیل تزاری طرف جاتی ہے۔ اور نگد کے دروں کے پاس سے ایک شاہراہ تونیہ کی طرف جاتی ہے۔

امیر محترم اگر ہم جھیل تزاری کے پاس پہنچ جائیں تو وہاں چار نہیں بلکہ بیک وقت پانچ شاہراہیں مختلف سمتوں کو جاتی ہیں۔ ایک تونیہ کی طرف آتی ہے۔ دوسری تونیہ کی طرف جاتی ہے۔ تیسری انیون مینیا سے ہوتی ہوئی انجائی جنوب مغرب کے رخ پر از میر کی طرف چلی جاتی ہے۔ چوتھی دو گوٹ اور ایسکی سے ہوئی ہوئی بروصہ چلی گئی ہے اور یہی شاہراہ آگے بڑھتی ہوئی قسطنطنیہ جاتی ہے۔ پانچویں شاہراہ شمال کی طرف انگورہ کی طرف چلی جاتی ہے۔ گویا جھیل تزارخ کے تمام بڑے بڑے شہروں کا ایک مرکز ہے اور وہاں سے تمام سمتوں کو شاہراہیں جاتی ہیں اور یہ بیٹھے پانی کی جھیل ہے، اناطولیہ کے میدانوں میں یہ جھیل ایک نعمت سے کم خیال نہیں کی جاتی۔

امیر محترم! میرا خیال ہے کہ آپ ان دروں پر سفر کریں جو قیسری شہر سے جھیل تزاری کی طرف جاتے ہیں۔ اب آگے آپ کی مرضی آپ کس لشکر سے پننا پسند کریں گے۔ تونیہ سے آنے والے لشکر سے یا از میر سے۔

ایساخ نے فوراً اس کی بات کائی، کہنے لگا۔

حملہ آور ہو کر اور انہیں شکست دے کر ان کی کمر توڑ دیں اور انہیں واپس از میر اور تونیہ کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں تو یاد رکھنا کچھ عرصہ تک فرزدن اور طولک کی ترکتاز سے ہم محفوظ جائیں گے اس لئے کہ میرا اندازہ ہے کہ بہت جلد فرزدن کمک طلب نہیں کرے گا۔ اگر اس سے معاملے میں کمک طلب کر بھی لی تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا ہم اس سے خوب نمٹیں گے۔ ایساخ تھوڑی دیر خاموش رہا اس کے بعد دوبارہ اشناش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناش! رومنوں کے یہ علاقے تم نے بھی کچھ کچھ دیکھے ہیں اور تمہارے ساتھ میں بھی کرتے ہوئے ان علاقوں کو دیکھ چکا ہوں۔ از میر یہاں سے دور ہے۔ تونیہ نزدیک ہے۔ جیسا مخبروں نے بتایا ہے کہ از میر کا لشکر جھیل تزاری کی طرف آنے کے لئے پہلے کوچ کر چکا ہے اور تونیہ کاہ میں۔ جھیل تزاری از میر سے خاصا فاصلہ ہے۔ جب کہ جھیل تزاری سے تونیہ کافی نزدیک ہے۔ اب از میر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ پہلے ہم اس لشکر کے پیچھے پڑ جائیں جواز میر سے جھیل تزاری کی طرف آ رہے۔ اس سے بچنے کے بعد پھر ہم اس لشکر کی طرف جائیں جو تونیہ سے یلغار کرتا ہوا جھیل تزاری کی طرف آ رہا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم برق رفتاری سے کام لیں وقت ضائع نہ کریں تو بہت جلد ہم تونیہ اور از میر کے دونوں لشکروں سے پیٹ سکتے ہیں اور اگر حالات سازگار ہوئے تو پھر شمال۔ رخ پر اس سمت کا بھی رخ کریں گے جہاں فرزدن اور طولک نے قیام کر رکھا ہے۔ ان پر بھی حملہ آور ہوں گے اور انہیں ایسی بدترین شکست دیں گے کہ کچھ عرصہ تک ہم پر حملہ آور ہونا تو دور کی بات ہم پر غلط نگاہ ڈالتے ہوئے بھی خوفزدہ ہوں گے۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد ایساخ خاموش ہوا، پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اشناش بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ایساخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

جولائیکہ عمل میرے ذہن میں ہے وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ اب آؤ لشکریوں کو کوچ متعلق کہہ دیں تاکہ وہ اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ جنوبی دونوں مخبر کھانا کھا کے آئے ہیں۔ یہاں کوچ کر لیا جائے گا کوچ کرنے سے پہلے میں ان سے مزید کچھ اطلاعات لینا چاہتا ہوں۔ لیکن زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

اشناش نے ایساخ کی تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ خیمے سے نکل گئے تھے۔

لشکر کے کوچ کی تیاری کرانے کے بعد ایساخ اور اشناش پھر دونوں اپنے خیمے میں آئے وہاں

میں ہے۔ جو صرف شہر کی حفاظت کر سکتا ہے۔ ایسا ہی افیون میں بھی ہے۔ یہ بھی شہر کا محافظ لشکر اس کے علاوہ ایک لشکر سوگوت میں ہے ایک ایسکی سیر میں بھی ہے۔ لیکن ان لشکروں کی کوئی تہ نہیں ہے۔ تاہم ایک بڑا لشکر بروصہ اور قمری شہر میں ضرور ہے۔ لیکن یہ شہر انتہائی مغرب کی قسطنطنیہ سے قریب ہیں وہاں سے نہ کوئی لشکر نکل کر آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان سے فرزندوں نے کوئی مدد اور کمک طلب کی ہے۔ اس لئے کہ فرزندوں کو خطرہ تھا کہ اگر بروصہ لشکر کو اس نے اپنی مدد کے لئے پکارا تو بروصہ چونکہ قسطنطنیہ سے نزدیک ہے لہذا نوافل بن بیل کو اس کی شکست کی خبر ہو جائے گی۔ اس لئے کہ بروصہ سے اکثر لوگ قسطنطنیہ آتے جاتے ہیں۔ لہذا میں آپ سے یہ کہوں کہ اگر آپ اس شاہراہ پر سفر کرتے ہیں جس کا میں نے ذکر ہے۔ اور جھیل تڑ سے باہر باہر ہوتے ہوئے افیون کی طرف جاتے ہیں تو راستے میں کوئی ایسا بڑا نہیں جو ہماری راہ روکے یا ہم پر حملہ آور ہو سکے ہمیں نقصان پہنچائے۔

قاصد کا اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

امیر! جو لشکر از میر سے جھیل تڑ کا رخ کر رہا ہے وہ کافی بڑا ہے۔ اگر رات کی تاریکی میں ہم نے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو قونیہ کی طرف سے آنے والا لشکر اس سے کم تر ہے۔ یہ با آسانی شکست دی جاسکتی ہے۔ اگر ان دونوں لشکروں کو شکست دے کر اور ان کی طاقت و تکیہ کو کم کر دیا جائے تو انا طولیہ کے میدانوں میں کام کرنے والے رومنوں کے جرنیلوں کی طاقت اور قوت کی کوئی خاص اہمیت نہ رہے گی۔

ایتاخ نے مسکراتے ہوئے مخبر کا شکریہ ادا کیا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس اور قاصد بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اسٹاس اپنے لشکر کے ساتھ لٹاڑوں کے اندر سفر کرتے ہوئے اس شاہراہ کا رخ کر رہے تھے جو قیسیری شہر سے ہوتی ہوئی تل تڑ کا رخ کرتی تھی۔



مزل پر منزل مارتے ہوئے ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ پہلے سیدھا مغرب کی سمت اس شاہراہ پر سفر کرتا رہا جو قیسیری شہر سے جھیل تڑ سے ہوتی ہوئی سوگوت ایسکی سیر اور بروصہ شہر اور

میں اتنا تو جانتا ہوں کہ قونیہ جھیل تڑ سے نزدیک ہے اور از میر بہت دور میں چاہتا ہوں کہ پہلے اس لشکر سے بچوں جو از میر سے جھیل تڑ کا رخ کر رہا ہے۔ اور پھر وہاں سے دونوں لشکرا اکٹھے ہو کر انگوڑہ کے جنوبی حصوں کا رخ کریں گے۔

ایتاخ جب خاموش ہوا تو قاصد نے کہنا شروع کیا۔

امیر! اگر یہ بات ہے تو پھر ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے کوچ کرنے کے بعد سیدھا قیسیری شہر کا رخ کرنا چاہئے وہاں سے جھیل تڑ اور پھر اس سے آگے اس شاہراہ پر سفر کرنا چاہئے جو جھیل تڑ سے امنیوں کی طرف جاتی ہے۔ امنیوں نہیں پہنچنا چاہئے بلکہ راستے ہی میں قیام کرنا چاہئے جو نبی از میر سے آنے والا لشکر افیون سے نکل کر جھیل تڑ کا رخ کرے راستے ہی میں اس سے نہٹ لینا چاہئے۔ اتنی دیر تک میرا خیال ہے جو لشکر قونیہ سے نکلے گا وہ از میر سے آنے والے لشکر کا انتظار جھیل تڑ کے کنارے خیمہ زن ہو کر کرے گا۔ از میر والے لشکر سے نہٹنے کے بعد آپ با آسانی اس لشکر سے نہٹ سکتے ہیں جو قونیہ سے آئے گا اور جھیل تڑ کے کنارے پڑاؤ کر کے از میر والے لشکر کا انتظار کرے گا۔

قاصد کے خاموش ہونے پر ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میں تمہارا لشکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے جھیل تڑ کے اطراف کے علاقے کے محل وقوع سے آگاہ کیا۔ اب یہ بتاؤ کہ رومنوں کے جو لشکر از میر اور قونیہ میں ہیں وہ تو فرزندوں کی مدد کے لئے جھیل تڑ کی طرف کوچ کریں گے۔ ان شہروں کے علاوہ کہیں اور بھی رومنوں کا بڑا لشکر ہے۔ یہ نہ ہو جب ہم ان علاقوں میں سفر کریں تو دشمن کے کسی اور شہر کا لشکر ہم پر شب خون مارے یا گھات میں بیٹھ کر ہم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتاؤ کہ اگر ہم تیزی سے سفر کریں تو کیا ہم رات کے وقت جھیل تڑ تک پہنچ سکتے ہیں۔

قاصد نے خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

نہیں امیر محترم صبح تک ہم جھیل تڑ نہیں پہنچ سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ جھیل تڑ کے پہلو سے ہوتے ہوئے ہم آگے نکل جائیں۔ اور جھیل تڑ اور افیون کے قریب گھات لگا دیں۔ میرے خیال میں اگر تیز رفتاری سے بھی سفر کریں تو آگلی شب کو ہم کہیں جھیل تڑ اور افیون کے درمیان پہنچ سکتے ہیں۔ امیر محترم! جہاں تک رومنوں کے دوسرے شہروں میں لشکروں کا تعلق ہے۔ چھوٹا سا لشکر

وہاں سے قسطنطنیہ چلی گئی تھی۔

جھیل تڑے پہلے ہی سورج طلوع ہو گیا تھا۔ لہذا آجھیل سے دور رہتے ہوئے انہوں نے اپنی سمت تبدیل کی اب وہ جنوب مغرب کے رخ پر اپنے مجنروں کی راہ نمائی میں اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو انیوں اور میڈیا سے ہوتی ہوئی ساحلی شہر از میر کی طرف چلی گئی تھی۔

جھیل تر اور افنون شہر کے درمیان ایک ایسی جگہ جہاں بہترین گھات لگائی جا سکتی تھی۔ اپنے مخبروں کے کہنے پر ایٹاخ نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ سورج اس وقت غروب ہو رہا تھا۔ فضاؤں کے اندر گہری تاریکیاں چاروں طرف پڑھیلاتے ہوئے اپنے رنگ جمانے لگی تھیں۔ لشکر جب رک رہا تب مخبراٹاخ کے پاس آئے اور اسے مخاطب کر کے ایک کہنے لگا۔

امیر محترم! ہمارے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ وہ ہم آپ سے کہتے ہیں وہ اگر قابل عمل ہوگا تو اسے عملی صورت دی جاسکتی ہے۔

کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایساخ نے کہا تھا۔

اس مخبر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ امیر محترم! میں اور میرے ساتھیوں نے مل کر جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں گھات لگالیں میرے کچھ ساتھی آپ کے ساتھ رہیں گے کچھ کو لے کر میں آگے نکل جاؤں گا اور دشمن کی نقل و حرکت سے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ دشمن جب یہاں سے گزرے تو اس پر شب خون مارا جائے اور اپنا مقصد حاصل کر جائے۔

مخبر جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے اسے ایتراخ نے مخاطب کیا۔

میرے عزیز تیرا کہنا درست ہے۔ دیکھو تم اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جاؤ کچھ کو میرے پاس رہنے دو اس لئے کہ وہ اس علاقے کے محل وقوع سے خوب واقف ہیں۔ جہاں تک دشمن پر حملہ آور ہونے کا تعلق ہے تو اگر دشمن رات کو یہاں سے گزرے تو اس پر شب خون مارا جائے گا اور اگر ان سرزمینوں میں وہ اس شاہراہ پر دن کے وقت نمودار ہو تو پھر میں اس کے سامنے آؤں گا اس کی راہ روکوں گا بھلے اس کی تعداد ہم سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اب تم اور تمہارے ساتھیوں نے یہ کام کرنا ہے۔۔۔۔۔

جو نبی تم یہ جانو کہ دشمن کا لشکر اب اس جگہ سے پانچ سات میل کے فاصلے پر ہے تو اس کی آہ

میلے مجھے مطلع کر دینا تاکہ میں اس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر لوں۔

ایک اور بات جو میں طے شدہ سمجھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ گھات سے نکل کر دشمن پر حملہ آور رات کے وقت ہوا جائے گا دن کے وقت اس کے خلاف گھات نہیں لگائی جائے گی۔ دن وقت اس کی راہ روک کر اس کو سنبھلنے اور اپنی صفیں درست کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اس بعد اس پر ضرب لگائی جائے گی۔ میرے خیال میں تم لوگ بھی یہی کہنا چاہتے تھے اور یہی کہ میرے ساتھ طے کرنا چاہتے تھے۔ آؤ اب اپنے کام کی ابتدا کریں۔ اس کے ساتھ ہی ایٹا خ شاہراہ سے ہٹ کر اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا جب کہ کچھ مخبر افیون کی طرف جانے والی شاہراہ پر لے بڑھ گئے تھے۔

.....★.....

رات بالکل امن اور سکون سے گزر گئی تھی۔ ایساخ کے مخبروں نے دشمن کے لشکر کے متعلق کوئی اطلاع نہ کی تھی۔ اگلے روز سورج طلوع ہونے کے بعد جس وقت ایساخ اور اشناہ دونوں اپنے دُکے کچھوٹے سے ایک ٹیلے پر بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے تب وہی مخبر لوٹے جنہیں دشمن کی واحد حرکت پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے آکر ایساخ کو یہ خبر دی کہ افیون سے جھیل کی طرف آنے والی شاہراہ پر ازمیر سے آنے والا لشکر بڑی تیزی سے سفر کر رہا ہے اور وہ اس جگہ پہنچا ہے جہاں ایساخ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر کیا ہوا ہے۔ پانچ سو میل کے فاصلے پر ہوگا۔

یہ اطلاع ملنے پر ایساخ اور اشاس نے خوشی کا اظہار کیا اور دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر ایساخ نے اشاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اشناس میرے بھائی دشمن کی آمد سے پہلے پہلے ان پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل دونوں بھائی  
ملک میں طے کر لیں۔ ابھی لشکر کو لے کر ہم شاہراہ کی طرف جائیں گے ہمارے ساتھ جو سامان اور  
مدداری کے جانور ہیں وہ ہمیں رہیں گے۔ جو لشکر میری کمانداری میں ہو گا وہ شاہراہ کے دائیں  
نب یعنی اس طرف جہاں ہمارا پڑاؤ ہے اور تمہارا لشکر شاہراہ کے بائیں جانب رہے گا۔ دشمن کی  
مد سے پہلے پہلے اپنی صفیں درست کر لی جائیں گی۔ لشکر کا وہ حصہ جو ہمیشہ پڑاؤ کی حفاظت پر رہتا  
ہے۔ اس بار میں اس سے بھی کام لینا چاہتا ہوں پہلے میں تمہارے ساتھ لائحہ عمل طے کر لوں اس

کے بعد میں سارے لشکریوں کو بھی سمجھا دوں گا کہ جنگ کا طریقہ کار کیا ہوگا۔

اگر جنگ جلد ختم ہو جاتی ہے تو پڑاؤ کے محافظوں کا کوئی کام نہیں ہوگا۔ وہ صرف پڑاؤ حفاظت کا کام کرتے رہیں گے۔ اگر دشمن کا الجھاؤ ہمارے ساتھ طویل ہوتا ہے۔ تب وہ بھی ار کام کی ابتدا کریں گے۔ پڑاؤ سے نکل کر آئیں گے گھات میں رہتے ہوئے دشمن کے پہلو پر زوردار تیر اندازی کریں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ دشمن کو ہم اپنی خواہشوں کے مطابق بہت جلد مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن دشمن پر پڑاؤ کے محافظوں سے تیر انداز صرف اس وقت کرائی جائے گی جب ہم یہ محسوس کریں گے کہ دشمن جنگ کو طول دینے میں کامیاب ہو رہا ہے اور ہم سے پسپا نہیں ہو رہا۔ اور اگر ہم اسے جلد شکست دینے میں کامیاب ہو گئے اور ہمارے سامنے سے بھاگ نکلے تب پڑاؤ کے محافظ بدستور صرف پڑاؤ کی حفاظت پر رہیں گے دشمن کو شکست دینے کے بعد شاہراہ پر کچھ دور تک دشمن کا تیزی سے اور خوب مار دھاڑ کرتے ہو تعاقب کیا جائے گا تاکہ دشمن اپنے ساتھ جو بار برداری کے جانوروں پر سامان لے کے آیا ہو انہیں اپنے ساتھ لے کر بھاگ نہ سکے اور وہ جانور اور ان پر لد ا ہوا سامان ہمارے ہاتھ آجائے۔ اس طرح جہاں ہم دشمن کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے وہاں ہمیں کافی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔

ایتاخ لمحہ بھر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر وہ بڑے غور سے اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہ

تھا۔

اب بولو میرے بھائی تمہارا میری اس تجویز سے متعلق کیا خیال ہے۔

عزیز بھائی! میرا کیا خیال ہوتا ہے۔ اشناس نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میں تو آ  
کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ ویسے میری باتوں کو میرے بھائی مذاق مت سمجھ  
لاؤ۔ عمل آپ نے طے کیا ہے یہ آخری ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند قدوس نے چاہا تو دشمن کو  
جلد ہم مار بھگاائیں گے۔ اور پڑاؤ کے محافظوں کو جنگ کے جلد خاتمے کے لئے پہلو پر تیار انداز  
کرنے کی زحمت بھی نہیں کرنا پڑے گی۔

اشناس کا جواب سن کر ایتاخ خوش ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں کے کہنے پر لشکر حرکت مینا گھات سے نکل کر لشکر شاہراہ پر آ کر اینی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد از میر کی طرف سے آنے والا دشمن کا لشکر دکھائی دیا قریب آ کر وہ لشکر  
میں۔ جن علاقوں میں شناس اور ایٹاخ نے دشمن کی راہ روکی تھی وہ علاقہ رونوں کا تھا لہذا از میر  
کی طرف سے آنے والا لشکر پریشان اور فکر مند تھا کہ ان کے اپنے علاقے میں ہی کس نے ان کی  
راہ روکی ہے۔ وہ یہ توقع اور امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کا سالار ایٹاخ ان کے علاقوں میں  
ان پر ضرب لگانے کی کوشش کرے گا اپنے لشکر کو روکنے کے بعد ان کے سالار نے چند آدمیوں کو  
مہم بھیجا تاکہ یہ لگائیں کہ ان کی راہ روکنے والا لشکر کس کا ہے۔

اس پر کچھ جوان جن کے ہاتھوں میں سفید علم تھا آگے بڑھے۔ ان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر فاس اور ایلتاخ جو اپنے اپنے لشکر کے سامنے تھے ایک جگہ جمع ہو گئے۔ سفید علم لہراتے ہوئے وہ لایلتاخ اور اشناس کے پاس آئے قریب آ کر آنے والے شاید پہچان گئے تھے کہ ان کی راہ نکلنے والے مسلمان ہیں تاہم وہ قریب آئے اور ان میں سے ایک نے ایلتاخ اور اشناس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ہم نہیں جانتے تم کون لوگ ہو؟ اور کیوں ہماری راہ روکی ہے؟ ہمارا لشکر از میر سے آ رہا ہے۔ اور ہمارا رخ جھیل تزی کی طرف ہے ہمیں بہت جلد وہاں پہنچنا ہے۔ تم لوگوں نے جو اپنے لشکر کے ساتھ ہماری راہ روکی ہے تو کہو تم کون لوگ ہو؟ کیوں ہماری راہ روکے کھڑے ہو اور ہم سے کیا کہتے ہو؟

ایسا خ اور اشنا س قوڑی دیرک بغوران کا جائزہ لیتے رہے پھر ایسا خ نے انہیں مخاطب کیا۔  
پہلے تم لوگ کہو تم کون ہو۔ تم لوگ از میر سے کیوں جھیل تڑکار خ کر رہے ہو۔ اور تم لوگ کس  
کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہو۔

اس بار اس شخص نے جو پہلے ایتاخ سے مخاطب ہوا تھا کسی قدر شبہ اور شش و پنج کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

کیا میں تمہارے سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ یقین کر لوں کہ تم لوگ مسلمان ہو۔

الحمد للہ ہم مسلمان ہیں۔ ایتاخ نے کہا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔

یہاں تک کہتے کہتے ایتنا خ کورک جانا پڑا اس لئے کہ آنے والوں کا جو سرخیل تھا وہ بول پڑا۔

اگر تم لوگ مسلمان ہو تو پھر یہ جان لو کہ ان علاقوں اور ان دیرانوں کے اندر تمہارا ہمارا کراؤ اور  
کے رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں تم مسلمانوں کے اس بڑے لشکر کا ایک حصہ ہو جس نے جبل طاروس کے  
اندر ہمارے جرنیل فرزون اور طولک کو شکست دی ہے۔ اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہماری راہ  
روک کر تم فرزون کے ساتھ جانے سے روک سکتے ہو تو پھر یہ تمہاری بھول اور تمہاری غلط فہمی ہے۔  
ہم نے ہر صورت میں تم لوگ کو پامال کرتے ہوئے فرزون سے جا کے ملنا ہے۔  
آنے والا وہ شخص جب خاموش ہوا تو اپنے لبوں پر خوشگوار سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے  
ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

سن! از میر سے آنے والے لشکر کے نقیب!.....

ایتاخ کہتے کہتے رک گیا اس لئے کہ وہ شخص اس کی بات کانٹے ہوئے پھر بول پڑا تھا۔

تم لوگوں نے ہماری راہ روک کر انتہائی احمقانہ قدم اٹھایا ہے۔ لگتا ہے تمہارے لشکر نے ج  
جبل طاروس میں فرزون کو شکست دی ہے تو اس سے گمان کی حد تک تمہارے حوصلے بڑھ گئے ہر  
اور تمہارے سپہ سالار اعلیٰ نے تمہیں ہماری راہ روکنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ یاد رکھنا جو لشکر تم اس  
وقت لے کر ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو ذرا اس کا بھی جائزہ لو اور اپنے سامنے کھڑے  
ہمارے لشکر کو بھی دیکھو کیا عددی لحاظ سے ہم تم پر فوقیت نہیں رکھتے۔ پھر یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے نہ  
کیسے ہماری راہ روکنے کی ہمت کر رہے ہو اور کیسے اپنی کامیابی کی امید لگا سکتے ہو۔

ایتاخ کے چہرے پر بڑی پرسکون سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں اس سے  
ایک انوکھی چمک تھی۔ پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

تمہاری گفتگو کا چبھتا انداز اس منزل کو ہماری آنکھوں سے روپوش نہیں کر سکتا۔ جس کا نقیب  
ہم کر چکے ہیں۔ واپس جا کر اپنے سالار اعلیٰ سے کہنا کہ مسلمانوں کا سالار کہتا تھا آ نچل کی لہروں کے  
مد و جزر نسوانی ہانہوں کی آسودہ آغوش میں پرورش پانے والو! زلفوں کی مہکتی چھاؤں میں زندگی  
کے دن گزارنے والو اور آدم کو مقام شرف سے گرانے والو، ہم تمہارے ادراک اور ادھام کے زلزلے  
میں آنے والے نہیں ہیں۔ واپس جا کر اس سے یہ بھی کہنا کہ لفظوں سے معنی کی ضیاء چھیننے والو اور دنیا  
کی پائندگی زندگی کے ساحلوں کو نزار رات سے دو چار کرنے والو جب ہم تمہارے رستے ناسور پر  
ارادوں پر برق کی غضب بن کر گریں گے جب ہم تمہاری لذت خیز خواہشوں پر تشنہ کاموں کے

ہی کی طرح وارد ہوں گے تو ہمارے سامنے تم اپنے لئے کوئی پناہ تلاش نہ کر سکو گے۔  
وہ دھبہ بھر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ری بات تمہارے اس گھمنڈ کی کہ تمہارے لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے زیادہ ہے تو ہم قتل  
زت کی پرواہ نہیں کرتے۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود بھی تم  
ہاں کے اثبات کے پردے اور کشمکش نیم و رضا میں پیلے پھولوں کے دکھ کے نشانات کرم خوردہ  
ہوں اور اسیوں یاس و سکوت اور ہوا کی ہانہوں میں جھولتی زرد کہانیوں سے بھی بدتر کر کے رہیں  
۔ میں تو تمہیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود تم لوگ ہمارے  
منے زیادہ دیر بکھرنہ سکو گے۔ ہم سے ایسے بھاگو گے جیسے اداس ساحلوں کے ربط سے سلاسل توڑ  
لہریں بھاگتی ہیں۔

ایتاخ تھوڑی دیر کے لئے پھر رکا اور دوبارہ انہیں کہنے لگا۔

اب تم واپس جاؤ۔ اپنے سالار اعلیٰ سے جا کر کہنا کہ اپنے لشکر کی صفیں درست کر لے۔ میں  
مادر ہونے کی ابتدا کرنے لگا ہوں میرے پاس وقت بہت کم ہے اور میں نے واپس بھی جانا  
ہے۔

ایتاخ کا جواب سن کر وہ واپس جانے لگے تھے جونہی وہ لشکر میں پہنچے اس کے تھوڑی دیر بعد  
شکر مزید آگے بڑھا اپنی صفیں انہوں نے درست کر لیں۔ جنگ کی ابتدا خود ایتاخ نے کی تھی۔  
نہ اور دہشت طاری کرنے والی تکبیریں تھوڑی دیر بلند کرنے کے بعد ایتاخ اور اشناس دونوں  
پنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ از میر سے آنے والے اس لشکر پر بشارتوں کو اندھا سماعتوں کو  
بھس اور جسم کے ہر مسام میں بے دلی بھر دینے والے موت کے گیتوں کی بازگشت، جراثیموں کی  
لمگی اور حوصلوں کے جھللاتے صباحت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ جواب میں از میر سے  
نے والا لشکر بھی مسلمانوں پر حادثوں کے تھیکے لحوں میں سسکا رتی زہریلی ہواؤں اور بے خودی  
ہی کو دینے والے سنگین لحوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ہرما کے ٹھہرے ٹھہرے ماحول میں جنگ کی وجہ سے اس میدان میں سورج کی سلاگاہٹ اٹھ  
لڑی ہوئی تھی۔ ریت کی طرح گہری نیند سویا ماحول وحشت ناک حقیقت کے ساتھ جاگ اٹھا تھا۔

ب ناموش اور جاڑے کی ٹھٹھرتی ہواؤں کے سامنے چپ سادھ گئے تھے۔ رات کے فرش پر رزوں کے بچھونے پر آنکھیں بھگوئی شبنم غم انجام کے ابر کی طرح برس رہی تھی۔ ہر شے رات کے ہم کناروں کی تلاش کی منتظر ہو گئی تھی۔

جھیل تر سے دور ہی ایتاخ کے مخبروں نے اسے اطلاع دے دی تھی کہ قونیہ کی طرف سے نے والا لشکر جھیل تر کے کنارے پڑاؤ کر چکا ہے اور بڑی بے چینی سے از میر کی طرف سے آنے لے رہے ہیں۔ یہ خبر ایتاخ اور اشاس دونوں کے لئے بڑی خوش کن اور حوصلہ زانی لہذا اپنے مخبروں کی راہ نمائی میں جھیل تر کی طرف بڑھنے کی رفتار پہلے کی نسبت انہوں نے زبردستی کر دی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں جھیل کے کنارے نیلے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا ایتاخ اور اشاس دونوں لہو کے آخری رے تک اپنے مفروضہ گناہوں کا قرض چکانے والی پتھروں کی ناگہانی بارش مار گزری یہ کی طرح موٹی میں دھول پر سوار ہوا کی ہچکیاں کھڑی کرتے نامہربان مومنوں اور اندھیرے کے نہاں نول میں جڑوں میں زہر بھرتے ذوق نمکوبے اثر کرتے شاخوں کو بے برگ و ثمر اور ہر شے کی میں نفرت کے بار اور رگ و پے میں تلخیاں بھر دینے والے دکھ کے خونی سایوں کی طرح قونیہ لشکر پر حملہ آور ہوئے ہیں کہ شب خون کی ابتدا کر چکے تھے۔

اچانک اور تیزی سے مارا جانے والا یہ شب خون بڑا ہولناک تھا۔ جھیل تر کے اطراف میں مابشب خون سے ایسے لگا تھا جیسے رات کی گہری تاریکی میں وقت کی غمزدہ آنکھوں میں ناآسودہ مان کا نبات کے کہنہ محور میں آفات میں گرفتار کرتے آلام سماعت کے ساحلوں پر شور کرتی سوگی لائیں اور حزن کے خمیر میں شکست و ریخت کی روح فرسا ساعتیں کھڑی کر دینے والی قہر مانیت لے کھڑا ٹھکڑے ہوئے ہوں۔

ایتاخ اور اشاس کا یہ شب خون انتہائی بھرپور انتہائی ہولناک اور خون میں ڈبو دینے والا تھا۔ بل طرف سے ایتاخ دوسری سمت سے اشاس اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے شب خون کو لگا کر آتے دشمن کے پڑاؤ کے اندر تک گھستے چلے جا رہے تھے وہ خود بھی اور ان کے لشکر بھی

از میر کے لشکر نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی کہ مسلمانوں پر تیز اور جان لیوا حملے کرتے ہوئے انہیں اپنے سامنے سے مار بھگائیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے انا ان کے لشکریوں کی اپنی حالت صحرا میں کانٹے دار جھاڑیوں اور رسوائی کے کیل گھونپتی ناامیدیوں اور ندامتوں کے بارگراں میں ہوس کی کھوٹی دلدلوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ دوسری جانب ایتاخ اور اشاس کی سرگردگی میں مسلمان لشکری منزلوں کو راستوں سے جدا کر دینے والے پگھلے کھولتے لاوے زمین کی آنکھوں میں بے بسی بھر دینے والی ہواؤں کی تلخی اور فضاؤں کے اندر عجیب اور نا آشنا آتش دھول بھردینے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ از میر کی طرف سے آنے والے ان سالاروں نے ایک با اپنی پوری اور اجتماعی قوت صرف کرتے ہوئے مسلمانوں پر بھرپور حملے کرنے شروع کئے۔ لیکن ایتاخ اور اشاس کے لشکریوں کو شس سے مس نہ کر سکے۔ اور انہیں پیچھے دھکیلنے تک میں ناکام رہے دوسری جانب جب ایتاخ اور اشاس نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو لولکارا تو وہ اس خوفناک انداز میں از میر کے اس لشکر پر حملہ آور ہوئے اور لمحوں کے اندر اس لشکر حالت جدائی کے راستوں فرقت کے مومنوں اور صدیوں سے بھٹکتے دوریوں کے مسافروں سے بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد از میر کے اس لشکر کو بدترین شکست ہوئی۔ ایتاخ اور اشاس نے اس قدر طاقت قوت اور ہولناکی سے ان کا تعاقب کیا کہ اپنے ساتھ بار برداری کے لے جانے والے جانوروں پر لدی ہوئی کوئی بھی شے وہ اپنے ساتھ نہ لے جاسکے دور تک ان کا تعاقب کیا گیا اور ان کی تعداد کو مزید کم کیا گیا۔ ایتاخ اور اشاس نے جب اندازہ لگایا کہ اب از میر آنے والا لشکر ان کے لئے خطرناک نہیں رہا اور یہ کہ اب وہ مڑ کر فرزوں سے جا ملنے کی خواہش کو نہیں کر سکے گا تو تعاقب ترک کر کے وہ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے بار بردار کے جانوروں سے ملنے والی ہر شے پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر وہاں لشکریوں کو ستانے کا مو فراہم کیا گیا۔ اس کے بعد لشکر واپس جھیل تر کا رخ کر رہا تھا۔

☆.....

زندہ خوشبو کی طرح سبک رایت تاروں کے بل کھاتے جھرمٹ میں نئی سنتوں کے مسافروں کی طرح بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ گھائیاں وادیاں پر بت و کوہ سار جھرنے اور نالے لگش و ہزار

خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دلوں میں خوف طاری کرنے والا ایک خروش سامہ آ کر چلے جا رہے تھے۔

جھیل تڑکے کنارے پڑاؤ کرنے والے قونیہ کے رومنوں نے کئی بار کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کے سامنے جبنے کی کوشش کریں یا حملہ آوروں کو ہٹا کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ کبھی کبھی بے شعور رات میں ایتاخ اور اشناس دھندلی فضاؤں کے آسب اور وقت کے سبز مناظر میں اشکوں کا طوفان کھڑا کرتے جسکے لمحوں کی طرح ان کے دھم دھم سے چلے گئے تھے۔

کانکات کے حیلہ گر اور چارہ ساز کے احکامات کا اتباع کرتے ہوئے اس کے تائید الہامی کی چھڑی تلے سورج اپنے پورے نورانی وجود کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوا تھا۔ گلی گلی مگر نگر دم بریدہ ہاگ کی طرح پیچ و تاب کھاتے اندھیرے بھاگ گئے تھے۔ سپنوں کی بارش میں بھیگی خوشیوں کی سرشاریاں تمام ہوئی تھیں۔ سورج کی رو پہلی رقصاں کر میں اپنے لبوں پر دہکتی لرزشیں ہر شے کو چوم لینے کی بے نام خواہشیں لئے چاروں سمت بے چین شراروں کے خروش کی طرح پھیل گئی تھیں۔ خواہوں کی زنجیروں کے حلقے ٹوٹ گئے تھے۔ شب کے سایوں میں لرزاں ہر شے جاگ اٹھی تھی۔ ایسے میں سالار اعلیٰ اسحاق بن یحییٰ کی حویلی پر دستک ہوئی تھی۔ دستک دینے والا تورک تھا وہی تورک جس کے ساتھ قسطنطنیہ میں کبھی ایکاسیہ کا نکاح ہوا تھا۔

ایک بار دستک دینے کے بعد تورک ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب دروازہ کھلنے میں دیر ہوئی تب دوسری دستک دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا خود اسحاق بن یحییٰ تھا۔

تورک کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ نے چند لمحوں تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا شاید وہ اپنے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ دستک دینے والا کون ہے۔ وہ اسے پہلے سے جانتا ہے کہ نہیں۔ پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس نے تورک کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز! میں نے تمہیں پہچانا نہیں تو کون ہے؟ بتاؤ کہاں سے آیا ہے اس لئے کہ میں نے تمہیں سامراہ میں بھی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اور تو نے کس سلسلے میں میری حویلی کے

رات کی گہری تاریکی اور اندھیروں کے روش پر کچھ دیر تک اناطولیہ کی جھیل کے کنارے زندگی اور موت کا رقص جاری رہا۔ رومنوں نے جب دیکھا کہ حملہ آور ان سے زیادہ طاقتور اور کرنے میں تیز اور منظم ہیں۔ تب انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جس کا جدھر منہ اٹھا۔ ادھر بھاگ کھڑا ہوا۔ اپنا پڑاؤ انہوں نے خالی کر دیا تھا۔ اپنی جانیں بچا کے لئے انہوں نے ادھر ادھر بکھر کر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ایتاخ اور اشناس بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ وقت ضائع نہیں کیا۔ ان کے پڑاؤ سے جو کچھ ملا اسے سمیٹا پھر رات گہری تاریکی میں وہ برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے جبل طاروس کے اس پار اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔

دروازے پر دستک دی ہے۔

تورک کا گھوڑا ایک طرف کھڑا تھا۔ اور اس کی باگ اس کے ہاتھ میں تھی۔ باگ اس۔  
چھوڑ دی۔ دروازے کے قریب آیا اور اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ اسحاق بن یحییٰ ہیں۔  
ہاں میں ہی اسحاق بن یحییٰ ہوں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

میرے محترم میرا نام تورک ہے میں قسطنطنیہ سے آیا ہوں آپ کے سالار ایتاخ سے ملنا چاہوں لیکن راستے میں میں نے جس سے بھی اس کی حویلی کا پتہ پوچھا اس نے مجھے یہی بتایا کہ یہاں نہیں ہے بلکہ اپنے لشکر کے ساتھ ارض شام کی طرف کی سرحدوں پر ہے۔ میرا اس سے انتہائی ضروری ہے۔ میں راستے میں راہ نمائی کرنے والوں کے اس جواب پر کہ ایتاخ ارض شام میں ہے شاید وہیں سے لوٹ کر اس کے پاس چلا جاتا لیکن میں ایکاسیہ کی ماں سے ملنا چاہتا ہوں وہ میرے جاننے والی ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی مجھے پہچان جائیں گی۔ میں انہیں ایکاسیہ سے متعلق کچھ بتانا چاہوں۔

ایکاسیہ کا نام سن کر اسحاق بن یحییٰ کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے عیمہ اور اس کا بھائی زبیر بھی بھاگتے ہوئے آکھڑے ہوئے تھے۔  
اسحاق بن یحییٰ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

تم ایکاسیہ سے متعلق کیا خبر لے آئے ہو؟  
پھر تورک کے جواب کا انتظار کئے بغیر عجیب سی خجالت کا اظہار کرتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہنے لگا۔

میں بھی کتنا احمق ہوں۔ دروازے پر کھڑے ہی کھڑے تم سے سوال و جواب شروع کر دیا۔ تمہیں اندر آنے کے لئے نہیں کہا۔ اپنے گھوڑے کو بھی اندر لے آؤ۔ خود بھی اندر آؤ پھر بیٹا بات کرتے ہیں۔ اگر تم ایکاسیہ سے متعلق کوئی اچھی خبر لے آئے ہو تو یاد رکھو ہم تمہیں ایسے انوار سے نوازیں گے جو مدتوں یادگار رہے گا۔

پھر اسحاق بن یحییٰ ایک طرف ہٹ گیا۔ دروازہ اس نے پورا کھول دیا تھا۔ عیمہ اور زبیر ایک طرف ہو گئے تھے۔ تورک جب اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اندر داخل ہوا تو زبیر نے اس

گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی اور کہنے لگا۔

میرے بھائی اپنا گھوڑا مجھے دے دو میں اسے اصطبل میں باندھتا ہوں۔

تورک نے چپ چاپ باگ اسے تھما دی۔ زبیر گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا۔ اس موقع پر اپنی بیٹی عیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہنے لگا۔

بیٹی! میں اس معزز مہمان کو دیوان خانے کی طرف لے کے جاتا ہوں تم ذرا ایکاسیہ کی ماں قسطنطنیہ کو دیوان خانے میں بھیجواں کہ کہنا ہے کہ ایکاسیہ کی ماں اسے جانتی ہے۔

ایکاسیہ سے متعلق سن کر عیمہ کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں تھیں بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔ جب کہ اسحاق بن یحییٰ تورک کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا اور زبیر بھی اس کے گھوڑے کو باندھ کر وہیں آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک قسطنطنیہ کو دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ اس کے ساتھ عیمہ اور اس کی ماں عمران بھی تھیں۔

تورک کو دیکھتے ہی قسطنطنیہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

تورک بیٹے تم کیسے ہو۔ مجھے میری بیٹی نے بتایا ہے کہ تم ایکاسیہ سے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو۔ کیا تم ایکاسیہ کے متعلق جانتے ہو وہ کہاں ہے۔ کون اس کو اٹھا کر یہاں سے لے گیا۔  
تورک مسکرایا پھر کہنے لگا۔

آپ بیٹھیں اس کے بعد میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں۔  
قسطنطنیہ عمران اور عیمہ اسحاق بن یحییٰ کے قریب بیٹھ گئیں پھر تورک نے کہنا شروع کیا۔

بات دراصل یوں ہے کہ نوفل بن میخائیل کو پتہ چل گیا تھا کہ ایکاسیہ مسلمانوں کے علاقے میں چلی گئی ہے۔ اس نے اپنے کچھ آدمی ایکاسیہ کی تلاش میں پہلے ہی لگائے ہوئے تھے جنہوں نے یہ کھوج لگا لیا کہ ایکاسیہ مسلمانوں کے مرکزی شہر سامرہ میں رہتی ہے۔ وہ تاک میں رہے جب شام کے قریب ایکاسیہ گھڑ دوڑ کے لئے گئی تو انہوں نے اس کے ساتھ جوڑیاں تھیں انہیں تو مار مار کر بھینک دیا ان کے ہاتھ منہ باندھ دیئے اور ایکاسیہ کو اٹھا کر لے گئے۔

اب ایکاسیہ کو نوفل بن میخائیل نے قسطنطنیہ کے مقابلے کے میدان میں جو کمرے بنے



ہوئے ہیں ان میں سے ایک کمرے کے اندر بند کر رکھا ہے اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جب تک ایکیر نوفل بن میخائیل سے شادی پر آمادہ نہیں ہو جاتی اس وقت تک اسے اسی کمرے میں بند رکھا جائے گا۔ پھلے ایکاسیہ اپنی عمر کے آخری لمحوں تک وہیں پڑی رہے۔

تو رک رکا، کچھ سوچا اپنی طرف سے بات بناتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

میں اس کمرے میں ایکاسیہ سے مل چکا ہوں۔ تفصیل سے اس کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی ہے۔ دوران گفتگو جب اس نے مجھ پر یہ اظہار کیا کہ وہ یہاں کے ایک سالار ایٹاخ کو پسند کرتی ہے۔ اس سے محبت کرتی ہے اور اسے اپنا بیٹا سمجھتی ہے۔ اس نے اپنی زندگی اس کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہے۔ تب میں نے اپنے ذہن میں ایک بہت بڑا فیصلہ کرنے کی ٹھان لی۔

آپ جانتی ہیں ایکاسیہ کے ساتھ میرا نکاح ہو چکا تھا۔ لہذا اب میں اس نکاح سے دستبردار ہو چکا ہوں اس لئے کہ میں جانتا ہوں ایکاسیہ مجھے کچھ نہیں دے سکے گی اس لئے کہ وہ ایٹاخ کو پسند کرتی ہے۔ اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔

ایکاسیہ کے ساتھ میری طویل گفتگو ہوئی جس کے نتیجے میں اس نے مجھے یہاں بھیجا ہے کہ کی طرح ایٹاخ کو بتایا جائے کہ میں یہاں اسیر ہوا اور مجھے وہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کرے۔ اب میں اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں تاکہ ایٹاخ سے ملوں اور اس کے ساتھ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلے میں آپ کا عزیز اور رشتہ دار طورون بھی پوری طرح ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ میں اسے وہیں چھوڑ کر آیا ہوں تاکہ میری غیر موجودگی میں وہ ایکاسیہ کا خیال رکھے اور اسے ضرورت کی ہر شے پہنچاتا رہے۔ میں فی الفور ایٹاخ سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ وہاں سے نکال کر ایکاسیہ کو وہاں لاسکے اگر دیر کی گئی تو نوفل بن میخائیل انتقامی کارروائی کرتے ہوئے اس کے خلاف کوئی بڑا اور خطرناک فیصلہ بھی کر سکتا ہے۔

قسطونہ جو تھوڑی دیر پہلے تو رک کی آمد کی وجہ سے خوشی اور مسرت کے امتزاج اور نورس آرزوؤں کی طرح خوش اور مطمئن دکھائی دے رہی تھی وہاں اس سے ساری تفصیل سننے کے بعد بے چاری مفتوحہ عزم گنگ زبان شکستہ پاؤں کے ساتھ تازہ سفر کو ترستی منجد زیت جیسی اداں فطرت کی جوت سے محروم مدہم ہوتی رنگوں جیسی افسردہ اور بیون دکھ کی آگ میں جلتی ماں کی جڑ گریہ جیسی فکر مند ہو گئی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

نہ جانے کب تک یہ حالات ہم دونوں ماں بیٹی کی آخری سانسوں کی سرحدوں تک ہمیں رہنے نہ رہنے میں مبتلا رکھیں گے۔ نہ جانے ہم دونوں ماں بیٹی کب تک کسی گمنام شہر کی گمشدہ منزلوں کی تلاش کرنے کے لئے تاریکی کے اندھیرے خیموں میں بھٹکتی رہیں گی۔ نہ جانے کب تک بے چینیوں مجبوریاں روز و شب کی پیہم نفرت کی طرح ہمارا تعاقب کرتی رہے گی۔ کب تک ہم دونوں ماں بیٹی ویران غاروں میں جلتے دیپ کی طرح زندگی اور موت کی لرزاں کش مکش میں مبتلا رہیں گی۔ نہ جانے کب ہم دونوں کی عمروں کے سوکھے کنارے بھیگیں گے۔ اور ہم دونوں کو جسم و جان کی گونجتی بھٹکتی صداؤں سے نجات ملے گی۔

کاش اس طرح جینے سے تو ہم بہتر تھا کہ نظروں کی آخری حدود میں گم ہو جانے والے شام کے سایوں کی طرح ختم ہو چکی ہوتیں۔ کاش بے یقینی کی فضاؤں میں آنسو بہاتے سرد آہوں کی داستان سناتے سنان ویران قبرستان جیسے لمحوں میں زندگی بسر کرنے کی بجائے ہم دونوں ماں بیٹی اب تک موت سے بغل گیر ہو چکی ہوتیں۔

کاش.....

قسطونہ کو یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ غمران نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اسے اپنے ساتھ لپیٹتے ہوئے کہنے لگی۔

میری بہن یہ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو۔ کیا ہمارے لئے یہ خوشی اور کسی قدر اطمینان کا لمحہ نہیں ہے کہ ہماری بیٹی ایکاسیہ زندہ ہے۔ اگر وہ قطنظینہ میں اسیر کر دی گئی ہے تو پہلے بھی تو وہ اسیری اور روپوشی کی زندگی بسر کرتی رہی تھی۔ تم بھی اس کے ساتھ تھیں اس حالت میں بھی تو ہمارا بیٹا ایٹاخ تم دونوں کو وہاں سے نکال کر لایا تھا۔ اب بھی میرا دل کہتا ہے کہ ایٹاخ ایکاسیہ کو سلامت وہاں سے نکال کر تمہارے پاس لائے گا۔

غمران رکی قسطونہ کے منہ سے اس نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ پھر اس کا شانہ چھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ انشا اللہ غفریب ایکاسیہ تمہارے پاس ہوگی۔ میری بہن سمجھو۔ اس طرح دکھ اور غم کا اظہار کرنے کی بجائے اب ہمیں ایکاسیہ کو وہاں

سے نکالنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔ ایسے موقع پر ایسے غم زدہ الفاظ نہیں بولتے۔

قسطونہ نے کسی قدر اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بیٹے! سب سے پہلے میں تمہاری ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم ایک سیہ سے دست بردار ہو گے ہو۔ بیٹے یہ تمہاری فراخ دلی ہے یا یوں سمجھو ہم پر تمہارا احسان ہے۔ ایک سیہ دل و جان سے ایتاخ چاہتی ہے اور اسی سے محبت کرتی ہے۔ بیٹے کوئی اور ہوتا تو یہ دعویٰ کھڑا کر دیتا کہ ایک سیہ میری بیوا ہے اور میں ہر صورت میں اسے حاصل کر کے رہوں گا۔ کوئی اور ہوتا تو اس طرح ایک سیہ کی اسیری اطلاع ہمیں دینے کا خطرہ مول نہ لیتا۔ میں ایک بار پھر تمہارے اس تعاون اور تمہاری اس قربانی تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ بیٹے اب تھوڑا سا یہ اشارہ مجھے دے دو کہ تم ایک سیہ کو وہاں سے کیسے لے گے۔ تمہارے جانے کے بعد میں ایک سیہ کے متعلق بڑی فکر مند اور پریشان رہوں گی۔

قسطونہ خاموش ہو گئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے تورک کہنے لگا۔

آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر پہلے بھی تو طورون نے آپ اور ایک دونوں ماں بیٹی کو وہاں سے نکالنے کا بہترین چلہ اختیار کیا تھا۔ اب بھی یہ سارا کام طورون ہی ادا کرے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عفرہ ایک سیہ بخیریت و عافیت آپ کے پاس یہاں پہنچ جائے گی۔ اس کے بعد میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ وقت ضائع کئے بغیر آپ اس کی شادی ایتاخ سے کر دیجئے گا۔ اس طرح جب وہ ایتاخ کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہے گی تو کوئی اسے اغوا نہ کر سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی دوبارہ قسطونہ لے جا کر اسیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر سکے گا۔

اب آپ لوگ مجھے یہ بتائیے کہ میں ایتاخ سے کیسے رابطہ کروں تاکہ اسے مل کر ایک سیہ کو سے نکالنے کا اہتمام کیا جائے۔ باری باری سب کی طرف دیکھتے ہوئے تورک نے پوچھا تھا۔ اس کے اس سوال کے جواب میں کچھ دیر خاموشی رہی پھر اسحاق بن یحییٰ بول اٹھا۔

بیٹے! گو اس سلسلے میں قسطونہ تمہارا شکریہ ادا کر چکی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ناکافی ہے۔ ایک سیہ کی حیثیت ہمارے یہاں ایسے ہی ہے جیسے میری اپنی سگی بیٹی۔ پہلے میری ایک بیٹی تھی ایتاخ کے آنے سے اب میں دو بیٹیوں کا باپ ہوں۔ میں اپنی طرف سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں نے ہمیں ایک سیہ کی اطلاع دی کہ وہ قسطونہ میں ہے اور میں قبل از وقت بلکہ پیشگی تمہارا شکریہ ادا

یہ کہ تم ایک سیہ کو وہاں سے نکالنے کا اہتمام کر رہے ہو۔ اب رہی بات کہ تم ایتاخ سے کیسے رابطہ رکنے ہو تم تھوڑی دیر بیٹھو میں ابھی سیدھا امیر المومنین کی طرف جاتا ہوں۔ اس موضوع پر تفصیل رہا تمہارا ان سے گفتگو کرتا ہوں۔

اس لئے کہ اگر ایتاخ کو قسطونہ جانا پڑتا ہے تو شام کی سرحدوں پر اس کی جگہ یہاں سے کسی رات لڑ کو جانا ہوگا اور یہ سارا امیر المومنین کے علم میں لانے کے بعد ہی عملی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہاں سے چلا گیا تھا۔



اسحاق بن یحییٰ قصر میں داخل ہوا۔ حاجب سے اس نے امیر المومنین سے ملاقات کی اجازت کا اظہار کیا تب حاجب اسے پکڑ کر ایک کمرے میں لے گیا۔ جہاں معتمم اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ لہندی کے انداز میں اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے معتمم بول اٹھا۔

ابن یحییٰ خیریت تو ہے۔ تم اس طرح کبھی بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے چہرے پر فکر مندی کے آثار ہیں۔ کہو کیا بات ہے کیا کسی نے تمہاری دل شکنی کی ہے۔ کی نے تمہارا حکم ماننے سے انکار کیا ہے۔

معتمم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہنے لگا۔

امیر المومنین! جہاں تک میری پریشانی اور افسردگی کا تعلق ہے تو آپ کا اندازہ درست ہے لہٰذا بعد معتمم کی طرف دیکھتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ نے تورک کے آنے ایک سیہ کی اسیری اور ناکامی سے ملاقات کرنے اور اسے ساتھ قسطونہ کی طرف لے جا کر ایک سیہ کی رہائی کا سامان کرنے کے بارے میں واقعات تفصیل سے کہہ دیئے تھے۔

اسحاق بن یحییٰ جب خاموش ہوا تب بڑے دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے معتمم کہنے لگا۔

ہمارے لئے یہ بڑی بد قسمتی بلکہ بدنامی کا باعث ہے کہ ہمارے ہی شہر کی ایک بیٹی کو رومن حملے کے وقت سے اٹھا کر لے گئے۔ کل کو وہ اس سے بڑا کوئی حادثہ بھی کر سکتے ہیں۔ ایسا وہ اکیلے

نہیں کر سکتے جب سے میں نے ایکاسیہ کی گمشدگی کا سنا ہے میں اس موضوع پر کافی سوچ چکا ہوں میرا دل کہتا ہے کہ شہر کے اندر رومنوں کے آدمی ہیں جن کے ساتھ ان کا رابطہ ہے اور ان سے رابطہ رکھ کے بعد ہی وہ ایکاسیہ کو یہاں سے اٹھالے جانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔  
معتصم لمحہ بھر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بہر حال یہ ایک ثانوی موضوع ہے۔ جس پر بعد میں گفتگو کی جائے گی۔ ہمیں ہر صورت میں سامرہ شہر میں ان لوگوں کو ڈھونڈنا اور تلاش کرنا ہوگا جن کے قسطنطنیہ کے رومنوں کے ساتھ روابط اور تعلقات ہیں۔ فی الوقت جو سب سے پہلا موضوع ہے وہ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنا ہے اور ظاہر ہے یہ کام صرف ایسا ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ ایک تو وہ پہلے وہاں جا چکا ہے۔ ایک بار ایکاسیہ اس کی ماں کو وہاں سے نجات بھی دلا چکا ہے۔ دوسری بڑی بات یہ کہ ایکاسیہ ایسا ہی کو پسند کرتی ہے۔ اور ایسا ہی کے علاوہ وہ کسی پر اعتماد اور بھروسہ بھی نہیں کرے گی۔ اور پھر یہ خطرناک مہم ایسا ہی جیسا شخص ہی کامیاب انجام کو پہنچا سکتا ہے۔

اب رہی بات کہ اس کی شروعات کیسے کی جائیں تو اسحاق بن یحییٰ تمہیں پتہ ہے کہ چند روز پہلے ارض شام کی طرف سے جو قاصد آئے ہیں انہوں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ ایسا ہی اور اشرار نے نہ صرف یہ کہ رومنوں کے بہترین جرنیل فرزون اور طولک کو ایک ہولناک جنگ میں ہلاک کر دیا۔ شکست دی بلکہ ایسا ہی اور اشرار دونوں اناطولیہ کے میدانوں میں گھس گئے اور فرزون اور طولک کے مدد کے لئے از میر اور قونیہ سے آنے والے لشکروں پر بھی باری باری حملہ آور ہوئے شب خون مارا اور ان دونوں لشکروں کو بھی انہوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

یہ سارے حالات و واقعات بتاتے ہیں کہ رومن ارض شام کی سرحدوں پر ہمارے ہاتھوں اپنی پے درپے شکستوں کا انتقام ہم سے لینے پر تلے ہوئے ہیں لیکن ہم انہیں اپنے مقصد تک کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہی جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے اور اس سے بدترین دشمن اور بڑی سے بڑی طاقت کو بھی شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور وہ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے کی اس مہم پر روانہ ہو جاتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں رومن بھڑکے اور ہوتے ہیں تو اشرار اکیلا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اشرار ایک اچھا سالار ہے جراتمند اور دلیر ہے۔ بروقت فیصلہ کرنے کا جو ہر بھی رکھتا ہے۔

اب تک زیادہ تر وہ ایسا ہی کے نائب ہی کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے اور اس کے نائب ہی کی حیثیت سے اس نے کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ وہ ایسا ہی کی راہ نمائی میں بہترین سالار ثابت ہوا ہے۔ اب جو فیصلہ میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ یہاں سے ایسا ہی کا کوئی متبادل جانا چاہئے۔ لی جا کر پہلے قسطنطنیہ سے آنے والے اس جوان سے بات کرو کہ وہ کب تک ایسا ہی کی طرف اٹھنا چاہتا ہے۔ یہاں سے جا کر وہ ایسا ہی کو پورے حالات بتائے یہ حالات سنتے ہی میرا اڑھ ہے کہ ایسا ہی فوراً قسطنطنیہ روانہ ہو جائے گا میری طرف سے تم اشرار کے ساتھ سرحدوں پر آم کرنے کے لئے بغا کبیر کو روانہ کر دو۔ بغا کبیر اپنے ساتھ ایک محافظ دستہ بھی لیتا جائے۔ اس ان کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ اور وہاں جا کر وہ جوان پورے حالات ایسا ہی سے کہے مجھے بدہ کہ ایسا ہی بہت جلد ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اب مزید کہو تم کیا ماننا چاہتے ہو۔

اسحاق بن یحییٰ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

امیر المومنین اب میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ ایسا ہی کی جگہ لینے کے لئے کسی سالار کو یہاں سے روانہ کیا جائے اور اس کے ساتھ تو رک نام کا جو جوان قسطنطنیہ سے آیا ہو بھی ایسا ہی کی طرف روانہ ہو جائے۔ اب معاملہ طے ہو چکا ہے۔ مجھے اجازت دیں۔ میں ناہوں اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ کھڑا ہو گیا تھا پھر معتصم کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ اس سے چلا گیا تھا۔

ایک بار پھر اسحاق بن یحییٰ اپنے دیوان خانے میں داخل ہوا۔ وہاں ابھی تک تو رک قسطنطنیہ ران، عیسہ اور زبیر سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسحاق بن یحییٰ جہاں سے اٹھ کر گیا تھا وہیں پر بیٹھ گیا۔ پھر رک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز! اس سلسلے میں امیر المومنین معتصم سے تفصیل کے ساتھ میری گفتگو ہو گئی ہے۔ بلکہ یہ تاؤ تم یہاں کتنے دن قیام کرنا پسند کرو گے۔

تو رک نے فوراً اسحاق بن یحییٰ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میرے محترم! میرا یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ مجھے فی الفور ایسا ہی کو اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ کا رخ کرنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نوفل بن مینائیل ایکاسیہ کے مسلسل انکار سے

برا ہیختہ ہو کر کوئی نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے اگر آپ برانہ مائیں اور محسوس نہ کریں تو آج اور اسی وقت یہاں سے ارض شام کی سرحدوں کی طرف روانہ ہونا پسند کروں گا اگر آپ میرے ساتھ میری راہ نمائی کے لئے کسی کو بھیج دیں تو آپ کی مہربانی اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو میں اکیلا ہی ایتاخ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

اسحاق بن یحییٰ ایک بار پھر کھڑا ہو گیا، کہنے لگا۔

اگر تم قیام نہیں کرنا چاہتے ابھی یہاں سے ایتاخ کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہو تو مجھے ایک بار پھر تمہارے کوچ کا انتظام کرنے کے لئے باہر جانا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ باہر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ بغا کبیر تھا۔ وہ دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گیا۔ بغا کبیر اور تورک کا اس نے آپس میں تعارف کرایا پھر کہنے لگا۔

یہ بغا کبیر ہمارے عمدہ سالاروں میں سے ہے۔ جب تم ایتاخ کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے جاؤ گے تو اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرائض بغا کبیر سر انجام دے گا۔

اگر تم رکنا نہیں چاہتے۔ قیام نہیں کرنا چاہتے تو پھر اٹھو باہر ایک محافظ دستہ کھڑا ہے جو تمہارے ساتھ جائے گا۔ بغا کبیر بھی تمہارے ہمراہ ہوگا۔ اس طرح بغا کبیر اپنے مسلح جوانوں کے با سانی تمہیں ایتاخ کے پاس پہنچا دے گا۔

تورک اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک الوداعی سی نگاہ اس نے قسطنطنیہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

مادر محترم! آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ دعا کریں بہت جلد ایک کے پاس یہاں سامرہ شہر میں ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن یحییٰ اور تورک وہاں سے نکلے زیر بھی ان کے پیچھے چلے گئے۔ جب وہ حویلی سے باہر نکلے تو تورک نے دیکھا گھڑ سواروں کا ایک دستہ وہاں کھڑا تھا۔ محافظ دستے کے پاس آن کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک زیر اندر سے اس کا گھوڑا بھی تیار کر کے لے گیا۔ بغا کبیر کا گھوڑا بھی مسلح دستے کے لشکریوں کے درمیان کھڑا تھا۔ بغا کبیر اسحاق بن یحییٰ سے ملنے کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ زیر سے تورک نے بھی اپنے گھوڑے کی لگام۔ رکاب میں پاؤں جماتے ہوئے وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ بغا کبیر اپنے محافظ دستے کے ساتھ تورک لے کر شام کے سرحدی علاقوں کا رخ کر رہا تھا۔

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ایتاخ اور اشاس دونوں مغرب کی نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کے پنے لشکر کے اندر گھومتے ہوئے لشکریوں کے احوال کا جائزہ لے رہے تھے کہ لشکر گاہ میں اپنے محافظ دستے اور تورک کے ساتھ داخل ہوا۔

قریب آ کر ایک جست کے انداز میں بغا کبیر اپنے گھوڑے سے اتر پھر باری باری وہ اور اشاس سے ملا تھا۔ اس کے بعد ایتاخ اور اشاس دونوں اس کے ساتھ آنے والے محافظ کے افراد سے مل رہے تھے۔

اس کے بعد بغا کبیر نے ایتاخ اور اشاس دونوں سے تورک کا تعارف کرایا تھا۔ اس کا نام ایتاخ بنجیدہ ہو گیا تھا۔ بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اسے میرے ساتھ خیمے میں لے کے آؤ۔ ساتھ ہی ایک چھوٹے سالار کو ایتاخ نے حکم دیا بغا کبیر کے ساتھ آنے والے محافظ دستے کے افراد کے قیام اور ان کے کھانے کا اہتمام کرے۔ ایتاخ اشاس اور بغا کبیر تینوں تورک کو لے کر خیمے میں داخل ہوئے۔ یہ ایتاخ کا خیمہ تھا۔ جب باشندوں پر بیٹھ گئے تب تورک کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ نے مخاطب کیا۔

اب مجھے تم ایک اسیر کے متعلق پورے حالات و احوال سناؤ۔

اس پر تورک سنبھل کر بیٹھا پھر تفصیل کے ساتھ اس نے دریاے دجلہ کے کنارے قسطنطنیہ مقابلے کے میدان کے سالار شاہور کے ایک اسیر کو اغواء کرنے فوئل بن میخائیل کے سامنے پیش جانے اس سے شادی کرنے سے انکار اور اسے مقابلے کے میدان کے کمرے میں اسیر کرانے کے واقعات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

جب تک تورک بولتا رہا ایتاخ بڑے انہماک سے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش تو تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ نے پوچھ لیا۔

میں نے تو سن رکھا تھا کہ ایکاسیہ کے ساتھ تمہارا نکاح ہو چکا ہے، دوران گفتگو تم نے اسے کیا کہ تم ایکاسیہ سے دست بردار ہو چکے ہو۔ کیا ایسا تم نے اس بنا پر کیا ہے کہ شابور کے ہاتھوں بن میخائیل کے کہنے پر ایکاسیہ بے آبرو اور بے عصمت ہو چکی ہے۔

ایتاخ کے ان الفاظ پر تورک چونکا تھا۔ پوچھنے لگا۔  
مسلمانوں کے سالار آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ ایکاسیہ کو شابور بے عصمت کر چکا ہے۔  
ایتاخ نے پھر تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ یہ مت پوچھو کہ مجھے کیسے خبر ہوئی۔ جو سوال تم سے کیا ہے اس کا جواب نہیں دیا۔

محترم ایتاخ ایسی کوئی بات نہیں۔ گلا صاف کرتے ہوئے تورک نے کہنا شروع کیا۔  
میں ایکاسیہ سے اس بناء پر دست بردار نہیں ہوا کہ وہ شابور کے ہاتھوں بے آبرو و عصمت ہو چکی ہے۔ اس کے بے آبرو ہونے سے پہلے ہی میں اس سے دست بردار ہو چکا تھا۔  
لئے کہ میں اس سے ملاقات کر چکا تھا۔ دوران ملاقات اس نے مجھے بڑے جذباتی انداز میں کہ وہ آپ کو پسند کرتی ہے۔ آپ ہی کی زندگی کی تسکینی بن کر رہنا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں اس پر کیوں اپنا حق جتاتا۔ میں اس کو آزاد کر چکا ہوں صرف اس لئے کہ وہ مجھے پسند نہیں ہی میری اس کی ذات میں کوئی دلچسپی ہے۔ اگر میں اسے اپنے پاس رکھ بھی لیتا، اپنا بھی! میرے ساتھ وہ خوش رہ سکتی نہ مجھے خوش رکھ سکتی۔ اس لئے کہ اس کے دل میں میں نہیں آتا۔ چکے ہیں۔ بس یہی وجہ ہے اس سے دست بردار ہونے کی۔

تورک جب خاموش ہوا تب ایتاخ بول پڑا۔  
اب میرے پاس آنے سے تمہارا کیا مقصد ہے۔

ادھر روانگی سے پہلے ایکاسیہ سے تفصیل کے ساتھ میری گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے انہیں دلا یا تھا کہ میں اس کی رہائی کا سامان کروں گا۔ میں یہاں سے سامرہ گیا۔ وہاں سے ادھر آیا وہاں سے مجھے پتہ چلا کہ آپ یہاں قیام کئے ہوئے ہیں اب آپ کے پاس آنے کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ آپ میرے ساتھ قسطنطنیہ چلیں اور وہاں سے ایکاسیہ کو نکال کر اپنے ساتھ

آئیں۔ اس سلسلے میں میں اور آپ کا جانا بچنا ملاح طوروں آپ کی بھرپور مدد کریں۔ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنا انتہائی ضروری ہے ورنہ وہ بے چاری وہیں سسک سسک کر جان دے دی گی۔  
کچھ دیر خاموش رہ کر ایتاخ نے کچھ سوچا اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ بے زار سے انداز میں اس نے تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ جو تم ایکاسیہ کی رہائی کے سلسلے میں میرے پاس آئے ہو پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر قسطنطنیہ لے گئے تو اس ساری تنگ و دو اس ساری جدوجہد کا انعام تمہیں کیا ملے گا۔

میں کسی انعام اور رقم کے لالچ میں آپ کی طرف تو نہیں آیا۔ میں صرف ایکاسیہ کی بہتری کے لئے سب کچھ کر رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ اسیری کی زندگی کے دوران اپنی جان سے ہاتھ موٹھے اسی بناء پر میں اپنے آپ کو خطرات میں ڈالتے ہوئے آپ کی طرف آیا ہوں۔ تاکہ ایکاسیہ کو وہاں سے نکال کر آپ کے پاس محفوظ کر دیا جائے۔ ایسا میں کسی انعام کے نوجھ میں نہیں کر رہا۔ آپ میرے اس جذبے کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھیں آپ میرے ساتھ چلیں پھر دیکھیں میں کیسے ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے میں آپ کی بھرپور اور حتی المقدور مدد کرتا ہوں۔

تورک جب خاموش ہوا تو ایتاخ پھر بولا کہنے لگا۔  
یہ جو تمہارے نوفل بن میخائیل نے میری گرفتاری پر سو سوخ اونٹوں کی رقم کا اعلان کر رکھا ہے۔ اگر تمہارے راستے میں وہ حائل ہو گئی تو پھر ایسی صورت میں نہ میں ایکاسیہ کو نکال سکوں گا نہ خود اپنی جان بچا سکوں گا۔

لحم بھر کے لئے تورک کا نپا تھا۔ جلد ہی اپنے آپ کو سنہال گیا، کہنے لگا۔  
آپ اس انعام کی کوئی فکر نہ کریں۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوگی کہ آپ ایکاسیہ کو وہاں سے نکالنے کے لئے قسطنطنیہ پہنچ چکے ہیں۔ جب کسی کو خبر ہی نہ ہوگی تو پھر کون آپ کو گرفتار کرے گا۔  
اگر تم نے ہی نوفل بن میخائیل کو میری دہاں آمد کی اطلاع کر دی تب۔ ایتاخ نے پھر تورک کو گورا تھا۔

مسلمانوں کے سالار آپ دوسری بار میرے جذبوں کی تاقدیری کر رہے ہیں۔ تورک نے ہلکا احتجاج کرتے ہوئے کہا میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں میں یہ سب کچھ ایکاسیہ اور اس



طوروں غصہ کھا گیا۔ اپنا ہاتھ اس نے تورک کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اس کا سراپا اٹھا ہوئے کہنے لگا۔

تورک! میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرو۔ کیا تم نے مجھے اپنے ساتھ ملا کر بن میخائیل کو ایساخ کو گرفتار کرانے کی پیش کش نہ کی تھی۔ کیا تم مجھے یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوئے تھے کہ میں وہیں رہوں اور تم سامرہ جا کر ایساخ کو لے آؤ۔ یاد رکھنا میری نگاہوں میں ایک کی حالت ایک بیٹی کی سی ہے۔ جو کچھ تم انعام کے لالچ میں کر رہے ہو، میں ایسا کرتا تو سمجھنا میری بیٹی کو فروخت کر دیتا لیکن میں ایسا بے غیرت نہیں ہوں۔ میں اپنی بیٹی کو وہاں سے نکال کر پہنچانا چاہتا ہوں جہاں وہ خوش رہ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ میرا کوئی مدعا نہیں ہے۔ اب بھی تم سکتے ہو کہ تم پر الزام تراشی کی جاسکتی ہے؟ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟

اشناس اور بغا کبیر ابھی تک خاموش بیٹھے تھے۔ اس انکشاف پر دونوں کے چہرے غصے غضب ناک ہو گئے تھے۔ اشناس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی بغا کبیر ایساخ کو غما کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ایساخ میرے بھائی! ایسے شخص کو زندہ رہنے اور اس زمین پر چلنے کا کوئی حق نہیں ایسے گردن کاٹنے میں تو ذرہ برابر بھی دیر نہیں کرنی چاہئے۔

ایساخ مسکرایا اور کہنے لگا۔  
اس کا انجام یقیناً یہی ہوگا پہلے بغا کبیر کے ساتھ ایساخ نے طوروں کا پورا تعارف کر طوروں کی طرف دیکھتے ہوئے ایساخ کہنے لگا۔

طوروں! اس تورک کے مقدمے کا میں تمہیں ہی منصف مقرر کرتا ہوں جو سزا تم تجو گے اس پر عمل کیا جائے گا۔

طوروں نے کچھ سوچا پھر بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

امیر! یہ براز ہر بلا ناگ ہے۔ اسے کسی بھی صورت قسطنطنیہ نہیں پہنچنا چاہئے۔ اگر یہ دیا گیا تو نہ صرف یہ کہ مجھے اور آپ کو ڈنٹے کا اہتمام کرے گا بلکہ وہاں ایک انیسہ کا بھی خاتمہ کرے گا۔ اس کی سزا یہی ہے کہ اس سانپ کا خاتمہ کر کے اسے یہیں دفن کر دیا جائے۔ یہ جو کچھ کر اونٹوں کی قم کے لالچ میں کر رہا ہے اس کے علاوہ اس کے سامنے نہ کوئی مقصد ہے نہ کوئی مد

ساتھ میں اس لئے دیتا رہا ہوں کہ اگر میں اس پر وہاں اپنے جذبات کا اظہار کرتا تو یہ میری بھی نکابت نفل بن میخائیل سے کرتا اور میرا کام تمام کرانے میں تاخیر سے کام نہیں لیتا۔

لمحہ بھر کے لئے طوروں رکا پھر تورک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تورک! کسی دھوکے کسی فریب میں نہ رہنا جب تم قسطنطنیہ سے سامرہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ تو میں تمہاری غیر موجودگی میں اپنی بیٹی ایکاسیہ سے ملا تھا۔ اور اسے وہاں سے نکالنے کی تفصیل بھی میں نے طے کر لی تھی۔ اس نے ہم دونوں پر یہ انکشاف کر دیا تھا کہ وہ نفل بن میخائیل کے حرم میں کسی بھی صورت داخل نہ ہوگی اس لئے کہ وہ ایساخ کو پسند کرتی ہے لیکن اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ ایساخ کہاں ہے۔ تمہارے بعد جب میں اس سے ملا تو اس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ ایساخ سامرہ میں نہیں شامی سرحدوں پر ہے۔ لہذا تم جس وقت سامرہ کی طرف روانہ ہوئے تو تمہارے پیچھے پیچھے میں نے بھی وہاں سے کوچ کیا اور یہاں ایساخ کے پاس آیا۔ تمہاری ذلت اور ہستی کی ساری تفصیل میں نے ایساخ سے کہہ دی۔ اب کہو تم کیا کہتے ہو۔

تورک منہ سے تو کچھ نہ بولا۔ بس گردن جھکائے رکھی خاموش رہا۔ اس پر ایساخ نے بغا کبیر اور اشناس کو مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ تورک کو پکڑ کر باہر لے گئے اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ دونوں جب پھر واپس آئے تب ان کی موجودگی میں ایک بار پھر ایساخ نے طوروں کو مخاطب کیا۔

طوروں میرے دوست! اب بتاؤ تمہارا کیا لائحہ عمل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایکاسیہ کو وقت ضائع کئے بغیر وہاں سے نکالا جائے۔

طوروں نے کچھ سوچا پھر وہ اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ایساخ! میرے عزیز ایکاسیہ میرے لئے سگی بیٹیوں جیسی عزیز ہے۔ اس کو نکالنے کا لائحہ عمل میں طے کر چکا ہوں۔ لیکن ساری تفصیل بتانے سے پہلے میں ایک معاملہ آپ کے ساتھ طے کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ نفل بن میخائیل کے کہنے پر مقابلے کے میدان کے محافظوں کے سالار شاہور نے ایکاسیہ کو بے عصمت اور بے آبرو کر دیا ہوا ہے اور یہی وہ شہادر ہے جس نے سامرہ شہر سے باہر دریائے دجلہ کے کنارے ایکاسیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ پہنچایا تھا۔ اب اس سلسلے میں میرے عزیز میں آپ سے دو باتیں کہنا چاہتا ہوں ایک اپنے اطمینان کے قلب

کے لئے دوسری انتقام کی خاطر۔

جوابات میں اطمینان قلب کے لئے کہنا چاہتا ہوں وہ یوں ہے کہ کیا ایسا تو نہ ہوگا کہ بے عصمت اور بے آبرو ہونے کے بعد ایک سیہ آپ کی نظروں سے گر جائے گی۔ آپ اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیں گے۔ اور یہ کہ اسے یہاں لا کر اس کی ماں کے حوالے کر دیں گے اور اس کی طرف کوئی توجہ اور رغبت نہ رکھیں گے۔

یہ پہلی بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک سیہ کو اغواء کرنے والا شاہور ہے اس کو بے آبرو اور بے عصمت کرنے والا بھی شاہور ہی ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں۔ اس شاہور سے بھی اس کے اس گھناؤنے جرم کا انتقام لینا چاہئے۔ اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں اس کا قتل ہم پر واجب ہو چکا ہے۔ ایتاخ میرے عزیز مجھے پہلے ان دو باتوں کا جواب دیں۔ اس کے بعد ایک سیہ کو وہاں سے نکالنے کا لائحہ عمل جو میں قسطنطنیہ میں طے کر کے چلا تھا۔ اس کی تفصیل آپ سے کہتا ہوں۔

ایتاخ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے طورون کی طرف دیکھا اور انتہائی پرسکون اور خوش کن لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔

طورون! جو کچھ قسطنطنیہ میں ایک سیہ کے ساتھ ہوا ہے اس پر جتنا دکھ جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اگر اسے بے آبرو بے عصمت کر دیا گیا ہے تو اس میں اس کا اپنا کوئی قصور اور گناہ نہیں۔ بدنامی کے وجہ اس کی رضامندی اور خوشی ہے تو اس کو نہیں لگائے گئے۔ جس وقت وہ بے آبرو نہ کی گئی تھی اس وقت بھی وہ کر نہیں لیتی رات کے سفر میں کسی کے لئے سرگوشیاں کرتی صبح کی امید کسی کی مضطرب آنکھوں میں گہری نیند کی ٹھنڈک کسی کے دل غبار آلود شاموں اور جس بھرے دلوں کی وحشت میں تتلیوں کے رنگوں جھگوڑوں کی جھلمل بدلتی رتوں کی بشارت اور ہونٹوں پر قہقہے کرتی ہنسی سے بھی زیادہ دلکش حیثیت رکھتی تھی۔

طورون اب جبکہ بدترین حالات اور کڑے وقت میں اسے بدنامی کے دھبوں میں الجھا کے رکھ دیا ہے۔ اسے بے عصمت اسے بے آبرو کر دیا گیا ہے تو یاد رکھنا میری نگاہوں میں اب بھی اس کی عزت اس کے تقدس اس کے احترام میں کوئی کمی نہیں آئی۔ میرے لئے اب بھی وہ ساعتوں کی وادیوں میں صدر رنگ آفاق جیسی پرکشش قرطاس دل پر لکھی سطروں کے اندر حروف کن سی خوش کن اذان اور وقت کے جمود کی گرفت میں شفق کی شال کے پلو سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

طورون! ایک سیہ اب بھی میری ذات کے پندار کا ٹکڑا میری ہستی کے تاریک کھنڈروں میں عروس خوش ادا میرے گوشہ دل کے لئے نظر محصور جلوہ مہتاب خوش کلام اور میری روح کی بے دلی میں وہ اب بھی خوشیوں کی لہریں کھڑا کر دینے والا ایک ہنگامہ ہے۔ بے آبرو اور بے عصمت ہو جانے کے باوجود اس کی قدر اس کا احترام میری نگاہوں میں کم نہیں ہوا بلکہ اس کی بے بسی اس کی لاچارگی نے میرے دل میرے ذہن میں اس کی قدر و قیمت اور زیادہ بڑھادی ہے۔

طورون! یہ تو تمہارے پہلے سوال کا جواب ہے۔ اب رہا معاملہ شاہور کا تو وہ بڑا ٹیڑھا معاملہ ہے۔ اسے تو اس زمین پر چلنے کا کوئی حق نہیں۔ اس نے کسی کے سانسوں کے جنگل میں ہواؤں کے اندھے نوحے بھرے ہیں کسی کی خوش نغمہ آنکھوں میں بدنام راہوں کی تھکن اتاری ہے اور کسی کی اچھوتی قبائے ذات پر اس نے حقیر کر دینے والے دھبے لگائے ہیں۔ اسے کیسے زندہ چھوڑا جائے گا۔

طورون! ایک سیہ کسی کے لئے چراغ شبستان سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ اس شاہور نے اس کے دامن میں اداس لمحوں کے زرد پتے بھرے ہیں۔ وہ کسی کی محبتوں کا ماحصل کسی کی محنتوں کا صلہ تھی اور ہے۔ اس شاہور نے اس کی حالت طیور دل گرفتہ جیسی کی ہے۔ اسے بدنامی کی زنجیر سلاسل میں جکڑا ہے۔ اس کی راحت جان کو زندان کی تختیوں سے دو چار کر دیا ہے۔ ایک سیہ کسی کی محبت کا ٹمہر کسی کی چاہتوں کا اثر تھی اور ہے۔ اس شاہور نے اس کے دل میں کراہتے روز و شب اس کے نفس میں جان لیوا عتاب اس کے ابنساقین میں اس کے گلابی ہونٹوں کی لذت میں مرجانے کی حسرت اور زمانے بھر کی خزان زدہ خشکیاں بھری ہیں۔ ایسے شخص کو کیا میں زندہ چھوڑوں گا۔ جہاں کبھی بھی جس جگہ بھی میرا اور اس کا ٹکڑا ہوا اس کی گردن کا ٹائیں اپنا دین فرض جانوں گا۔

طورون میں نہیں جانتا کہ اس کو وہاں سے نکالنے کا تم نے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے۔ اگر مجھے وہاں موقع مل گیا تو میں شاہور کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے قتل کرنے کے بعد پھر ایک سیہ کو یہاں اپنے پاس لاؤں گا۔

ایتاخ کی ساری گفتگو سے طورون لگتا تھا مطمئن ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ ایتاخ جب خاموش ہوا تب اس نے کہنا شروع کیا۔



ایساخ میرے عزیز! تو نے اپنی باتوں سے میرا دل خوش کر دیا۔ اب میرے دل میں ایکایہ کے متعلق نہ کوئی وسوسہ ہے نہ کوئی اندیشہ۔ مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ جس طرح آپ پہلے ایکایہ سے محبت کرتے تھے۔ ویسی ہی چاہت اب بھی اس کے لئے آپ کے دل میں ہے۔ اب جو میں نے اسے وہاں سے نکالنے کا لائحہ عمل طے کیا ہے وہ میں آپ سے کہتا ہوں۔ اس لائحہ عمل کے دوران شاہور کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

طورون تھوڑی دیر کے لئے رکادم لیا پھر کہتا چلا گیا۔

تورک کے قسطنطنیہ سے سامرہ کی طرف چلے جانے کے بعد میں بے کار نہیں بیٹھا تھا۔ سب سے پہلے تو میں زندان میں ایکایہ سے ملا، اسے تسلی اور ڈھارس دی اور اسی سے مجھے پتہ چلا کہ آپ نے سامرہ کی بجائے شام کی سرحدوں پر قیام کر رکھا ہے۔

ایکایہ سے ملاقات کرنے کے بعد میں شاہور سے ملا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ایکایہ کو وہاں سے نکالنے کے ساتھ ساتھ شاہور کا بھی خاتمہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اس کا خاتمہ کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

میں اس سے ملا اور اس سے ایک معاملہ طے کیا۔ میں جانتا تھا یہ شاہور انتہا درجہ کا لالچی اور حریص شخص ہے۔ میں نے اس کے سامنے یہ پیش کش کی کہ تورک مسلمانوں کے سالار ایساخ کو یہاں لاکر انعام حاصل کرنے کے لئے سامرہ گیا ہوا ہے۔ شاہور سے میں نے کہا کہ سوسرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام اگر تورک کی بجائے تمہیں مل جائے تو کیسا رہے گا۔

میرے ان الفاظ پر خوشیوں بھری امید میں شاہور کی باجھیں کھل گئی تھیں، کہنے لگا۔ اگر یہ انعام مجھے مل جائے تو میں ساری زندگی تمہارا ممنون اور شکر گزار رہوں گا۔

طورون لمحہ بھر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

شاہور کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے میں نے اس پر ضرب لگائی۔ شاید آپ کو یہ خبر نہ ہوگی کہ مقابلے کے میدان کے علاوہ بحیرہ مرمرہ کے کنارے اناطولیہ کے میدانوں میں جو رومنوں کے شہنشاہوں نے دوسرے ملکوں کے سفیروں کے آنے کے لئے اصطبل اور ان کے گھوڑے باندھنے کی جگہ بنا رکھی ہے وہاں جو لوگ کام کرتے ہیں ان کا کماندار بھی شاہور ہی ہے اور اس اصطبل کی نگرانی بھی اسی کے ذمے ہے۔

میں نے شاہور سے کہا کہ میں تورک پر نگاہ رکھوں گا۔ ظاہر ہے جب وہ ایساخ کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا تو اناطولیہ کے میدانوں میں سمندر کے کنارے جو اصطبل بنے ہوئے ہیں وہاں نہ گا۔ شاہور سے میں نے کہا میں تمہیں اطلاع بھیجوں گا اور تم اناطولیہ کے میدانوں میں اصطبل پہنچنا وہاں تورک کا خاتمہ کر دینا اور ایساخ کو پکڑ کر نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کر دینا۔ اس طرح سوانٹوں کا انعام تمہیں مل جائے گا۔

میری اس پیشکش پر شاہور نے جو سب سے پہلا اعتراض کھڑا کیا وہ یہ تھا کہ اگر میں ایساخ کو ذر نوفل بن میخائیل کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ مجھ سے پوچھے گا کہ مسلمانوں کے اس سالار کو تورک لینے گیا ہوا تھا تمہارے ہاتھ کیسے چڑھ گیا۔

مجھے یہ سارا لائحہ عمل طے کرنے سے پہلے ہی شک تھا کہ شاہور یہ سوال کرے گا لہذا میں نے اس کا جواب پہلے سے سوچ رکھا تھا۔ میں نے فوراً اس سے کہا۔

جب نوفل بن میخائیل تم سے یہ پوچھے کہ یہ ایساخ تمہارے ہتھے کیسے چڑھ گیا تو تم کہنا کہ ایساخ جب تورک کے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں اصطبل کے قریب پہنچا تو اسے کچھ شک ہوا کہ تورک اس کے ساتھ غداری اور بے ایمانی کر رہا ہے لہذا اپنی جان بچانے کے لئے اس نے ماگنے کی کوشش کی۔ جس کے جواب میں تورک نے اسے روکنا چاہا دونوں میں مقابلہ ہوا اور ایساخ نے تورک کو قتل کر دیا۔

میں نے شاہور سے یہ بھی کہا کہ تم کہنا جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت تم اصطبل کی نگرانی کے لئے اناطولیہ کے میدانوں میں موجود تھے۔ اور یہ واقعہ چونکہ اصطبل کے قریب ہی ہوا تھا۔ اور اسی وقت وہاں پہنچا تھا لہذا صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے میں بھاگتے ہوئے ایساخ پر حملہ آور والاں کا تعاقب کیا اس کے ساتھ میرا تیغ زنی کا مقابلہ ہوا جس کے نتیجے میں میں نے اسے زیر کر لیا اور اسے پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کر دیا۔

میرے اس جواب سے شاہور مطمئن ہو گیا تھا کہ سوسرخ اونٹوں کی قیمت کا انعام ایک بہت بڑا لالچ ہے۔ اب جو ہم نے کرنا ہے وہ یہ کہ میں اور آپ یہاں سے کوچ کریں۔ آپ اسی اصطبل کے قریب رکیں گے جہاں اس سے پہلے جب ایک سفیر کی حیثیت سے گئے تھے اور وہاں آپ نے

قیام کیا تھا۔

میرے عزیز! آپ کو وہاں ٹھہرا کے میں شہر میں جاؤں گا، شاہور سے کہوں گا کہ تو رک ایٹاخ کو لے کر آیا ہے اور میری طرف پیغام بھجوایا ہے کہ میں کشتی لے کر وہاں پہنچوں اور ان دونوں کو بٹھا کر دوسرے ساحل پر لے جاؤں ظاہر ہے شاہور کے ساتھ میرا پہلے ہی معاملہ طے ہو چکا ہے۔ وہ میرے ساتھ اناطولیہ کے ساحل پر آنے پر رضامند ہو جائے گا جب میں اسے اپنی کشتی میں بٹھا کر ساحل کی طرف لاؤں گا تو میری غیر موجودگی میں ہمارے کچھ عزیز جو ماہی گیری ہی کا پیشہ کرتے ہیں وہ حرکت میں آئیں گے۔ وہ مقابلے کے میدان میں ایکایسیہ پر پہرہ دینے والوں پر حملہ آور ہوں گے اور ان کا خاتمہ کر کے ایکایسیہ کو نکال کر سمندر کے کنارے لائیں گے اور وہاں سے کشتی میں بٹھا کر اناطولیہ کے ساحل کی طرف لے آئیں گے وہاں آپ شاہور سے نمٹ لینا اور ایکایسیہ کو لے کر یہاں چلے آنا۔

وہ ملاح اور ماہی گیر جو میرے عزیز ہیں جو میری اور شاہور کی غیر موجودگی میں ایکایسیہ کو مقابلے کے میدان کے اس کمرے سے نکالیں گے ان سے بھی میں نے سارا معاملہ طے کر لیا ہے۔ اور وہ بحفاظت ایکایسیہ کو وہاں سے نکال کر اناطولیہ کے ساحل پر پہنچا دیں گے۔

طورون جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایٹاخ کہنے لگا۔  
طورون میرے محترم! جو لائحہ عمل تم نے طے کیا ہے بہت اچھا ہے لیکن اس میں کچھ خدشات اٹھتے ہیں۔ پہلے مجھے ان کا جواب دو پھر اس کے بعد یہاں سے کوچ کا معاملہ طے کریں گے۔

پہلی بات جو اٹھتی ہے وہ یہ کہ یہ سارا معاملہ رات کے وقت کیا جائے گا ظاہر ہے دن میں تو یہ سارا کھیل نہیں کھیلا جاسکتا رات کے وقت شہر پناہ کے دروازے بند ہوں گے۔ تم اور شاہور تو شہر پناہ سے نکل کر کشتی میں بیٹھ کر اناطولیہ کے ساحل پر آ جاؤ گے لیکن ماہی گیر رشتے دار کیسے اور کن طرح ایکایسیہ کو نکال کر شہر پناہ سے نکلیں گے۔ کیا شہر پناہ کے دروازے کے محافظ انہیں پوچھیں گے نہیں کہ یہ لڑکی کون ہے۔ اسے کہاں لے جا رہے ہو۔ پھر وہ ایکایسیہ کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہوں گے کہ اسے نوفل بن میخائیل نے زندان میں ڈال رکھا ہے۔ تو کیا ایک ہنگامہ نہ کھڑا کر دیا جائے گا۔ اور اگر یہ ایکایسیہ کو اس کے چہرے سے نہ پہچانتے ہوں کہ اسے نوفل بن میخائیل نے سزا دے رکھی ہے تو بھی وہ ماہی گیروں سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ وہ اس لڑکی کو اتنی رات گئے کہاں لے جا رہے

ہاں اور کیوں لے جا رہے ہیں۔

ایٹاخ جب خاموش ہوا تب طورون بول پڑا۔

بس آپ کا یہی ایک اعتراض ہے یا اس کے علاوہ بھی آپ نے کچھ کہنا ہے۔

اس پر ایٹاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔ طورون پہلے میرے اس سوال کا جواب دو پھر اس کے بعد میں تم سے ایک اور سوال کروں گا۔

طورون بڑے خوش کن انداز میں کہنے لگا۔ ایٹاخ ایکایسیہ کو وہاں سے نکالنے کے متعلق تم کوئی فریڈ کروہم لوگ ماہی گیر ہیں۔ رات کے وقت اکثر و بیشتر اپنے اپنے جال لے کر نکلتے رہتے ہیں۔ ہر کے دروازوں کے محافظوں کو پتہ ہے کہ ہم سمندر کے کنارے رات بھر مچھلیاں پکڑتے ہیں یہ مارا پیشہ ہے اور مچھلیاں پکڑ کر ہم بازار میں بیچتے ہیں لہذا رات کے کسی بھی حصے میں اگر ہم شہر سے لٹا جا ہیں تو کوئی ہم سے باز پرس نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ہم ملاحوں کو شہر پناہ کے سارے محافظ انے ہیں۔ جہاں تک ایکایسیہ کو وہاں سے نکالنے کا تعلق ہے۔ تو اسے مردانہ لباس پہنا دیا جائے گا ملاحوں کے بچوں بیٹوں شہر پناہ کے دروازے سے نکلے گی اور شہر پناہ کے محافظ یہی سمجھیں گے کہ ہم ماہی گیر ہیں اور رات کے وقت مچھلیاں پکڑنے کے لئے جال بچھانے کے لئے جا رہے ہیں اسلئے میں بالکل کوئی اندیشہ نہ کروں کوئی پوچھ گچھ نہیں کرے گا نہ کسی کو شک و شبہ ہوگا اس کے علاوہ لڑکی تمہارا سوال اگر ہو تو کہو۔

ایٹاخ پھر کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد طورون کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

طورون! دراصل میں تم سے دو سوال کرنا چاہتا تھا جو جواب تم نے میرے پہلے سوال کا دیا ہے۔ اس سے تو میں کسی قدر مطمئن ہو چکا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ اس حد تک توافق کرتا ہوں کہ لہذا تم مقابلے کے میدان کے اس کمرے سے ایکایسیہ کو نکال کر اناطولیہ کے ساحل پر جو قسطنطنیہ کا اعلیٰ اصطبل ہے وہاں لے آتے ہو۔ ظاہر ہے ایکایسیہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی شاہور وہاں پہنچے اور ایکایسیہ کے پہنچنے تک شاہور کا خاتمہ کرنے کے بعد مجھے ایکایسیہ کو لانا ہوگا۔ اب جیسا کہ تم پہلے بتا چکے ہو کہ اناطولیہ کے ساحل پر جو قسطنطنیہ کی حکومت کا اصطبل ہے اس کا نگران اعلیٰ بھی شاہور ہے انہرے اصطبل میں جو لوگ کام کرتے ہیں وہ شاہور کے تحت ہیں۔ اصطبل کے پاس اگر ہم شاہور

اربابیہ بھیڑ قسطنطنیہ کے کسی لشکر کے حصے سے ہوتی ہے تو ہم سے کوئی باز پرس نہیں کرے گا ہماری نہیں روکے گا۔ نہ کوئی ہم سے ٹکرائے گا اس لئے کہ قسطنطنیہ کی طرف جاتے ہوئے ہم ہی پہلے جاتا ہوں گے کہ ہم مسلمانوں کی ایک سفارت لے کر جا رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ جو تجویز میں نے پیش کی ہے اس سے طورون نہ صرف تمہیں بلکہ میرے لی ایٹاخ کو بھی اتفاق ہوگا۔ اس طرح ہم با آسانی نہ صرف یہ کہ اناطولیہ کے ساحل پر شاہور سے مل سکتے ہیں اس کا خاتمہ کرنے کے بعد بحفاظت ایکایہ کو یہاں لاسکتے ہیں۔

اشناس جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے ایٹاخ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس بطورون کو مخاطب کیا۔

طورون! جو بات میرے بھائی اشناس نے کی ہے۔ اگر یہ بیچ میں نہ بولتا تو یہی بات میں تم سے کہنے لگتا تھا۔ اب چونکہ اشناس نے میرے دل کی بات کی ہے تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے۔

طورون بڑی فراخ دلی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے اس سلسلے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ویسے جو تجویز اشناس نے پیش کی ہے۔ وہ اس دیر سے بہتر اور زیادہ قابل عمل ہے جو میں نے پیش کی تھی۔ میرے خیال میں اگر آپ اور اشناس مسلمانوں کو لے کر قسطنطنیہ کا رخ کرتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی سفارت قسطنطنیہ جاری ہے تو زیادہ تحفظ کے ساتھ ایکایہ کو وہاں سے نکالنے اور شاہور سے انتقام لینے میں مایاب ہو جائیں گے۔

اگر آپ دونوں اپنے ساتھ مسلح جوان بھی لے کر جاتے ہیں تو پھر اصطلیل کے اندر جس قدر افظ ہیں ان میں شاہور کے جو ہمنوا میں ہمیں ان کا خاتمہ بھی نہیں کرنا پڑے گا ایکایہ کو وہاں سے اٹنے سے پہلے اور شاہور کا خاتمہ کرتے وقت ان سب کا محاصرہ کر لیا جائے گا ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو ہمارے ہم نوا ہیں۔ وہاں سے کوچ کرتے وقت آپ ان سب کے ہاتھ پشت پر نمودیں منہ پر کپڑے باندھ دیں اس کے بعد آپ ایکایہ کو لے کر پوری رفتار سے اپنے گھوڑوں پر کھڑے ہوئے اپنی اس منزل کا رخ کریں۔ جب تک سورج طلوع ہوگا اور اصطلیل میں

کے ساتھ ہنگامہ کھڑا کرتے ہیں تو یاد رکھنا میں اور تم تو صرف دو ہی ہوں گے اصطلیل میں کام کرنے والے بہت سے لوگ ہوں گے اور وہ سارے شاہور کا ساتھ دیں گے اس طرح کیا اناطولیہ کے ساحل پر میرے اور تمہارے لئے مسائل نہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ایٹاخ آپ کا کہنا درست ہے اصطلیل میں کام کرنے والے واقعی ہی شاہور کے تحت ہیں بڑی سنجیدگی میں طورون نے کہنا شروع کیا تھا لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو میرے ہم نوا ہیں میرے طرفدار ہیں۔ اور جس وقت شاہور سے ہنگامہ آرائی ہوگی اس وقت اگر کچھ لوگ اس کا ساما دیں گے تو ہمارا ساتھ دینے والے بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اس لئے اصطلیل کے قریب شاہور آسانی کے ساتھ چننا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ۔۔۔۔۔

طورون مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کا نٹے ہوئے اشناس بول پڑا۔

بزرگ طورون! میں اب تک بالکل خاموش رہا ہوں۔ تمہاری اور اپنے بھائی ایٹاخ کی سنتا رہا ہوں۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ ہم سفیر کی حیثیت سے جب گئے تو تم نے ہمارے بہت تعاون کیا اب دوسری بار بھی میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم ایکایہ کو وہاں سے نکالنے کے سلسلے ہم سے تعاون کر رہے ہو۔ لیکن میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا کہ اناطولیہ کے ساحل اصطلیل ہے اس اصطلیل کے محافظوں میں تمہارے ہم نوا بھی ہیں اور شاہور کے بھی اس طرح اصطلیل کے باہر ہنگامہ آرائی کھڑی ہو جائے گی۔ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ کسی سازش کے تحت شاہور قتل کر کے ایکایہ کو وہاں سے نکالا جا رہا ہے تو ایٹاخ کے لئے اگر وہاں نہ سہی جس وقت ایکایہ کو لے کر وہاں سے نکلے گا تو راستے میں اس کے لئے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اس تعاقب کیا جاسکتا ہے۔ لمحہ بھر کے لئے اشناس رکا پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

اس سلسلے میں ایک تجویز میں پیش کرنے لگا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میرا بھائی ایٹاخ اس اتفاق کرنے کا۔ جو میرے دل کی آواز ہے وہ یہ کہ ایٹاخ اکیلا تمہارے ساتھ نہیں جائے گا نہ دیگر کچھ ساتھی بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ بالکل ایسے ہی جیسے ایک بار پہلے ہم سفارت گئے تھے۔ اس بار بھی اگر کوئی ہم سے پوچھتا ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ مسلمانوں کی ایک سفارت قسطنطنیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے پاس جا رہی ہے اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو کوئی نہیں؟

انہیں۔ اس کے بعد جب ہم ایکایہ کو لے کر واپس آتے ہیں اور راستے میں بھی اگر ہمارا

کام کرنے والوں کا کھانا آئے گا اس وقت تک آپ بہت دور جا چکے ہوں گے اس وقت کوئی آلوگوں کا تعاقب بھی کرے تب بھی آپ کی گرد کو پہنچ سکے گا نہ آپ کے لئے کسی قسم کے خطر باعث بن سکے گا۔ اب آپ یہ طے کیجئے کہ ہمیں یہاں سے کب روانہ ہونا ہے۔

طورون کی گفتگو سے ایسا بخ بھی خوش ہو گیا تھا کہنے لگا میرے عزیز رواں گئی آج ہی ہو ایک اسیر کو وہاں سے نکالنے کے لئے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ اس سلسلے میں ہماری نمائی کریں گے کہ ہمیں کس رفتار سے قسطنطنیہ کی طرف سفر کرنا ہے کہ سورج غروب ہوتے وقت اناطولیہ کے ساحل پر پہنچیں۔ یہ بھی ایک طرح کی بہتری ہوگی کہ محترم اسحاق بن یحییٰ نے بنگاہ یہاں بھیج دیا ہے۔ میری اور اشناں دونوں کی غیر موجودگی میں بنگاہ کبیر یہاں کے حالات کو گرفت میں لے کے رکھے گا۔ میرے خیال میں اب ہمیں کوچ کی تیاری کرنا چاہئے۔ اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر بعد ایسا بخ اور اشناں طورون کو لے کر اپنے دستے کے ساتھ جبل طاروس کے قریب اپنے پڑاؤ سے قسطنطنیہ کا رخ کر رہے تھے۔

ملکچہ شام کی خواہشوں کی گود میں اپنا سر رکھے سورج اپنی دہکتی سرخ پیشانی کے ساتھ بحیرہ روم پارلمی دوریوں کے اپنے فطری سفر کی تکمیل کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ آسمان میں ڈوبے سحاب پھر اپنے قدرتی رنگ پر آگئے تھے۔ باغ باغچے در در تپتے سب شام کے سے گلے گلے گئے تھے۔ فضا میں چھاتی تاریکیوں کے اندر آدھا چاند نمودار ہوا اور چاندنی ہر سے گلے گلے مسکرانے لگی تھی۔ ہر سو ہر طرف کو چشم گور کن کی بے بسی جیسی کچھ ایسی گہری باں چھا گئی تھیں۔ جیسے کسی پر آسب نے اچانک شب خون مار دیا ہو۔ اپنے دامن میں ثقافت کے ان گنت رنگ لئے اناطولیہ کے میدانوں میں ایسا بخ اور اشناں اپنے محافظ کے ساتھ طورون کی راہ نمائی میں بحیرہ مارمورا کے ساحل پر اس جگہ آن رکے تھے۔ جہاں ہکی سلطنت نے باہر سے آنے والے سفارت کاروں کے لئے اصطبل بنا رکھا تھا۔

اصطبل کے قریب آ کر طورون نے جب اپنے گھوڑے کو روکا تب ایسا بخ اور اشناں کے ناکے ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو روک دیا پھر سب نیچے اترے۔ اس موقع پر طورون فوسچا۔ آہستہ آہستہ اس جگہ آیا جہاں ایسا بخ اور اشناں دونوں کھڑے تھے۔ پھر بڑی اندھی سرگوشی میں دونوں کو مخاطب کر کے طورون کہہ رہا تھا۔

میرے عزیزو! اس طرف آتے ہوئے میرے ذہن میں ایک خیال گزرا ہے۔ میرے خیال اس پر عمل کیا جائے تو ہمارے تحفظ میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ کیوں نہ ہم اس اصطبل کے محافظ ہیں ان پر ابھی سے قابو پالیں ان کے ہاتھ پشت پر باندھ کر منہ پر کپڑے باندھنے والوں کو ایک جگہ ڈال دیں۔ ایسا میں اس لئے کر رہا ہوں کہ ابھی تو ہم اصطبل سے ذرا فاصلے پر

کمرے ہوئے تھے انہیں اصطل کے اندر باندھ کر ان کے آگے چارہ ڈال دیا گیا پھر محافظ دستے کے افراد تو اصطل کے اندر ہی رہے ایتاخ اور اشاس اس جگہ آئے جہاں اصطل کے باہر کچھ فاصلے بطور ن کھڑا ہوا تھا۔ اس کے قریب آ کر ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

محترم طورون! اصطل کے سارے کارندوں کو ہم نے بے بس کر کے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔ ان کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے ہیں ان کے منہ پر کپڑے بھی باندھ کر ان کو بے بس کر دیا ہے۔ اب تم اپنے کام کی ابتدا کرو میں اور اشاس یہیں رک کر تمہارا انتظار کرتے ہیں۔

طورون نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا، کہنے لگا۔

بس جو کچھ میں چاہتا تھا وہ ہو چکا۔ اب میں جاتا ہوں۔ اس وقت ساحل پر میرے بہت سے مای گیر ہوں گے۔ میری اپنی کشتی بھی یہیں ہوگی میں تھوڑی دیر تک شاہور کو لے آتا ہوں ان کے پیچھے پیچھے خداوند نے چاہا تو میرے ساتھی ملاح میری بیٹی ایکاسیہ کو لے کر یہاں پہنچ جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی طورون وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ ایتاخ اور اشاس دونوں وہیں اصطل کے ہر ایک چٹان پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے۔

رات آہستہ آہستہ بھاگتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف بالکل گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی اصطل کے اندر سے ایتاخ کے محافظ دستے کے ساتھیوں کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں یا کبھی ساحل سے ٹکراتی سمندر کی لہروں کا شور اٹھتا یا کبھی کبھی رات کے وقت اپنے کام میں مصروف مای گیروں میں سے کسی کے گیت گانے کی آواز سنائی دیتی۔

ایتاخ اور اشاس اسی چٹان پر بیٹھ کر باہم گفتگو کرتے وقت گزار رہے تھے۔ کہ ان کے بائیں طرف سے سمندر کے کنارے کی جانب سے انہیں دو ہیولے اپنی جانب آتے دکھائی دیئے۔

جب وہ قریب آئے تو ایتاخ اور اشاس نے دیکھا ان میں سے ایک تو طورون تھا۔ دوسرا لک کے ساتھ شاہور تھا۔ دونوں قریب آئے۔ ایتاخ اور اشاس کے سامنے کھڑے ہو کر شاہور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طورون کہنے لگا۔

میرے محترم عزیزو! یہ شاہور ہے۔

غمے اور غضبناکی میں ایتاخ اور اشاس ایک ساتھ چٹان سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایتاخ

ہیں۔ اصطل کے محافظوں نے ابھی مجھے دیکھا نہیں۔

اگر ہم اصطل کی طرف گئے اور اصطل کے محافظوں نے مجھے آپ کے ساتھ دیکھ لیا اور قتل کے بعد جب آپ لوگ یہاں سے چلے گئے تو مجھے خدشہ ہے ان میں سے کوئی نہ کوئی نوفل بن میخائیل تک پہنچا دے گا کہ جو لوگ شاہور کو قتل کر کے گئے ہیں ان کے اندر میں بھی تھا۔

طورون مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایتاخ نے اس کی بات کاٹ دی، کہنے لگا۔

تم ٹھیک کہتے ہو۔ تم یہیں روکو تمہیں اصطل کے محافظوں کے سامنے نہیں جانا چاہئے۔ ایتاخ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتے ہیں اور ان سب کو باندھ کر ایک کونے میں ڈال دیتے ہیں طورون وہیں گھوڑوں کی اوٹ میں کھڑا رہا۔ ایتاخ اور اشاس اپنے ساتھیوں کے اصطل میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی سارے محافظ ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب ایتاخ اور ان کے ساتھیوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ قریب آ کر ایتاخ نے مخاطب کیا۔

میرے عزیز ساتھیو! ہم مسلمانوں کے شہر سامرہ کی طرف سے تمہارے شہنشاہ نوفا میخائیل کے لئے ایک سفارت لے کے آئے ہیں۔ اپنے گھوڑوں کو یہاں باندھ کر قطعاً داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کیا تم ہمارے لئے دو کام کر سکتے ہو۔

اول یہ کہ اصطل میں یہاں ہمارے گھوڑوں کو باندھ دو۔ ثانیاً یہ کہ ہمارے لئے کسی اہتمام کرو۔ جس میں بیٹھ کر ہم قسطنطنیہ شہر کے ساحل پر اتریں۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے اصطل کے محافظ کسی قدر مطمئن ہو گئے تھے۔ ان کے اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایتاخ نے اپنے محافظ دستے کے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا کہ حرکت میں آئے اصطل کے سارے کارندوں کے گرد انہوں نے حلقہ بنالیا۔ پھر انہیں اپنے بے بس کرتے ہوئے سب کے ہاتھ پشت پر باندھے اور انہی کے کپڑوں سے ان کے منہ بھر کر ان کو اصطل کے ایک طرف ان کمروں میں سے ایک کے اندر بند کر دیا تھا جو ان کے نبے لئے بنے ہوئے تھے۔

اس کام کی تکمیل کے بعد ایتاخ کے کہنے پر سب باہر نکلے، گھوڑے جو اصطل کے

تھوڑی دیر تک بڑی قہر مانی میں شاہور کی طرف دیکھتا رہا پھر گہری خاموشی اور رات کی وسعتوں میں اس کی آواز شاہور کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

کیا تم ہی شاہور ہو جس نے ایک سیہ کو بے آبرو اور بے عصمت کیا۔

ایتاخ کے ان الفاظ پر شاہور دنگ رہ گیا تھا۔ پہلے اس نے احتجاجی سے انداز میں طوروں کی طرف دیکھا پھر اس کا ہاتھ ایک دم اپنی تلوار کے دتے پر چلا گیا۔ اتنی دیر تک ایتاخ بھی برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آچکا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ لیا اپنی طرف کھینچتے ہوئے اسے اپنی چھاتی کے ساتھ ایک دفعہ زور سے پنچا پھر بایاں ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا اسے بے بس کیا عجیب سے انداز میں شناس کی طرف دیکھا پھر اسے اشارہ کیا۔ شناس آگے بڑھا کمر سے اس کے خنجر اور تلوار کی پٹی کھول کر اس نے ایک طرف پھینک دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ نے شاہور کو چھوڑ دیا اور شاہور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر تک ایتاخ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی غضبناک انداز میں اس کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

شاہور! ہر عورت اس کا تعلق خواہ کسی قوم کسی گروہ کسی مذہب سے ہو وہ قابلِ قدر اور قابلِ عزت ہے۔ سن سچائی کے پرچوں پر جھوٹ کے بیوند لگانے والے! عورت اپنی ذات میں بے کراں وقت کے تسلسل میں فطرت کے رازوں کی کتاب سلگتے صحرا کی نکھری صبح اور نغموں کے برتے ساون میں گیتوں کے دھنک جادو سے بھی اعلیٰ تر ہے۔ عورت دل و نظر کے خرابوں میں نور کے کوندوں سی معتبر نیکی کے حروف سے کشید کئے عرق سے زیادہ لطیف روشنی کے قرطاس پر رنگ پنے ساحتی سے بھی زیادہ دلکش ہے۔

تو نے ایک عورت کے ناموس ایک عورت کو پامال کر کے ایک انتہائی شریف النفس اور پاکیزہ عورت کو بے آبرو اور بے عصمت کیا ہے۔ بن شیطان کے گماشتے۔۔۔

عورت کی عصمت مقدس شیرازہ بندی اور عبادتوں کا تقدس ہے جسے تم نے منتشر اور پامال کیا ہے۔ عورت کی آبرو و شہم آلود چاندنی میں مشیت کے قانون کا اسرار ہے اور تو نے ایک سیہ کو بے آبرو کر کے قوانین فطرت کی پامالی کی ہے۔ عورت کی عفت زندگی کے پیراہن میں چاندنی کی جواں نظر کی مانند ہے جسے تیرے جسے ابلیس نے خام ہوس اور تمام سودا کا شکار کیا۔ ظالم عورت! تو تنہا زندگی میں مشقت اور ریاضت اور صبر و عزیمت کی ایک منزل ہے۔ اور اس منزل کی ساری راہوں کو

نے پامال کر کے رکھا ہے۔ تجھے کیسے جرأت ہوئی کہ تو ایک سیہ کو بے آبرو بے عصمت کر دے۔ یہ بھائی کھیل تو نے کیا اس بناء پر کھیلنا کہ تیرے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ کوئی ایک سیہ کا آگے پیچھا نہیں اس کی کوئی مدد کرنے والا نہیں۔ کوئی اس کا محافظ اور پاسبان نہیں ہے۔ تجھے آج سمندر کے تارے رات کی اس گہری تاریکی میں اپنے اس گھناؤنے جرم کا حساب دینا ہوگا۔

شاہور سمجھ گیا تھا کہ وہ رات کی تاریکی میں ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اس کے منہ ایتاخ اور شناس کھڑے تھے۔ جن کی کمر میں ان کی تلواں لٹک رہی تھیں۔ عجیب سی بات میں ایک نگاہ اس نے ایتاخ کے قریب کھڑے طوروں پر ڈالی پھر بڑی قہر مانی میں اسے مخاطب کیا۔

طوروں تو نے میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے۔ مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی پھر طوروں پر ہانٹانے کے لئے شاہور جب اس کی طرف بڑھا تو ایتاخ کا دایاں ہاتھ اٹھا پھر اٹے ہاتھ کا انچاس زور سے اس نے شاہور کے منہ پر مارا کہ شاہور سسکیاں لیتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔

لگتا تھا ایتاخ پر رات کے اندھیرے میں جنون اور سودا سوار ہو گیا ہو آگے بڑھا۔ گریبان پکڑ کر اس نے شاہور کو اٹھایا اور گرجتے انداز میں پوچھا۔

کیوں تو نے ایک سیہ کو ایک بے بس اور لاچار لڑکی سمجھ کر اسے بے آبرو اور بے عصمت کیا۔ شاہور ہلکاتے ہوئے بول پڑا۔

یہ فعل میں نے اپنی رضامندی اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ ایسا کرنے کے لئے مجھے نوفل بن اٹل نے حکم دیا تھا۔ اگر یہ جرم ہے اگر یہ گناہ ہے تو اس کا مجرم اس کا گناہ گار میں نہیں نوفل بن اٹل ہے۔ اسے جا کر پکڑو۔

ایتاخ نے شاہور کا پکڑا ہوا گریبان چھوڑ دیا۔ پھر اسے پہلے سے بھی زیادہ ہولناک انداز مخاطب کیا۔

نوفل بن میخائیل اگر تمہیں حکم دے کہ تم گہرے سمندر میں چھلانگ لگا دو تو لگا دو گے؟

شاہور کچھ نہ بولا۔ اس کی گردن جھک گئی۔ ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

نوفل بن میخائیل اگر تمہیں حکم دے کہ اپنے گھر جا کر اپنے خونی رشتوں میں سے کسی کو بے

آبرو اور بے عصمت کر دو تو کیا تم ایسا کر گزرو گے۔

شاہور پھر بھی نہ بولا، گردن اس کی جھکی رہی۔

ایتاخ نے پھر استفہامیہ سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

نوفل بن میخائیل اگر تمہیں حکم دے کہ تم اپنے ماں باپ کو اپنی تلوار استعمال کرتے ہو۔ موت کے گھاٹ اتار دو تو کر گزرو گے۔

شیطان کے گماشتے اگر نوفل بن میخائیل نے تمہیں ایسا کرنے کے لئے کہہ بھی دیا تھا تو اگر میں تھوڑی سی شرافت، تم میں تھوڑی سی انسانیت ہوتی تمہارے گھر میں تمہاری کوئی ماں، بہن ہو تمہیں اس کی عزت اس کی آبرو کا احساس ہوتا تو تم اگلے روز نوفل بن میخائیل سے جا کر جھوڑ بولتے ہوئے کہہ دیتے کہ تم نے اس کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے ایک سیہ کو بے آبرو کر دیا ہے۔ جس وقت تم کو نوفل بن میخائیل نے ایک سیہ کو بے آبرو کرنے کے لئے کہا تھا تو کیا اس سے اگلے اس نے تم سے پوچھا کہ کیا تم نے ایک سیہ کو بے آبرو کیا ہے یا نہیں۔

شاہور نے بڑی بے بسی میں نفی میں گردن ہلا دی۔

ایتاخ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناس ہمیں یہاں زیادہ دیر رکنا نہیں چاہئے۔ میں اس شیطان سے مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا

اس کا خاتمہ کر دو۔

اشناس شاہور کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا اس کے پکڑے سے اس کا منہ باندھا اور رات کو

تاریکی میں اس کی گردن کاٹ کے رکھ دی تھی۔ اپنی تلوار صاف کر کے اشناس اس جگہ آیا جہاں

اشناس اور طور دون کھڑے تھے پھر چٹان کے قریب بیٹھ کر دوبارہ ذہانت قرار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ساحل پر ایک کشتی آن کے رکی اس میں سے کچھ مسلح جوان اترے ان کے

ساتھ ایک سیہ بھی تھی وہ بے سدھ اور نیم بے ہوشی کی سی حالت میں تھی۔ ایک سیہ کے ساتھ جو مسلح جوان

تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طور دون کہنے لگا۔

میرے عزیزو! یہ جو مسلح جوان ہیں یہ سارے ملاح ہیں۔ اور میرے عزیزو قریبی رشتے والے

ہیں۔ میں نے جس طرح محترم ایتاخ تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ایک سیہ کو انا طولیہ کے ساحل،

پہنچانا میرا کام ہے۔ سو میں اپنا کام سرانجام دے چکا ہوں۔ اب میری بیٹی ایک سیہ کو بحفاظت سارا

لے جانا اور وہاں اس کی حفاظت کا سامان کرنا تم لوگوں کا کام ہے۔

ایک سیہ جب ایتاخ کے سامنے آئی تو اس نے کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا، ایک نگاہ اس نے گہری

باریکی میں ایتاخ پر ڈالی پھر اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل سپاٹ

تھے۔ اس کے جذبات کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ اس موقع پر طور دون نے ایتاخ کو مخاطب

کیا۔

ایتاخ میرے عزیز! تم ایک سیہ کی حالت دیکھ رہے ہو۔ یہ وہی ایک سیہ ہے جسے تم پسند کرتے ہو

جو تم سے محبت کرتی ہے۔ بے آبرو اور بے عصمت ہونے کے بعد اس پر ایک طرح کا سکتہ طاری

ہو چکا ہے نہ کسی کو پہچانتی ہے نہ کسی سے بات کرتی ہے نہ کسی رد عمل کا اظہار کرتی ہے۔ بس اس نے

بے آبرو ہونے کے بعد ایک طرح کی خاموشی اور چپ کی ردا اوڑھ لی ہے۔ اسے اس ردا سے باہر

لگانا ایک کٹھن المیہ ہے میرا اندازہ ہے کہ یہ جب اپنی ماں کے پاس جائے گی تو شاید اس کی ماں

اپنی ماتا کے جذبات کو استعمال کرتے ہوئے اسے چپ اور خاموشی کے کرب سے نکال سکے۔ میں

جانتا ہوں تمہاری طرف دیکھتے ہوئے اس نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ نامانویت میں اپنی

گردن جھکا لی ہے۔ بیٹے یہ سب کچھ بے آبرو ہونے کا رد عمل ہے۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو میرا

مشورہ ہے اسے لے کر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔

طور دون کی تجویز سے ایتاخ نے اتفاق کیا پھر اشناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اشناس! طور دون ٹھیک کہتا ہے۔ اصطلیل میں جاؤ، اپنے ساتھیوں کو کہو کہ سارے گھوڑوں کو

بار لے آئیں۔

اشناس فوراً حرکت میں آیا، بھاگتا ہوا باہر گیا، تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناس کے ساتھ جو

مخافظ آئے تھے سارے گھوڑوں کو باہر لے آئے۔ ایتاخ کے کہنے پر سب گھوڑوں پر سوار ہوئے

ایتاخ اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ ایک سیہ کو اس نے اپنے ساتھ بیٹھا لیا۔ اس کے بعد بھرپور انداز میں

ایتاخ نے طور دون کا شکریہ ادا کیا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے

اشناس اور مخافظ بھی گھوڑوں کو ایڑ لگا چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ انا طولیہ کے میدانوں میں اپنے

گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

جبل طاروس کے قریب آکر ایٹاخ نے اپنے گھوڑے کو روک لیا پھر اشناس کی طرف دیکھ  
ہوئے کہنے لگا۔

اشناس تم دو مسلح جوانوں کے ساتھ اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جاؤ لشکر میں بغاکیہ کا اکیلا  
مناسب نہیں۔ تمہارا لشکر میں رہنا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ قطنظنیہ سے ایک سیہ کے نکل جانے  
کے بعد ہو سکتا ہے۔ نوفل بن میخائیل سرحدوں پر کسی قسم کی انتقامی کارروائی کرے۔ ایسی صورت  
میں تم بہتر انداز میں حملہ آوروں سے نمٹ سکو گے۔ میں باقی مسلح جوانوں کے ساتھ ایک سیہ کو لے  
سامرہ کا رخ کرتا ہوں۔ ایک سیہ کو جلد اس کی ماں کے پاس پہنچانا چاہئے۔ تم دیکھتے ہو اس پر  
طاری ہے۔ نہ کسی سے بات کرتی ہے نہ کچھ کہتی ہے نہ اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے۔

اشناس نے ایٹاخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر اشناس دو محافظوں کے ساتھ جبل طارو  
سے ہوتا ہوا اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہا تھا۔ جبکہ ایٹاخ ایک سیہ کو لے کر باقی محافظوں کے ساتھ  
برق رقاری سے جبل طاروس سے ہوتا ہوا سامرہ کا رخ کر رہا تھا۔

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد نوفل بن میخائیل گھڑ دوڑ کے بعد قصر کے احاطے میں  
آ ہوا ہی تھا کہ اس کے سامنے اس کا چوب دار آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ نوفل بن  
نیل نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ نیچے اترا اور چوب دار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
خیریت تو ہے۔؟

چوب دار کہنے لگا۔ مالک انا طولیہ کے میدانوں کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اسے  
سے سالار فرزون اور طولک نے روانہ کیا ہے۔

نوفل بن میخائیل نے اپنے چوب دار کے پیچھے کھڑے قاصد کی طرف دیکھا پھر اسے  
لب کر کے کہنے لگا۔

کیا تم فرزون اور طولک کی طرف سے اچھی خبر لے کے آئے ہو۔؟

اس قاصد نے گرون کو ختم کیا۔ پھر افسردہ سے لہجے میں کہنے لگا۔

مالک میں ان کی طرف سے ایک بری خبر لے کے آیا ہوں اور وہ یہ کہ۔۔۔

نوفل بن میخائیل نے اسے بات مکمل نہ کرنے دی پھر بول پڑا۔

جو خبر تم لے کے آئے ہو تفصیل سے کہو۔ کیا ان کا مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ ہوا اگر ہوا تو اس  
کیا نتائج نکلے۔

آنے والے قاصد نے فرزون اور طولک کی جبل طاروس کے اندر ایٹاخ اور اشناس کے  
مقابلہ بدترین شکست کے بعد فرزون کے از میر اور قونیہ کے لشکروں کو بلانے اور راستے میں ایٹاخ  
اشناس کے ان دونوں لشکروں کو بدترین شکست دینے کی ساری روداد تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی



چوب دار آگے بڑھا، نوفل بن میخائیل کو تعظیم دی پھر ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔ اور انتہائی  
افردہ اور پریشان سے لہجے میں کہنے لگا۔

مالک! آپ کے حکم کے مطابق میں شاہور کو بلانے کے لئے گیا۔ وہ مقابلے کے میدان میں  
نہیں تھا۔ اس کے تحت جو کام کرنے والے مسلح جوان تھے وہ بھی مقابلے کے میدان میں مردہ پائے  
گئے ہیں۔ جب کہ ایک سیہ بھی اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ میں نے کچھ دیر وہاں قیام کر کے حالات کا  
جائزہ لیا۔ کچھ دیر تک اناطولیہ کے ساحل سے ہمارے کچھ آدمی آئے وہ وہاں سے شاہور کی لاش  
لے کے آئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اصطبل میں جس قدر کام کرنے والے ہمارے جوان تھے ان  
سب کے ہاتھ کسی نے ہاتھ پست پر باندھ دیئے تھے۔ ان کے چہروں پر کڑے بندھے ہوئے  
تھے۔ اور وہاں اصطبل سے باہر شاہور کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اپنے ساتھ وہ اصطبل کے کچھ محافظوں  
کو بھی لے کے آیا۔ ان سے جب میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رات کے پہلے حصے  
میں کچھ گھڑ سوار وہاں آئے انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے ایک سفارت لے  
کے آئے ہیں۔ اپنے گھوڑے انہوں نے اصطبل میں باندھے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان سب کی  
مشکیں کس دیں۔

انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ ان سب کو باندھ کر اصطبل کے ایک کمرے میں ڈال دیا  
گیا۔ اس کے بعد وہ کیا کارروائی کرتے رہے ہمیں نہیں پتہ۔ صبح جب کچھ لوگ وہاں پہنچے تو انہوں  
نے ان کی مشکلیں کھولیں تب پتہ چلا شاہور کی لاش اصطبل کے باہر پڑی ہوئی تھی۔ تاہم ایک سیہ اپنے  
کمرے میں نہیں ہے۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا پڑا ہے۔ تالے کے اندر چابیاں بھی لٹک رہی  
ہیں۔ کمرے کے باہر جس جوان کے پہرہ دینے کا وقت تھا اس کی لاش کمرے کے باہر پڑی ہے۔  
باقی جوانوں کی لاشیں ساتھ والے کمرے میں تھیں۔ جس میں وہ سوتے تھے۔

نوفل بن میخائیل پر تھوڑی دیر تک خود فراموشانہ خاموشی طاری رہی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے  
اپنے چوب دار سے یہ خبر سن کر اس کا حلق کڑواڑ بان کا ذائقہ تلخ ہو گیا ہو۔ کچھ دیر تک وہ چتا میں رکھی  
لاٹیاں آگے خاک بستر تانستانوں اور کہنہ قدیم قبروں کی طرح خاموش اور افسردہ گردن کو جھکائے  
بیٹھا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے سامنے دیکھا، گردن گھما کر اس نے ایک گہری نگاہ اپنے سپہ

تھی۔

یہ خبر سن کر نوفل بن میخائیل اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بے زاری بر  
لگی تھی۔ اپنے چوب دار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس قاصد سے کہو آرام کرنے کے بعد واپس اپنی منزل کی طرف چلا جائے۔ فرزون  
طولک کی طرف اس کے ہاتھ پیغام پہنچاؤ کہ ان کی شکست نے ہمیں دل برداشتہ کیا ہے اور  
انہوں نے ہم سے مدد مانگنے کی بجائے از میر اور قونیہ کے لشکروں کو اپنی طرف بلایا اور انہیں  
بدترین شکست سے دوچار کیا۔ اس سے بڑھ کر ذلت ہمارے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔ بہر حال از  
طرف پیغام بھجواؤ کہ اگر وہ ان دنوں انگورہ کے نواح میں قیام کئے ہوئے ہیں تو وہ اپنے لشکروں  
ساتھ وہیں رہیں۔ ہم مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر ایک نہیں کئی مہمات کی ابتدا کرنے وا  
ہیں۔ اب تم قاصد کو روانہ کرو ساتھ ہی مقابلے کے میدان میں شاہور کی طرف جاؤ اور اسے کہ  
اپنے ساتھ ایک سیہ کو بھی لے کر آئے آج میں اس کا معاملہ بھی طے کر دینا چاہتا ہوں۔

اس کے علاوہ سارے جرنیلوں، عمائدین، سلطنت پادریوں اور مذہبی پیشواؤں کو بھی با  
آج کے اہم اجلاس میں میں چند اہم فیصلے کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی نوفل  
میخائیل آگے بڑھ گیا۔ چوب دار بھی اس قاصد کو لے کر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

☆.....

نوفل بن میخائیل سیدھا اپنے حرم کی طرف گیا۔ وہاں اس نے صبح کا کھانا کھانے کے  
تیاری کر کے شاہانہ لباس پہنا۔ جب وہ قصر کے اس کمرے میں آیا جس میں اجلاس ترتیب د  
جاتے تھے تب اس نے دیکھا وہاں سارے جرنیلوں کے علاوہ پادری، بپش اور سب عماء  
سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کا اپنا چوب دار بھی ایک طرف کھڑا تھا۔ نوفل بن میخائیل جب  
کمرے میں داخل ہوا تو سب نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد نوفل  
میخائیل لمحہ بھر کے لئے رکا پھر اپنے چوب دار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اجلاس کی اہم کارروائی شروع کرنے سے قبل شاہور اور ایک سیہ کو یہاں میرے پاس لاؤ  
میں ان کا فیصلہ کروں۔ اس کے بعد میں اپنے عمائدین کے ساتھ جو اہم فیصلے کرنا چاہتا ہوں  
ابتدا کروں گا۔

سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن پر ڈالی۔ اس کے بعد باری بازی اس کی نگاہیں اپنے برادر نسبتی اور بہترین جرنیل برداس اپنی بیوی تھیوڈورا اپنی ماں یوفربسان اور وہاں بیٹھے دیگر لوگوں کی طرف انھیں پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہ بول اٹھا۔

جو حالات و واقعات میرے چوب دار نے بتائے ہیں اس سے میں یہ اندازہ لگا تا ہوں کہ ایکاسیہ کو مسلمان یہاں سے نکال کے لے گئے ہیں۔ جہاں تک شابور کے قتل کا تعلق ہے تو میرے خیال میں اس کو بھی یہ اناطولیہ کے ساحل پر لے گئے اور اس کو وہاں قتل کر کے ایکاسیہ کو نکال لے گئے یہ ہمارے منہ پر ایک بہت بڑا طمانچہ ہے۔ ایکاسیہ کو مقابلے کے میدان کے ایک محفوظ کمرے سے نکال کر لے جانا ہمارے لئے انتہائی شرم اور ذلت کی بات ہے۔ مسلمانوں نے ایک طرح سے ہمیں سبق دیا ہے کہ وہ ہمارے خلاف جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ اور ایسا سبق ہمیں دینا چاہئے تھا اس لئے کہ ایکاسیہ کے ساتھ ہم نے نرمی برتی اگر پہلے روز ہم سختی پر اتر آتے تو آج یہ دن دیکھنا غیب نہ ہوتا۔ بہر حال ہمارے لئے یہ ذلت کی بات ہے کہ مسلمان ایکاسیہ کو یہاں سے نکال لے گئے۔ اور ہمیں غلط فیصلے کرنے کے لئے تھکن کی لڑکھڑاہٹ و دشت غربت میں انتظار کے کرب اور آرزوؤں کی پڑمردگی میں درد کی شمعوں جیسی کیفیت میں ڈال کر چلے گئے۔

نوفل بن میخائیل تھوڈی دیر تک پھر خاموش رہا غصے کی حالت میں اس کی آنکھیں سلگ اٹھی تھیں۔ اس کے بعد وہ وہاں بیٹھے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

ہمارے لئے یہ معاملہ کس قدر شرم کا باعث ہے کہ مسلمان اپنی استعماری قوتوں اور اپنے مکر فریب سے کام لیتے ہوئے جدائیوں کی ہواؤں اور رات کو جاگنے کی جلن ہمارے کھولتے خون میں بھر کے چلے گئے۔ نوفل بن میخائیل تھوڈی دیر کے لئے پھر کا۔ اس کے چہرے پر کبھی غصے، کبھی فکر کے آثار نمودار ہوتے رہے اس کے بعد پھر اس نے شرمندہ سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

بے باک و جنگجو مسلمان یہاں ہماری سرزمینوں میں ہمارے سر پر موت بن کر کھیل گئے۔ ایکاسیہ سے ہمارے اختلافات کیسے ہی سہی لیکن وہ اپنے حسن اپنی خوبصورتی، اپنے جمال و قسطنطنیہ کا مزین آئینہ تھی۔ وہ لوگ اسے اپنے حرص و ہوس کے شہر میں لے گئے۔ مسلمانوں نے ہمارے خلاف امن کے پوکھر میں پتھر ڈال کر سکوت توڑا ہے۔ اب اس کا جواب ہم انہیں ششیر وں کی چھاؤں تلے دیں گے۔

نوفل بن میخائیل تھوڈی دیر کے لئے رکا۔ شاید کچھ سوچتا رہا تھا پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ پرک جوہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

پیٹرک اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہم انتہائی موثر اور نہایت کامیاب اور دانیائیں شروع کریں۔ میں تم لوگوں کو یہ بتانا بھول گیا کہ تھوڈی دیر پہلے ایک قاصد آیا تھا۔ جو زون اور طولک کی طرف سے اطلاع لے کے آیا تھا۔ ہماری بد قسمتی کہ فرزدون اور طولک دونوں کو مسلمانوں کے سالار ایتاخ اور اشاس نے کوہستان طاروس کے اندر بدترین شکست دی ہے۔ یہ باخ اور اشاس دونوں وہی ہیں جو کچھ عرصہ پہلے ایک سفارت لے کر ہمارے پاس آئے تھے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے بہترین جرنیل مانے جاتے ہیں۔

اب اس موقع پر فرزدون اور طولک نے جو غلطی کی وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی اس سمت کی اطلاع ہمیں کرتے اور ہم انہیں یہاں سے مسلمانوں سے اس شکست کا انتقام لینے کے لئے کمک روانہ کرتے اس فرزدون نے اپنے طور پر فیصلہ کرتے ہوئے ایک غلطی کی۔

اس نے تیز رفتار قاصد از میر اور قونیہ کی طرف روانہ کئے اور وہاں جو ہمارے محافظ لشکر تھے نا کو طلب کر لیا۔ لیکن لگتا ہے مسلمانوں کا سالار ایتاخ اور اس کا نائب اشاس دونوں حالات پر لڑی نگاہ رکھنے والے ہیں یا یہ کہ ان کے نقیب ان کو بروقت ہماری نقل و حرکت کی اطلاع کرتے رہتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ پہلے انہوں نے از میر کی رن سے جانے والے لشکر کو بدترین شکست دی۔ اسے پھیل دیا اور واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ لڑکے بعد جھیل تڑکے کنارے انہوں نے ہمارے قونیہ کے لشکر کو بھی پھیل کے رکھ دیا۔ اس طرح اناطولیہ کے میدانوں میں فی الحال مسلمانوں کے مقابلے میں ہماری قوت دبی ہوئی ہے۔ لیکن اس ات کو ناقابل تغیر بنا کر ہم نے مسلمانوں کے سامنے لاکھڑا کرنا ہے۔ اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں نے ارض شام کا علاقہ چھین کے رہوں۔ نوفل بن میخائیل نے لمحہ بھر کے لئے رک کے دم لیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

پیٹرک تم ہمارے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ ہو اور تمہاری ذمہ داریاں اب بہت بڑھ جائیں گی۔ میں مسلمانوں کے لئے کئی محاذ کھولنا چاہتا ہوں تاکہ انہیں بھی اپنے لشکریوں کو کئی حصوں میں

تمہاری کمانداری میں رہے گا اور جو تیسرا حصہ ہے اسے مزید چھوٹا رکھا جائے گا جو فرزون اور طولک کی طرف روانہ کیا جائے گا اور جو تیسرا حصہ ہے اسے مزید چھوٹا رکھا جائے گا جو فرزون اور طولک کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ ساتھ ہی طولک اور فرزون کی طرف یہ پیغام بھی بھجوا دو کہ جو لشکر ان کی طرف بھیجا جا رہا ہے اس کے ساتھ مل کر وہ بھی ارض شام میں اپنی کارروائیاں شروع کر دیں۔

اب ہماری طرف سے مسلمانوں کے لئے تین محاذ کھلیں گے ایک میرا اور برداس کا دوسرا تمہارا تیسرا فرزون اور طولک کا اور چوتھا محاذ جو آذربائیجان اور اس کے نواحی مشرقی علاقوں میں کھولا جائے گا وہ سب سے زیادہ ہولناک ہوگا۔ جس کی ابتدا بابک خرمی کرے گا۔ بابک خرمی کو یہ بھی پیغام بھجوا دینا کہ یہ سمجھ کر اپنے کام کی ابتدا کرنا کہ مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر اور نگین کرنے کے لئے یہ ہماری آخری کوشش ہے اور انہیں اپنے سامنے تہہ وبالا کرتے چلے جانا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں تمہیں ایک خاصی بڑی رقم بھی مہیا کرتا ہوں وہ رقم بھی ان قاصدوں کے ہاتھ بابک خرمی کو بھجوا دو اور اس سے کہو کہ مسلمانوں کے خلاف ایسی بغاوت کھڑی کرے جسے وہ کبھی دبانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

نوفل بن میخائیل رکا اس کے بعد دوبارہ وہ کہتا چلا گیا تھا۔

پیٹرک! اب ایک اور مسئلہ ہمارے سامنے رہے گا جب ہم مسلمانوں کے خلاف تین اپنے اور چوتھا بابک خرمی کا محاذ کھولتے ہیں اور ان کے علاقوں کے اندر ترکتاز اور پیش قدمی کرتے ہیں تو بھر رمل کے طور پر وہ بھی ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ میرے خیال میں جہاں تک بابک خرمی کا تعلق ہے وہ اسے صرف روکنے کی کوشش کریں گے اسے مکمل طور پر کچل نہیں سکیں گے اس لئے کہ گذشتہ کئی برسوں سے بابک خرمی نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور یہ بغاوت اور سرکشی موجودہ مسلمانوں کے حکمران معتمد کے بھائی مامون الرشید کے دور سے جاری ہے۔ لیکن ابھی تک مسلمان بابک خرمی کو اپنے سامنے نہ زیر کر سکے ہیں نہ دبا سکے ہیں۔

اس بنا پر مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات تو آئے گی کہ اگر وہ اتنے عرصے سے بابک خرمی کو اپنے سامنے نہ زیر نہیں کر سکے تو اب بھی وہ اس کی بغاوت کو فرو نہ کر سکیں گے لہذا وہ کوشش یہ کریں

بانت کر ہمارا مقابلہ کرنا پڑے اس طرح ان کے اندر ایک کمزوری آئے گی اور اسی سے فائدہ اٹھا کر ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

پیٹرک! میں فی الحال مسلمانوں کے خلاف تین بڑے محاذ کھولنا چاہتا ہوں۔ پہلا محاذ بابک خرمی کی طرف سے ہوگا۔ تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجواؤ اسے میری طرف سے یہ پیغام دے دو کہ جس قدر عسکری قوت اس کے پاس ہے۔ اس پوری قوت کو حرکت میں لائے اپنے قلعے برزند سے نکلے، مسلمانوں کے علاقے میں دور تک یلغار کرے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے اور تخریب کاری کا وہ ماحول پیدا کرے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں چاروں طرف تباہی اور ویرانی کے سوا کچھ کھائی نہ دے۔

ہمارے پاس جو قوت ہے پیٹرک اسے تین حصوں میں تقسیم کرو لشکر کا ایک حصہ براہ راست تمہاری سرکردگی میں ہوگا۔ کچھ چھوٹے سالار تمہارے نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ کام کریں گے۔ تم لشکر کے اس حصے کے ساتھ آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقوں پر ضرب لگاؤ گے۔ رکے تھے اور سوچے بغیر مسلمانوں کے علاقوں میں گھستے چلے جانا اور تباہی کا کھیل کھیلتے چلے جانا۔

دوسرا لشکر براہ راست میری کمان داری میں ہوگا۔ میرے ساتھ برداس رہے گا۔ میں ارض شام کے شمالی علاقوں کا رخ کروں گا اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ مسلمانوں کے علاقوں میں ضرب لگانے کے بعد میں جو لشکر میرے زیر کمان ہوگا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دوں گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا اور میں اسے لے کر انگورہ شہر میں آ کر مقیم ہو جاؤں گا جب کہ دوسرا حصہ جو برداس کی زیر کمان ہوگا وہ مسلمانوں کے علاقے کے اندر اپنی ترکتاز جاری رکھے گا۔

تیسرا حصہ ارض شام میں فرزون اور طولک کی طرف بھجوا دیا جائے گا اور وہ ارض شام کے جنوبی حصوں میں اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔ سب کو پیغام یہ بھجوا دینا ہے کہ کھل کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلیں۔ اب جو لشکریوں کی ترتیب ہوگی وہ بھی میں تم پر واضح کر دیتا ہوں تاکہ اسی کے مطابق تم لشکر ترتیب دو اور احکامات جاری کرو۔

جو لشکر میرے پاس ہوگا۔ وہ باقی کی نسبت بڑا رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ آگے چل کر یہ حصوں میں تقسیم ہوگا ایک حصہ میرے پاس اور ایک برداس کے پاس رہے گا۔ اس سے چھوٹا لشکر

گے کہ بابک خرمی کو پسا کر کے صرف اس کے علاقوں تک محدود رکھیں اپنی قوت کا بڑا حصہ ہمارے خلاف استعمال کریں گے۔

اس موقع پر میں تم لوگوں سے یہ بھی کہوں گا کہ ہو سکتا ہے وہ اپنی طاقت اور قوت کا زیادہ استعمال فرزون اور طولک کے خلاف کریں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو برداس جو فرزون کے شمال میں ہوگا وہ فوراً اس کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ اور اگر مسلمان فرزون کے علاوہ برداس پر بھی دباؤ بڑھاتے ہیں تو پیٹرک تم خود برداس کے شمال میں آؤر بائیجان کے مغربی حصوں میں ہو گے لہذا تم فوراً برداس کی مدد کے لئے پہنچ جانا۔ اس طرح تم تینوں کے درمیان ایک رابطہ اور تعلق ہونا چاہئے۔

اب میرا کام یہ ہوگا کہ برداس کے ساتھ میں مسلمانوں کے علاقوں پر پہلی ضرب لگاؤں گا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ امیر المومنین معتمد شام کے شہر زبطہ میں پیدا ہوا تھا۔ میں برداس کے ساتھ پہلی ضرب زبطہ پر ہی لگاؤں گا میں معتمد پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس کے علاقوں میں گھس کر تباہی و بربادی کا وہ کھیل کھیل سکتا ہوں جس کی وہ توقع نہیں رکھتا۔ اگر میں زبطہ جہاں معتمد پیدا ہوا اس کو فتح کر کے وہاں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتا ہوں تو اس سے مسلمانوں کی بڑی بدنامی اور ذلت ہوگی دوسری بات یہ کہ زبطہ کی فتح کے بعد مسلمانوں پر ایک طرح سے ہمارا خوف اور ہمارا دبدبہ بھی چھا جائے گا۔ زبطہ کو فتح کرنے کے بعد میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ انگوڑہ آ جاؤں گا جب کہ برداس مسلمانوں کے علاقوں کے اندر اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ میرے ذمے یہ کام ہوگا کہ ہمارے تینوں محاذوں پر مسلمانوں کے مقابلے میں جہاں بھی کمزوری کے آثار دیکھے جائیں گے میں اس حصے کی مدد کے لئے فوراً پہنچوں گا۔

بابک خرمی کی طرف یہ پیغام بھی بھجوانا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ترتیب کچھ اس طرح ہوگی کہ سب سے پہلے بابک خرمی حملے کی ابتدا کرے گا۔ اپنی آماجگاہ اپنے مسکن سے نکل کر تباہی و بربادی کی وہ ابتدا کرے جو اس سے پہلے مسلمانوں نے کبھی دیکھی نہ ہو۔

جو قاصد بابک خرمی کی طرف بھجواؤ ان کے ہاتھ خرمی کو یہ بھی کہلا بھیجنا کہ جب وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے حملوں کی ابتدا کرے تو اس کی اطلاع ہمیں بھی کرے۔ اس کی اطلاع ملنے کے بعد پیٹرک جو بن سب سے پہلے تم حرکت میں آؤ گے اور آؤر بائیجان کے مغربی حصوں اور آرمینیا کو

نہ بناؤ گے۔ جب تم اپنے کام کی ابتدا کر چکو گے تب ارض شام کے شمالی حصوں پر میں اور برداس نے کام کی ابتدا کر دیں گے اور ہمارے بعد جنوب کی سمت فرزون اور طولک بھی مسلمانوں کے آؤں پر حملہ آور ہو جائیں گے اگر اس ترتیب سے ہم مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں تو مجھے یہ ہے کسی بھی محاذ پر اپنا دفاع کرنا تو دور کی بات مسلمان ہمارے سامنے کہیں جم کر مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

نوفل بن میخائیل نے کچھ دیر خاموش رہ کر سوچ بچار سے کام لیا اس کے بعد وہ پھر کہہ رہا تھا۔

پیٹرک جب مسلمانوں کی سلطنت کے خلاف بابک خرمی بغاوت کرے گا اور ان کے علاقوں پر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کرے گا تب بابک خرمی پر مکمل قابو پانے کے لئے اور اس مہرکشی اور بغاوت کو ہمیشہ کے لئے دبا دینے کے لئے مسلمانوں کا حکمران معتمد اپنے بہترین نیوں اور اپنے عمدہ لشکریوں کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا۔ اس لئے کہ بابک بی کوئی عام ساسالار نہیں ہے۔ چھوٹے موٹے سے لشکر کو وہ لمحوں کے اندر بھگا دینے کی ہمت اور رکھتا ہے۔ اب جب معتمد اپنے بہترین جرنیلوں اور اپنے عمدہ ترین لشکریوں کو بابک خرمی کا نابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا تو جب بابک خرمی ہمیں یہ اطلاع دے گا کہ اس نے مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے اور اس کے جواب میں پیٹرک واکن تم آؤر بائیجان اور آرمینیا کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں کے علاقوں میں گھس اؤ گے تو یاد رکھنا معتمد کے پاس کوئی بھی ایسا تجربہ کار اور پائے کا سالار نہیں ہے گا جو تمہارا مقابلہ کر سکے اس لئے کہ اپنے بہترین جرنیلوں کو وہ بابک خرمی کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کر چکا ہوگا۔

بہر حال اس کے پاس جو سالار ہوں گے انہیں وہ تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا زیادہ یوں کرے گا کہ بابک خرمی کی طرف اپنے سالار روانہ کرنے کے بعد جو اچھے سے اچھے سالار اس کے پاس بچیں گے انہیں وہ تمہاری طرف روانہ کرے گا اس کے بعد اس کے پاس نمبر سے درجے کے جرنیل رہ جائیں گے۔ جنہیں وہ لشکر دے کر میرا برداس فرزون اور طولک کا

مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرے گا اور ان سالاروں کو ہم اپنے سامنے اس طرح بھگائیں اور اڑائیں گے جیسے تیز آندھیاں خس و خاشاک تک کو بہا کے لے جاتی ہیں۔  
کچھ دیر رک کر نوفل بن میخائیل نے سوچا پھر اس کے بعد وہ پیٹرک جو بن کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

پیٹرک اپنے کسی انتہائی قابل اعتماد جاسوس کو مسلمانوں کے علاقوں کی طرف بھجوایے آدے کو بھیجو جو ان کے علاقوں سے خوب واقف اور آگاہ ہو۔ ان کے رسم و رواج، ان کی تہذیب و ثقافت سے واقفیت رکھتا ہو۔ ان کے دین اور مذہب سے بھی اس کے پاس آگاہی ہو۔ وہ سامرہ کار کرے وہاں یہودی طیب سوراب اور ہماری دونوں جاسوس لڑکیوں دو ما اور رواج سے رابطہ قائم کرے اور ان کے ذریعے یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ایکاسیہ کو یہاں سے نکال کر کون لے گیا ہے یہ بھی جاننے کی کوشش کرے کہ ایکاسیہ کو یہاں سے نکالنے کے لئے قسطنطنیہ کے کن لوگوں۔ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔

یاد رکھنا مسلمانوں کا کوئی بھی جرنیل کوئی بھی سالار کوئی بھی شخص اکیلا یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ میرادل کہتا ہے کہ قسطنطنیہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں مسلمانوں کی مدد ہے۔ ایسے لوگ ایکاسیہ کے دور اور قریب کے رشتے دار بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگ وہ بھی ہوئے ہیں جو ایکاسیہ کی خوب صورتی اور اس کے حسن سے متاثر ہوں۔ اسے دکھ اور تکلیف میں دیکھ ہوئے اس پر رحم کھاتے ہوئے اسے یہاں سے نکالنے کے لئے تیار بھی ہو گئے ہوں۔ بہر حال قاصد کو بھی تم سامرہ کی طرف روانہ کرو۔ اسے تاکید کرو کہ ہر صورت میں سوراب رواج اور دو ما رابطہ کرنے کے بعد یہ ضرور جاننے کی کوشش کرے کہ مسلمانوں کے کن لوگوں نے ایکاسیہ کو یہاں سے نکالا۔ قسطنطنیہ میں کن لوگوں نے ان کی مدد کی۔

جن لوگوں نے یہاں قسطنطنیہ میں نصرانی ہوتے ہوئے ایکاسیہ کو نکالنے میں مسلمانوں کی ان کے نام ملتے ہی ان کی تو میں گردن کاٹنے دینے کا حکم دے دوں گا۔ رہا مسلمانوں کے لوگ جو ایکاسیہ کو نکالنے کے لئے یہاں پہنچے تو ان کے نام بھی جب مجھے بتائے جائیں گے تو ان خاتمے کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

میخائیل جب خاموش ہوا تب اس کی ساری گفتگو کا جواب دیتے ہوئے پیٹرک کہنے لگا۔

آپ کسی قسم کا فکر اور اندیشہ نہ کریں۔ سارے کام آپ کی خواہشوں کے مطابق ہوں گے۔ ایک ایکاسیہ کا تعلق ہے تو میرادل کہتا ہے مسلمانوں کا سالار ایتاخ ہی اسے یہاں سے نکال کر لیا ہے۔ اس لئے کہ وہ پہلے بھی یہاں سے ہو کے جا چکا ہے۔ ہمارے علاقوں سے وہ خوب ت اور آگاہی رکھتا ہے۔

پیٹرک مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں نوفل بن میخائیل بول پڑا کہنے لگا۔

پیٹرک! میرادل بھی یہی کہتا ہے کہ یہ کام ایتاخ کا ہے۔ مسلمانوں کا وہ سالار بڑا سخت جان ہماری سلطنت میں زرمان سب سے اچھا سب سے عمدہ اور بہترین قسم کا تیغ زن مانا جاتا تھا۔ یہ جان کر بے حد صدمہ اور دکھ ہوا ہے کہ انفرادی مقابلے میں اس ایتاخ نے بڑی آسانی کے زرمان کو مغلوب کر کے اس کی گردن کاٹ دی۔ میں نے زرمان کے مارے جانے کی تشہیر کی۔ اس طرح لوگوں میں بددلی اور حوصلہ شکنی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ مسلمانوں کا ایتاخ نام کا یہ روٹی عام سالار نہیں بڑا ہولناک انسان ہے جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس نے زرمان کو بڑی نی سے زیر کر لیا تو جو شخص زرمان کو زیر کر سکتا ہے وہ آندھی اور طوفانوں سے بھی جنگ کرنے کی جتن کر سکتا ہے۔ بہر حال حالات کچھ بھی ہوں۔ جو شخص بھی ایکاسیہ کو یہاں سے نکال کر لے گیا کسی نہ کسی طریقے سے اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔

تھوڑی دیر خاموش رہ کر نوفل بن میخائیل سوچتا رہا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پیٹرک کی دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اب یہ مجلس برخاست کرتا ہوں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اسے جلد از جلد عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد نوفل بن میخائیل قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے بعد باقی لوگ بھی وہاں سے چلے گئے تھے۔

ان اپنی جگہ مجسمہ بت اور ستون بنا کھڑا تھا۔ قسطنطنیہ ایتاخ کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے بنے گی۔

بیٹے کیا بات ہے؟ تم نے جو کچھ کہنا ہے۔ ایکاسیہ کے سامنے کیوں نہیں کہا پائے۔ یہ ایکاسیہ کی لت کیا ہو رہی ہے۔ بولتی ہی نہیں ایسے تک رہی ہے جیسے وہ ہمیں پہچانتی ہی نہیں۔ ہمارے لئے ہی اور نا آشنا ہے۔

دیکھتے دل کے ساتھ ایتاخ نے سب سے پہلے دریائے دجلہ کے کنارے ایکاسیہ کے اغوا نے، قسطنطنیہ لے جانے وہاں ایکاسیہ کے نوفل بن میخائیل سے شادی کے انکار پر اسے مقابلے کے میدان کے کمرے میں بند کرنے اور وہاں اسے بے آبرو اور بے عصمت کرنے پر پھر بے سمت کرنے والے شاہور کے قتل کے پورے واقعات تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

یہ سارے واقعات سن کر قسطنطنیہ نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ پھر وہ اس طرح لہرائی جیسے گرنے لگی۔ - غمران اور عمیمہ نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔ قسطنطنیہ بے چاری وہیں بیٹھ گئی۔ بے چاری آہ اری اور واویلا کرنے لگی تھی کہ اس کی بیٹی بے عصمت اور بے آبرو ہو گئی ہے۔ غمران اور عمیمہ بولنے لگے اسے ڈھارس دی۔ کچھ دیر تک ایسی ہی حالت میں رہی پھر سنبھلی آہستہ آہستہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر ایتاخ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ایتاخ بول پڑا۔

خاتون محترم! آپ پریشان نہ ہوں ایکاسیہ نے میرے ساتھ قسطنطنیہ سے یہاں تک سفر کیا ہے۔ میرے ساتھ اس نے کوئی گفتگو نہیں کی۔ میں نے اسے کئی بار مخاطب کیا۔ لیکن اس نے ارے کی سوال کا جواب نہیں دیا۔ میرے لئے وہ ایسے ہی لگ رہی تھی جیسے ہم دونوں نے کبھی بل دوسرے کو دیکھا ہی نہیں۔ راستے میں جہاں کہیں میں نے اسے کھانے کی پیش کش کی اس نے غور ہونے کے لئے تھوڑا بہت کھا لیا۔ ایسا لگتا ہے جیسے ایکاسیہ زندگی سے بے زاری کا اظہار کرنے لگی ہو۔

ایتاخ کا اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

میں نے ایکاسیہ کے پورے حالات آپ کو سنا ڈالے ہیں۔ آپ اس کی اچھی طرح دیکھ مال کریں۔ ہر وقت اسے نگاہ میں رکھیں اگر اسے اکیلا چھوڑا گیا تو یہ اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا

سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ایتاخ، اسحاق بن یحییٰ کی حویلی میں داخل ہوا۔ حالت میں کہ وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے تھا اور سر جھکائے ایکاسیہ اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی اسحاق بن یحییٰ، غمران، عمیمہ، زبیر، ایکاسیہ کی ماں قسطنطنیہ بڑی چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے حویلی کے صحن میں نکل آئے تھے۔ باری باری وہ ایتاخ ایکاسیہ سے ملنے لگے تھے۔

ایکاسیہ کسی سے بھی ملتے وقت گرم جوشی کا اظہار نہیں کر رہی تھی۔ غمران، عمیمہ اور قسطنطنیہ خود اسے گلے لگایا۔ وہ کسی سے گلے نہیں ملتی تھی۔ بس چپ تھی۔ ایسے جیسے اسی کا نطق اس سے چھین گیا ہو یا کسی نے اس کے ہونٹ سی کر رکھ دیئے ہوں۔

اس موقع پر سب جواب طلب اور استغہامیہ سے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایتاخ ان کی نگاہوں کے انداز کو سمجھ گیا تھا۔ زبیر کے قریب آیا اور اسے کہنے لگا۔

زبیر! میرے بھائی میرے گھوڑے کو میری حویلی میں باندھ آؤ۔ زبیر جب ایتاخ کے گھوڑے کو اس کی حویلی کی طرف لے گیا تب ایتاخ ایکاسیہ کی ماں قسطنطنیہ آہستہ آہستہ بڑی زار داری کے ساتھ اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

خاتون محترم! آپ ایکاسیہ کو دیوان خانے میں بٹھا کر باہر آئیں۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے قسطنطنیہ مزید فکر مند اور پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ ایتاخ پیچھے ہٹ گیا ناچار قسطنطنیہ نے ایکاسیہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے حویلی کے اندر لے گئی۔ اسے دیوانے میں بٹھانے کے بعد سب کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔

اسحاق بن یحییٰ، غمران، عمیمہ، ابھی تک بڑی پریشانی سے ایتاخ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سکتی ہے۔ بے عصمت اور بے آبرو ہونے کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ لہذا اسے ہماری ہمدردی ہماری توجہ کی ضرورت ہے۔

قسطونہ اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ ایسا جب خاموش ہوا تو بڑے دکھ اور کسی قدر غصے میں کہنے لگی۔ اس تو رک سے مجھے یہ امید نہ تھی۔ یہ بے ایمان شخص جب یہاں آیا تھا تو میں کبھی نہ سمجھتی کہ میری بیٹی ایکسیہ کو قسطنطنیہ سے نکالنے میں ہماری مدد کر رہا ہے۔ مخلص ہے اور ہمارے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اگر مجھے خبر ہوتی کہ یہ صرف انعام کے لالچ میں ایسا میرے بیٹے تمہیں وہاں لے جانا چاہتا ہے تو میں یہیں اس کی گردن کاٹ کے رکھ دیتی۔ بہر حال بیٹے دیے تو پہلے بھی تمہارے ہم دونوں ماں بیٹی پر ایسے احسانات ہیں جن کا بدلہ نہیں چکایا جاسکتا۔ اب تم نے مجھ پر ایک اور ایسا احسان کر دیا ہے کہ میں زندگی بھر ایک بھاری بوجھ تلے دب کر رہ گئی ہوں۔

قسطونہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھنا چاہتی تھی کہ بیچ میں ایسا بول پڑا۔

آپ کس قسم کی گفتگو کر رہی ہیں۔ آپ کو نہ میرا ممنون نہ میرا شکر گزار ہونے کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا چاہئے تھا جو میں کر کر رہا ہوں اب آپ ایکسیہ کے پاس جائیں۔ اسے اکیلا اور تنہا نہ چھوڑیں اسے پوری توجہ اور شفقت کی ضرورت ہے۔ قسطنطنیہ سے جو یہاں تک اس نے میرے ساتھ سفر کیا ہے۔ تو اس کے رویے اور اس کی حرکات سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ اب مجھے ناپسند کرنے لگی ہے۔ بہر حال وہ اپنے رویوں اپنے رد عمل کی مالک ہے کوئی اسے اس کے ارادوں کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ وقت ضائع نہ کریں۔ ایکسیہ کے پاس جائیں مجھے سامرہ میں کچھ کام پھانسانے ہیں اس کے بعد میں واپس چلا جاؤں گا۔ میں یہاں رکوں گا نہیں۔

اب تک ایسا اور قسطونہ ہی بولتے رہے تھے۔ اسحاق بن یحییٰ غمران عمیمہ اور زبیر چپ چاپ اور خاموش رہ کر سب کچھ سن رہے تھے۔ پہلی بار اسحاق بن یحییٰ آگے بڑھا۔ ایسا نے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اس مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بیٹے! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو جیسے کوئی اجنبی نا آشنا لوگوں کے درمیان آکھڑا ہوا ہو تم نے اپنا گھوڑا تو اپنی حویلی میں بھجوا دیا ہے۔ یہ تو ہمارے لئے قابل برداشت ہے لیکن تم اکیلے اپنی حویلی میں نہیں رہو گے۔ یہاں میرے پاس رہو گے۔ اور پھر تمہارے یہاں رہنے سے ایکسیہ بھی ایک طرح کا اپنے لئے تحفظ خیال کرے گی۔

ایسا نے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

ابن یحییٰ! میرے محترم! آپ کا اندازہ درست نہیں ہے۔ ایکسیہ بالکل تبدیل ہو چکی ہے۔ پہلے والی ایکسیہ نہیں رہی۔ مجھ سے بات کرنا یا مجھ سے ہمدردی یا اپنا نیت کی بات کرنا تو بہت دور بات وہ تو اب میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔ بہر حال یہ کوئی فکر مندی والا معاملہ نہیں ہے۔ میں بہر حال ایک دن یہاں قیام کروں گا۔ آپ کی حویلی ہی میں ٹھروں گا۔ کل میں یہاں سے واپس اپنے لشکر کی طرف چلا جاؤں گا۔ وہاں میری ضرورت ہے اس لئے کہ وہاں جرنیل زون اور طوک ہم پر حملہ آور ہو کر اپنی دو گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔ آپ ل ایکسیہ کے پاس بیٹھیں۔ میں ذرا امیر المومنین سے مل لوں۔ اس کے بعد میں لوٹا ہوں۔

اسحاق بن یحییٰ نے اس موقع پر اپنی بیوی غمران کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم، قسطونہ بہن اور عمیمہ دیوان خانے میں جا کر ایکسیہ کو سنبھالو میں اور زبیر ذرا گھری روایات کا سامان خریدنے بازار کی طرف جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی غمران، قسطونہ اور عمیمہ تو دیوان خانے کی طرف چلی گئیں تھیں جب کہ ایسا، اسحاق بن یحییٰ اور زبیر حویلی سے نکل گئے تھے۔

قسطونہ، غمران اور عمیمہ تینوں دیوان خانے میں داخل ہوئیں۔ اندرا ایکسیہ گردن جھکائے نہ بانے کن گہری سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ قسطونہ آگے بڑھ کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اسے اپنے ماتھ لپٹالیا۔ عمیمہ بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ اس کے ساتھ غمران بیٹھ گئی تھی۔ قسطونہ نے سب ایکسیہ کو اپنے ساتھ لپٹایا تو ایکسیہ بے چاری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے قسطونہ، غمران اور عمیمہ بھی رو پڑی تھیں پھر قسطونہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

بیٹی! ہم سب کو بے حد دکھ اور بے حد صدمہ ہے کہ تجھے بے عصمت اور بے آبرو کر دیا گیا ہے۔ یہ ایسا داغ ہے جو دھویا نہیں جاسکتا مگر میری بیٹی اس میں تیری خوشنودی تھی نہ رضا تیرے ماتھ حالات نے جو جبر کیا ہے۔ میری بیٹی وہ خود ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ میری بیٹی تم نے چپ کیوں سادھ لی ہے۔ گردن کیوں جھکا لی ہے بولتی کیوں نہیں۔ تو

خوشبو نہیں وہ لب ہوں جس میں حلاوت نہیں رہی۔ اب میں ایک خود فراموش موقوف عمل کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں بے آبرو ہونے کے بعد میری حیثیت بے کفنائی لاش اور زندگی عذاب سے بھی بدتر ہے۔ جسے کوئی اپنا تا نہیں ہے۔ ماں میں تباہی اور بربادی کی فضاؤں میں تل پرواز کرتا زوال کا وہ پرندہ ہو کے رہ گئی ہوں جسے کوئی بھی اپنے گھر میں جگہ دینا پسند نہیں ہے۔ میں بے آبرو ہوں، میں بے عصمت ہوں۔ میں شرم و حیا کے گوہر سے محروم ہو چکی ہوں۔ پھر کیا کیوں مجھے چاہے گا۔ کیوں کوئی مجھے دیکھے گا۔ کیوں کوئی مجھے سوچے گا۔ ماں میں وقت کا وہ دروازہ ہوں جس پر کوئی شریف انسان دستک دینا پسند نہیں کرتا۔

کچھ دیر تک دیوان خانے میں کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی پھر عمیمہ نے ایک سیہ کی نی چومی اس کے بعد اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ایک سیہ میری بہن! جو کچھ میں پوچھنے لگی ہوں اس کا جواب سچائی سے دینا اپنے دل پہ ہاتھ کے میرے سوالوں کا جواب دینا۔ مجھے ٹالنے یا جھوٹ بول کر سچائی اور حقیقت کو چھپانے کی ش نہ کرنا۔ کیا تم ایسا بخائی کو ناپسند کرنے لگی ہو؟

ایک سیہ نے گھورنے کے انداز اور تیز نگاہوں سے عمیمہ کی طرف دیکھا، کچھ نہ بولی۔ اس نے لب نے میں گردن ہلا دی تھی۔

عمیمہ نے دوسرا سوال کیا۔

کیا تم ایسا بخائی سے پہلے جیسی محبت کرتی ہو؟

ایک سیہ نے اس بار اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

عمیمہ نے اپنا تیسرا سوال داغا۔

کیا تم ایسا بخائی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا اور اس سے شادی کرنا پسند نہیں کرو گی؟

ایک سیہ نے کچھ سوچا پھر اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

اس کے اس سوال پر عمیمہ کو مایوسی ہوئی۔ دکھتے لہجے میں کہنے لگی۔ جب تم ایسا بخائی سے رشتہ بھی نہیں کرتی، ان سے محبت بھی کرتی ہو پھر تم کیوں ان سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ کیوں اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی۔

کیوں اپنی پہلی زندگی کی طرف نہیں آتی۔

اس پر ایک سیہ علیحدہ ہوئی روتے ہوئے کہنے لگی۔

ماں! بے آبرو اور بے عصمت ہونے کے بعد میں ایک ایسی ستم رسیدہ لڑکی ہوں جو سائے دیکھنے کی بجائے نیچے دیکھنے پر مجبور ہو گئی ہو۔ زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہ رکھتے ہوئے میں ساری عمر کانٹوں سے الجھنے جلتی جڑی کی طرح پکھلتے رہنے کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ اس داغ کے بعد میری زندگی جنگل کی آوارہ صدا، افسردہ چراغوں کے دھوئیں، ٹوٹی اداس دہلیز، ریت کے تپتے ٹیلوں کی اجاڑ زندگی سے بھی بدتر ہو کے رہ گئی ہے۔ میں لوگوں کے اندر مجبور و غدا حال زخم خوردہ مجروح و مجہول و تنہا زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دی گئی ہوں۔

ایک سیہ بل بھر کے لئے رکی پھر کہتی چلی گئی تھی۔

ماں! کسی لڑکی کی آبرو اس کی عصمت اس کے لئے ایسی اہمیت رکھتی ہے جیسے پھول میں سنائی خوشبو جیسے زندگی کے سمندر میں موتی اٹھائے سیپ لیکن میں وہ بد بخت لڑکی ہوں جو اس موتی اس گوہر سے محروم کر دی گئی ہوں اب میں اپنی باقی زندگی کے دن کسی تلاش کے شباب کسی بیوہ کی جوانی ریت پر گرے امرت اور گوہر سے محروم خالی سیپ کی طرح گزارنے پر مجبور ہو گئی ہوں۔

ایک سیہ جب خاموش ہوئی تو شکووں بھری آواز میں قسطو نہ نے اسے مخاطب کیا۔

بیٹی! ایسا گلہ اور شکوہ کر رہا تھا کہ راستے میں نہ تم نے اس سے بات کی نہ اس کی کسی بات کا جواب دیا اور اپنے رویے سے تم نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ تم اسے ناپسند کرنے لگی ہو۔

ایک سیہ کے لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اپنی ماں کی طرف دیکھے بغیر گردن جھکائے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

ماں! بے آبرو ہونے کے بعد میں آنکھوں سے گرا ہوا آنسو دیرانوں میں چرواہے کا گیت اور زندگی کی آخری شب ہوں جس سے کوئی مستفید نہیں ہوتا۔ میں اب لا صوت و بے صدا اور تنہائی میں بدنامی کا انا ہوا چہرہ ہوں۔ جسے کوئی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ میرے جسم کے جھروکوں سے روشنی نکال لی گئی ہے۔ اس کے بعد میں جلتی دھوپ کا ایک لمبا سفر ہوں جس پر چل کر کوئی اپنی منزل نہیں پاسکتا ماں میں بے آبرو ہونے کے بعد وہ صحرا ہوں جس میں کوئی کشف حکایت نہیں وہ صدف ہوں جس میں موتی نہیں وہ پتھر ہوں جس میں گوہر نہیں وہ سہبا ہوں جس میں تخمیں نہیں وہ پھول ہوں جس



عمیمہ بے آبرو ہونے کے بعد میں ایک تاریک نہاں خانہ ہوں جب کہ امیر صبح کے نور کی شادابی میں اور وہ زندگی کے ساتھی کیسے بن سکتے ہیں۔ میں نفرت کئے جانے والا ایک جہنم ہوں جبکہ امیر شبنم کا کوئل پودا۔ جس کے ساتھ میں نہیں چل سکتی۔ میں طعنوں سے بھرا ہوا دل ہوں جبکہ امیر ہوا کے دوش پر بکھرتا سنگیت جن کا ملاپ ناممکن ہے۔ میں وہ شجر ہوں جس کی چھاؤں بھی اچھی نہیں لگتی۔ وہ پیڑ ہوں جس کے سب ٹرنوٹ گئے ہوں جبکہ امیر نیکی کی صبح کا ستارا ہیں۔ میرا ان سے کیا میل کیا جوڑ اور پھر سوچو کیا نور اور خاک بھی آپس میں ملے ہیں۔

اس موقع پر غمران نے اپنی بیٹی عمیمہ کے کان میں تھوڑی دیر کھسر پھسر کی شاید اس نے کہا تھا کہ اس موضوع سے ہٹ کر ایک سیہ سے گفتگو کرنی چاہئے جس پر عمیمہ نے موضوع فوراً بدل دیا پھر تینوں دیوان خانے میں ہی بیٹھ کر ایک سیہ کا دل بہلانے لگی تھیں۔

ایتاخ قصر میں داخل ہوا۔ اس وقت قصر کے احاطے میں جو کھلا اور وسیع باغچہ تھا اس میں براہِ ساق معصم اکیلا چہل قدمی کر رہا تھا۔ ایتاخ کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف لپکا۔ ایتاخ کو خوش آمدید کہتے ہوئے پہلے اس کو گلے لگایا پھر پر جوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لگتا ہے تم جو اچانک سرحدوں سے سامرہ آ گئے ہو تو کوئی اہم معاملہ ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہے تو قصر کے اندر جا کر بیٹھتے ہیں۔ ایتاخ دھیرے سے مسکرایا کہنے لگا۔

امیر المومنین! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل میں ایک سیہ کو قسطنطنیہ سے لے کر آیا ہوں تھوڑی ہی دیر پہلے میں سامرہ میں داخل ہوا ہوں۔ ایک سیہ کو اس کی ماں کے پاس چھوڑنے کے بعد میں سیدھا آپ سے ملاقات کرنے چلا آیا ہوں۔ امیر المومنین میں رکوں گا نہیں۔ اسحاق بن یحییٰ نے اگر زیادہ زور ڈالا تو میں صرف ایک شب یہاں قیام کروں گا۔ کل میں ہر صورت میں واپس اپنی لشکر گاہ کی طرف چلا جاؤں گا۔

ایتاخ کے اس انکشاف پر معصم کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ جو تم ایک سیہ کو قسطنطنیہ سے نکال لائے ہو تو یہ ایک بہت بڑا معرکہ اور کٹھن کام ہے اس کے لئے میں جس قدر بھی تمہاری تعریف کروں کم ہے۔ کچھ پتہ چلا کہ اسے کس نے یہاں سے اٹھایا تھا اور قسطنطنیہ میں اس پر کیا ہوتی۔

جواب میں وہاں کھڑے ہی کھڑے ایتاخ نے ایک سیہ کے انخواہنے اس کے وہاں بے آبرو ہو جانے اور پھر جس طریقے سے وہ ایک سیہ کو نکال کر سامرہ لایا تھا اس کی پوری تفصیل اس نے معصم سے کہہ دی تھی۔

ایک سیہ کی بے آبروئی اور بے عصمتی کا سن کر کچھ دیر انتہائی دکھ اور افسوس میں معصم کی گردن جھکی رہی، کچھ بول نہ سکا تھا۔ پھر اس نے ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ میرے بیٹے! کسی عورت کی عصمت اس کی آبرو اس کے چہرے کی دقتی چاندنی اس کے لہجے کا چمکتا زمزمہ اس کی آنکھوں کی شرکیں مسکراہٹ ہوتی ہے۔ عورت کی عزت اس کی عصمت اس کا ناموس اس کی ذات کی شیرازہ بندی ہوتی ہے جس میں وہ خود کو سیٹھ رہتی ہے۔ وہ لوگ جو کسی کی کنواری سانسوں میں جھانکتے ہیں انتہائی بد بخت ہیں۔ انتہائی گنہگار بدکار لوگ ہیں۔ اس لئے کسی عورت کو بے آبرو کرنا اس کے دل کو چاک کرنے کے مترادف ہے۔

میرے بیٹے! تم نے بہت اچھا کیا کہ تم نہ صرف یہ کہ ایک سیہ کو اس جہنم سے نکالا بلکہ جس نے اسے انخوا کیا اس کو بھی قتل کر دیا۔ اب یہ جو تم نے کہا ہے کہ ایک سیہ کسی سے بات نہیں کرتی۔ گم سم ہوگئی ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں میں تھوڑی دیر تک شاہی طبیب کو بھیجتا ہوں وہ اس کا جائزہ لے گا اگر اسے کسی دوا کی ضرورت ہوئی تو وہ تجویز کرے گا ویسے اس کا بے آبرو ہو جانا ہی اس کے لئے سب سے بڑا دکھ اور روگ ہے اور اس روگ سے وہ آہستہ آہستہ ہی نکلے گی۔ زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

معصم جب خاموش ہوا تو ایتاخ نے کہنا شروع کیا۔

امیر المومنین! میں آنے والی شب شاید محترم اسحاق بن یحییٰ کے ہاں قیام کروں۔ کل میں یہاں سے اپنے لشکر کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں یا آپ اس سلسلے میں کوئی اور کام تو نہیں لینا چاہتے۔

بیٹے یہ جو تو آذر بایجان سے آکر ارض شام کی طرف گئے اور وہاں رومنوں کو شکست دینے کے بعد تو نے وہیں قیام کرنا پسند کیا تو یہ تو نے میرے دل کی آواز پر گویا عمل کر کے دکھا دیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم اور اشناش کچھ عرصہ سرحدوں پر رہو۔ اس طرح رومنوں کو ہماری شامی سرحدوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہیں ہوگی۔ اب اگر تم ایک رات اسحاق بن یحییٰ کے ہاں قیام

نے کے بعد اگلے روز اپنے لشکر کی طرف واپس جانا چاہتے ہو تو اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سامرہ میں ہمیشہ تمہاری کمی محسوس کی جاتی ہے لیکن جو کارہائے تم ارض شام میں سرانجام دے رہے ہو وہ کسی عام سالار کے بس کا روگ نہیں ہیں۔ تم نے جو ان کے دو جرنیلوں کے علاوہ ان کے ازبیر اور قونیہ کی طرف سے آنے والے لشکریوں کو بھی شکست دے کر بھگا دیا تو ایک طرح سے تم نے رومنوں کے جسد خاکی میں اپنا زہر آلود خنجر پکے رکھ دیا ہے۔ اب وہ اگر ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو کافی سوچ و پچار کے ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے اور اگر وہ قدم اٹھاتے ہیں تو بڑے پیانے پر اٹھائیں تاکہ اپنی شکستوں کا انتقام ہم سے لے سکیں۔

معصم نے کسی قدر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے تم نے جو سرحدوں پر قیام کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ بہت اچھا اور عمدہ ہے تم اور اشناش وہاں نہ ہوتے تو یقیناً رومنوں کے دونوں جرنیل ترک تار کرتے ہوئے دور تک علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتے۔

امیر المومنین! اگر آپ کو مجھ سے کوئی اور کام نہ ہو تو میں جاؤں۔ بڑی عاجزی سے ایتاخ نے اکی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا اور اگر آپ کی اجازت ہو تو کل میں یہاں سے اپنے طرف کوچ کر جاؤں۔

تم ایک لمبے سفر سے آئے ہو۔ بیٹے اگر تم آج میرے پاس نہ آتے تو بھی مجھے کوئی شکوہ نہ ہوتی۔ جاؤ جا کے آرام کرو اور کل کسی وقت بھی جب تم چاہو مجھ سے ملاقات کے بغیر تم لمکی طرف روانہ ہو سکتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی ایتاخ قصر سے نکل گیا تھا۔

ایتاخ ابھی درمیانہ روی سے چلتے ہوئے قصر سے تھوڑی ہی فاصلے پر تھا کہ سامنے کی طرف ب سالار عجیف بن عنبہ آتا دکھائی دیا۔ قریب آکر عجیف بن عنبہ نے بازو پھیلا دیئے بڑے پر جوش انداز میں وہ ایتاخ سے بغل گیر ہو گیا تھا جب علیحدہ ہوا تو بڑی رازداری میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ایتاخ میرے بھائی میں تم سے ملنے کے لئے اسحاق بن یحییٰ کے ہاں گیا تھا لیکن پتہ چلا کہ تم

نئے موبذ نے ان کی تائید کی ہے اور یہ۔۔۔۔۔۔

عجیف بن عنبنہ فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا۔

اگر موبذ نے ان الزامات کی تائید کی ہے جو میں نے افشین پر لگائے تھے تو پھر موبذ کہاں ہے۔ اگر اس افشین کو بھٹک بھی پڑ گئی کہ موبذ سے ہم نے تفصیل حاصل کر لی ہے اور موبذ افشین کے خلاف بولنے پر تیار ہو گیا ہے تو یاد رکھنا افشین اول تو اس موبذ کا خاتمہ ہی کر دے گا۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو اسے ایسی جگہ پہنچائے گا جہاں سے اس کی واپسی ہی ممکن نہ ہو۔

عجیف بن عنبنہ! موبذ کے متعلق تم فکر مند نہ ہو۔ وہ میری حفاظت میں ہے۔ افشین تو کیا اس کا باپ بھی اگر آ گیا تو موبذ پر اپنی گرفت نہیں کر سکے گا۔ موبذ کو اب میں اسی افشین کے خلاف متبادل کروں گا لیکن اس وقت جب میرے پاس افشین کے خلاف کافی ثبوت ہو جائیں گے۔

نہایت تھوڑے ذائقے کے قابل ہو جاؤں گا۔

ایتاخ جب رکا تو عجیف بن عنبنہ نے پھر پوچھ لیا۔

میں نے دو اور آدمیوں کو آپ کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہ بھی افشین کے ستائے ہوئے ہیں۔ ان کے خلاف گواہی دینے کے لئے تیار ہیں۔ کیا ان سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

عجیب اور سوالیہ سے انداز میں ایتاخ نے عجیف بن عنبنہ کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔ تم کن لوگوں کا ذکر کر رہے ہو۔ میرے پاس اس وقت موبذ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے جس وقت وہ آپ کے لشکر میں پہنچے ہوں اس سے پہلے ہی میرے بھائی تم خطبہ جاچکے ہو۔ عجیف بن عنبنہ کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔ پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھے ہوئے نا۔ ایتاخ میرے بھائی کیا تم قسطنطنیہ سے نکلنے کے بعد اپنے لشکر سے ہوتے ہوئے آئے ہو۔

نہیں! ایک سیاح کو وہاں سے نکالنے کے لئے میں اور اشائس دونوں مسلح دستے کے ساتھ گئے تھے۔ اشائس چند سواروں کے ساتھ لشکر کی طرف چلا گیا اور میں سامرہ چلا آیا۔ میں اپنی لشکر گاہ میں ٹپک گیا۔

اگر یہ بات ہے تو پھر وہ دو اشخاص جو میں نے تمہاری طرف روانہ کئے تھے وہ تمہاری غیر موجودگی میں وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔

قصر کی طرف آئے ہو۔ اچھا ہوا تم مجھے راستے ہی میں مل گئے۔ جو گفتگو میں تم سے کرنا چاہتا ہوں میرے خیال میں اس کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ اور ہو ہی نہیں سکتی۔ نہ میں یہ بات کسی دیوار خانے میں یا کسی کی حویلی اور گھر میں بیٹھ کر کر سکتا ہوں۔

ایتاخ نے فکر مندی سے عجیف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ کیا بات ہو گئی میرے بھائی! کوئی بڑا حادثہ ہو گیا ہے یا کوئی خونی انقلاب رونما ہونے والا ہے۔

یوں جانو خونی انقلاب ہی رونما ہونے والا ہے۔ کچھ پارسی سرخ آندھی کی طرح چھانے ہوئے اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر کے پارسیوں کی سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

ایتاخ فکر مند ہو گیا، کہنے لگا۔ عجیف جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔ عجیف نے ایک بھر پور نگاہ ایتاخ پر ڈالی پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

پہلے یہ بتاؤ کہ جس آتش پرست موبذ کا میں نے ذکر کیا تھا اور جس کی نشاندہی تم نے مجھ۔ وعدہ کیا تھا کہ تم اس سے پوچھ گچھ کرو گے اور اسے گرفتار کر دو گے اس کا کیا کیا؟

ایتاخ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔ عجیف بن عنبنہ! جو کچھ تم نے کہا تھا سچ تھا۔ جو الزام تم نے افشین پر لگائے تھے۔ انہیں موبذ نے قبول کیا ہے۔ وہ موبذ میری حراست میں ہے۔ فکر مند نہ ہونی الحال صرف موبذ کا ہا

لیتے ہوئے۔ افشین کے خلاف حرکت میں آیا میں جاسکتا اس کے لئے کافی ثبوت چاہئیں اور جب میرے دل میرے ضمیر نے کہا کہ ثبوت کافی ہو گئے ہیں تو یاد رکھنا میں اس افشین پر ایسی گرد ڈالوں گا اسے ایسا جکڑوں گا کہ اسے ہلنے اور بھاگنے نہیں دوں گا۔

عجیف بن عنبنہ اچانک سر کو جھٹکتے ہوئے بول پڑا۔ ایتاخ میرے بھائی میں بھی کتنا احمق اور غیر ذمہ دار ہوں۔ سب سے پہلے تو مجھے تمہارے

کارنامے اور اس معرکے کی تعریف کرنا چاہئے کہ تم یہ عافیت ہماری بہن ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر سامرہ لے آئے ہو۔

تمہیں اس کے لئے میری تعریف اور شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام بہرہ کسی کو کرنا ہی تھا۔ اگر یہ کام خداوند قدوس نے میری جھولی میں ڈالا ہے تو یہ میرے لئے ایک سعادت ہے۔ اب مطلب کی بات کرو۔ میں تمہیں یہ تو بتا چکا ہوں کہ جو الزام تم نے افشین پر لگا

ایتاخ بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

وہ کون ہیں؟ جن کا تم ذکر کر رہے ہو۔

عجیف بن عنبرہ نے اس بار کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

وہ دونوں ترکستان کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اس علاقے میں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنائی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک امام ہے دوسرا مؤذن۔ انہوں نے جب مسجد بنانے کے بعد مسلمانوں کو وہاں نماز پڑھانا شروع کی اور وہاں لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرنا شروع کی تو ایک بار جب افشین وہاں گیا ہوا تھا تو اسے پتہ چلا کہ ایک امام اور مؤذن دونوں پارسیوں کے اندر اسلام پھیلا رہے ہیں۔ اور انہوں نے وہاں ایک بہترین مسجد بنائی ہے اور ایک بت خانے میں داخل ہو کر انہوں نے بت بھی توڑے ہیں۔

افشین کو جب خبر ہوئی تب اس نے امام اور مؤذن کو بلایا۔ ان سے اس نے پوچھا کہ کیا انہوں نے مسجد بنائی ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا انہوں نے پارسیوں کے بت توڑے ہیں۔ جب انہوں نے اس بات کا بھی اقرار کیا تب انہیں افشین نے اس قدر کوڑے لگائے کہ ان کی پیٹھ کا چمڑا ادھیڑ کر رکھ دیا۔ اس وقت بھی ان کی پیٹھ کا گوشت ادھڑا ہوا ہے۔ زخم گو مندمل ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کی پیٹھ بتاتی ہے کہ ان پر بڑا ظلم بڑا جبر کیا گیا ہے۔

وہ افشین کے اس سلوک سے بڑے بے زار تھے اور کسی کے پاس شکایت کرنا چاہتے تھے لیکن لوگوں نے انہیں ڈرا دھمکا دیا کہ اگر انہوں نے افشین کی شکایت امیر المومنین معصم سے کی تو معصم ان کی کسی بات پر اعتبار نہیں کرے گا بلکہ انہیں ایسی سزا دے گا جو ان کے لئے عبرت بن جائے گی۔ لہذا کچھ عرصہ تو وہ خاموش رہے لیکن اندر ہی اندر لوگوں سے پوچھ گچھ کرتے رہے کہ آخر افشین کو اس کے اس جرم کی سزا تو ملنی چاہئے اور اس کے لئے انہیں کسی کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے۔

آخر انہیں کسی نے مشورہ دیا کہ تم امیر المومنین کے جنگی مشیر ایتاخ کے پاس جاؤ اور سارا معاملہ اس کے سامنے پیش کر دو کہ کسی طرح تم دونوں کی مدد ضرور کرے گا۔ اس مشورے کے بعد دونوں تم سے ملنے کے لئے یہاں سامرہ میں آئے۔ بے چارے چھپتے چھپاتے سامرہ میں رات کے وقت داخل ہوئے۔ جس وقت وہ داخل ہوئے تو ان کی خوش قسمتی کہ میری ان سے ملاقات ہو گئی۔ مجھ سے ملتے ہی انہوں نے تمہارا پوچھا میں نے ان سے تفصیل جاننے کی کوشش کی لیکن

ڈرے ڈرے سہے سہے کچھ بتاتے نہ تھے۔ آخر میں نے جب ان پر انکشاف کیا کہ افشین تو میرا بڑا دشمن ہے اور ایتاخ میرا بھائی ہے تب وہ میرے ساتھ میری حویلی میں جانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اور جو تفصیل انہوں نے مجھ سے کہی ہے وہی تفصیل میں نے تم سے کہہ دی ہے۔

میں نے اگلا دن انہیں اپنے ہاں رکھا۔ انہیں ہر قسم کا آرام اور آسائش مہیا کی۔ اگلے روز وہ برے کہنے پر عشاء کی نماز کے بعد تمہارے لشکر کی طرف جانے کے لئے یہاں سے روانہ ہو گئے۔ برے خیال میں اب تک وہ شناس کے پاس پہنچ چکے ہوں گے۔ اگر تم واپس جاؤ تو ان دونوں سے افشین کے متعلق تفصیل ضرور جاننے کی کوشش کرنا۔ ان کی بتائی ہوئی تفصیل افشین پر گرفت لڑنے کے لئے تمہارے کام آ سکتی ہے۔ ہو سکے تو موبذ کی طرح ان دونوں کو بھی اپنی حراست اور بی حفاظت میں لے لینا۔ وہ دونوں بڑے کام کے آدمی ہیں۔ انتہائی مخلص، انتہائی دیندار۔۔۔۔۔

عجیف بن عنبرہ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی بات کانتے ہوئے ایتاخ بول پڑا۔ تمہیں فکر نہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ شناس کے پاس پہنچ چکے ہیں تو شناس ان دونوں کی خوب طاقت کرے گا۔ میں واپس جا کر ان سے تفصیل جانوں گا اور انہیں بھی موبذ کے ساتھ اپنی طاقت میں لے لوں گا۔ لگتا ہے اس افشین پر گرفت کرنے کے دن قریب سے قریب تر آتے جا رہے ہیں۔

ایتاخ تھوڑی دیر کے لئے رکا، کچھ سوچا اور پھر وہ بڑے غور سے عجیف بن عنبرہ کی طرف لمبے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عنبرہ میں تو کل یہاں سے اپنے لشکر کی طرف چلا جاؤں گا میری غیر موجودگی میں تم کام کرنا۔ اگر تم اسے کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو یاد رکھنا بہت جلد ہم اس افشین پر گرفت لڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے یہ بات تو طے ہے کہ یہ بظاہر مسلمان ہے لیکن اندر سے پکا اور کٹر آتش پرست ہے لیکن یہ تو ہمارا اپنا خیال ہے۔ جو ثبوت ملے ہیں انہیں استعمال کرتے ہوئے ملن کو معصم کی نگاہوں میں آتش پرست ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔ بہر حال میں مایوس نہیں ہوں کہ چکا ہوں کہ ایک نہ ایک روز اس کے خلاف حرکت میں ضرور آؤں گا۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میری غیر موجودگی میں تم کسی نہ کسی طرح افشین کے ذاتی غلام داجس سے رابطہ قائم کرنا۔ داجس اس افشین کا بہت بڑا راز دان ہے اور اس کے سارے کاموں نہ آگاہی رکھتا ہے۔ اسے لالچ دو۔ اسے رقم مہیا کرو۔ گاہے گاہے تھوڑی بہت رقم اسے اس اخراجات کے لئے دیتے رہو اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھنا وہ تم پر بھروسہ اور اعتماد کرنے لگے گا۔ افشین کے متعلق اس سے خبریں حاصل کرنا تمہارے لئے کوئی مشکل نہیں رہے گا اگر تم داجس سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا افشین کے خلاف حرکت میں آنا ہمارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا۔

ایتاخ میرے بھائی یہ تم نے بڑی اچھی ترکیب بتائی ہے یہ معاملہ کبھی میرے ذہن میں آ نہیں۔ داجس واقعی بڑے کام کا آدمی ہے۔ اور یہ افشین اس پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرتا۔ میرے بھائی تم بے فکر رہو میں آج سے ہی اس کام کی ابتدا کروں گا۔ داجس کو لو بھ اور لالچ رہو گا۔ اسے گاہے بگاہے اچھی رقم بھی دیتا رہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد میں اسے اپنے اور بھروسے میں لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

عجیف بن عنبنہ کہتے کہتے رک گیا تھا۔ اس لئے کہ ایک طرف سے افشین آتا دکھائی اس کے ساتھ اس کا غلام داجس بھی تھا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھتے ہوئے عجیف بن عنبنہ کہنے ایتاخ میرے بھائی اب میں جاتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ نہ میں اس شخص کو پسند کرتا ہوں مجھے برداشت کرتا ہے۔ لہذا ہم دونوں تو ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے میں تم سے جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا میرے خیال میں اب وہ بھی تم سے ملنا پسند کرے گا لہذا میں جاتا ہوں۔ اس کے ساتھ ایتاخ کے جواب کا انتظار کے بغیر عجیف بن عنبنہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

افشین اور اس کا غلام داجس دونوں آہستہ آہستہ اس جگہ آئے جہاں ایتاخ اور عجیف بن عنبنہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔ افشین کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ایتاخ وہاں سے ہٹا نہیں آ کر بڑے پر جوش انداز میں ایتاخ سے ملا اس کے بعد اس کے غلام داجس نے ایتاخ سے کرنا چاہا لیکن ایتاخ اس کی طرف بڑھا پہلے بڑی گرم جوشی میں اسے گلے لگایا پھر زوردار معصا اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ افشین نے ایتاخ کو مخاطب کرنے میں پہل کر دی تھی ایتاخ! میں کافی دیر سے دور کھڑا تمہیں اور عجیف بن عنبنہ کو دیکھ رہا تھا۔ آج کل!

ساتھ تمہاری رفاقت بڑی گاڑھی ہو رہی ہے اور بڑی رازداری کے ساتھ دونوں یہاں کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔ میں رک کر تمہیں دیکھتا رہا میں چاہتا تھا تم دونوں گفتگو کر لو تب میں آگے آؤں جب تم دونوں نے گفتگو کو طول دیا تب مجبوراً مجھے قصر کی طرف آنا پڑا۔ کیا کسی خاص موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ یہ سارے الفاظ افشین نے بڑے طنزیہ سے انداز میں کہے تھے۔

اس کے اس انداز کی چیخیں کو ایتاخ نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ کچھ دیر تک اسے تیز نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر مخاطب کر کے کہنے لگا۔

افشین! کیا تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے خلاف کوئی سازش تیار کر رہے تھے۔ سنو! لگتا ہے تمہارے ذہن میں بد اعتمادیاں گردش کرتی رہتی ہیں۔ یہ یاد رکھنا جب فلک پر ابراہیم کے سیاہ اہل نمودار ہوتے ہیں۔ جب خزاں آ کر دریاؤں میں ٹھہر جاتی ہے۔ جب وقت کے مینار کی روشنی مل گھائل ہو جانے والے دل اپنی منزل کو روانہ ہوتے ہیں تو یہ حالات و واقعات سب کی نظر کے سامنے آتے ہیں۔ ہر کوئی انہیں دیکھتا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میرے اور عجیف بن عنبنہ کے درمیان اس کوئی گناہ قربت کا تصور ہے۔ اور ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی اور نا آشنا ہیں۔ افشین! وہ ہمارے لشکریوں کا ایک بہترین سالار ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ تمہاری اور اس کی آپس میں ہمتی نہیں۔ تم ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس شخص کو تم پسند نہ کرو اسے میں بھی پسند نہ کروں۔

افشین! تمہارے الفاظ اور تمہاری حالت سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہر وقت تمہاری بات کے حصار میں زہریلے اور ڈنگ مارنے والے حروف جنم لیتے رہتے ہیں۔ لیکن میں ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا تم جانتے ہو میں ایتاخ حالات کے جبر کے سامنے بھی ظاہر دار اور مبالغہ بننا پسند نہیں کرتا۔ غموں سے ہنس کر وصال کر لیتا ہوں۔ کسی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرتا۔ ہم اگر کوئی میری آسودگی کے بیچ گرد کی دیوار بننے کی کوشش کرے تو پھر میں اس کی ہستی کی چٹان اور یزیدہ اور اس کی ذات کی ساری طنائیں کھینچ کر کاٹ دینے کی ہمت اور جرأت بھی رکھتا ہوں۔ افشین! ایک بات یاد رکھنا کبھی بھی اپنے لہادے سے باہر ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ جو منصب میں سونپا گیا ہے۔ اس منصب کی مانگ سے ایک قدم بھی باہر چھلانگنے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر ایسا

کرو گے تو کٹ کے رہ جاؤ گے۔

ایتاخ کی اس گفتگو نے افشین کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ اپنے لبوں کی خشکی پر اس نے زباں پھیری پھر کہنے لگا۔

ایتاخ! لگتا ہے۔ میری باتوں کو تم نے ناپسند کیا ہے۔ میرا مقصد تمہاری دل شکنی کرنا نہیں تھا میں جانتا ہوں تم دیدہ و نادیدہ کے درمیان امتیاز رکھنے کا ہنر جانتے ہو۔ دست و بازو کی بے نام اندم تھکن کے سامنے جھکنے والے نہیں۔ شہر بھاگے آخری سپاہی کی حیثیت سے فنا کے لشکر کے سامنے ہم جم جانے والے ہو۔ میں تو بس ازراہ نفس پوچھ رہا تھا کہ کیا عجیف بن عنبہ کے ساتھ کسی خاص موضوع پر بات ہو رہی تھی۔

ایتاخ نے طنزیہ انداز میں لمحہ بھر کے لئے افشین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔  
افشین! اب میں اور تم یہاں کھڑے جو باتیں کر رہے ہیں ہمیں کوئی اور سالار دیکھے اور وہ سوال کرے کہ کسی خاص موضوع پر بات ہو رہی ہے۔ تو تم کیا کہو گے۔

افشین شرمندہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بول نہ سکا۔ ایتاخ نے پھر اسے مخاطب کیا۔  
افشین! کسی کے حالات کو کریدنے کی کوشش مت کرو۔ میں قصر میں امیر المومنین کے پاس ہوا تھا۔ نکلا تو عجیف بن عنبہ مل گیا۔ اصل میں وہ میرے ساتھ اپنے ذاتی امور پر گفتگو کر رہا تھا اس کی گفتگو سے تمہیں کسی شک و شبہ میں مبتلا نہ ہونا چاہئے اگر ایسا کرو گے تو جواب میں عجیف بن عنبہ بھی ایسا ہی کرے گا جیسا تم کرو گے۔ اس طرح تم دونوں کے درمیان ناچاقی، نا اتفاقی، رقابت و دشمنی گہری ہوتی چلی جائے گی اور پھر کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ تم ایک دوسرے دست و گریبان پکڑ کر باز پرس کرنے کی منزل پر آن کھڑے ہو گے اور جس دن ایسا ہوا یاد رکھو دونوں برباد ہو جاؤ گے۔

ایتاخ کی گفتگو نے افشین کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ فوراً اس نے اپنے لبوں پر مسکراہٹ کبھی چند قدم آگے بڑھا۔ ایتاخ کے شانے پر ہاتھ رکھا اسے تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

ایتاخ میرے بھائی لگتا ہے تم کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گئے ہو۔ بہر حال عجیف بن عنبہ مجھے کوئی دشمنی ہے نہ عداوت۔ وہ خود ہی مجھ سے کترا تا رہتا ہے۔ مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کر بہر حال میرا مقصد تمہاری دل شکنی کرنا نہیں اس کے باوجود اگر جو الفاظ میں نے استعمال کئے

ن سے کوئی گراں گزرا ہو تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ اس کے ساتھ ہی افشین نے اس کے ساتھ مصافحہ کیا اور اپنے غلام داجس کے ساتھ وہ قصر کا رخ کر رہا تھا جبکہ ایتاخ بھی مڑا۔ حویلی کی طرف جا رہا تھا۔



ایتاخ جب اپنی حویلی میں داخل ہوا، صطبل کے قریب آیا تو اس کا گھوڑا اسے دیکھ کر ہنہانیا، پھڑپھڑانے لگا تھا۔ ایتاخ صطبل میں داخل ہوا۔ گھوڑے کے آگے جو چار اڈالا ہوا تھا اس تھ پھیرا پھر گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، اسے کھول کر ایک طرف پانی کی بھری ہوئی جونا تھدی کے پاس اسے لے گیا۔ گھوڑے نے پانی پیا۔ دوبارہ ایتاخ نے اسے وہاں باندھ دیا تھا۔ اسے وہ نکلنے ہی لگا کہ حویلی کے اندرونی حصے سے عمیمہ اور ایکاسیہ نمودار ہوئی تھیں۔ ایکاسیہ ایک ستون کے پاس کھڑی ہو گئی تھی جبکہ عمیمہ ایتاخ کی طرف بڑھی۔ تھوڑا سا آگے آ کر عمیمہ ب مڑ کر دیکھا تو ایکاسیہ وہیں دور کھڑی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے عمیمہ پریشان سی لی۔ بہر حال وہ ایتاخ کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ایتاخ بھائی! ایکاسیہ کی حالت عجیب و غریب ہو گئی ہے۔ نہ کسی سے بات کرتی ہے نہ بولتی ہے جو کام کرنے کو کہواٹھ کے شروع ہو جاتی ہے۔ بالکل بچھ سی گئی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے نے اس سے ایسے ہی کہا آؤ جا کے ایتاخ بھائی کی حویلی کی صفائی کرتے ہیں۔ منہ سے کچھ نہ بپ چاپ اٹھ کے میرے ساتھ ہو لی تھی حویلی کی ہم دونوں نے صفائی کر دی ہے۔ پورا کام نے میرے ساتھ کرایا ہے۔ لیکن اس دوران ایک لفظ بھی نہیں بولی بس خاموش رہ کر جیسے پہلے تی تھی۔ کام میں لگی رہی ہے۔ آخر بھائی اس کی یہ خاموشی اس کا یہ سکوت کیسے اور کب ٹوٹے

ایتاخ نے ایک اداس سی نگاہ دور کھڑی ایکاسیہ پر ڈالی پھر عمیمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
میری بہن! جب کوئی سادہ دل لڑکی زر کے بازاروں اور حرص و ہوس کے کوچوں میں اپنی اور اپنی ذات کی سب سے قیمتی چیز کھو بیٹھتی ہے۔ تو پھر اس کے ضبط و پندار اور سکون و آسودگی سے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایکاسیہ بے چاری تو سب سے بچے اور صدا دینے والے جگنو جیسی

بے ضرر پھڑ پھڑاتی تتلیوں اور مسکراتے شگوفوں کی طرح معصوم تھی۔ ظالم لوگوں نے اس کی نگاہوں سے خواب چھین کر آنسوؤں کے ستارے اس کے لبوں سے قہقہے چھین کر لاکھم ٹوٹے اور اس سے خوشی کے علم چھین کر اسے دکھوں کے جمود میں کھڑا کر دیا ہے۔ اس کے روشن چہرے پر کالک مل دی گئی ہے۔ روم روم کودہ کاتی جیون کی دکھاری یادیں اس کا مقدر بنادی گئی ہیں۔

میری بہن! وہ لڑکی جو خوبصورت بھی ہو اور حسین ترین بھی ہو اور جس کا تن مدھوماس اور جس کے خواب ہی اس کا بن باس ہوں جب اس کے احساس میں کانٹے چھو دیئے جائیں جب اس کے انتہائے زندگی کے کناروں کو سلگا دیا جائے تب وہ بے چاری سایوں کے قافلوں اور صحرا کے خوابوں میں یادوں کے تابوت اٹھائے ایک اچھوت کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یہی حالت اس ایکاسیہ کی بھی ہے۔

یہ مجھ سے بات نہیں کرتی مجھے دیکھتے ہی منہ پھیر لیتی ہے۔ دور کھڑی ہو جاتی ہے۔ مجھے اس سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں ہے۔ میں جس طرح پہلے اسے چاہتا تھا۔ اس سے محبت کرتا تھا۔ اسی طرح اس کو چاہتا اور اس سے محبت کرتا رہوں گا۔ اسے اس کی اصل حالت پر لانے کے لئے ہم سب کو کوشش کرنا ہوگی۔ ورنہ یہ بے چاری یونہی گیلی لکڑی کی طرح سلگ سلگ کر جان دے دے گی۔ یہ باطنی طور پر زخمی اور رومانی طور پر گھائل ہو چکی ہے۔ اس کا علاج کسی طبیب سے نہیں۔ اس کا علاج ہم سب کو ہی کرنا ہے۔ ہم سب مل کر اگر اسے اپنے ساتھ مصروف رکھیں اسے اپنی شفقت دیں اسے اپنی محبت سے نوازیں تو ایک نہ ایک دن ضرور ایسا آنے کا کہ یہ بولے گی اپنے جذبات کا اظہار کرے گی اپنی ضروریات کے لئے الفاظ بھی استعمال کرے گی۔ گویہ ایک کٹھن کام ہے لیکن بہر حال اسے ہم نے ایکاسیہ کی خاطر کرنا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایساخ رکا پھر عیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

میری بہن! میں ذرا لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں میں نے تھوڑے سے کام نہانے ہیں۔ شام کا کھانا میں تم لوگوں کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی ایساخ حویلی سے نکل گیا تھا۔ جبکہ عیمہ مزی اور اس جگہ آئی جہاں ایکاسیہ کھڑی تھی پھر ایکاسیہ کا اس نے ہاتھ تھاما حویلی کا صحن عبور کرتے ہوئے دونوں صدر دروازے پر آئیں۔ دروازہ انہوں نے بند کیا پھر عیمہ ایکاسیہ کو اپنی حویلی کی طرف لے جا رہی تھی۔

افشین اپنے غلام دا جس کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ جس کمرے میں وہ دونوں داخل ہوئے اس میں پہلے سے افشین کا رشتہ دار منگجور بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی منگجور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے افشین نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ منگجور نے دیکھا افشین کچھ سنجیدہ اور افسردہ تھا لہذا اس کی طرف دیکھتے ہوئے منگجور نے پوچھ لیا۔

لگتا ہے کچھ ہوا ہے۔ کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ اس طرح سنجیدہ اور افسردہ ہیں۔

آپ قصر کی طرف گئے تھے۔ کیا امیر المومنین نے آپ سے کچھ کہا۔ یا کسی کے کان میں یہ ہنک پڑ گئی ہے کہ ہم اپنی آتش پرستوں کی حکومت قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

افشین چونکا اور منگجور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

منگجور ایسی گفتگو دھیمے لہجے میں کیا کرو۔ کسی نے سن لیا تو یاد رکھنا۔ تم سب لوگوں کے ساتھ مجھے بھی دار پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ ایسی کوئی بات نہیں نہ امیر المومنین نے مجھے کچھ کہا ہے۔ اس کے بعد افشین نے تفصیل کے ساتھ قصر کی طرف جانے اور راستے میں ایساخ اور عجیف بن عنبہ کے اکٹھے ہو کر کافی دیر تک گفتگو کرتے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سنا ڈالا تھا۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد افشین نے پھر کہنا شروع کیا۔

منگجور! آج جو میں نے اتنی دیر تک اس عجیف بن عنبہ اور ایساخ کو اکٹھے کھڑے ہو کر لازدارانہ سے انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تو اس وقت لمحہ بھر کے لئے میرا دل دہل گیا تھا۔ میرے عزیز عجیف مجھے اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے اور میں اسے اپنی موت خیال کرتا ہوں۔ جہاں تک میرے آدمی مجھے بتا چکے ہیں عجیف پہلے ہی عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی جیسے سالاروں کو

افشین جب خاموش ہوا تب منکجور نے دکھ اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ آپ نے قصر سے باہر جو ایتاخ اور عجیف بن عنبنہ کو اکٹھے کھڑے ہو کر علیحدگی میں گفتگو کرتے دیکھا ہے تو کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے خلاف ہی کوئی لائحہ عمل اختیار کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے ایتاخ کسی اور موضوع پر عجیف بن عنبنہ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہو۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ایتاخ قسمت کا بڑا دھنی ہے۔ دیکھو! ایک سیہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ پہنچا دیا گیا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ ایتاخ اسے وہاں سے بھی نکال کر یہاں لے آیا ہے۔ یہ کسی عام آدمی کا کام نہیں ہے اور نہ کوئی عام آدمی ایسا کر سکتا ہے۔ افشین میرے محترم! میں آپ کی اس بات سے تو اتفاق کرتا ہوں کہ اگر عباس بن مامون، عجیف بن عنبنہ اور عمر فرغانی کے ساتھ یہ ایتاخ بھی شامل ہو گیا تو پھر ہمارا یہاں رہنا۔ ہمارا یہاں جینا مشکل نہیں بلکہ بالکل ہی ناممکن ہو کے رہ جائے گا۔ اور پھر جیسا کہ سب سے بڑی بات آپ خود بتا چکے ہیں کہ معصم کو ایتاخ کے خلاف بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس صورت میں ہمیں عباس بن مامون، عجیف بن عنبنہ اور عمر فرغانی کے خلاف اپنی کوششوں کو تیز کر دینا چاہئے۔ یہ عجیف بن عنبنہ انتہا درجہ کا زہریلا انسان ہے۔ ہمارے آدمیوں نے کئی مواقع پر اسے سنا کہ وہ آپ کو گالیاں تک دیتا ہے۔ اور اپنے کچھ آدمیوں کے سامنے اس بات کا بھی اظہار کرتا ہے کہ آپ ظاہر طور پر مسلمان ہیں۔ دل سے آپ نے اسلام نہیں قبول کیا ہوا۔ یہ باتیں اگر عام لوگوں میں مشہور ہو گئیں تو یاد رکھئے گا ہمارا جینا مشکل ہو جائے گا اور ہمیں دو گوں کو طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہوئے یقین دلانا پڑے گا کہ ہم دل سے مسلمان ہیں۔ اسلام کو ہم نے ظاہری طور پر قبول نہیں کر رکھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر ہم نے ان تینوں کا خاتمہ نہ کیا یا انہیں اپنے راستے سے ہٹا کر زندان میں نہ ڈلوا دیا تو ہم نے جو ترکستان کے اندر آتش ہستوں کی اپنی حکومت قائم کرنے کا لائحہ عمل تیار کر رکھا ہے وہ ہوا کے اندر نکلنے کی طرح بکھر کر رہ جائے گا۔ اس کے بعد ہم سب کا جینا حرام اور بے کار ہو گا۔

منکجور جب خاموش ہوا تب افشین نے بھی کسی قدر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

منکجور! تمہارا کہنا درست ہے یہ ایتاخ ہے بڑا دراز دست۔ ایک سیہ کو قسطنطنیہ سے نکال کر

اپنے ساتھ ملا چکا ہے اور ان تینوں کا ایسا اتحاد ہے جیسے توڑا نہیں جاسکتا۔ اب آج جو میں نے ایتاخ کو بھی اس کے ساتھ رازدارانہ گفتگو کرتے دیکھا ہے تو مجھے اپنی شکست اپنے سامنے جھلملاتی دکھائی دی ہے۔ اگر ایتاخ بھی ان کے گروہ میں شامل ہو گیا تو پھر یاد رکھنا ہماری موت، ہماری مرگ اور ہمارے خاتمے پر مہر لگ کے رہ جائے گی۔ اور ہم ان کے سامنے بالکل بے بس ہو کے رہ جائیں گے۔ ایتاخ کو کسی بھی صورت ان تینوں کا ہم نوا نہیں بننا چاہئے۔

جہاں تک ان تینوں کا تعلق ہے۔ تو میں معصم کو ان تینوں کے خلاف کر سکتا ہوں، بھڑکا سکتا ہوں ان کی دیانت داری پر شپے کا اظہار بھی کر سکتا ہوں لیکن جہاں تک ایتاخ کا تعلق ہے۔ اس کے خلاف میں کسی بھی طور حرکت میں نہیں آسکتا اگر میں نے اس کے خلاف معصم سے بات کی تو میری اپنی ذات معصم کی نگاہوں میں مشکوک ہو کے رہ جائے گی۔ لہذا ایتاخ کا اس گروہ میں شامل ہونا ہماری موت کے مترادف ہے۔

میرادل کہتا ہے کہ عجیف بن عنبنہ، عباس بن مامون، الرشید اور عمر فرغانی تینوں کوئی اتنی جلدی ایتاخ کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ لیکن میں بھی بے کار اور ہاتھ دھرے نہیں بیٹھوں گا قبل اس کے کہ یہ تینوں ہماری صداؤں پر خاموشیوں کی ضرب لگائیں۔ قبل اس کے کہ یہ ہماری زندگی کو شکست کا ساز اور ہمارے مستقبل کو رات کے جلتے پروں کی آگ پر لا کھڑا کریں۔ قبل اس کے کہ یہ ہماری سانسوں کو بجھتے لاد اور ہمارے جیسے کو مشکل ترین بنا کے رکھ دیں۔ قبل اس کے کہ یہ تینوں مل کر ہمیں قضا اور اجل کی بیڑیاں پہنا دیں اور ہماری حیات کو رنگین خون میں تبدیل کر دیں۔ قبل اس کے کہ اس سرائے گردش لیل و نہار میں ہمیں اپنے ویران گھروں میں خود اپنے خون سے اپنے چراغ روشن کرنے پڑیں ہمیں خود ان تینوں کے خلاف لفظوں کے خونی ناکہ اذیت گاہوں کی گھائل چیخوں اور لحوں کو پھٹے پرانے بوسیدہ کرب میں تبدیل کر دینے والے کڑے انتظار کی طرح حرکت میں آ جانا چاہئے۔ ہماری فلاح، ہماری آسودگی اسی میں ہے کہ تینوں سلاخوں کے پیچھے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں اور زنجیروں میں پابند ہوں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو منکجور! یہ بات اپنے دل پہ لکھ لو کہ یہ تینوں مل کر ہمارے سنہری ارادوں کو جدائی کے زخموں اور ہمارے سارے جلیس دل نشین کو انہیں بے نوا بنا کے رکھ دیں گے۔ جس روز ایسا آیا وہ دن ہماری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ اور میں وہ دن دیکھنا نہیں چاہتا۔



یہاں لانا کوئی آسان کام نہیں۔ نہ جانے یہ شخص اس کو کیسے وہاں سے نکال لایا ہے۔ قسطنطنیہ میں جا کر ایک سیہ کو تلاش کرنا اور اسے نکال کر یہاں لانا بظاہر ایک ناممکن فعل نظر آتا ہے لیکن میں ایتاخ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس سے ایسے کاموں میں کامیابی حاصل کرنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ اگر وہ اس قابل نہ ہوتا تو معتمد اسے اپنا جنگی مشیر ہرگز مقرر نہ کرتا۔ یہ شخص انتہا درجہ کا مخلص ہے۔ دھوکہ نہیں دیتا۔ اس میں عاجزی اور انکساری بھی ہے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں میری موجودگی میں کئی بار معتمد نے اسے سپہ سالار اعلیٰ کا عہدہ پیش کیا لیکن اس نے یہ کہہ کر اس عہدہ کو ٹھکرا دیا کہ میں افشین اور اسحاق بن یحییٰ دونوں عمر میں چونکہ اس سے بڑے ہیں۔ اس کے باپ کی جگہ ہیں لہذا یہ عہدہ ان دونوں کو ہی ملنے چاہئیں۔ ایسا ہر کوئی نہیں کرتا۔ مجھے اس کی جاں نثاری اس کے مخلص ہونے پر شک نہیں لیکن یہ جو عجیب بن عنبہ علیحدگی میں اس سے گفتگو کرنے لگا ہے۔ اس سے مجھے خوف آنے لگا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ عجیب بن عنبہ ایتاخ کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائے ہمیں عجیب بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کا بندوبست کر لینا چاہئے۔ اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو الٹا ہمارا وہ ایسا بندوبست کریں گے کہ یا تو ہمیں صلیب پر کھڑا کر دیں گے یا ہمیشہ کے لئے زندان کی سلاخیں چاٹنے پر مجبور کر دیں گے۔

افشین لمحہ بھر کے لئے رکا۔ اس کے بعد بے پناہ خدشات کا اظہار کرتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

یہ عجیب بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید تینوں مل کر ہمارے لئے اتنے خطرناک ثابت نہیں ہو سکتے جتنا ایتاخ ہو سکتا ہے۔ اگر ان تینوں نے کوشش کر کے ایتاخ کو بھی ہمارے خلاف اپنے ساتھ ملالیا تو تب یہ بات اپنے دل میں لکھ لینا کہ یہ ایتاخ ہم سب کے دلوں کے راستے ہماری روحوں رگوں میں رقصاں ہمارے لبو تک میں زہر کی ایک لہر اور ترنگ بن کر اتر جائے گا۔ اگر ایسا ہوتا تو یاد رکھنا ہمارے ارد گرد ہماری خواہشوں کی چٹائیں جل پڑیں گی اور تباہی کی پکھلی پر چھائیاں ہمارے تعاقب میں لگ جائیں گی۔

افشین جب خاموش ہوا تب منکجو نے بھی خدشات کا اظہار کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔  
محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ایتاخ کو ان تینوں کے ساتھ ملنے نہ دیا جائے۔  
منکجو کے اس سوال کا جواب افشین دینا ہی چاہتا تھا کہ اس لمحہ اس کمرے میں قسطنطنیہ کا

یہودی طبیب جاسوس سوراب داخل ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی افشین نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ اسے اپنے پاس بٹھایا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سوراب! تم بڑے وقت پر آئے ہو۔ اس وقت میں تمہاری بڑی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ یوں جانو ہم ایک الجھن میں پڑ گئے ہیں۔ اس کے بعد ایتاخ اور عجیب بن عنبہ کی گفتگو اور اس کے بعد اس کی اور منکجو کی جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے سوراب سے کہہ دی تھی۔ اس کے ناموش ہونے پر سوراب نے کہنا شروع کیا۔

محترم افشین! میں خود بڑی پریشانی اور فکر مندی کی حالت میں آپ کی طرف آیا ہوں۔ تمہیں کیا پریشانی اور فکر لاحق ہو گئی ہے۔ غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے افشین نے کہا تھا۔ تمہاری شخصیت تو چھپی ہوئی ہے کوئی تمہاری اصلیت کو نہیں جانتا۔ پھر تمہیں کس سے خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

جس طرح ایتاخ تم لوگوں کی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ اسی طرح اس کی وجہ سے میں بھی فکر مندی کا شکار ہو گیا ہوں۔ سوراب نے خدشات بھری آواز میں کہا تھا۔

دراصل میرے دو ماوراء ردا کے لئے سب سے حیرت انگیز اور پریشان کن بات یہ ہے کہ ایتاخ، ایک سیہ کو قسطنطنیہ سے نکال لایا ہے۔ یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ وہ اسے کیسے لے آیا ہے۔ قسطنطنیہ سے ایک سیہ کو نکال کر یہاں لانا بالکل ایسے ہی ہے جیسے شیر کے سامنے سے کوئی شکار لے کے ہوئے میمنے کو اٹھانے کی کوشش کرے۔ ایتاخ کا ایک سیہ کو سلامتی کے ساتھ قسطنطنیہ سے سامرہ پہنچا دینا اس بات کی غمازی اور نشاندہی کرتا ہے کہ مسلمانوں کے کچھ لوگ ایسے ہی قسطنطنیہ میں گرگرم ہیں جیسے میں دو ماوراء ردا سامرہ میں۔ اب جب کہ ایتاخ اسے وہاں سے نکال لایا ہے تو میرے خیال میں ایتاخ یہ جاننے کی بھی کوشش کرے گا کہ اسے کس نے اغواء کیا یا کون اس کے اغوا میں مدد و معاون ہوا۔ مجھے یہ فکر لاحق ہو گئی ہے کہ اگر کسی بھی موقع پر ایتاخ یا اس کے کسی دوسرے ملازم کو ہماری اصلیت سے آگاہی ہو گئی تو جو حشر ہمارا ہو گا اس کا تصور کر کے ابھی سے میری روح کانپنے لگتی ہے۔

افشین، سوراب کو اور زیادہ خوف زدہ اور پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بڑے نرم لہجے میں

ہمدردی میں ڈوبے ہوئے الفاظ میں کہنے لگا۔

سوراب! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ میں یہاں ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور پھر کسی کو کیا خبر کہ کس نے ایکاسیہ کو سامرہ سے قسطنطنیہ پہنچانے میں مدد کی۔ تم اب ہمیں یہ بتاؤ کہ جو کام تمہارے ذمے لگا رکھا ہے۔ اس میں تمہیں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ اگر ہم نے عجیف بن عنبنہ، عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی کے خلاف جلد کوئی کارروائی نہ کی تو یاد رکھنا یہ عجیف بن عنبنہ ہمارے لئے وہ درندہ ثابت ہوگا جو چیرنے پھاڑنے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ یہ عجیف بن عنبنہ بظاہر بڑا دردمند اور غمخوار ہمدردی اور انکساری میں ڈوبا ہوا لگتا ہے لیکن باطن میں یہ شعلوں کے رقص اور کرب کے کھولنے لحوں سے بھی زیادہ ہولناک ہے۔ بظاہر یہ بڑا ہلکی ہلکی لہروں جیسا پرسکون لگتا ہے لیکن اندر سے چیختے چلاتے بگولوں کی وحشت ناک چھپائے ہوئے ہے۔ اپنے چہرے سے محبت اور عقیدت کا پیکر دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں تباہی کی طرف لے جانے والی تدریجی نشیب سے بھی زیادہ ہولناک ہے اور اس کی طرح عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی بھی نوح کنناں اور ماتم گسار کر دینے والے روح فرسا منظر سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

سوراب کسی قدر سنبھل گیا تھا۔ اس بار مطمئن سے انداز میں افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
محترم افشین! مجھے امید ہے کہ اب یہ کھیل بہت جلد ختم ہوگا۔ میں نے دو ماوراء دیواروں نے عجیف بن عنبنہ کے ساتھ رہتے رہتے اسے بغاوت اور سرکشی کی آخری حدود تک پہنچا دیا ہے۔ اب وہ کسی بھی وقت عباس بن مامون اور عمر فرغانی کو ساتھ ملا کر خلافت کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر سکتا ہے اور معتصم کی جگہ عباس بن مامون کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر سکتا ہے۔ اندر ہی اندر وہ لشکر کے کئی دوسرے سالاروں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ وہ ابھی تک ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے امید ہے کہ جب تک وہ ایسا نہ کرے گا تو اپنا ہم نوا بناتا ہے اس وقت تک ہم کھیل کو اس کے اختتام تک لے جائیں گے۔ اور پھر عجیف بن عنبنہ کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔

سوراب کے خاموش ہونے پر افشین نے پھر اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سوراب! میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے اگر تم اس پر عمل کر کے دکھا دو تو اس عجیف

بنہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کو ہم ایساخ کے قریب تک بھی پھٹکنے نہ دیں گے۔

چونکتے کے انداز میں سوراب نے افشین کی طرف دیکھا۔

محترم افشین! آپ کے پاس ایسا کون سا نسخہ ہے جیسے استعمال کر کے عجیف بن عنبنہ ایساخ کے قریب جانا بھی پسند نہیں کرے گا۔ یا ایساخ اسے اپنے پاس بٹھانا پسند نہیں کرے گا۔  
افشین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

تمہارے پاس دو انتہا درجہ کے خوب صورت اور پر جمال موتی ہیں۔ جو دو ماوراء دیوار ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان دونوں خوب صورت لڑکیوں کو تم ایساخ کے پیچھے لگا دو۔ دونوں کچھ دن تک اس کے ساتھ رہیں۔ دونوں نہیں تو ان میں سے ایک ایساخ سے محبت کا اظہار کرے۔ محبت میں بڑی طاقت بڑا زور ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے پتھر دل انسانوں کو بھی اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

محترم افشین! آپ ایساخ کا غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ یہاں آنے کے بعد میں سب سے پہلے ایساخ کو ہی دو ماوراء دیوار کے ساتھ اپنا ہدف بنانے کی کوشش میں تھا۔ اپنی خوبصورتی کے مارے حربے دو ماوراء دیوار نے آزمائے لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی وہ دونوں ایساخ کو اپنی طرف توجہ نہیں کر سکی تھیں۔ یہ بات اپنے دل سے نکال دیجئے کہ کوئی خوب صورت لڑکی ایساخ پہ چھانے کے بعد اس سے من مانی کر سکتی ہے۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ایساخ اپنے لشکر سے نکل کر یہاں کتنے دن قیام کرتا ہے۔ اگر وہ ایک دو دن قیام کر کے واپس اپنے لشکر میں چلا جاتا ہے تو پھر اس کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ پھر جس رفتار سے ہم مسلمانوں کے اندر بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ رفتار ہی ہمارے لئے کافی ہے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

اور اگر ایساخ واپس نہیں جاتا۔ یہیں قیام کر لیتا ہے تو پھر ہمیں اپنے کام کی رفتار تیز کرنا ہوگی۔ بغاوت کے شعلے پہلے کی نسبت جلد کھڑے کرنا ہوں گے۔

مطمئن رہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عجیف بن عنبنہ کے خلاف تو ہم اپنی کارروائی فرمایا مکمل کر چکے ہیں اور بہت جلد کسی بھی وقت وہ بغاوت اور سرکشی کی مشعلیں روشن کر سکتا ہے۔

سوراب لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔  
محترم افشین! میں آپ کے ذہن میں ایک اور بات بھی ڈالنے کے لئے آیا ہوں یہ بات یقیناً میرے لئے پریشانی اور دوما اور رداغ کے لئے فکر مند کی بات ہے کہ ایتاخ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے لے کر آ گیا ہے۔ قسطنطنیہ کے جن لوگوں سے ہمارا رابطہ ہے۔ اور جن کے ذریعے ہم پیغام رسانی کرتے ہیں جو بنی ان میں سے کسی کے ساتھ میرا رابطہ ہوتا ہے۔ میں اس سے یہ کہوں گا کہ قسطنطنیہ میں یہ جاننے کی کوشش کرے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے ذریعے ایتاخ ایکاسیہ کو قسطنطنیہ سے نکال لانے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سوراب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

مجھے اب جانے کی اجازت دیجئے۔ میں دوما اور رداغ سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ میں زیادہ دیر افشین کے پاس نہیں بیٹھوں گا۔ افشین نے اسے جانے کی اجازت دے دی لہذا تیز قدم اٹھاتا ہوا سوراب وہاں سے نکل گیا تھا۔

شام کے قریب ایتاخ اسحاق بن یحییٰ کی حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے دائیں جانب صحن کے اندر جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس وقت اس میں اسحاق بن یحییٰ بے چینی میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ جب کہ ایک طرف پتھر کی بنی شہ نشین پر قسطنطنیہ اور غمران بیٹھی ہوئی تھیں۔ جو بنی ایتاخ حویلی میں داخل ہوا اسحاق بن یحییٰ اس کی طرف لپکا قریب آ کر اسے مخاطب کیا۔

بیٹے! تم کہاں رہ گئے تھے۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنی ہے۔ یہیں باغیچے میں ہی آ جاؤ۔ غمران اور قسطنطنیہ بہن بھو بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔

ایتاخ، اسحاق بن یحییٰ کے ساتھ پتھر کی بنی ہوئی نشستوں کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگا۔  
آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہ تھی میں عیمہ کو بتا کر گیا تھا کہ میں لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں۔

دونوں آگے بڑھ کر جس سنگی نشست پر غمران اور قسطنطنیہ بیٹھی ہوئی تھیں اس کے سامنے نشست پر اسحاق بن یحییٰ اور ایتاخ بیٹھ گئے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز اسحاق بن یحییٰ نے کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے! قسطنطنیہ اور ایکاسیہ کو اس وقت سخت تحفظ کی ضرورت ہے اس کے علاوہ ایکاسیہ کو زیادہ سے زیادہ تمہارے ساتھ رہنا چاہئے۔ بیٹے! اپنی ماں کے بعد اگر وہ کسی کو سب سے

زیادہ پسند کرتی ہے چاہتی ہے تو وہ تم ہو۔ یہ مت خیال کرنا کہ قسطنطنیہ سے واپس آنے کے بعد وہ صرف تم سے ہی بات نہیں کرتی بلکہ اپنی ماں تک سے نہیں بولتی چپ چاپ رہتی ہے قسطنطنیہ جو کام نہیں ہے کر لیتی ہے۔ جو چیز کھانے کو دیتی ہے کھا لیتی ہے۔ کچھ کہتی نہیں۔ جس بدترین اذیت سے گزری ہے وہ اذیت اس کا نطق چھیننے کے لئے کافی ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ رہے گی تو اس کے دروازے ہوں گے ایک تو اس کا تحفظ رہے گا پھر اسے کوئی اغواء نہ کر سکے گا۔ دوسرے یہ کہ جب وہ تمہارے پاس رہے گی اٹھے بیٹھے گی تو مجھے امید ہے کہ وہ تمہاری صحبت میں رہتے ہوئے پھر اپنی پہلی حالت پر آ جائے گی۔ ورنہ یاد رکھنا خاموش رہ کر اور سوچتے سوچتے اور کڑھ کڑھ کر وہ اپنی جان دے دے گی۔

اسحاق بن یحییٰ جب خاموش ہوا تو کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔  
میرے محترم! میں ایکاسیہ اور قسطنطنیہ دونوں ماں بنی کو کیسے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں۔ اس وقت جو لشکر میرے اور شناس کے ساتھ ہے۔ اس میں کسی بھی سالار اور لشکری کے بیوی بچے شامل نہیں ہیں اور پھر شامی سرحد کی حالت یہ ہے کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں بڑی تیزی سے اہر اور حرکت میں آنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں اپنے پڑاؤ کے اندر عورتوں کی حفاظت کرنا ہمارے لئے ایک بڑا مسئلہ بن جائے گا۔

کوئی مسئلہ نہیں بنتا بیٹے! شام کی سرحدوں پر اب تک جو دشمن کے ساتھ تمہاری جنگیں ہوئی ہیں کیا ان جنگوں کے دوران ایک بار بھی کبھی دشمن تمہارے پڑاؤ پر حملہ آور ہوا یا تمہارے پڑاؤ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکا۔ بلکہ تم ان کے علاقوں میں داخل ہو کر ان کے لئے خطرہ ثابت ہوتے رہے ہو۔ دیکھو! جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے۔ سامرہ شہر کے اندر یا تو مسلمانوں کا بھیس بدلے کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں جو حقیقت میں قسطنطنیہ کے نصرانی ہیں یا قسطنطنیہ والوں نے سامرہ کے کچھ لوگوں کو لالچ اور لو بھد دے کر اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ انہی لوگوں کی مدد سے ایکاسیہ کو یہاں سے اغواء کیا گیا ورنہ کسی کو کیا خبر تھی کہ ایکاسیہ روز دریا ئے دجلہ کے کنارے گھڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہے۔

بیٹے! اگر سامرہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں تو میرا اندازہ ہے بلکہ یوں جانو میرا خدشہ ہے کہ وہ

کسی نہ کسی موقع پر اب ایکاسیہ کو نقصان اور گزند پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ ایکاسیہ قسطنطنیہ سے واپس سامرہ آجانا ان کی انا پر ایک بہت بڑی چوٹ ہے۔ اور وہ اس کے خلاف روم کا اظہار ضرور کریں گے۔ لہذا امیر المومنین سے بھی بات کر کے آیا ہوں انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم اس میں اس سلسلے میں امیر المومنین سے بھی بات کر کے آیا ہوں انہوں نے مجھے کہا تھا کہ تم اس سے مل کے آئے ہو لیکن اس موضوع پر تم نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔ تاہم انہوں نے مجھ سے اجازت دے دی ہے کہ اس معاملے پر ایساخ سے بات کر لو جو وہ آخری فیصلہ کرے اس سے مجھ مطلع کر دینا۔ اب بیٹے بتاؤ۔ تم کیا کہتے ہو؟

ابن اسحاق! میرے محترم! آپ یہ سوچیں کہ میں ایکاسیہ کو کس حیثیت سے اپنے ساتھ اپنے لشکر میں رکھ سکتا ہوں پھر آپ یہ بھی سوچیں کہ میرے اور اشناہ کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے اس لشکر میں صرف ایکاسیہ اور محترمہ قسطنطنیہ رہتی اچھی لگیں گی؟

ایساخ جب خاموش ہوا تو دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے اسحاق بن یحییٰ کہنے لگا۔

ایساخ! میرے بیٹے معاملہ یہ نہیں ہے کہ اس سلسلے میں میں معصم سے بات کر چکا ہوں جو تو مجھ سے پیش کر رہے ہو یہ میرے ذہن میں بھی تھی۔ امیر المومنین نے مجھے اجازت دے دی ہے کہ تمہارے اور اشناہ کے پاس جس قدر لشکر ہے ان لشکریوں کے اہل خانہ یا ان کی بیویاں جو بھی ان کے پاس جانا چاہے ان کی روانگی کا اہتمام کیا جائے گا۔ لہذا میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ کل کا جا: ملتوی کرو۔ دو چار دن مزید یہاں قیام کرو اس دوران تمہارے اور اشناہ کے جو لشکری ہیں ان کے اہل خانہ سے بات کر لی جائے گی بلکہ شہر کے اندر اعلان کر دیا جائے گا کہ جو جو بھی جانا چاہیں ان کی روانگی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس طرح جب لشکر میں دوسرے سالاروں اور لشکریوں کی بیویاں اور اہل خانہ ہوں گے تو وہاں ایکاسیہ اور قسطنطنیہ کا رہنا بھی معیوب نہیں ہوگا۔ تمہاری آمد سے پہلے اس موضوع پر میں غمران اور اپنی بہن قسطنطنیہ سے بات کر چکا ہوں بلکہ ہم تینوں نے مل کر یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ایکاسیہ اور قسطنطنیہ کے ساتھ عمیرہ بھی تمہارے ساتھ تمہارے لشکر میں رہے گی۔ اور پھر اس کے ساتھ رہتے ہوئے جہاں تم کوشش کرو گے ایکاسیہ اپنی پہلی حالت پر آجائے وہاں میری بیٹی عمیرہ بھی کوشش کرتی رہے گی کہ ایکاسیہ نے اپنے اوپر جو خاموشی کی ردا اور چپ کا خول چڑھا لیا ہے۔ ایکاسیہ کو اس سے نکالا جائے۔ بولو اب تم کیا کہتے ہو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا انکا رمت کرنا اس

لئے کہ ایکاسیہ کا تمہارے اور عمیرہ کے ساتھ رہنا انتہا درجہ کا ضروری ہے۔ یوں جانو یہ مسئلہ ایکاسیہ کی زندگی اور موت کا ہے۔ اب بول تم کیا کہتے ہو؟

گردن جھکاتے ہوئے ایساخ نے کچھ سوچا پھر ایک گہری نگاہ باری باری اس نے قسطنطنیہ غمران اور اسحاق بن یحییٰ پر ڈالی اس کے بعد وہ دھیرے سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

محترم ابن یحییٰ! اگر آپ اس سلسلے میں امیر المومنین سے بات کر چکے ہیں تو پھر آپ ایسا کریں میرے اور اشناہ کے لشکریوں کے اہل خانہ اور ان کی بیویوں کو ہمارے لشکر میں بھجوانے کا اہتمام کریں۔ ظاہر ہے میں اکیلا تو ان سب کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ میں کل صبح ہی صبح یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ میرے بعد جب لشکریوں کے اہل خانہ تیار ہو جائیں تو آپ انہیں بغا کبیر کے لشکر میں سے چند دستوں کے ساتھ ہماری طرف روانہ کر دیں۔ جب لشکریوں کے اہل خانہ وہاں پہنچ جائیں گے تو وہ دستے جو انہیں لے کر وہاں جائیں گے وہ بغا کبیر کے ساتھ واپس آجائیں گے اس لئے کہ جب میں وہاں پہنچوں گا تو بغا کبیر واپس سامرہ آجائے گا۔

ایساخ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسحاق بن یحییٰ اس کی بات کا نٹے ہوئے بول پڑا۔ بیٹے! پر تم خود جانے کے لئے اتنی جلد بازی سے کیوں کام لے رہے ہو۔ سرحد پہ ان دنوں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہ ہی ارد گرد دشمنوں کا کوئی لشکر منڈلا رہا ہے۔ پھر تم کیوں دو چار دن یہاں رکتے نہیں جاتے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایکاسیہ اور عمیرہ اور قسطنطنیہ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔

میرا لشکر میں فی الفور پہنچنا بہت ضروری ہے۔ میں وقت ضائع کئے بغیر اپنے لشکر کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ اس کی اہمیت میں ابھی آپ سے کہہ نہیں سکتا۔ لیکن جب وہ کام لے کر میں کھل کر کسی کے سامنے آؤں گا اور اپنے اس لائحہ عمل کو عملی صورت دوں گا تب آپ مانیں گے اور تسلیم کریں گے کہ ہماری ملت ہماری قوم کے لئے وہ کام کس قدر اہم اور ضروری تھا۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ آپ مجھے زبردستی روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ میرا کل صبح سویرے یہاں سے نکل کر اپنے لشکر کی طرف جانا یوں جائیں انتہا درجہ کا ضروری ہے۔ ورنہ کچھ لوگ ہمارے ملی اور قومی مفادات کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے بس تھوڑا سا آپ کو اشارہ دے دیا ہے۔ مجھے امید ہے آپ مجھے روکیں گے نہیں۔ جہاں تک لشکریوں کے اہل خانہ کا تعلق ہے تو آپ انہیں بغا کبیر کے

لشکر کے دستوں کے ساتھ روانہ کر دیں۔ میں اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔

ایتاخ کی اس گفتگو کا جواب اسحاق بن یحییٰ دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اس لمحہ حویلی کے اندر سے تیز تیز چلتی ہوئی عمیمہ نکلی اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ سب لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اندر کھانا تیار ہے۔ انھیں سب مل کر کھانا کھائیں۔ عمیمہ کے کہنے پر چاروں اٹھ کھڑے ہوئے حویلی کے اندر گئے۔ جہاں کھانا لگایا گیا تھا وہاں پہلے سے ایک سیہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایتاخ جب اس کمرے میں داخل ہوا تو ایک سیہ نے نگاہ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہیں دیکھا۔ عمیمہ نے جان بوجھ کر ایک سیہ کے قریب ایتاخ کو بٹھایا سب کھانا کھانے لگے۔ ایک سیہ چپ چاپ گردن جھکائے کھا رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔ کسی سے اس نے کوئی بات نہ کی تھی۔

اس کا یہ رویہ سب کے لئے پریشان کن تھا۔ بہر حال کوئی اس کے خلاف احتجاج بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ ایک سیہ بے چاری خود بھی اپنی جگہ بے بس اور مجبور تھی۔ وہ رات ایتاخ نے اسحاق بن یحییٰ کے ہاں بسر کی۔ اگلے روز وہ اپنے لشکر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ایک روز مغرب کی نماز کے بعد ایتاخ اپنے لشکر میں داخل ہوا۔ جب وہ اپنے خیمے کے منے آیا تو ساتھ والے خیمے سے اشناس اور بغا کبیر دونوں نکلے۔ اتنی دیر تک ایتاخ اپنے گھوڑے ہاتر چکا تھا۔ دونوں سے گلے ملا۔ اتنی دیر تک ایک لشکر ہی بھاگا ہوا آیا اور ایتاخ کے گھوڑے کو پکڑ لیا۔ ایک طرف لے گیا تھا۔ ایتاخ اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے اشناس اور بغا کبیر آتے۔ جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب اشناس نے ایتاخ کو مخاطب کیا۔

لگتا ہے آپ نے کھانا نہیں کھایا ہوگا۔ کھانا ابھی ہم نے بھی کھانا ہے۔ میرے خیال میں یہی کھاتے ہیں۔

ایتاخ نے غور سے دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کھانا میں ضرور کھاؤں گا لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ میری غیر موجودگی میں تمہارے پاس ترکستان کا مؤذن اور امام پہنچے ہیں۔

اشناس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

وہ میری موجودگی میں نہیں بلکہ میری غیر موجودگی میں دونوں یہاں پہنچے تھے۔ وہ اس وقت ما پہنچے تھے جب میں اور آپ دونوں قسطنطنیہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بغا کبیر نے بڑی ندی کا ثبوت دیا کہ دونوں کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اور ان دونوں نے چونکہ اشارتا بغا کبیر کو افشین متعلق کچھ بتایا تھا لہذا بغا کبیر بڑا محتاط ہو گیا اور وہ ان کی کڑی نگرانی کرنے لگا۔ اس وقت وہ ل ہماری حفاظت میں ہیں۔

ایتاخ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ایٹاخ نے ان دونوں کا استقبال کیا۔ شناس بھی کھڑا ہو چکا تھا پھر شناس نے ان دونوں کا ایٹاخ سے تعارف کروایا۔ اپنے قریب ایٹاخ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے تب ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایٹاخ کہنے لگا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دونوں نے ترکستان میں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنائی تھی تاکہ وہ اس میں عبادت کریں۔ تم دونوں نے وہاں پارسیوں کے کچھ بت بھی توڑے تھے۔ تمہارے ایسا کرنے پر میں نے سنا ہے کہ افشین نے تم کو کڑی سزا دی تھی۔ ان دونوں میں سے ایک ایٹاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر ایٹاخ! جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ درست ہے۔ ہم نے آتش پرستوں کے بت بھی توڑے مسجد بنائی اس میں اذان دے کر جب جماعت کرائی تو اس افشین نے ہمیں کڑی سزا دی۔ اس کی سزا کی نشانیاں ہمارے پاس ہیں۔ پھر دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی پیٹھ سے اپنا حاملہ اتار کر جب دکھایا تو ایٹاخ، شناس اور بغا کبیر نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ سے کوڑے برسائے کی وجہ سے گوشت کئی جگہ سے اڑ گیا ہوا تھا۔

ایٹاخ تھوڑی دیر تک بڑی ہمدردی اور دردمندی میں ان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔ اپنی بیٹیوں کو ڈھانپ لو میں سمجھ گیا ہوں کہ تمہارے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا گیا ہے۔ ہر حال فکر مند نہ ہو۔ افشین نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ اسے ایک نہ ایک روز اس سلوک کا اس بدتمیزی کا اس جزا اور اس بربریت کا حساب دینا ہوگا۔ دونوں آرام سے بیٹھوا بھی میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ مسجد کا احترام نہیں کرتا۔ اور قرآن مقدس کی بھی حرمت نہیں کرتا بلکہ اسیوں کا صحیفہ اس کے پاس ہے۔ جس کی وہ تلاوت کرتا ہے۔

ان دونوں میں سے ایک پھر بول پڑا۔  
امیر ایٹاخ آپ نے درست سنا ہے۔ یہ افشین مسجد اور قرآن مقدس کی حرمت نہیں کرتا۔ اپنے صحیفے کا مطالعہ کرتا ہے۔ جس کے متعلق اس کا عقیدہ ہے کہ یہ خداوند قدوس کی طرف سے رشتہ پر اترا تھا۔

بغا کبیر! میں تمہیں ایک راز میں شامل کرنے لگا ہوں۔ وعدہ کرو کہ وہ راز اس وقت تک افادہ نہ ہوگا جب تک میں نہیں چاہوں گا۔

بغا کبیر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی چھاتی تانتے ہوئے وہ کہنے لگا۔  
ایٹاخ میرے بھائی آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھے کوئی راز سونپنے ہیں تو وہ راز اس وقت تک میرے سینے میں دفن رہے گا جب تک میرے جسم سے خون کا آخری قطر بھی علیحدہ نہیں کر لیا جاتا۔

بغا کبیر کے ان الفاظ سے ایٹاخ خوش ہو گیا۔ پھر اس نے اس سے پہلے جو افشین کے متعلق تفصیل تھی وہ بغا کبیر سے کہہ دی تھی۔ افشین سے متعلق جو پہلا گواہ انہوں نے اپنی حراست میں رکھ ہوا تھا۔ اس کے متعلق بھی تفصیل کہہ دی۔ ساری تفصیل سننے کے بعد بغا کبیر دنگ رہ گیا تھا پھر کہنے لگا۔

ایٹاخ! میرے بھائی یہ افشین تو بڑا شیطان قسم کا آدمی ہے۔ میں سمجھتا تھا یہ ہمارے لئے بڑا مخلص آدمی ہے۔ لیکن یہ تو اندر سے ہماری سلطنت کی جڑیں کاٹنے والا ہے لیکن میرے بھائی بڑے محتاط ہو کر اس کے خلاف حرکت میں آنا۔ تم جانتے ہو اس کے امیر المومنین کے ساتھ کیسے اور کد قدر گہرے تعلقات ہیں اور مامون الرشید کے دور سے یہ معصم کے ساتھ رہتا آ رہا ہے۔ لہذا دونوں کے درمیان ایک طرح کا اندھا اعتماد اور بھروسہ ہے۔

ایٹاخ کے چہرے پر طنز یہی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔  
تم فکر نہ کرو۔ میں اس اندھے اعتماد کو نہ صرف آنکھیں عطا کروں گا۔ اس میں نہ صرف بصارت بھروں گا بلکہ افشین پر ایسے ہاتھ ڈالوں گا کہ میری گرفت سے نکل نہیں سکے گا۔ میری گرفت میں پھڑپھڑا کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ شناس اب تم یہ کام کرو کہ اس ترکستان کے امام اور موزن دونوں کو میرے پاس لے کر آؤ۔

شناس کی بجائے بغا کبیر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور شناس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
شناس! تم بیٹھو میں خود ان دونوں کو لے کر آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی بغا کبیر وہاں سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بغا کبیر خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ دو اشخاص تھے اپنی جگہ سے اٹھ کر

دوئم خدائے شر یعنی اہرمن۔

اب ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اس یزدان اور اہرمن میں ازل سے جنگ ہو رہی ہے۔ اور  
آخر یزدان جیت جائے گا۔

وقت گزرتا گیا اور مغربی ایران میں ان پارسیوں کے عقائد پر یونانیوں کا خاصا اثر پڑا وہاں  
ایلی دیوتاؤں کی صورت و ہیئت یونانی خلاؤ جیسی بن گئی۔ آہورا مزدا کو تیل بنا دیا گیا اور ان  
برائیوں نے اپنی اناجیطہ دیوی کو لاہشتر یعنی یونانیوں کی ملکہ محبت کی صورت دے دی۔  
لحد بھر کے لئے وہ امام رکھا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر ایتاخ! ان آتش پرستوں کی الہامی کتاب کا نام اوستا ہے۔ جب کہ ایران کی قدیم زبان  
کا نام بھی یہی ہے۔ ان کے پاس ایک اور کتاب ہے۔ نام اس کا ژبڈ ہے۔ یہ اس اوستا کی شرح  
ہے۔ جو پہلوی زبان میں لکھی گئی تھی۔ اگر ہم ژبڈ کو اوستائی زبان میں لکھیں تو یہ پاژند کہلائے گی۔  
ان کی الہامی کتاب اوستا کے چار حصے ہیں۔ جن کا میں مطالعہ کر چکا ہوں اور دیکھ چکا ہوں۔  
پہلے حصے کو جو بہتر ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد یہ گیت ہیں یا سنا کہتے ہیں اس کا ایک  
عہ گاتھا بھی کہلاتا ہے۔ دوسرے حصے کو دیسہر ڈ کہتے ہیں اس میں بھی گیت ہی گیت ہیں۔  
تیسرے حصے کو دندیداد کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پارسیوں کے قوانین کا مجموعہ ہے۔  
چوتھے حصے کا نام یشت ہے۔ اس میں ان فرشتوں کی تعریف میں گیت ہیں جو ہفتے کے  
مارے ایام پر حکومت کرتے ہیں۔

اس ساری کتاب کے تراسی (۸۳) ہزار الفاظ ہیں اور یہ اندازاً تین سو صفحات پر مشتمل  
ہے۔ اس کتاب کے مختلف حصے مختلف زبانوں میں ضبط ہوئے۔ پارٹھیا کے عروج کے آغاز میں  
لمیدا کی تدوین ہوئی اور لقیہ حصے بعد کے حکمرانوں کے حکم سے لکھے گئے تھے۔  
کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ آتش پرستوں اور مجوسیوں کا ظہور حضرت ابراہیمؑ کے معابد  
تھا۔ ان کا امام موبد موبداں کہلاتا تھا اور ان کے فرے تھے۔

ان کے پہلے فرے کو کیومرثیہ کا نام دیا گیا۔ ان کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ خیر و شر اور نور و ظلمت  
کو خدا الگ الگ ہیں۔ یعنی یزدان اور اہرمن ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ حادث ہے اور یزدان

ایتاخ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر ان دونوں میں سے جو امام تھا اسے مخاطب کیا۔  
میں سمجھتا ہوں آپ کا بڑا علم ہوگا۔ آپ امامت کراتے رہے ہیں۔ صاحب علم ہوں گے۔  
کیا آپ مجھے اس صحیفے کی کچھ تفصیل بتائیں گے جو انشین اپنے پاس رکھتا ہے۔ اگر آپ مجھے آتش  
پرستوں کے متعلق بھی کچھ وضاحت سے بتائیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔  
ان دونوں میں سے جو امام تھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
آتش پرستوں سے متعلق مختلف گروہ ہوں کے مختلف خیالات ہیں۔ میں آپ کو ان کے متعلق  
تفصیل سے بتاتا ہوں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ گروہ قدوس عالم اور شیطان کی قدامت و  
ازلیت کا قائل ہے۔

ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ آج سے صدیوں پہلے کالدیا کی سرزمینوں اور اس کے نواح میں  
فلسفیوں کی ایسی جماعت آباد تھی جو اجرام سماوی اور ان کی تاثیرات کا خاص علم رکھتی تھی۔ کہنے والوں  
کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ کے نبی دانیال کو اسی جماعت کا رہبر و پیشوا مقرر کیا گیا تھا۔ یہ لوگ آگ کو  
مقدس سمجھتے تھے۔ اور صائین جو اجرام فلکی سماوی کے پرستار تھے۔ ان کے مخالف تھے۔ اور بت پرستی  
کی وجہ سے ان سے نفرت کرتے تھے۔ جب ان کے عقاید و اعمال میں کبھی راہ پاگئی تو ان کی طرف  
چھٹی صدی قبل مسیح میں زرتشت مبعوث ہوا۔ اس کی الہامی کتاب اوستا کو ان کے ہاں بڑا تقدس  
حاصل تھا۔ اس سے پہلے مجوسیت ایران میں بہت مقبول تھی۔ اسلام آیا تو یہ ختم ہوئی۔ اب بھی اس  
کے خال خال افراد دنیا میں باقی ہیں۔ یہ ایران میں گہر اور باقی ممالک میں پاری کہلاتے ہیں۔  
ایک تیسرا گروہ ان کے متعلق کہتا ہے کہ جب یہ لوگ ایران میں آباد تھے تو ان کے قدیم خدا  
دو قسم کے تھے۔

اول دیو یا دیوتا جن میں سب سے بڑا انداز تھا۔ یہ جنگ کا خدا تھا۔  
دوئم آہورا جو تہذیب و شائستگی کا رب النوع تھا۔ جب ایران عہد تاریخ میں داخل ہوا تو آہورا  
مزدان کا خدائے بزرگ بن چکا تھا۔ اور ان کی تہذیب مزدائیت کہلاتی تھی۔ جب ایرانیوں میں  
بگاڑ راہ پا گیا تو اللہ نے ان کی طرف زرتشت بھیجا جو لٹ سے اٹھا تھا۔ زرتشت کی تعلیمات کا بنیادی  
نکتہ یہ تھا کہ کائنات میں دو طاقتیں حکمران ہیں۔

اول خدائے خیر یعنی یزدان۔

قدیم وازی ہے۔ جس طرح ہم مسلمان حضرت آدم کو پہلا انسان اور ان کی بیوی حوا کی پہلی عورت خیال کرتے ہیں اس طرح یہ آتش پرست و مجوسی کیو مرس کو پہلا انسان اور اس کی بیوی میرانہ کو پہلی عورت خیال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں نور ایک روحانی نیز مادی حقیقت ہے۔ اور ظلمت خالصتنا مادی ہے۔

ان کے دوسرے فرقے کا نام زروانیہ ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ابتدا میں صرف نور تھا۔ اس نور نے مختلف اشخاص پیدا کئے۔ جن میں سب سے بڑا زروان تھا۔ ایک دفعہ زروان کے دماغ میں کسی حقیقت کے متعلق شک پیدا ہوا اور اسی شک سے ابلیس نے جنم لیا جو پیکر فساد و شر ہے۔ تیسرے فرقے کا نام منجیہ ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ نور اول کا ایک جزو مخ ہو کر ظلمت بن گیا۔ اور ابلیس کہلایا۔

چوتھے فرقے کا نام زرتشتیہ ہے۔ زرتشت کے پیرو جو نور و ظلمت کو اللہ کی تخلیق سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ نور ایک حقیقت ہے اور ظلمت نور کے نہ ہونے کا نام ہے۔ یہ قیامت کے بھی قائل ہیں اور عنصر اربعہ کے تقدس پر یقین رکھتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ امام لجنہ بھر کے لئے رکھا کہنے لگا۔

امیر ایٹاخ! ان آتش پرستوں کے متعلق جس قدر تفصیل میں جانتا تھا وہ میں نے آپ سے کہہ دی ہے۔ یہ ساری تفصیل میں نے ترکستان میں رہتے ہوئے حاصل کی تھی۔ اب مزید آپ ہم دونوں سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اس کی مجھے خبر نہیں۔

ایٹاخ ان دونوں کے قریب ہوا، بڑی ہمدردی سے ان کی پیٹھ باری باری چھپچھائی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

افشین اور آتش پرستوں سے متعلق جو تفصیل تم نے ہمیں بتائی ہے اس کے لئے ہم سب تمہارے ممنون اور شکر گزار ہیں۔

ایٹاخ کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس بار موزن بول پڑا۔

امیر محترم! ہم نے آپ سے تفصیل تو کہہ دی ہے۔ لیکن جب ہمارے اس رویے کی اطلاع افشین کو ہوگی تو ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ہماری کھال ادھیڑ کے رکھ دے گا۔

افشین کی ایسی تیزی اب تم میری حفاظت میں ہو۔ اگر تمہیں وہ غلط نگاہ سے بھی دیکھ جائے تو

میں تمہاری موجودگی میں اس افشین کی کھال ادھیڑ کے رکھ دوں۔ تمہیں افشین سے متعلق اب فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم دیکھو گے کہ افشین بہت جلد میرے شکنجے اور میری گرفت میں ہوگا۔ اور جب میں اس پر ہاتھ ڈالوں گا تو اس کی حالت میرے سامنے پنجرے میں بند درندے سے بھی بدتر ہوگی۔ بالکل مطمئن رہو کوئی تمہیں یہاں میرے پاس رہتے ہوئے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں تمہیں اپنے بھائی اشناس کی حفاظت اور تحویل میں دیتا ہوں۔ اس سے پہلے بھی ایک شخص میری حفاظت میں ہے۔ وہ پہلے آتش پرست تھا اور افشین کے کافی رازوں سے آگاہی رکھتا تھا۔ ہمارے پاس رہتے ہوئے اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تم دونوں بھی اس کے ساتھ ہماری حفاظت میں رہو گے۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایٹاخ رکا اور بغا کیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بغا کیر ان دونوں کو ان کے خیمے میں چھوڑ کر آؤ اور آج سے ان دونوں اور اس سے پہلے جو موبذ ہمارے پاس ہے ان تینوں کی بہترین حفاظت کا اہتمام کیا جائے ان کو ان کے خیمے میں چھوڑ کر آؤ اور پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ اور ہاں میں تم دونوں سے ایک تفصیل کہنا تو بھول گیا۔ اور وہ یہ کہ چند دن تک میرے لشکریوں اور سپہ سالاروں کے اہل خانہ بھی یہاں پہنچ جائیں گے ان کی بہترین رہائش اور ان کے قیام کا اہتمام بھی کرنا ہے۔

ایٹاخ کے اس انکشاف پر اشناس نے اس کی بات کاٹ دی اور چونکتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ کیا معاملہ ہوا؟ لشکریوں کے اہل خانہ کو اس طرح یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ جواب میں ایٹاخ نے اسحاق بن یحییٰ اور اپنے درمیان ہونے والی گفتگو تفصیل سے اشناس سے کہہ دی تھی۔ اس پر اشناس مطمئن ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی بغا کیر اپنی جگہ سے اٹھا۔ ان دونوں کو ان کے خیمے میں چھوڑ کر واپس آیا اور پھر تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

☆.....

ایک بہت بڑا کاروان ایٹاخ اور اشناس کے لشکر میں داخل ہوا۔ یہ ان کے اور لشکریوں کے اہل خانہ تھے جو سامرہ سے آئے تھے۔ ایٹاخ، اشناس اور بغا کیر نے بہترین انداز میں ان کا استقبال کیا۔ قسطنطنیہ اور ایکاسیہ نے اپنے گھوڑوں کو اس جگہ لارو کا جہاں ایٹاخ اور اشناس



کھڑے تھے۔ تینوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئیں۔ اس موقع پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اشناس نے ایٹاخ سے کہا۔

بھائی آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آنے والے لوگوں میں عمیمہ بھی آرہی ہے۔  
ایٹاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

پہلے یہ بتاؤ ایکسیہ کی تمہارے ہاں کیا حیثیت ہے۔ اشناس چونکا اور کہنے لگا۔ ایکسیہ میری بہن ہے۔

اس پر ہلکا سا تہقہہ لگاتے ہوئے ایٹاخ کہنے لگا۔ ایکسیہ اگر بہن کی حیثیت سے تمہارے پاس آئی ہے تو عمیمہ میری بہن ہے۔ لہذا میری بہن بھی میرے پاس آئی ہے۔ میں نے اس سے پہلے جو تمہیں تفصیل بتائی تھی اس کے مطابق محترم اسحاق بن یحییٰ کا خیال تھا کہ ایکسیہ کے ساتھ عمیمہ کا رہنا بے حد ضروری ہے۔

اشناس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اب میں سارا معاملہ سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں..... ایٹاخ نے اس کی بات کا بنے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اچھا اگر سارا معاملہ سمجھ گئے ہو تو ان تینوں کو ان کے خیمے میں پہنچاؤ پھر قسطنطنیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایٹاخ کہنے لگا۔

خاتون محترم! آپ تینوں کی رہائش کے لئے اپنے اور اشناس کے خیمے کے درمیان ایک بہت بڑے خیمے کا اہتمام کیا ہے۔ اس میں آپ تینوں رہیں گی۔ آپ کو فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہاں آپ کی ہر ضرورت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ دونوں ماں بیٹی کا بہترین تحفظ بھی ہوگا اب آپ اشناس کے ساتھ جائیں۔ اپنا سارا سامان خیمے میں لگائیں میں اتنی دیر تک بغا کیر کے ساتھ لشکریوں کے اہل خانہ کا جائزہ لیتا ہوں اور ان کے قیام کا اہتمام کرتا ہوں۔ اشناس کے کہنے پر قسطنطنیہ اور ایکسیہ دونوں خیمے میں داخل ہوئیں۔ عمیمہ خیمے کے باہر رک گئی تھی پھر اشارے سے اس نے اشناس کو باہر بلایا۔ اشناس جب اس کے قریب آیا تو اسے مخاطب کر کے رازداری میں عمیمہ کہنے لگی۔

ایکسیہ کو یہاں اس کے علاج کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہ لشکریوں کے جو سارے اہل خانہ

یہاں آئے ہیں یہ امیر المومنین معتمد کے حکم سے آئے ہیں۔ یہاں آپ نے بھی ایکسیہ کا خاص خیال رکھنا ہے۔ ایکسیہ نہ ایٹاخ بھائی کی طرف دیکھتی ہے نہ ان سے بات کرتی ہے۔ اور اس کا یہ رویہ ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اگر وہ اسی طرح چپ پڑی رہی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ یہاں قیام کے دوران ہم نے کوشش کرنی ہے کہ وہ پہلے کی طرح زندگی میں دل چسپی لے جس طرح وہ پہلے گفتگو کرتے ہوئے تہقہہ لگاتی تھی اب بھی ویسا ہی کرے۔ ایٹاخ بھائی بھی اس کے رویے سے بڑے پریشان اور فکر مند ہیں۔

اشناس نے عمیمہ کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

عمیمہ! میں سارا معاملہ سمجھ چکا ہوں۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تم ایکسیہ کا خیال رکھو گی اور اسے اس کی پہلی زندگی کی طرف لانے کی کوشش کرو گی وہاں میں اور ایٹاخ بھائی بھی ایسا ہی کریں گے۔ تم بے فکر رہو۔

اشناس کی گفتگو سے عمیمہ مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر دونوں خیمے میں داخل ہوئے ان تینوں کے ساتھ اشناس خیمے کے اندران کا سامان درست کرانے لگا تھا۔

مغرب کی نماز کے بعد ایٹاخ بھی ان کے پاس آ گیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اس طرح قسطنطنیہ، عمیمہ اور ایکسیہ نے ایٹاخ اور اشناس کے پاس قیام کر لیا تھا۔ اور سب مل کر ایکسیہ کو اس کی پہلی حالت پر لانے کی کوشش اور جتن کرنے لگے تھے۔

قریب ہی تھا۔ عرب سالار محمد بن یوسف کے طلائیہ گر آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر  
ام کر رہے تھے۔ لہذا جونہی برزند کے قلعے سے عصمت اپنے لشکر کے ساتھ نکلا محمد بن سعید کے  
ہوں نے اسے اطلاع کر دی کہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے بابک خرمی کا  
الار عصمت نکل کھڑا ہوا ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی محمد بن یوسف نے دو اقدام کئے۔ پہلا یہ کہ اپنے تیز رفتار قاصد سامرہ کی  
رف بھجوائے اور امیر المومنین معصم کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ دوسرا قدم اس نے یہ اٹھایا کہ جس  
لشکر اس کے پاس تھا اسے لے کر وہ سدان نام کے قلعے سے نکلا تاکہ عصمت کی راہ رو کے اور  
کا مقابلہ کرے۔

محمد بن یوسف نے عصمت کو مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کرنے کا موقع ہی نہ  
بلکہ کوہستانی سلسلے میں وسیع میدانوں کے اندر وہ اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ عصمت کو بھی خبر  
چکی تھی اور اس کے خیر اسے بتا چکے تھے کہ کوہستانی سلسلے کے اندر عرب سالار محمد بن یوسف اس کی  
ہرو کے گالیکن اس نے محمد بن یوسف کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس لئے کہ گذشتہ بیس بائیس برس سے  
بک خرمی اور اس کے سالار مسلمانوں کے لئے درد سر بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی یہ تحریک  
بون الرشید کے دور سے شروع کی تھی اور مامون الرشید کے کئی بڑے سالاروں کو نہ صرف انہوں  
نے شکست دی بلکہ انہیں موت کے گھاٹ بھی اتارا۔ ان کے حوصلے ان کے ولولے نا قابل یقین  
تک بڑے ہوئے تھے لہذا جب عصمت کو اطلاع دی گئی کہ کوہستانی سلسلے کے اندر محمد بن یوسف  
ما کی راہ رو کے گا تو اس اطلاع کو عصمت نے درخور اعتنا ہی نہ سمجھا تھا۔

کوہستانی سلسلوں سے بھرے ہوئے وسیع میدانوں میں جب محمد بن یوسف عصمت کی راہ  
کنے کے لئے اس کے سامنے آیا تو بابک خرمی کا سالار عصمت محمد بن یوسف اور اس کے لشکریوں  
ذہن و دل کے درپچوں میں بقی صدیوں کی خوفناک صداؤں آزار جان کھڑے کرتے ہوں کے  
رہے سمندر آس کے نغموں سانسو کی ڈوریوں کو شکستہ اور ہراساں کر دینے والی زہر آسا  
ازدول اور ذلت کے بدترین جوہروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عصمت کے حملوں کا جواب دینے کے لئے محمد بن یوسف نے پہلے سنسان رتوں میں

قطنظیہ کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کے تیز رفتار قاصد آرمینیا سے ہوتے ہوئے  
آذر بائیجان میں بابک خرمی کے شہر اور قلعے برزند میں داخل ہوئے۔ اور اسے اپنے شہنشاہ کا یہ پیغام  
پہنچایا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف حملوں کی ابتدا کر دے اور اس کی اطلاع رومنوں کو کرے تاکہ  
رومن بھی مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر ضرب لگائیں۔ اور رومنوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں  
کے خلاف بابک خرمی بھی فوائد حاصل کرے۔

ساتھ ہی نوفل بن میخائیل کا یہ پیغام بھی بابک خرمی کو پہنچایا گیا کہ اگر وہ مسلمانوں کے  
خلاف دور تک تباہی و بربادی کھیل کھیلے اور ان کے خلاف کامیابیاں حاصل کرے تو رومنوں کی  
طرف سے اسے خاصی بڑی رقم اور رسد کا سامان بھی مہیا کیا جائے گا۔

یہ پیغام ملتے ہی بابک خرمی فوراً حرکت میں آیا۔ وہ بے حد خوش تھا کہ جو کام وہ خود کرنا چاہتا  
تھا وہ کام کرنے کی ترغیب اسے رومن دے رہے ہیں اور ساتھ ہی اس کی مدد پر بھی آمادہ ہیں۔  
بابک خرمی ایسا پہلے ہی چاہتا تھا۔

لہذا اس پیغام کے بعد اس نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ اپنے سپہ سالار اعلیٰ عصمت کی سرکردگی  
میں ایک بہت بڑا لشکر دیا اور اسے حکم دیا کہ آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلوں سے نکل کر جہاں تک  
ممکن ہو مسلمانوں کے علاقوں میں دور تک یلغار اور ترکتاز کرتا چلا جائے۔

بابک خرمی کا یہ حکم ملتے ہی عصمت اپنے اس لشکر کے ساتھ اپنی آماجگاہ برزند سے نکلا اس کا  
ارادہ تھا کہ کوہستانی سلسلوں سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں میں دور تک تباہی و بربادی کھیل کھلا  
جائے گا۔ لیکن اس کی بد قسمتی کہ معصم کے عرب سالار ابو سعید محمد بن یوسف نے ان دنوں اپنے لشکر  
کے ساتھ سدان نام کے قلعے کے اندر قیام کیا ہوا تھا۔ اور یہ قلعہ بھی آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے

ایک قریب کے قلعے میں جا کر پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ اس قلعے کا قلعہ دار ان دنوں محمد بن بعیت تھا۔ اور وہ عصمت کا پرانا جاننے والا اس کا دوست اور اس کا خیر خواہ تھا۔

محمد بن یوسف اور اس کے لشکریوں سے بچنے کے لئے عصمت اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کوہستانی سلسلے کی ایک پناہ گاہ میں چھپا رہا جب شام ہوئی تب اسے خوف ہوا کہ اگر اس نے بائیں جانب جاتے ہوئے اپنے بھاگتے ساتھیوں کے پیچھے جانا چاہا تو ہو سکتا ہے ادھر ادھر محمد بن یوسف کے لشکری پھیلے ہوں اور اسے گرفتار کر لیں۔ لہذا تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے دائیں جانب کا رخ کیا۔ اور محمد بن بعیت کے قلعے میں داخل ہوا۔

محمد بن بعیت نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے اسے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ جس وقت عصمت اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد بن بعیت کے قلعے میں شام کا کھانا کھا رہا تھا۔ تو محمد بن بعیت نے بڑی رازداری کے ساتھ اپنے کچھ قاصد محمد بن یوسف کی طرف بھجوا دیئے اور اسے اطلاع کی کہ بابک خرمی کے سالار نے اس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس کے قلعے میں پناہ لے لی ہے۔ لہذا وہ اسے آ کر گرفتار کر سکتا ہے۔

یہ خبر ملتے ہی محمد بن یوسف خود حرکت میں آیا۔ اپنے لشکر کا بڑا حصہ اس نے اپنے قلعے سمدان کی طرف روانہ کر دیا۔ چند دستوں کو ساتھ لیا اور محمد بن بعیت کے قلعے کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ پھر وہ اپنے دو محافظ دستوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔

عصمت اپنے چند محافظوں کے ساتھ اس وقت تک کھانا کھا کے جس کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ محفوظ ترین کمرہ خیال کیا جاتا تھا۔ محمد بن بعیت نے اپنے قلعے میں محمد بن یوسف اور اس کے ساتھیوں کا بہترین استقبال کیا اور محمد بن یوسف کے ساتھ مل کر اس کمرے کا اس نے محاصرہ کر لیا جس میں عصمت موجود تھا۔

ایسا کرنے کے بعد محمد بن یوسف، محمد بن بعیت کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ ان کے ساتھ ایک محافظ دستہ بھی تھا۔ اس کمرے میں محمد بن یوسف کو دیکھتے ہوئے عصمت چونکا، بدک کراٹھ کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک محمد بن یوسف آگے بڑھا۔ اپنی تلوار کی نوک اس نے عصمت کی گردن پر رکھی اور دھاڑتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

سکارتی آنکھوں کی طرح تکبیریں بلند کیں پھر وہ کسی کی ذات کے غار حرا میں سلگتی ریت سے بھڑکتی ہواؤں ہونٹوں کے محرابوں میں کرینا کی کی تحریریں رقم کر دینے والی آنکھوں کی بے غوفی اور سینوں میں پیچ و تاب کھڑے کر دینے والے ہولناک اندیشوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

آذر بائیجان کے کوہستانی سلسلے کے وسیع میدانوں کے اندر دونوں لشکریوں کے ٹکرائے خود فریب خواہشوں کے سلسلے، شکست و ریخت کے بگولے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سوچیں! اضطراب، اندیشے چاروں طرف ناچتے ہوئے انسانیت کے نقش پادشت کی لکیروں کی طرح منانے لگے تھے۔ خود پرستی کے شوق میں بڑے بڑے سورما اپنے لہو سے شمعیں روشن کرنے لگے تھے۔ دامن پرزہ پرزہ ہوتے ہوئے من و تو کے گرم محاذ پر محرومیوں اور مجبوریوں کے ڈھیر لگانے لگے تھے۔ زمین فضا ہوا میں غرض یہ کہ ہر شے شور آلودہ ہو گئی تھی۔ تعصب کی سیاہ تاریکیاں سراپوں کے کھنور کی طرح اپنا رنگ چار سو دکھانے لگی تھیں۔

بابک خرمی کا سالار عصمت اور اس کے لشکری جو اپنے سرسبز ناقابل تسخیر کوہساروں اور جنگل نما وسیع میدانوں سے نکلتے ہوئے زندگی کے چڑھتے سیل کی طرح کھکھلاتے تھے قہقہوں اور خوشی کے گیت گاتے پہاڑی بھرنوں کی موج کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے تھے اب ان کے دل کے منطقوں اور ان کے سوچوں کے نہاں خانوں میں محمد بن یوسف اور اس کے لشکریوں نے تاریاں جلیں خوابوں اور آنکھوں میں پھنپھنے پرندوں جیسے احوال لکھنا شروع کر دیئے تھے۔

آذر بائیجان کے ان میدانوں میں بابک خرمی کے سالار عصمت کو محمد بن یوسف کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانا پڑی۔ محمد بن یوسف نے انتہائی ہولناکی اور بڑی بے باکی سے میدان جنگ سے بھاگنے والے عصمت اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کیا۔ یہ تعاقب ایسا زوردار ایسا ہولناک اور فنا خیز تھا کہ عصمت اور اس کے لشکری بھاگتے بھاگتے صرف اس راستے ہی کو اختیار نہ کر سکے جو راستے سے وہ آئے تھے۔ اس لئے کہ محمد بن یوسف نے تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی۔ لہذا وہ ادھر ادھر پھیلے تاکہ اپنی جانیں بچا سکیں۔ اس افراتفر کے عالم میں عصمت اپنے لشکر کے بڑے حصے سے بچھڑ گیا۔ اور اپنے چند محافظوں کے ساتھ دائیں جانب بھاگنے پر مجبور ہوا۔

جب ایسا ہوا تب عصمت نے اپنے اصل لشکریوں کی طرف جانے کی بجائے دائیں جانب

لیا۔ عصمت کو جب پتہ چلا کہ اس کے ساتھ جس قدر ساتھی تھے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے تب اپنی جگہ پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے محمد بن یوسف کے پہلو میں کھڑے قلعہ دار محمد بن یحییٰ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
تو نے میرا دوست ہو کر میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے۔ اور مجھے گرفتار کر لیا ہے۔ تجھے اس کا خمیازہ ایک نہ ایک روز بھگتنا پڑے گا۔  
یاد رکھنا۔۔۔۔۔

عصمت اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ محمد بن یوسف حرکت میں آیا اپنی تلوار اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑ لی اور دائیں ہاتھ کا اس زور کا مکا اس نے عصمت کے منہ پر مارا کہ عصمت نشست سے اچھلتا ہوا دور جا گرا تھا۔ اس کے بعد محمد بن یوسف پر گویا جنون سوار ہو گیا تھا۔ آگے بڑھا اور اس نے عصمت کو پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ عصمت چلانے بلبلانے لگا تھا۔ دھاڑتی ہوئی آواز میں محمد بن یوسف نے پھر اسے مخاطب کیا۔  
بابک خرمی کے ذلیل گماشتے! تیری یہ جرات کہ میری موجودگی میں تم محمد بن یحییٰ کو دھمکی دے۔ محمد بن یحییٰ میری قوم کا ایک معزز شخص ہے۔ اس نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ میں دیکھوں گا تو یا تیرا بابک خرمی کیسے اس کو یا اس کے اہل خانہ کو ذرا برابر بھی نقصان پہنچاتے ہو۔

اس کے بعد محمد بن یوسف کے کہنے پر اس کے مسلح جوانوں نے عصمت کی مشکیں باندھ دیں۔ پھر محمد بن یوسف، محمد بن یحییٰ سے گلے ملا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
میرے عزیز! میں تیرا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں کہ تو نے اس عصمت کو اپنے پاس روکا اور مجھے اس کے یہاں آنے کی اطلاع دی۔ اس کے لئے تیرا جس قدر شکر یہ ادا کیا جائے کم ہے۔  
جواب میں محمد بن یوسف سے لپٹے ہی لپٹے محمد بن یحییٰ نے محمد بن یوسف کا گال تھپتھپایا پھر بڑے پیارے انداز میں کہنے لگا۔

ابن یوسف یہ کس قسم کی باتیں کرتے ہو؟ میں مسلم قوم کی ایک اکائی، اپنی ملت کا ایک فرد ہوں۔ اور ان جیسے بھٹیڑیوں اور شیطانوں پر غلبہ پانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ آئندہ بھی میرے

اگر تم نے ذرا سی بھی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میری تلوار تمہاری گردن کو تن سے جدا کر دے گی۔

عصمت بے بس ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ محمد بن یوسف نے اپنی تلوار کی نوک اس کی گردن پر ہی رہنے دی پھر کھولتے لہجے میں دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

شیطان بابک خرمی کے ذلیل و گندے نمائندے! تم لوگوں نے بڑے بڑے بندگان باکمال و باہنر کو ذلیل کیا۔ بڑے بڑے اہل علم اور فن سے بہرہ ور لوگوں کو ذلیل و خوار کیا۔ تم نے ہماری آئینہ ساز ثقافت کو میلا کیا۔ اپنی شعلہ نفسی کی حرص میں تم لوگوں نے انجم نگر مہتاب رو خوبرو لڑکیوں کو خوار کیا۔ درس آدمیت دینے والے رموز رب کے محرم علماء کا خاتمہ کیا۔ صاحب یسین و طحی سے محبت کرنے والے اور جمال حق کا مظہر بن کر دشمن کے مقابلے میں گفتار کی جرأت رکھنے والے امن کی بشارت دینے والے اپنی نظر کی پاسداری کرنے والوں کو تم نے دھوکہ دے قتل کیا۔ اپنی انا کو پیکارتی چھٹی حس اور دل کی خواہشوں کے جھوم کی تسکین کے لئے تم لوگوں نے فطرت سے بغاوت کی اپنی فضول شہرت اپنی حقیر عظمت کی خاطر مسلمانوں کے خلاف بغاوت و سرکشی کے علم بلند کئے۔ پر یاد رکھنا تم جیسے لوگ جب پھنتے ہیں۔ تو پھر قفس میں بند ہو کے رہتے ہیں اور قفس کے در پھڑ پھڑانے سے کبھی ٹوٹے نہیں ہیں۔

بابک خرمی کے ذلیل و خوار سالار! ماؤں کی آنکھوں کو اشکبار کرنے سے پہلے معصوم بچوں پر مظالم سے قبل نیک خوبہنوں اور بیٹیوں کے ہونٹوں پر بدنامی کے پہرے لگانے سے پہلے مسلمانوں کے خون کی تجارت کرنے سے قبل تم لوگوں نے یہ سوچا ہوتا کہ جب کسی پر جبر کیا جائے اسے اپنے خلاف بولنے نہ دیا جائے تو ایسے موقع پر آنکھیں زبان بن جاتی ہیں۔ اشک احوال بیان کر جاتے ہیں۔ یہی معاملہ اب تم لوگوں کا بھی ہوگا۔ اب ہم ہر صورت میں تمہارے نیتوں کے نفاذ کے پردے چاک کریں گے اور تمہیں کہیں بھی ٹک کر پناہ لینے کے قابل نہ چھوڑیں گے۔

اب تم چپ کے بہتے ساگر، احساس زیاں اور امیدوں کے بہتے لبو کی طرح چپ اور خاموش کیوں ہو۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے جواب میں کچھ کہو۔

عصمت جب کچھ نہ بولا تب محمد بن یوسف کے اشارے پر اس کے ساتھی حرکت میں آئے اور عصمت کے ساتھیوں کو اس کمرے سے باہر نکال کر رات کی گہری تاریکی میں ان کا خاتمہ کر دیا۔

خداوند نے چاہا تو ان کے خلاف میں آپ کی مدد کرتا رہوں گا۔

محمد بن یوسف نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے محمد بن یحییٰ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ عصمت کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں چند مسلح دستوں کے ساتھ محمد بن یوسف نے بابک خرمی کے سالار عصمت کو سامرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

جس وقت بابک خرمی کا یہ سالار نام جس کا عصمت تھا سامرہ پہنچا اس وقت تک بغا کبیر بھی ایساخ اور اشناش کے پاس سے واپس سامرہ لوٹ چکا تھا۔ عصمت کو جب معصم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے بغا کبیر کے علاوہ افشین کو طلب کیا دونوں جب اس کے پاس آئے تو ان کی موجودگی میں معصم نے عصمت سے بابک خرمی کی طاقت و قوت اس کے قلعوں اور آذر بایجان کے اندر اس کے خفیہ راستوں سے متعلق تحقیق شروع کی۔

عصمت نے اس امید پر کہ وہ اگر بابک خرمی سے متعلق سب کچھ سچ بتا دے تو شاید اسے رہا کر دیا جائے۔ اس نے بابک خرمی کے قلعے برزند کی ساری تفصیل اور اس قلعے سے مختلف دستوں کی طرف جانے والے راستوں بابک خرمی کی نوفل بن میخائیل کے ساتھ ساز باز کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

عصمت سے سارے حالات جاننے کے بعد معصم نے اسے تو زندان میں ڈال دیا پھر اس نے کچھ دیر تک سوچ و بچار سے کام لیا اس کے بعد اپنے سامنے بیٹھے افشین اور بغا کبیر کو اس نے مخاطب کیا۔

پہلی بات جو میں تم دونوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ محمد بن یوسف نے یہ بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ تم دونوں جانتے ہو آج تک بابک خرمی اور اس کے لشکریوں کو کسی نے بھی شکست نہیں دی۔ محمد بن یوسف پہلا عرب جرنیل ہے۔ جس نے بابک خرمی کے سالار کو نہ صرف بدترین شکست دی اس کے لشکر کے بڑے حصے کا خاتمہ کر دیا بلکہ عصمت کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا محمد بن یوسف کی ایک بہت بڑی کارگزاری ہے۔

اب عصمت سے سارے حالات ہم جان چکے ہیں۔ اس کے قلعے کے راز کو ہستانی سلسلے کے اندر کے جو مختلف راستے ہیں ان کے بھید نوفل بن میخائیل کے ان کے ساتھ تعلقات۔ سب

ہم جان چکے ہیں۔

افشین! سب سے پہلے تو تم ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آذر بایجان کی طرف روانہ ہو۔ میں بابک خرمی کے خلاف مہم شروع کرنا چاہتا ہوں اور جب تک یہ مہم کامیاب نہیں ہوتی وقت تک اسے ترک نہیں کروں گا ہر صورت میں بابک خرمی کا خاتمہ کر کے رہوں گا۔ میں اس ن خرمی کو نوفل بن میخائیل کا دست راست نہیں بننے دوں گا۔

تم کل اس لشکر کے ساتھ آذر بایجان کی طرف کوچ کر جاؤ گے۔ جس کا تعین آج رات کے اندر دیا جائے گا۔ بغا کبیر فی الحال میرے پاس رہے گا۔

آذر بایجان پہنچ کر تم محمد بن یوسف کو اپنے ساتھ ملاؤ گے اور تم دونوں مل کر بابک خرمی کے فحرت میں آؤ گے۔ ایک دم اس کے قلعے برزند کا رخ نہیں کرنا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا تم جانتے ہو آذر بایجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر بابک خرمی کے بہت سے قلعے ہیں تم اور محمد یوسف ایسا کرنا کہ جست و خیز کرتے ہوئے ایک قلعے سے دوسرے قلعے وہاں سے تیسرے میں جاتے ہوئے آگے بڑھنا۔ اور جو علاقے فتح کرتے جاؤ ان کے درمیان پیغام رسانی اور دو ملک کا بہترین انتظام بھی کرنا۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھنا کامیاب نہیں ہو گے۔

اگر تم اور محمد بن یوسف دونوں مل کر اس کام کو سرانجام دے لیتے ہو تو پھر مزید کوئی لشکر ربا بایجان کی طرف بھیجنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں سامان رسد و ملک کے ساتھ بغا کبیر کو تم لوگوں کی طرف بھجواؤں گا اور امید ہے کہ یہ مہم بہت جلد سر ہو جائے گی۔

افشین اور بغا کبیر تم دونوں جانتے ہو کہ چند دن پہلے رسد کا ایک بہت بڑا قافلہ میں نے رخ کی طرف روانہ کیا ہے۔ میں آج ہی ایساخ کی طرف پیغام بھجواتا ہوں کہ اگر افشین اور محمد بن ف کو رسد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اس سلسلے میں تم لوگوں کی مدد کرے گا۔ ساتھ ہی میں اسے یہ ام بھی دے دیتا ہوں کہ مغرب سے کوئی اور رومن سردار اگر بابک خرمی کی طرف بڑھتا ہے تو وہ سے ہرگز مشرق کا رخ نہ کرنے دے۔ اگر وہ آرمینیا کے خفیہ راستوں سے بھی ہوتا ہوا آذر بایجان طرف آتا ہے تو ایساخ سے میں کہوں گا کہ اس کی راہ روکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد معتم تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ بابک خرمی کے خلاف میں ایتاخ کو بھیجوں گا تیز رفتار قاصد اس کی طرف روانہ کر دوں گا اور اسے کہوں گا کہ وہ وہاں سے کوچ کرے اور سیدھا آذر بایجان میں بابک خرمی کے مسکن کا رخ کرے لیکن اب میں ایسا نہیں کروں گا اس لئے کہ بابک خرمی اور نوفل بن میخائیل آپس میں ملے ہوئے ہیں جب ہم بابک خرمی کے خلاف مہم شروع کریں گے تو یقیناً رد عمل کے طور پر نوفل بن میخائیل بھی ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لہذا اس وقت شام کی سرحدوں پر ایتاخ اور اشناس کا رہنا بے حد ضروری اور اہم ہے۔

اگر ضرورت پڑی اور ہماری مغربی سرحدیں محفوظ رہیں تو ایتاخ ضرورتاً لوگوں کی مدد کے لئے پہنچے گا۔ اس لئے کہ وہ ایسا سالار ہے جو بیک وقت کئی محاذوں پر اپنے لشکریوں کی راہبری اور راہ نمائی کرنے کا فن جانتا ہے۔ میں آج ہی اس کی طرف قاصد بھیجا رہا ہوں کہ بابک خرمی نے ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈال دی ہے۔ لہذا اگر ردمنوں کی طرف سے اسے کوئی رسد اور کمک ملے تو ایتاخ اسے روکے میں اسے یہ بھی احکامات بھیج رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے ردمن آرمینیا کے راستوں سے بابک خرمی کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ اسے مدد دینے کی کوشش کریں۔ لہذا ایتاخ کو کہوں گا کہ وہ اپنے مخبروں کو آرمینیا اور آذر بایجان تک پھیلا دے تاکہ ردمنوں کے ساتھ ساتھ وہ بابک خرمی کی نقل و حرکت سے بھی اسے آگاہ کریں۔

اسے یہ بھی سمجھا دیا جائے گا کہ جب ضرورت پڑے اشناس کو وہاں چھوڑ کر وہ مغرب کی سمت سے بابک خرمی کے ٹھکانوں پر حملہ آور ہو اس کی طاقت اور قوت پر ضرب لگائے ساتھ ہی انشین تمہیں رسد کا سامان بھی ضرورت کے وقت فراہم کرے۔

اتنا کہنے کے بعد لحد بھر کے لئے معتم رکا اس کے بعد وہ دوبارہ انشین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

انشین! میں فی الوقت تمہارے ساتھ کوئی دوسرا سالار اس لئے نہیں بھیج رہا کہ جب تم اردنیل پہنچو گے تو وہاں پہلے سے ابوسعید محمد بن یوسف اپنے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے ہے۔ ابوسعید اب تک بابک خرمی کے ٹھکانوں سے خوب آگاہ ہو چکا ہے اور وہ تمہارے لئے بڑا مددگار اور سازگار ثابت ہو سکتا ہے۔ شروع میں تم اور ابوسعید دونوں مل کر بابک خرمی کے خلاف حرکت میں

۵۱

تاہم میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں اگر جنگ طول پکڑے یا بابک خرمی ہمارے لشکریوں کے لئے مشکلات کھڑی کرنے میں کامیاب ہو تب میں دو اور سالاروں کو رسد اور کمک کے ساتھ تمہاری طرف بھیج سکتا ہوں ایک بغا کبیر دوسرا جعفر بن دینار۔

جہاں تک ایتاخ اور اشناس کا تعلق ہے وہ پہلے ہی ارض شام میں ہوں گے۔ ان کو فی الوقت رسد اور کمک کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں دشمن کے خلاف چند جنگوں کے دوران مال غنیمت کی صورت میں بھی بہت کچھ ملا ہے۔ لہذا وہ ارض شام پر فی الحال حالات کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ کسی ناگہانی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے میرے پاس سامرہ میں بھی کچھ سالار ہونے چاہیں۔ لہذا میں اپنے پاس اسحاق بن یحییٰ، عیسیٰ بن عنبہ اور عمر فرغانی کو رکھ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے حالات اس قدر پیچیدگی اختیار کر جائیں کہ مجھے خود بھی کسی محاذ پر اپنے لشکر کی راہ نمائی کرنا پڑے اس لئے کہ نوفل بن میخائیل اور بابک خرمی کے درمیان گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ اور وہ ہمارے لئے کوئی بڑا ہنگامہ بکھڑا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور ہمیں ہر صورت میں انہیں شکست دے کر ان کا خاتمہ کرنا ہوگا۔

انشین! میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا اب اس سلسلے میں تم کوئی سوال کرنا چاہو تو کر سکتے ہو یا کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔

انشین نے ایک بھر پور نگاہ معتم پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

امیر المومنین! مجھے کچھ نہیں کہنا۔ آپ کے حکم کے مطابق کل میں یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔ معتم نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ مجلس برخواست کر دی گئی۔ دوسرے روز انشین اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ سے اردنیل کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

-----☆-----

اردنیل میں ابوسعید نے انشین اور اس کے لشکریوں کا بہترین استقبال کیا جس روز انشین وہاں پہنچا اس رات انشین اور ابوسعید نے کافی دیر تک صلاح مشورہ کیا جس میں یہ طے پایا کہ ایک چونکی اردنیل کے نواح میں قائم کرنا چاہئے۔ جہاں رسد اور کمک کا سامان رہے۔ ایک لشکر بھی محفوظ

دستے کی صورت میں وہاں قیام کر کے اور پھر آہستہ آہستہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے کے اندر جن قلعوں پر بابک خرمی کا قبضہ ہے ان قلعوں کو یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ فتح کرتے ہوئے اور راستے میں جابجا چوکیاں قائم کرتے ہوئے اپنی بڑی چوکی جو اردبیل کے پاس قائم کی جائے گی اس کے ساتھ رابطہ رکھا جائے اور پھر آہستہ آہستہ ایک قلعے سے دوسرے قلعے میں جست کرتے ہوئے بابک خرمی کے مرکزی شہر اور مرکزی قلعے برزند کے پاس نمودار ہوا جائے اور برزند پر حملہ کیا جائے دونوں میں یہ بھی طے پایا کہ جب برزند فتح ہو گیا تو بابک خرمی کی کمرلوٹ جائے گی اور وہ کسی کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کے قابل نہ رہے گا۔

دوسری طرف بابک خرمی بھی بدلتے حالات کا گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا چونکہ اسے خبر ہو چکی تھی کہ مسلمان اس پر آخری ضرب لگانے کے درپے ہیں اور یہ کہ ابوسعید اور افشین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے کے قریب پہنچ چکے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کے مسکن برزند کی طرف پیش قدمی کریں گے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس نے دو اقدام کئے۔ پہلا یہ کہ اس نے تیز رفتار قاصد نوفل بن میخائیل کی طرف بھجوائے اور اس سے استدعا کی کہ مسلمان اس کے درپے ہو چکے ہیں لہذا مغرب کی طرف سے وہ ان پر حملہ کر دے۔ اس طرح جب مسلمانوں کی طاقت و حصوں میں بٹ جائے گی تو وہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

دوسرا کام جو بابک خرمی نے کیا وہ یہ کہ اس کا سپہ سالار اعلیٰ عصمت تو پہلے ہی گرفتار ہو چکا تھا۔ اور یہ اس کے لئے بہت بڑی ضرب اور ناقابل تلافی نقصان تھا۔ اب جس قدر لشکر اس کے پاس تھا اس کے اس نے تین حصے کئے۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا۔ اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ دونوں کو اس نے نائب کی حیثیت سے اپنے لشکر میں شامل کیا۔ لشکر کے باقی دو حصوں کا سالار اس نے اپنے بہترین سالاروں اذین اور طرہ خان کو بنایا۔ اس طرح ابوسعید اور افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے بابک خرمی نے بھی اپنے لشکر کو آخری شکل دے دی تھی۔

اپنے دونوں سالاروں اذین اور طرہ خان کو اس نے ان دونوں کے لشکریوں کے ساتھ ابوسعید اور افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور انہیں یہ بھی ہدایت کی کہ آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں ابوسعید اور افشین کے ساتھ جگہ جگہ شب خون مارنے کے انداز میں مقابلہ کریں

اور انہیں ایسا زک کریں کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔ ساتھ ہی اس نے انہیں یہ بھی ہدایت جاری کی کہ جنگ کو طول دیتے رہیں۔ اپنے ساتھ مسلمانوں کو الجھائے رکھیں اور جب کبھی بھی موقع ملے ان کے بڑاؤ پر حملہ آور ہو کر ان کی رسد اور ضروریات کی دوسری اشیاء پر قبضہ کرتے ہوئے اپنے مسکن میں پہنچاتے رہیں۔

جو لشکر بابک خرمی نے اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے پاس رکھا تھا اس نے اس لشکر میں اپنے اہل خانہ کو بھی شامل کیا۔ خود وہ مغرب کی سمت رہا اس کا ارادہ تھا جب رومنوں کے شہنشاہ نوفل بن میخائیل کی طرف سے اس کے لئے رسد یا کمک پہنچے گی تو وہ اسے بحفاظت اپنے لشکر کی تحویل میں لیتے ہوئے اپنے مسکن برزند تک پہنچائے گا۔ اس طرح مشرق سے لے کر مغرب تک گویا اپنے طور پر بابک خرمی نے کوہستانی سلسلے کو اپنے لئے محفوظ بنالیا تھا۔

جب آذربائیجان کے کوہستانی سلسلے میں ابوسعید اور افشین بابک خرمی کے جرنیل اذین اور طرہ خان کے ساتھ الجھ گئے۔ جنگ طول پکڑنے لگی تب افشین اور ابوسعید نے قاصد امیر المومنین مقتصد کی طرف روانہ کئے اور اس سے التماس کی کہ بابک خرمی پر مکمل طور پر قابو پانے کے لئے کمک کے علاوہ رسد کا مزید سامان بھیجا جائے۔

یہ پیغام ملتے ہی امیر المومنین نے اپنے دو سالاروں کو تیار کیا۔ رسد کا سامان بغا بکیر کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ جب کہ ایک لشکر کمک کے طور پر جعفر بن دینار کی سالاری میں اردبیل کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔

میں آدھی اور طوفان کی طرح خیمے میں عمیمہ داخل ہوئی۔ اس کے سامنے بیٹھ گئی پھر جھڑک دینے کے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

ایکا سیہ تم انتہا کرتی جا رہی ہو۔ ایتاخ بھائی تمہارے خیمے کے دروازے پر آئے تم سے انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور تم نے انہیں اندر آنے کے لئے نہیں کہا۔ عمیمہ کے ان الفاظ پر ایکا سیہ چوکی تھی۔ دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔ میں نے انہیں اندر آنے کے لئے کہا تھا۔ کیسے کہا تھا۔ کیا تم منہ سے بولی تھیں۔

نہیں! میں نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔ انہیں خیمے میں آنا چاہئے تھا۔ وہ کیوں نہیں آئے کیا اس سے پہلے کبھی انہوں نے میرے پاس آنے کے لئے اجازت مانگی ہے۔ عمیمہ پھر برس پڑی۔

لیکن اس سے پہلے تم نے کبھی ان سے ایسا رویہ بھی روا نہیں رکھا کبھی اس طرح منہ بند کر کے اثبات میں ان کے لئے گردن بھی نہیں ہلائی۔ کبھی ان کے ساتھ اس طرح بے رخی سے بھی پیش نہیں آئی۔

بے وقوف لڑکی! کیوں اپنا مستقبل برباد کرتی ہو۔ ایتاخ بھائی تمہاری زندگی کا سب کچھ ہیں۔ تمہارے وجدان کے سارے در ان کی طرف کھلتے ہیں۔ وہ تمہارے لبوں کی آغاج کی پرجھائیوں، تمہاری نازک انگلی کی صلام حرارت تک کے امین اور محافظ ہیں کیوں اپنی چاہت کی بجلی کو احساس کی قید میں رکھتی ہو۔ کیوں موسم کی شرارت کی طرح اپنے جذبوں سے عاری ہو کر تم نے اجنبی زبان کے گیت گاتی ہو اوں میں پیڑوں کی طرح چپ سادھ لی ہے۔

کیوں ایتاخ بھائی کے ساتھ سرما کی شرمیلی دھوپ جیسا برتاؤ کر رہی ہو بے وقوف لڑکی ایتاخ بھائی تمہاری بھری ابجد کے امین اور تمہاری ذات کے لئے وہ ایک مقدس رزمیہ گیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لگتا تھا عمیمہ کی اس گفتگو سے ایکا سیہ کا دل دکھ گیا تھا۔ روتی ہوئی آواز میں بے چاری برس پڑی۔

شام کی سرحدوں پر ایتاخ کے پڑاؤ میں ایکا سیہ اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک خیمے کے دروازے پر ایتاخ نمودار ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے ایکا سیہ چوکی تھی۔ تاہم اس نے کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا۔ ایک بار دیکھنے کے بعد اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اسی موقع پر اس کی سماعت سے ایتاخ کی محبت بھری آواز سنائی دی۔ خاتون! کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔

ایکا سیہ نے نہ ایتاخ کی طرف دیکھا نہ منہ سے بولی۔ صرف اس نے اثبات میں اپنی گردن ہلا دی تھی۔

ایکا سیہ یہ خیال کر رہی تھی چونکہ اس نے اثبات میں سر ہلایا ہے۔ لہذا ایتاخ اس کے خیمے میں داخل ہوگا۔ وہ چونکہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی لہذا اس انتظار میں رہی کہ خیمے میں داخل ہو کر ایتاخ ضرور اس کے پاس آئے گا۔ لیکن کچھ دیر تک جب اسے انتظار کرنا پڑا اور خیمے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی نہ دی تب اس نے چوک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں ایتاخ نہ تھا وہ چاچکا تھا۔ اس صورتحال پر ایکا سیہ خوابوں کی پگھلتی برف، دشت غم میں بکھرے نوحوں جیسی افسردہ اور مقدر میں لکھے اضطراب مسلسل جیسی اداس ہو کے رہ گئی تھی۔ اس کی انا کی کھلتی کلیوں سے ہونٹ پھڑپھڑاتے رہ گئے تھے۔ اپنی جگہ پر وہ درود یوار پر تنہائی کے رنگ کی طرح کھڑی رہ گئی تھی۔ حرکت تک نہ کر سکتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی زیست کے سفر کے سارے راستے بند ہو گئے ہوں۔ یا یہ کہ اس کے پاؤں سے مسافیتیں لپیٹ دی گئی ہوں۔

کافی دیر تک وہ ادا سی اور افسردگی کی حالت میں ڈوبی وہیں کھڑی رہی اس میں اتنی سکت تک نہ رہی تھی کہ خیمے کے دروازے پر جا کر باہر ہی جھانکے مایوس ہو کر اپنی جگہ پر وہ بیٹھ گئی۔ اتنے



ف دیکھا اور کہنے لگی۔

تم نے اپنی باتوں میں کہا کہ وہ ایک خطرناک مہم پر روانہ ہوئے ہیں۔ کہاں گئے ہیں وہ؟  
عمیمہ لمحہ بھر کے لئے اداس ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

آج دن کے وقت سامرہ کی طرف سے امیر المومنین کے کچھ قاصد آئے تھے۔ جو یہ پیغام  
لے تھے کہ انشین اور ابوسعید دونوں بابک خرمی کے خلاف حرکت میں آچکے ہیں لہذا ایسا بھائی  
دونوں کو رسد کا سامان پہنچائیں۔ یہ بھی پیغام آیا تھا کہ مغرب کی طرف سے رومنوں کے حملے  
خطرات بھی بڑھ رہے ہیں۔ بابک خرمی کی مدد کرنے کے لئے وہ کسی بھی وقت ہماری سرحدوں  
لہ آ رہے ہو سکتے ہیں۔

یہ پیغام ملنے کے بعد ایسا بھائی رسد کا کافی سامان لے کر اپنے لشکر کے ایک حصے کے  
ساتھ انشین اور ابوسعید کو رسد کا سامان پہنچانے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ یہ مہم خطرناک اس لئے  
کہ انہیں آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں سے گزرنا ہوگا۔ جہاں ان کا ٹکراؤ بابک خرمی کے  
اردوں سے بھی ہو سکتا ہے۔

عمیمہ کے اس انکشاف پر ایک سیہ انتہا درجہ کی افسردہ اور پریشان ہو گئی تھی، کہنے لگی۔  
وہ ابھی نہیں ہیں یا جا چکے ہیں۔

جا چکے ہیں۔ جانے سے پہلے وہ تم سے ملنے کے لئے آئے تھے، تم سے اندر آنے کی اجازت  
بہ کی لیکن تم منہ سے نہیں بولی چونکہ تم نے صرف بے رخی کا اظہار کرتے ہوئے اثبات میں گروں  
نی تھی تمہارے اس اشارے کو انہوں نے اپنی محبت کے لئے ناکافی سمجھا لہذا خیمے میں داخل  
نہ کی بجائے وہ بے چارے مایوس اور افسردہ واپس لوٹ گئے۔ جس وقت وہ یہاں سے  
ت ہو رہے تھے مایوسیاں ان کے چہرے پر واضح طور پر پڑھی جاسکتی تھیں۔ میں سمجھتی ہوں ایسا  
روا رکھ کر تم ایسا بھائی کے ساتھ جبر اور ظلم کر رہی ہو۔

ایک سیہ میری بہن! اگر حالات نے تمہیں بدنامی کے دوراہے پر لاکھڑا کیا ہے۔ اگر ظالم  
مانے تم سے تمہاری آبرو کے گوہر چھینے ہیں تو اس میں تمہارا کیا قصور۔ جب خود ایسا بھائی  
سب گناہ، تمہیں پاکیزہ شستہ اور اپنے قابل سمجھتے ہیں تو پھر تمہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تم

مجھے کوئی مت پکارے۔ میں زندہ نہیں ہوں۔ میں چاہت بھرے جذبوں سے کلی طور پر عاری  
ہو چکی ہوں۔ ان گنت صحراؤں کے سناٹوں میں زندگی بھر جبر کی آگ پھانکنا ہی میرا مقدر ہے۔  
عمیمہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی پھر اس نے دوبارہ ایک سیہ کو مخاطب کیا۔

ٹھیک ہے اگر تم ایسا بھائی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی۔ ان سے شادی نہیں کرنا  
چاہتی تو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جو نبی وہ تمہارے خیمے کے دروازے پر آئے تم سے اندر  
آنے کے لئے کہا تمہیں چاہئے تھا کہ اپنی جگہ پر کھڑی ہو کر مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کرتی اور  
انہیں خود اپنے خیمے میں لے کر آتی۔ بے وقوف لڑکی! تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم محبت کے جذبوں سے  
عاری ہو چکی ہو تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ کوئی تمہیں نہ پکارے تم زندہ نہیں ہو۔ ایسا بھائی ایک انتہائی  
خطرناک مہم پر روانہ ہوئے ہیں اگر اس مہم پر وہ کام آگئے تو کیا تم کسی قسم کے رد عمل کا اظہار نہ کرو گی  
اور یہ کہ۔

عمیمہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ پائی۔ چونکہ کر اس کے منہ پر ایک سیہ نے ہاتھ رکھ دیا، کہنے لگی۔  
خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میری روح کا بدن سے تعلق ختم ہو جائے  
گا۔ میرے دل کی تحریروں، میرے ماتھے کی لکیروں میں خونی نوحوں کے موا کچھ نہ ملے گا اور میں اپنی  
منزل کی جستجو میں اپنے چہرے تک سے نا آشنا ہو کے رہ جاؤں گی۔

ٹھیک ہے میں ان کی زندگی کا ساتھی نہیں بن سکتی نہ میں اس قابل رہی ہوں۔ اس کے باوجود  
وہ میری محبت کی صدائے بازگشت، میرے لبوں کا گیت ہیں۔ میرے دل کے فلک پر روشن چاند  
میری نبض کی حرکت میں وہ میری ذات کی کرنوں کا حسین جھومر اور میری روح کے لئے سلامتی کی  
قیمتی پوشاک ہیں۔

پرہائے حیف ہائے میری بد قسمتی میں انہیں اپنا نہیں سکتی۔ ان کی زندگی کا ساتھی نہیں بن سکتی  
اس لئے کہ میں وہ پھول ہوں جس کے زندان سے خوشبو نکل چکی ہو۔ وہ طائر ہوں جس سے اس کی  
اڑان چھین لی گئی ہو۔ وہ سیپ ہوں جس سے اس کا موتی کھو گیا ہو۔ میں خواہشوں کا بے برگ شجر  
خشک ٹہنی کا پھول اور ارتقاء کی مسافت بھری خونی منزل ہو کے رہ گئی ہوں۔ جو کوئی بھی مجھے اپنائے گا  
مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائے گا اپنی جھولی، اپنے دامن میں زمانے بھر کی بدنامیاں بھرے گا۔  
یہاں تک کہنے کے بعد ایک سیہ کو کوئی خیال گزرا جو نکلنے کے انداز میں پھر اس نے عمیمہ کی

کیوں ان کی زندگی کا ساتھی نہیں بننا چاہتی۔ تمہارے علاوہ وہ کسی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتے۔  
عمیمہ جب خاموش ہوئی تو ایک سیہ بول پڑی۔

عمیمہ تم میرے خیالات میرے جذبات کو نہیں سمجھو گی۔ جب میں بے آبرو نہ ہوئی تھی تب میں ایساخ کے سامنے اپنی پوری خوب صورتی، اپنی پوری چکاچوند کے ساتھ آ سکتی تھی اب ایسا نہیں ہے۔ اب میں بے آبرو اور ذلت کی پستیوں میں گر چکی ہوں۔ وہ مسلم قوم کے فلک پر چمکتا ہوا ایک ستارہ ہیں جبکہ میں زمین پر پڑا ہوا ایک گندا حقیر اور ذلیل ترین ذرہ ہوں۔ پھر میں کیسے ان سے ملنے اور انہیں پانے کے خواب دیکھ سکتی ہوں۔ میں انہیں دیکھ سکتی ہوں، اپنا نہیں سکتی۔ اس موضوع پر کبھی مجھے مجبور کرنے کی کوشش نہ کرنا میں نے اپنے دل میں جوٹھان رکھی ہے۔ میں اسی پر قائم و دائم رہوں گی۔ بس زندگی بھر کانٹوں سے الجھنا، زندگی بھر گیلی لکڑی کی طرح سلگتے رہنا ہی اب میرا مقدر اور میری منزل ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ایک سیہ رکی۔ اس کے بعد دوبارہ اس نے عمیمہ کو مخاطب کیا۔

یہ بتاؤ کہ اشناں بھائی اور میری ماں کہاں ہیں؟

عمیمہ نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ افسردہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔ سب ایساخ بھائی کے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے میں اشناں اور تمہاری ماں نے ہی ایساخ بھائی کی تیاری کرائی ہے آدھے لشکر کے ساتھ وہ رسد لے کر ابوسعید اور اشین کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ جب کہ آدھا لشکر اشناں کے پاس چھوڑ گئے ہیں تاکہ اگر مغرب سے رومن حملہ آور ہوں تو اپنی سرحدوں کی حفاظت کی جاسکے۔ بہر حال تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ کسی مہم کے لئے رخصت ہو رہے ہیں اور مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں یقیناً اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کرتی۔ بلکہ خیمے سے باہر نکل ان کے ساتھ جاتی۔ دیکھو جہاں تک ان سے میری محبت کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ قائم و دائم ہے۔ لیکن میری اپنی ذات پر جو داغ لگے ہیں انہیں لے کر ان کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ بہر حال جو کچھ ہوا میں اس پر نادم ہوں وہ جب خیر و عافیت کے ساتھ اس مہم سے لوٹیں گے تو میں اپنے رویے پر ان سے معذرت کر لوں گی۔ اور خدا سے دعا کروں گی کہ وہ اس خطرناک مہم سے سلامتی کے ساتھ لوٹیں

عمیمہ نے ایک سیہ کا ہاتھ پکڑ لیا، کہنے لگی۔

اگر یہ بات ہے تو اٹھو۔ میں اور تم اور تمہاری ماں جب تک ایساخ بھائی نہیں لوٹتے انہی کے خیمے میں رہیں گے۔ ایک سیہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر عمیمہ اس کا ہاتھ پکڑے ایساخ کے خیمے کی طرف لے جا رہی تھی۔

-----☆-----

بابک خری اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے ساتھ ایک بہت بڑے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے اپنے مسکن برزند سے مغرب کی سمت تھا۔ وہاں اسے اس کے مخبروں نے اطلاع کی کہ مسلمانوں کا سالار رشای سرحدوں کی طرف سے افشین اور ابوسعید کے لئے رسد کا بہت سا سامان لے کر اس شاہراہ پر سفر کر رہا ہے۔ جو بابک خری کے مسکن سے دور جنوب سے گزرتی ہوئی مغرب سے اردبیل کی طرف جاتی تھی۔

بابک خری نے اسے غنیمت جانا اس لئے کہ طویل جنگوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے اسے رسد کی سخت ضرورت تھی لہذا اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ایساخ اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہو کر ہر صورت میں رسد کا سامان ان سے چھیننے کی کوشش کرے گا یہ ارادہ کرتے ہی بابک خری اپنے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے ساتھ لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے اس شاہراہ کی طرف بڑھا تھا جس پر ایساخ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی سرعت سے سفر کرتے ہوئے مشرق کا رخ کئے ہوئے تھا۔

کوہستانی سلسلے کے تنگ دروں سے نکل کر ایساخ اپنے لشکر کے ساتھ جب کھلی وادیوں میں آیا تب بابک خری ایساخ کی راہ روک کھڑا ہوا۔ بابک خری نے کوہستانی سلسلے میں ایساخ کی راہ روکنے سے پہلے بہترین منصوبہ بندی کی تھی۔ جو لشکر اس کی کمانداری میں تھا اس کے دو حصے اس نے کئے تھے۔ ایک کے ساتھ اس نے ایساخ کی راہ روک لی تھی دوسرا حصہ اس کے بھائی عبداللہ کی سرکردگی میں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات لگا گیا تھا اور کسی مناسب موقع پر ایساخ پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی کو یقینی بنانا چاہتا تھا۔

راہ روکنے کے ساتھ ہی برسوں سے بغاوت اور سرکشی پر اتر اہوا بابک خری ایساخ پر آوارگی کے راستوں پر خونیں بارش برساتاتے ابرو سیاہ دوریوں کی مسافت میں اوروں کے دکھ سے کھیلنے

والے وحشیوں اداس شب میں یادوں کے لباس کو تار تار کر دینے والے ٹوٹے ٹوٹے کی بکھری کرچیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جنگ کا وسیع تجربہ رکھنے والا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی جرأت اور ہمت رکھنے والا ایسا ہیبت ہارنے والا نہیں تھا۔ اسے بھی اس کے طلائیہ گروں نے خبر کر دی تھی کہ اس کی راہ روکنے والا بابک خرمی ہے اور وہ اس رسد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے جو وہ لے جا رہا ہے لہذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی بابک خرمی اور اس کے لشکریوں پر گہرے پانیوں کی تہہ میں ابدی بھرتی لہروں، ذرے ذرے کو خاک و خون میں نہلا دینے اور روشنی کو روشنی جو ہر کو جو ہر سے ملا دینے والے رقص برق و شرر، سماعت و بصارت کو گروی رکھ دینے والے رنخ و الم کے اڑتے بادلوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد بابک خرمی کے دونوں بھائی عبداللہ اور معاویہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بائیں جانب سے نمودار ہوئے اور وہ ایسا ہیبت ہارنے والا تھا کہ پہلو پر نفس نفس میں زہر اور احساس میں صلیبیں بھر دینے والے گھات میں بیٹھے کسی درندے اور بھوکے جیلو توں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ایک دوسرے لشکر کے نمودار ہونے سے ایسا بالکل فکر مند اور پریشان نہیں دا۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ جبکہ بابک خرمی کے بھائی معاویہ اور عبداللہ ایسا ہیبت ہارنے والا تھا کہ پہلو پر حملہ آور ہوئے تھے کوہستانی سلسلے کے اندر سے ابوسعید ایک لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور بابک خرمی کے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے لشکر پر وہ حدنگاہ تک پھیلے سناں صحرا کے اندر پر منزل پر راستے کے نشانات مٹا دینے والی سرسراتی ہواؤں خاموشی کے ساگر میں احساس کے سفینوں کو ڈبو دینے والی عارف کے دل و جان کی تڑپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب میدان جنگ میں دو کے بجائے چار لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ ابوسعید بابک خرمی کے بھائی عبداللہ اور معاویہ کے سارے پیچ و خم درست کرتا جا رہا تھا۔ جبکہ ایسا ہیبت ہارنے والا کو ناقابلِ تخیل سمجھنے والے بابک خرمی کی صفوں کو بڑی تیزی سے کم کرنے کا عمل شروع کر چکا تھا۔ کوہستانی سلسلے کے اندر میدان جنگ میں سوختہ فکر کی راکھ سلگتے چہروں کا کرب برپا ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دائرہ در دائرہ زرم گاہ میں قیامت جاگ اٹھی ہو۔

بابک خرمی اور اس کے دونوں بھائی یہ امید لے کے آئے تھے کہ لحوں کے اندر وہ ایسا ہیبت ہارنے والا تھا کہ پہلو پر قابو پا کر ان کا قتل عام کریں گے اور جو کچھ رسد کی صورت میں ان کے پاس ہے اسے لے کر اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو جائیں گے لیکن یہاں معاملہ الٹا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس لئے کہ ایسا ہیبت ہارنے والا ابوسعید کے حملے لمحہ بہ لمحہ ان کے لئے جان لیوا اور بے روک ہوتے چلے جا رہے تھے۔

بابک خرمی نے جب اندازہ لگایا کہ ایسا ہیبت ہارنے والا ابوسعید دونوں کے سامنے اس کی اور اس کے بیٹوں بھائیوں کے لشکریوں کی حالت خون سے احوال لکھتی شامِ ذلت نفس میں دھیرے دھیرے لگتے احساس اور لفظوں کے رستے زہر کی مانند ہوتی جا رہی ہے۔ تب اس نے پسائی کے بگل بجا دیئے اور بگل بجتے ہی بابک خرمی اپنے لشکر کے ساتھ اور بائیں جانب سے اس کے دونوں بھائی ی اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے کوہستانی سلسلے میں شکست تسلیم کر کے بھاگ گئے تھے۔ ایسا ہیبت ہارنے والا ابوسعید نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ بلکہ دونوں لشکریوں کو انہوں نے سبکا کر لیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سر پیٹ دوڑاتا ہوا ابوسعید ایسا ہیبت ہارنے والا تھا کہ دیکھتے ہی ایسا ہیبت ہارنے والا اپنے نوڑے سے اتر گیا۔ چھلانگ لگاتے ہوئے ابوسعید بھی اتر آیا بھاگ کر ایسا ہیبت ہارنے والا سے گلے مل گیا تھا۔

ایسا ہیبت ہارنے والا ابوسعید نے بڑا اچھا قدم اٹھایا جو بروقت میری طرف قاصد بھجوا دیئے اور میں ماری مدد کو پہنچ گیا۔ میں جانتا تھا یہ بابک خرمی یا اس کے بھائی تمہاری راہ روکنے کی ضرورت کو محسوس کریں گے۔

ایسا ہیبت ہارنے والا ابوسعید کا شانہ چھپتھپایا، کہنے لگا۔

جس وقت قاصد سامرہ سے آئے تھے اور میرے لئے پیغام لائے تھے کہ میں تمہیں اور ملن کو رسد پہنچاؤں اسی وقت میں نے تمہاری طرف قاصد روانہ کر دیئے تھے۔ اس کے بعد میں کہیں شام کے وقت اپنی لشکر گاہ سے کوچ کیا تھا۔ اب ہم دونوں کا اپنے لشکریوں کے ساتھ زیادہ یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے آؤ جنگ میں زخمی ہونے والے اپنے ساتھیوں کی مرہم پنی ماماں کریں اور پھر یہاں سے کوچ کریں۔

ابوسعید نے اس تجویز سے اتفاق کیا، فوراً زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ اس کے بعد دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

سامان رسد کے ساتھ ایتاخ اور ابوسعید جب اردنیل کے نواح میں اس جگہ پہنچے جہاں افشین اور ابوسعید نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ تب لشکر گاہ سے باہر نکل کر افشین نے شاندار انداز میں ایتاخ کا استقبال کیا۔ ایتاخ اپنے چہرے کے تاثرات سے افشین پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ اس کے خلاف کسی کارروائی میں لگا ہوا ہے۔ گھوڑے سے اتر کر اس کے ساتھ پر جوش انداز میں بغل گیر ہوا۔ علیحدہ ہوتے ہوئے افشین نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔ ایتاخ میرے بھائی شام کی سرحدوں سے یہاں ہمارے پاس رسد کا سامان پہنچانا کوئی آسان کام نہیں اور یہ کام تم جیسا سالا رہی کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں تم اپنے لشکر کے ساتھ ایک لمبی مسافت طے کرتے ہوئے تھکے ہوئے ہو۔ آرام کرو اس کے بعد میں تفصیل کے ساتھ تمہارے ساتھ گفتگو کروں گا۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

نہیں افشین! میرا واپس ارض شام کی سرحدوں پر جانا بہت ضروری ہے۔ یاد رکھنا اگر بابک خرمی جنگ کی ابتداء کر چکا ہے تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے رومن بھی ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ میں یہاں رکوں گا نہیں۔ صرف شام کا کھانا اپنے لشکریوں کو کھانے کی مہلت دوں گا اس کے بعد میں واپسی کے لئے کوچ کر جاؤں گا۔

اس بار افشین کی بجائے ابوسعید بول پڑا۔

ایتاخ میرے بھائی تمہارا اس طرح ان راستوں پر واپس جانا جن راستوں سے آئے ہو خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ہم بابک خرمی اور اس کے دونوں بھائیوں کو شکست دے کر آرہے ہیں اور اگر تم اکیلے اپنے لشکر کے ساتھ جاتے ہو تو وہ تم سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

اس سلسلے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد میں یہاں سے کوچ کروں گا اور سیدھا جنوب کا رخ کروں گا۔ مغرب کی طرف نہیں جاؤں گا۔ جنوب کی طرف آگے جاتے ہوئے میں اس شاہراہ پر سفر کروں گا جو مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے شام کے

شہر حلب کی طرف جاتی ہے۔ وہاں سے پھر میں اپنا رخ شمال مغرب کی طرف موڑتے ہوئے اپنے لشکر گاہ کی طرف چلا جاؤں گا۔

ابوسعید اور افشین دونوں نے ایتاخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر ایتاخ نے اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ شام کا کھانا اس نے ابوسعید اور افشین کے ساتھ کھایا اور مغرب کی نازا دا کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

-----☆-----

عمیمہ ایتاخ کے خیمے سے نکل کر اس خیمے میں داخل ہوئی جس میں قسطنطنیہ ایکاسیہ اور اس کے قیام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس وقت اس خیمے میں ایکاسیہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ عمیمہ اندر داخل ہوئی ہند قدم آگے بڑھ کر رکی اور ایکاسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

کیا تم نے مجھے بلایا ہے؟

ایکاسیہ اس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے اس نے اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے عمیمہ کو بٹھانے کے لئے کہا ساتھ ہی بول اٹھی۔

ہاں میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بلایا ہے۔ عمیمہ آگے بڑھی اور اس کے ہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے ایکاسیہ نے کہنا شروع کیا۔

میں کافی دیر سے یہاں بیٹھی تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ جو بات میں تم سے کہنا چاہتی تھی وہ لاپنی ماں اور اثنا س بھائی کے سامنے نہیں کہہ سکتی تھی۔ لشکر میں یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ ایتاخ پر اسے میں بابک خرمی نے حملہ کر دیا تھا۔ خیمے کے سامنے سے کچھ لشکری باتیں کرتے ہوئے گزر رہے تھے تو میں نے سنا وہ اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ کیا تم مجھے اس کی کچھ تفصیل بتاؤ گی۔

لاپنی پریشان اور فکر مند ہوں۔

ظنریہ سے انداز میں عمیمہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

تمہیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایتاخ بھائی سے اب تمہارا کیا تعلق، کیا واسطہ، کیا تہ وہ انجان راستوں سنسان راہوں پر یقین سے گمان کی طرف بھٹکتے رہیں اجالوں سے ندنگلوں کی طرف عجیب بھیدوں میں الجھے اور پتوں کی طرح بکھرتے رہیں تمہیں ان کی کیا پرواہ۔

پاٹ سکوں۔

اس سے آگے ایک سیہ بے چاری کچھ نہ کہہ سکی تھی۔ زور زور سے ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگی تھی۔ اس کی یہ حالت عمیمہ کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ ایک سیہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے سنبھالتے ہوئے تسلی دینے لگی تھی اور ایتاخ کی خیریت سے بھی آگاہ کرنے لگی تھی۔

تم ادھورے تن کی عورت ہو۔ اپنے ارتقاء کے سبھی زینے اپنے جسم کے قرب کے سارے وسیع کھوپچکی ہو۔ خدا کی قسم جس وقت ایتاخ بھائی یہاں سے روانہ ہوئے تھے تو وہ بے چارے دھواں دھواں کھینا، اجڑے اجڑے بریدہ ڈنھل کی طرح ویران بے رزق خالی کاسے گدا اور قطرہ قطرہ ہوا بکھرتی ذات کی طرح پریشان تھے۔ ان کی یہ حالت صرف تمہاری وجہ سے تھی۔ اگر تم ان سے دور رہتے ہوئے کسی بے کار لمحے کی طرح اپنے خوابوں میں سمٹنا رہنا چاہتی ہو تو کمٹی رہو۔ اگر تم اپنا بھائی کے معیار انداز کی جل فضاؤں سی محبت ان کی پھولوں کی خوشبو جیسی چاہت کو نظر انداز کر۔ ہوئے بے اعتنائی برتنا چاہتی ہو تو برتی رہو۔ اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ تمہارا چھلکتے جام جیسا پیکرا کے لئے نہیں ہے تو پھر تم کیوں ان کے متعلق پوچھتی ہو کیوں تمہاری تجسس کی رگ جان پھڑکتی ہے۔ چپ رہو۔ ایک سیہ! تم اپنے آپ کو اگر ادھورا گیت سمجھ ہی بیٹھی ہو تو پھر اپنے گمان میں غلطاں رہ ایتاخ بھائی کی فکر چھوڑو جب تم ان سے کنارہ کشی کر ہی چکی ہو تو پھر وہ جنیں مر رہے ہیں ان سے تعلق کیا واسطہ۔

عمیمہ کی اس گفتگو سے ایک سیہ بے چاری رو دی تھی۔ آنسو اس کے چکنے مرمر سے گالوں پر اٹھے تھے کچھ دیر ہچکیاں سسکیاں لیتی رہی پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

میں نہ ان سے کنارہ کش ہوں نہ ان سے بے اعتنائی برتنے والی ہوں لیکن جب لرزاں حروف کی طرح منہ بسورتے ہوئے میرے مصائب میرے سامنے آتے ہیں۔ تو میں ایتاخ ذات کی اجلی اجلی دیواروں پر اپنا بے آبرو میلانکس دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتی ہوں۔ میں ان کے سا۔ ایک طور بے تجلی ملامت پھر استعارہ نکلتے چینی سے انا اسلوب بن کر نہیں آنا چاہتی۔ یہی وہ حال ہے جو میرے اور ان کے درمیان گرد کی ایک دیوار کھڑی کر دیتے ہیں اور ہم ایک دوسرے حقیقت کو جان پہچان نہیں سکتے۔ عمیمہ میری بہن! میں کیا کروں۔ میں ایک ایسی عجیب کشش بتلا ہوں۔ ذہنی دباؤ نے میری خود آگہی کے سلسلے میری نگاہوں کے بادبان ریزہ ریزہ کر کے دیئے ہیں۔ میری عقل میرے دل میرے وجدان کے درمیان رگ رگ میں سن سن کرتے جذبہ جیسی کشش رہتی ہے جس سے میں کسی بھی لمحہ چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی۔ عمیمہ میری بہن میں دھو چھاؤں کے پروں کی طرح بکھر رہی ہوں روتے بادلوں کی طرح ختم ہو رہی ہوں۔ میں وہ انمول زم کہاں سے لاؤں جس سے میں اپنی ذات کی فسیل میں پڑنے والے بے آبروی کے شکاف

تقسیم کر کے کہیں جھنڈیوں کے ذریعے کہیں قاصدوں کے ذریعے ایک دوسرے کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کا بندوبست کر کے بابک خرمی اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ بابک خرمی اپنے سپہ سالار عصمت سے پہلے ہی ہاتھ دھو چکا تھا۔ اور وہ سامرہ میں قید تھا۔ بابک خرمی کی دوسری بد قسمتی کہ شروع شروع ہی کے حملوں میں اس کا دوسرا بڑا سالار طرہ خان بھی مسلمان لشکریوں کے ہاتھوں جنگ کے دوران مارا گیا۔ اس طرح بابک خرمی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ مسلمان لشکری اب افشین، ابوسعید، بغا کبیر اور جعفر بن دینار کی سرکردگی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتے چلے گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بابک خرمی کے مرکزی مسکن اور قلعے برزند کے قریب پہنچ گئے تھے۔

قلعہ برزند کے مشرق میں جس قدر علاقہ تھا۔ جس پر پہلے بابک خرمی قابض تھا اس پر اب مسلمانوں نے پوری طرح اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ اور وہاں اپنی چوکیوں کو بھی مستحکم بنا دیا تھا۔ قلعہ برزند پر حملہ آور ہونے کے لئے سب سے پہلے جعفر بن دینار اپنے لشکر اور تیر اندازوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ جعفر بن دینار لڑتے بھڑتے قلعہ برزند کی فصیلوں کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بابک خرمی کا لشکر جس کی کمانداری اس کا تیسرا بڑا جنرل اذین کر رہا تھا۔ شہر سے نکلا اور جعفر بن دینار پر حملہ آور ہوا اتنی دیر تک ابوسعید افشین اور بغا کبیر بھی اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے تھے۔ شہر اور قلعے سے باہر گھمسان کارن پڑا اور صورت حال یہ اختیار کر گئی کہ کبھی مسلمان لشکری پیچھے ہٹتے اور کبھی بابک خرمی کے لشکری اپنی جانیں بچانے کے لئے پسپا ہوتے اور قلعوں میں داخل ہو جاتے۔ شام تک یہ پسپائی اور پیش قدمی کا کھیل اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ بابک خرمی کے لشکری قلعہ بند ہو گئے۔ جب کہ افشین نے اپنے لشکر کو قلعہ سے ذرا فاصلے پر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

مسلمانوں نے بابک خرمی پر حملہ آور ہونے کے لئے پھر تیاری کی۔ پورے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک، جسے کو جس میں ایک ہزار بہترین تیر انداز تھے۔ آدھی رات کے وقت اس کو ہستانی سلسلے کی جانب روانہ کر دیا جو قلعے کے قریب تھا اور جس کے دامن میں بابک خرمی کا سالار اذین صف آرا ہو کر مسلمانوں سے جنگ کیا کرتا تھا۔ اور ان تیر اندازوں کو ہدایت کر دی گئی

ایتاخ سے رسد کا سامان ملنے کے فوراً ہی بعد افشین اور ابوسعید کے پاس جعفر بن دینار ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پہنچ گیا۔ ساتھ ہی بغا کبیر بھی رسد کا کافی سامان لے کے آیا۔ بابک خرمی اور اس کے سالاروں نے بغا کبیر پر حملہ آور ہو کر اس سے رسد کا سامان چھیننا چاہا لیکن بغا کبیر کی نہ کسی طرح انہیں چکمہ دیتے ہوئے بحفاظت سارا سامان لے کر افشین اور ابوسعید کے پاس پہنچ گیا تھا۔

ان سارے لشکریوں کا سالار اعلیٰ چونکہ افشین تھا۔ لہذا مقتضی نے افشین کو پہلے کی نسبت زیادہ سہولتیں فراہم کیں اس لئے کہ بابک خرمی اس کے بھائی مامون الرشید کے دور سے بغاوت کھڑی کئے ہوئے تھا اور اس کے بغاوت کو فرو نہ کر سکا تھا۔ لہذا مقتضی ہر صورت میں بابک خرمی کا خاتمہ چاہتا تھا۔ لشکر کے تمام مصارف اور سامان رسد اور ہر قسم کی ضروریات کے علاوہ افشین کے لئے دس ہزار درہم روزانہ مقرر کئے گئے تھے۔ جب وہ دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوتا یا دشمن کے کسی قلعے کا محاصرہ کرتا تو ان ایام میں اسے دس ہزار روزانہ ملتے جب وہ محاصرے یا جنگ کی حالت میں نہ ہوتا تو اسے پانچ ہزار درہم روزانہ مقتضی نے مقرر کر دیئے تھے۔ خزانہ خلافت سے جو اس کو ماہوار وظیفہ ملتا تھا وہ اس کے علاوہ تھا۔

بغا کبیر اور جعفر بن دینار کے آنے سے ابوسعید اور افشین کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہوا تھا۔ اردنیل میں انہوں نے پہلے ہی اپنی ایک بہت بڑی چوکی قائم کر دی تھی۔ اب وہ آگے چوکیاں قائم کرتے جا رہے تھے۔ تاکہ سامان رسد کے پہنچنے، خطوط و پیغام کے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ پھر ان کو ہستانی سلسلوں میں جو بابک خرمی کے تصرف میں تھے۔ اور اس کے لشکری اس کی حفاظت کر رہے تھے مسلمان لشکر نے داخل ہو کر اپنے لشکریوں کو مناسب مقامات پر

تھی کہ جو نبی جنگ کی ابتدا ہو وہ بابک خرمی کے لشکریوں پر تیز اندازی کرتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کر دیں۔

مسلمانوں کے دوسرے حصے کو اس ٹیلے کے نیچے کمین گاہ میں چھپا دیا گیا تھا جس کی چوٹی پر بابک کے آدمی گھات لگا کے بیٹھے تھے۔ اور مسلمانوں پر تیز اندازی کرتے تھے۔

تیسرے حصے کو محافظت کی غرض سے لشکر گاہ میں چھوڑا گیا اور چوتھے حصے کو مسلح و مرتب کر کے صبح ہی صبح بابک خرمی کے لشکر سے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔

اگلے روز جب جنگ کی ابتدا ہوئی تب اذین نے جب مسلمانوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو اس کے لشکریوں نے جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے لشکر پر تیز تیر اندازی کرانی اس پر ان کے قریب جو مسلمانوں گھات پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی جوابی تیر اندازی کی دوسری جانب سے ان تیر اندازوں نے بھی تیروں کی بوچھاڑیں مارنا شروع کیں جو نصف شب سے اس پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اذین کے لشکری اس دو طرفہ حملے سے گھبرا اٹھے اور وادی کی طرف بڑھے تو ٹیلے کے نیچے جو مسلمانوں کے لشکر کے دوسرے حصے گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ وہ اذین اور اس کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

جعفر دینار نے بڑی خونخواری کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اذین پر جان لیوا حملہ کیا۔ اس حملے کی تیزی اور تندگی کو اذین برداشت نہ کر سکا۔ بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ لشکری جو بابک خرمی اور اس کے دوسرے سالاروں کے تحت لڑ رہے تھے وہ ابھی تک اپنی جگہوں پر قائم قائم مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے کہ اتنے میں ایک طرف سے ابوسعید نے ایسے جان لیوا حملے شروع کئے کہ بابک خرمی کی سب جماعت کو بھاگنا پڑا۔ دشمن کے بھاگ جانے کے بعد جعفر دینار اور ابوسعید بابک خرمی کے قلعے میں داخل ہونے کی تجویز کرنے لگے تھے۔

بابک خرمی اس وقت قلعے کے اندر موجود تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ جنگ کا پانسہ اس کے خلاف پلٹ گیا ہے تب اس نے ایک چال چلی۔ انشین ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے ایک دروازے کے سامنے ٹیلے کی اوٹ میں تھا۔ بابک نے ارادہ کیا کہ جعفر دینار اور ابوسعید کو نظر انداز کر کے انشین سے رابطہ قائم کرے اور اس سے امان طلب کرے۔ اور اگر اسے امان مل گئی تو اس کا شہر محفوظ ہو جائے گا۔ اور اسے پھر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیاری کا کچھ موقع مل جائے گا۔

اس مقصد کے لئے اس نے انشین سے رابطہ قائم کیا۔ بابک خرمی جو چال چل رہا تھا اسے انشین سمجھا نہیں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے امان دے دے اور بابک خرمی قلعہ اس کے حوالے کر کے اپنے آپ کو بھی اس کے حوالے کر دے لیکن جس وقت یہ امان کی گفتگو ہو رہی تھی جعفر دینار اور ابوسعید بزدل شمشیر بابک خرمی کے قلعے کی فصیلوں کو پار کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر کے دروازے کھل گئے۔ ابوسعید اور جعفر دینار کے لشکر بھی پورے کے پورے شہر میں داخل ہو گئے۔ جب یہ خبر انشین کو پہنچی کہ شہر بزدل شمشیر فتح ہو گیا ہے تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ نعرے بلند کرتا ہوا بابک خرمی کے اس قلعہ نما شہر میں داخل ہوا تھا۔

بابک خرمی نے اپنی حفاظت کے لئے اپنے قصر کے اندر چھ سو کے لگ بھگ خرمی رکھے ہوئے تھے۔ مسلمان جب شہر میں داخل ہوئے تو ان خرمیوں نے ایک طرح سے مسلمانوں کو بابک خرمی کے قصر میں داخل نہ ہونے دیا اس پر مسلمان سالار پیش میں آ گئے۔ بابک خرمی کے سارے محلوں کو آگ لگا دی گئی۔ اس کے بعد بابک خرمی کے سارے قصر اور جو اس نے شہر کے اندر کمین گاہیں بنائی ہوئی تھیں سب کی سب گرا دی گئیں بابک خرمی کو پتہ چل گیا تھا۔ کہ اس کے سارے سالار مارے جا چکے ہیں۔ اس کے سارے لشکریوں کو ابوسعید، جعفر بن دینار اور انشین نے تباہ و برباد کر دیا ہے لہذا وہ آرمیڈا کے کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگا۔

بابک خرمی کے اس فرار میں اس کی ماں اس کی بیوی اس کا بھائی معاویہ اور کچھ محافظ تھے بابک خرمی کے دیگر اہل خانہ اور اس کا بھائی عبداللہ جنگ میں مارے گئے۔

بابک خرمی کی بد قسمتی کہ آرمیڈا کے کوہستانی سلسلے کی طرف بھاگتے ہوئے راستے میں ایک جگہ پانی کے ایک جوہڑ کے کنارے وہ اپنے ہمراہیوں اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ چاہتا تھا کہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھائے۔

مسلمان مخبر اس کی گھات میں تھے۔ انہیں پتہ چل گیا۔ مسلمانوں کے ایک دستے نے اس پر حملہ کیا۔ جس پر بابک خرمی تو بھاگ گیا۔ اس کی ماں اس کی بیوی کو گرفتار کر لیا گیا۔

بابک خرمی بھاگ کر آرمیڈا کی طرف گیا۔ اس کی مزید بد قسمتی کہ اس کے پاس زادراہ ختم ہو گیا۔ ایک کسان کے پاس اس نے اپنے ایک غلام کو بھیجا کہ وہ اس سے کھانے کی اشیاء خرید کر

لائے وہ غلام جب گیا تو ایک مخبر کی نگاہ اس پر پڑ گئی وہ اس کے پیچھے گیا بابک خرمی کو اس نے تلاش لیا اس طرح بابک خرمی کو مع اس کے بھائی معاویہ کے گرفتار کر لیا گیا۔

گرفتاری کے بعد بابک خرمی کو افشین کے پاس لایا گیا۔ افشین نے آذربائیجان کے اسارے علاقے کا نظم و نسق درست کیا پھر بابک خرمی اور اس کے بھائی کو لے کر وہ سامرہ کی طرف روانہ ہوا۔

فتح کی یہ خبر جب معصم کے پاس پہنچی تو معصم نے اس قدر خوشی کا اظہار کیا کہ آذربائیجان سے لے کر سامرہ تک ہر منزل کے لئے خلیفہ کی طرف سے افشین کو ایک خلعت اور ایک گھوڑا مع ساز و سامان پیش کیا جانے لگا اور اس کا استقبال شاہانہ شان و شوکت سے ہوا۔ جب افشین سامرہ کے قریب پہنچا تو معصم نے اپنے بیٹے واثق کو شہر سے باہر نکل کر افشین، اس کے سالاروں اور لشکریوں کا استقبال کرنے کے لئے بھیجا۔

افشین جب سامرہ شہر میں داخل ہونے کے بعد معصم کے سامنے آیا تو معصم نے اس کی اس قدر عزت افزائی کی کہ اس کے سر پر سونے کا تاج بنا کر رکھا، نہایت قیمتی خلعت اور بیس لاکھ درہم بطور انعام اس کو دیئے گئے۔ دس لاکھ درہم اس کے علاوہ لشکر میں تقسیم کرنے کے لئے عطا ہوئے۔ اس کے بعد بابک خرمی اور اس کے بھائی معاویہ کو معصم کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ معصم کے حکم پر بابک خرمی کو سامرہ میں قتل کر دیا گیا جب کہ اس کے بھائی معاویہ کو بغداد لے جا کر قتل کیا گیا تاکہ وہ سامرے لوگوں کے لئے ایک عبرت بنے دونوں کی لاشوں کو اس کے بعد صلیب پر لٹکا دیا گیا تھا۔

بابک خرمی کا دور دورہ قریباً بیس سال تک رہا۔ اس عرصہ میں اس نے لگ بھگ ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ سات ہزار چھ سو مسلمان عورت و مرد اس کی قید سے چھڑائے گئے۔ بابک کے اہل و عیال سے سترہ مرد اور تیس عورتیں گرفتار کی گئیں۔

چند یوم تک افشین نے سامرہ میں قیام کیا اس کے بعد جو لشکر اس کے تحت جنگوں میں حصہ لیا کرتا تھا اس لشکر کے ہمراہ معصم نے افشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا حاکم بنا کر روانہ کر دیا تھا۔

ایتاخ اور اشناس دونوں مغرب کی نماز کے بعد کھانا کھا کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ ان کے خیے میں ان کا ایک مسلح جوان داخل ہوا اور ایتاخ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر! ہمارے کچھ قاصد آئے ہیں فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ ایتاخ نے جب انہیں اندر لانے کو کہا تب کچھ قاصد خیے میں داخل ہوئے انہیں قریب بیٹھنے کے لئے ایتاخ نے کہا جب وہ بیٹھ گئے تب ایتاخ نے انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! کہو کیا خبر لائے ہو۔ پہلے یہ بتاؤ جو تم لے کر آئے ہو اسے میں اچھی خبر سمجھوں یا بری۔

ان قاصدوں میں سے ایک بول پڑا۔  
امیر ایتاخ! ہم آپ کے لئے دو خبریں لے کر آئے ہیں۔ ایک اچھی ہے۔ ایک بری۔ ہم آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف سے آرہے ہیں۔ اچھی خبر یہ ہے کہ بابک خرمی کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اسے جنگوں میں شکست ہوئی، گرفتار ہو کے سامرہ پہنچا اور وہاں اسے مصلوب کر دیا گیا ہے۔ ایتاخ سکرایا اور کہنے لگا۔

یہ کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ بوسیدہ ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ یہ خبر پہلے ہی میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اگر تم آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف سے آئے ہو تو پھر وہ بری خبر کہو جو تم کہنا چاہتے ہو۔ اس پر قاصد کہنے لگا۔

امیر ایتاخ! بری خبر یہ ہے کہ نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن نے آرمینیا کی سرحدوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اگر اس کی راہ نہ روکی تو دور تک ہمارے علاقوں میں داخل ہو





اب صورت حال یہ تھی کہ پیٹرک کے لشکر کی نقل و حرکت سے ایتاخ آگاہ تھا۔ ایتاخ کی نقل و حرکت سے پیٹرک بھی آگاہی حاصل کئے ہوئے تھا۔ لہذا ایتاخ اور اشناں دونوں جب اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا کے ایک کھلے میدان میں پہنچے تب پیٹرک جوہن اپنے ایک لشکر کے ساتھ ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ دونوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور دونوں پر وہ خون سے داستانیں لکھتی دشت در دشت کی مسافتوں رات کے اندھیاروں میں شائیں شائیں کرتے کوڑوں اور بے صدا گونجتی تنہائیوں میں آواز کی غصیلی گونجوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

لگتا تھا کہ ایتاخ اور اشناں کے مخبر بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ اور انہوں نے ایتاخ کو بتا دیا تھا کہ پیٹرک جوہن سامنے آتے ہی ان پر حملہ آور ہو جائے گا لہذا اس کے سامنے آنے تک ایتاخ نے اپنے لشکر کی صفیں درست کر رکھی تھیں۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایتاخ اور اشناں نے ایک ساتھ پہلے اس طرح تکبیریں بلند کیں جیسے بادلوں نے گرجتے ہوئے انگڑائی لی ہو اور ان کے اندر برق مسکرائی ہو۔ پھر دونوں پیٹرک جوہن کے لشکر پر دکھوں کی گھائی کا تیل نکالتی آگ کی لپٹوں کے گورکھ ہند ہے افکار کے سمندر میں اوڑتی لہروں اور غصیلی روح کی طرح گھس جانے والی صاعقہ اور لباس تار تار تن لہو لہو کر دینے والے تباہی پھیلانے والے عذاب کے سپنوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

آرمینیا کے ان میدانوں میں میدان جنگ ایسی صورت اختیار کر گیا تھا جیسے بے خوابی کے گہرے جنگل میں ناامیدیوں کے گھنے اندھیرے چھانے لگے ہوں۔ عزائم کے لبادے ارادوں کی طیلانیں اور منصوبوں کی فصلیں عکس ماضی اور جاکنسل لمحوں کی صورت اختیار کرتے چلے جا رہے تھے۔

کچھ دیر کی جنگ کے بعد ایتاخ اور اشناں دونوں پسپا ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ پیٹرک جوہن کے حملوں کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے ہوں۔ پیٹرک جوہن کے لشکر کی تعداد ایتاخ کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ پیٹرک جوہن نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے دونوں سالار پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے ہیں تب اس نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی جس کے

کرنا قابل تلافی نقصان پہنچائے گا۔

قاصد لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ کہتا چلا گیا تھا۔

گوبا بک خرمی کے بعد امیر المومنین مقتسم نے افشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا حاکم بنا کر روانہ کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر بھی ہے۔ لیکن اس وقت افشین آذربائیجان کے کوہستانی سلسلوں کی طرف ہے۔ اس کا عزیز اور رشتہ دار منگجو بھی اس کے ساتھ ہے۔ وہ اسے اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہے۔ لہذا اسے خبر نہیں کہ آرمینیا پر پیٹرک جوہن نے حملہ کر دیا ہے۔

ایتاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اشناں بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر اشناں کی طرف دیکھتے ہوئے ایتاخ کہنے لگا۔

اشناں میرے بھائی! سب سے پہلے ان قاصدوں کے کھانے کا بہترین بندوبست کرو۔ اس کے بعد ایتاخ نے ان قاصدوں کو مخاطب کر کے کہا۔

کھانا کھانے کے بعد تم میں سے آدھے میرے ساتھ رہیں آدھے آرمینیا کی طرف روانہ ہو جائیں اور دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں۔ جو یہاں رہیں گے وہ میری راہ نمائی کرتے ہوئے مجھے آرمینیا کے ان علاقوں تک لے کے جائیں گے جہاں پیٹرک جوہن حملہ آور ہوا ہے۔ اشناں تم دوسرا کام یہ کرو کہ لشکر کے اندر جس قدر عورتیں ہیں۔ ان کو چند محافظ دستوں کے ساتھ فوراً سامرہ کی طرف روانہ کر دو۔ میرا دل کہتا ہے کہ روہنوں کے ساتھ ہماری جنگیں طویل ہو جائیں گی۔ لہذا اپنے پڑاؤ میں ہم عورتیں کی حفاظت کا اہتمام نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔

اس کے بعد دونوں خیمے سے باہر نکلے پہلے لشکر میں جس قدر عورتیں تھیں جن میں عیمہ ایکاسیہ اور قسطونہ بھی شامل تھیں ان سب کو سامرہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ اتنی دیر تک کچھ قاصد کھانا کھا کر آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کے تھوڑی دیر بعد ایتاخ اور اشناں بھی اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا کا رخ کر رہے تھے۔

نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن نے اپنے چاروں طرف اپنے مخبر اپنے نقیب اور طلائیہ گر پھیلا رکھے تھے اور وہ بھی مسلمانوں کے عساکر کی نقل و حرکت سے برابر اسے آگاہ کر رہے تھے۔

نتیجے میں ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن دونوں نے بھاگتے ہوئے عقلمندی یہ کی کہ اپنے اور تعاقب کرنے والے دشمن کے درمیان اتنا فاصلہ رکھا کہ پشت کی طرف سے پیٹرک جوہن ان پر حملہ آور ہو کر ان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ کچھ دور تک ایتاخ اور اشناس دونوں نے فرار اختیار کیا۔ پیٹرک جوہن اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے تھا پھر ایک دم ایتاخ اور اشناس نے اپنا پینترا اور رخ بدلا۔ لگتا تھا یہ سارا لاکھ عمل انہوں نے پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ ایتاخ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک دم دائیں طرف کو مڑا جب کہ اشناس لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ بائیں جانب کو مڑا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایتاخ دشمن کے لشکر کے دائیں پہلو کی طرف آیا۔ اشناس بائیں پہلو کی طرف بڑھا تھا پھر وقت کی آنکھ اور آسمان کی بصیرت نے دیکھا دائیں جانب سے ایتاخ پیٹرک جوہن کے لشکر پر ازلوں کی بے انت مشقتوں، سطر سطر میں نارسائیاں لکھتے ادھورے اور بے کیف کر دینے والے عزائم اور لا انتہا راستوں پر سچ کے سارے حروف کو ننگا کر دینے والے بے روک طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جب کہ بائیں جانب سے اشناس کسی ضابطے کسی قاعدے کے سامنے سرخم نہ کرنے والے سمندری طوفانوں کی گرجتی لہروں اور جھرنوں کی طرح بے چین اور طوفانوں کی طرح وحشی جذبوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب جنگ نے اپنا حقیقی روپ اختیار کر لیا تھا۔ شاید پیٹرک جوہن کے سامنے آنے سے پہلے ایتاخ اور اشناس نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ کچھ دیر کی جنگ کے بعد دونوں پسپا ہو کر بھاگیں گے پھر اس کے بعد مڑ کر ایتاخ دائیں جانب سے اور اشناس بائیں جانب سے حملہ آور ہوگا ایسا کرنے میں وہ بالکل کامیاب لگتے تھے۔ اس لئے کہ دائیں جانب سے دشمن کا قتل عام کرتے ہوئے ایتاخ دشمن کے اگلے حصے کی طرف بڑھا تھا۔ جب کہ اشناس اسی کے انداز میں پیٹرک جوہن کے لشکر کی صفیں کی صفیں الٹا ہوا پشتی حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

پیٹرک جوہن اور اس کے لشکر کی دیر تک ایتاخ اور اشناس کے جان لیوا حملوں کے سامنے جم کر لڑ نہ سکے اور پھر دائیں بائیں سے حملہ آور ہو کر ایتاخ اور اشناس نے کافی حد تک پیٹرک کے لشکر کی تعداد کم کر کے رکھ دی تھی۔ اپنے لشکر کی صفیں الٹی دیکھ کر پیٹرک کے لشکر میں بدامنی، افراتفری سی

پیلانا شروع ہو گئی تھی۔ پیٹرک نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو مسلمان پوری رح اس کے لشکر کو کچل کر رکھ دیں گے اور اسے اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔ لہذا اس نے پانی کے نقارے بجا دیئے تھے۔ یہ نقارے نہتے ہی پیٹرک اپنے بچے کچے لشکر کو لے کر بھاگا۔ اس بارخ اناطولیہ کے میدانوں کی طرف تھا۔

ایتاخ اور اشناس نے بھی تھوڑی دور تک اپنے سامنے بھاگتے پیٹرک کے لشکر کا تعاقب کیا ردہ پلٹے اس لئے کہ جہاں جنگ ہوئی تھی وہاں پیچھے پیٹرک کے لشکر کا بہت بڑا پڑاؤ تھا۔ جس میں صرف کھانے پینے کی اشیاء تھیں بلکہ ضرورت کا دیگر سامان بھی تھا۔

میدان جنگ میں آ کر سب سے پہلے ایتاخ اور اشناس دونوں نے پیٹرک کے لشکر کے پڑاؤ، ہر چیز سمیٹی۔ لشکر میں جانور بھی کافی تھے۔ جنہیں لشکریوں کی خوراک کے طور پر استعمال کیا جاتا ۱۔ انہیں جانوروں پر سامان لاد ا گیا۔ اس کے بعد ایتاخ اور اشناس اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کا رخ کر رہے تھے۔

کی یہ صفت ہے کہ اس شہر میں مسلمانوں کا موجودہ امیر المومنین معتمد پیدا ہوا تھا۔

اس انکشاف پر نوفل بن میخائیل نے بے حد خوشی اور سکون کا اظہار کیا پھر کہنے لگا۔

میں تم سب کا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے یہ اطلاع فراہم کی کہ اب میں معتمد کے دل پر وہ  
ہڑکا لگاؤں گا جسے وہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکے گا۔

زبطہ شہر معتمد کا جائے پیدائش ہے تو سب سے پہلے میں اس شہر کو اپنا ہدف بناؤں گا۔ اس  
کو نیست و نابود تباہ و برباد کر کے رہوں گا۔ اس کے بعد ملطیہ کا رخ کروں گا اور اس کی بھی حالت  
بطرہ جیسی بناؤں گا۔ پھر دیکھتا ہوں معتمد کیسے رد عمل کا اظہار کرتا ہے۔

نوفل بن میخائیل جب خاموش ہوا تب ایک دوسرا مخبر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
مالک! ان دنوں مسلمانوں کے امیر المومنین معتمد کی طاقت اور قوت بکھری ہوئی ہے۔ لشکر  
بابا پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کا سپہ سالار اعلیٰ افشین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس وقت  
آذربائیجان اور آرمینیا کی سرحدوں پر ہے۔ بابک خرمی کا وہ خاتمہ کر چکا ہے۔ بابک خرمی گرفتار ہو  
کر سامرہ پہنچا۔ اس کا اور اس کے بھائی کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اور بابک خرمی کو ختم کرنے کی خوشی  
میں معتمد نے افشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا حاکم مقرر کر دیا ہے۔ افشین کے ساتھ ایک بہت  
بڑا لشکر ہے۔ اس طرح لشکر کا کافی حصہ تو سامرہ سے باہر افشین کے ساتھ ہے۔

باقی رہے مسلمانوں کے دو بڑے سالار ایتاخ اور اشناس تو وہ شامی سرحدوں پر ہی پڑاؤ کئے  
ہوئے تھے لیکن جوہنی پیٹرک جوہن نے آرمینیا کی سرحدوں پر حملہ کیا وہ اس کی روک تھام کے لئے  
شمال کی جانب جا چکے ہیں۔ اب شامی سرحد بالکل خالی ہے۔ معتمد سامرہ میں ہے۔ اب اس کے  
پاس جو بڑے سالار ہیں وہ عیث بن عنبہ عمر فرغانی، بغا کبیر اور سپہ سالار اعلیٰ ابواسحاق بن یحییٰ ہے  
جو رد عمل کے طور پر ہماری طرف رخ کر سکتا ہے لیکن جو لشکر اس وقت سامرہ میں ہے۔ اسے لے کر  
اگر وہ یہاں آتا ہے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جہاں تک افشین کا تعلق ہے وہ ابھی دور افتادہ سرزمینوں میں ہے اور یہاں پہنچ کر ہمارے  
مقابل نہ آ سکے گا۔ جہاں تک ایتاخ اور اشناس کا تعلق ہے۔ تو وہ یقیناً ہمارے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک  
جوہن کے ساتھ الجھے ہوئے ہوں گے اور پیٹرک جوہن انہیں نہ بھاگنے دے گا نہ اپنے اوپر غالب

جس وقت آرمینیا کے علاقوں میں ایتاخ اور اشناس دونوں نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار  
اعلیٰ پیٹرک جوہن کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ اسی وقت نوفل بن میخائیل اپنے برادر نسبتی اور اپنے  
بہترین سالار برداس کے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں داخل ہوا۔ اتنی دیر تک انکوریہ سے اس کا  
تیسرا بڑا جرنیل فرزون اور درومنوں کے شامی علاقوں کا حاکم طولک بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ اس  
سے آن ملے تھے۔ اس طرح نوفل بن میخائیل کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا۔  
اناطولیہ کے میدانوں میں جب اس کے سارے عساکر جمع ہو گئے تب نوفل بن میخائیل نے  
ان مخبروں کو طلب کیا جو اس نے اپنے لشکر کے آگے مسلمانوں کی نقل و حرکت سے متعلق اطلاعات  
فراہم کرنے کے لئے روانہ کئے تھے۔

یہ مخبر پہلے ہی نوفل بن میخائیل کو بتا چکے تھے کہ مسلمانوں کی سرحدوں پر ان کے دو جرنیل  
ایتاخ اور اشناس قیام کئے ہوئے تھے اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ پیٹرک جوہن کا مقابلہ کرنے کے  
لئے آرمینیا کی طرف جا چکے ہیں۔ اور اب مسلمانوں کی شامی سرحدیں بالکل خالی پڑی ہوئی ہیں۔  
مخبر جب نوفل بن میخائیل کے سامنے آئے تو اس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔  
مسلمانوں کے علاقوں پر حملوں کی ابتدا کرنے سے پہلے میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہاں  
قریب ترین مسلمانوں کے کون سے اہم شہر ہیں؟ جن پر میں حملہ کروں انہیں برباد کروں اور ان  
شہروں کی اس بربادی اور تباہی کا قلق اور دکھ ان کے امیر المومنین معتمد کو پہنچے۔

مخبر تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نوفل بن  
میخائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا! قریب ترین مسلمانوں کے دو بڑے شہر ہیں۔ ایک زبطہ دوسرا ملطیہ۔ پہلے شہر زبطہ

آنے دے گا۔ میرے خیال میں پیٹرک انہیں ایسی شکست دے گا جو ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان فراہم کرے گی۔

اپنے مخبروں کی اس گفتگو سے نوفل بن میخائیل کو مزید حوصلہ اور جرأت و ہمت ملی تھی۔ وہ اپنے کام کی ابتداء دیر سے کر رہا تھا اس لئے کہ جب بابک خرمی مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتداء کر رہا تھا تو اس نے اپنی ابتداء سے متعلق نوفل بن میخائیل کو پیغام بھجوادیا تھا۔ کہ معصم اپنی تمام عسکری طاقت کے ساتھ اس کے مقابلے پر اتر آیا ہے۔ لہذا سامرہ و بغداد سمیت تمام صوبے اس وقت لشکریوں سے خالی پڑے ہیں۔ اور اگر نوفل بن میخائیل مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو اس کو اس سے بہتر کوئی دوسرا موقع مسلمانوں کو تباہ کرنے کا نہ ملے گا۔

بابک کا مدعا یہ تھا کہ اگر نوفل بن میخائیل نے حملہ کر دیا تو مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور اس پر دباؤ کم ہو جائے گا لیکن بابک کی بدبختی کہ زیادہ عرصہ تک وہ مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور گرفتار ہو کے مارا گیا۔ اب جو نوفل بن میخائیل نے اپنے کام کی ابتدا کی تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ مسلمانوں کے علاقے میں داخل ہوا۔

سب سے پہلے نوفل بن میخائیل نے مسلمانوں کے شہر زبطہ پر رات کے وقت حملہ کیا۔ یہ ایسا جان لیوا شب خون تھا کہ کوئی شہر کی حفاظت نہ کر سکا۔ شہر کا ایک چھوٹا سا محافظ لشکر تھا۔ جو حملہ آوروں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ شہر پر نوفل بن میخائیل کا قبضہ ہو گیا اور وہاں کے مردوں کو جو مقابلے پر آئے تھے قتل کر ڈالا گیا۔ عورتوں بچوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد نوفل بن میخائیل نے اپنے لشکر کے ساتھ دوسرے بڑے سرحدی شہر ملطیہ کی طرف توجہ کی۔ اور وہاں بھی وہی طرز عمل اختیار کیا جو کھیل اس نے زبطہ شہر میں کھلیا تھا۔

مسلمانوں کے دونوں شہروں کو تباہ و برباد کرنے اور بہت سے مسلمانوں کا قتل عام اور کچھ کو اسیر بنانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نوفل بن میخائیل پیچھے ہٹ گیا تھا۔ شاید وہ معصم کا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا۔ ربیع الثانی کی ۲۹ (انتیس) تاریخ کو معصم کو اس کے مخبروں نے اپنے سرحدی شہر زبطہ اور ملطیہ کے مفتوح اور برباد ہونے کی خبر پہنچائی۔ جس مخبر نے معصم کو ان دونوں شہروں کی تباہی و بربادی کی خبر پہنچائی اس نے معصم پر یہ بھی انکشاف کیا کہ جس وقت دونوں شہروں کو برباد کرنے کے بعد بہت سی عورتوں کو گرفتار کر کے رومن کشاں کشاں لئے جاتے تھے۔ اس موقع پر جس

لرح راجہ داہر کے ہاتھوں لئے والی عورتوں میں سے ایک نے خداوند قدوس کے بعد حجاج بن یسف کو اپنی مدد کے لئے پکارا تھا۔ اسی طرح ایک عورت نے بھی آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے خداوند قدوس کے بعد معصم کا نام لے کر اسے مدد کے لئے پکارا تھا۔

یہ خبر جب مخبر کے ذریعے معصم کو ملی تو وہ بلند آواز میں لیلیک لیلیک کہتا ہوا اپنی نشست سے ٹھکڑا ہوا۔ سب سے پہلا کا مجھ اس نے کیا وہ یہ کہ ایک لشکر دے کر ہراول دستے کے طور پر عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی کو سرحدوں کی طرف روانہ کیا تاکہ زبطہ اور ملطیہ کے لئے پٹے لوگوں کی ہار ڈھارس بندھائیں۔ آنے والے قاصد نے یہ بھی انکشاف کر دیا کہ ایٹاخ اور اشناں دونوں ذربائیجان کے سرحدوں پر پیٹرک جو بن کے ساتھ ہر سر پیکار ہیں۔ یہ صورتحال یقیناً معصم کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

لہذا ایک لشکر کے ساتھ سب سے پہلے اس نے عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی کو روانہ کر دیا۔ برتیز رفتار قاصد اس نے ایٹاخ کی طرف بھجوائے کہ جو بھی صورت حال ہو اسے ترک کر کے فوراً نامی سرحدوں کا رخ کرے۔ اس کے علاوہ فی الفور ایک اور لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے معصم ات خود بڑی برق رفتاری سے شامی سرحدوں کا رخ کر رہا تھا۔

معصم جب سرحدوں پر پہنچا تو سب سے پہلے اس نے زبطہ اور ملطیہ شہروں کی تباہی و بادی کا جائزہ لیا۔ اس کی آمد تک عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی وہاں کے لوگوں کو کافی حد تک حارس دیتے ہوئے آباد کر چکے تھے لوگوں کے گھروں کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا۔

جس طرح اناطولیہ کے میدانوں میں نوفل بن میخائیل نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور دہنے سے پہلے اپنے مخبروں سے پوچھا تھا کہ مسلمانوں کے کون سے دو اہم شہر ہیں اسی طرح معصم نے بھی کارروائی کی۔ اس لئے کہ نوفل بن میخائیل کی ساری گفتگو سے مخبر اسے مطلع کر چکے تھے۔ لہذا بھی اپنے طلائیہ گروں سے پوچھا کہ رومنوں کا نزدیک ترین اہم ترین شہر کون سا ہے۔

اس پر مخبروں نے اطلاع دی کہ رومنوں کا اہم ترین شہر عموریہ ہے اور یہ وہ شہر ہے جہاں رومنوں کا موجودہ شہنشاہ نوفل بن میخائیل پیدا ہوا تھا۔

اس انکشاف پر معصم بے حد خوش ہوا۔ زبطہ اور ملطیہ شہر سے ہٹ کر وہ سرحدوں پر آیا۔

اور جعفر بن دینار کو طلب کیا۔ جب یہ سالار اس کے سامنے آئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے معصم کہنے لگا۔

میں لشکر کی ترتیب تم پر چھوڑتا ہوں جو فیصلہ تم مل کر کرو گے وہ میرے لئے قابل قبول ہوگا۔  
ایتاخ، عجیف بن عنبہ، اشناس اور جعفر بن دینار نے تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر ایتاخ معصم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! ہم سب نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ اگر آپ اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو ہماری خوشی کا باعث ہوگی۔ آپ لشکر کے قلب میں رہیں۔ عجیف بن عنبہ آپ کے ساتھ ہوگا۔ میمنہ میرے پاس رہنے دیں۔ میسرہ جعفر بن دینار کی کمانداری میں ہوگا۔ اشناس میرے ساتھ نہیں رہے گا۔ لشکر کا ایک حصہ اس کے لئے مختص کر دیا جائے گا اور وہ مقدمۃ الجہش کا کام سرانجام دے گا۔ اور لشکر کے جس حصے میں بھی دشمن کے مقابلے میں کمزوری یا ذرا برابر بھی پسپائی کے آثار نمودار ہوں گے۔ اشناس فوراً اس کی مدد کو پہنچے گا۔ اور اپنے لشکر کے اس حصے کو سنبھالا دینے کی کوشش کرے گا۔

معصم نے لشکریوں کی اس ترتیب کو قبول کر لیا اور اسی کے مطابق صفیں درست کی جانے لگی تھیں۔ دوسری جانب رومنوں کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک نے بھی لشکر کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی۔ وسطی حصے میں وہ خود رہا۔ میمنہ پر اس نے فرزند کو میسرہ پر اس نے برداس کو مقرر کیا تھا۔ اس نے بھی لشکر کا ایک چوتھا حصہ ترتیب دیا تھا اور اس کے ذمے دو کام لگائے تھے کہ اول تو چوتھا حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کرے گا اور جہاں کہیں بھی کمزوری کے آثار نمودار ہوں وہاں پہنچ کر اپنے لشکریوں کی مدد کرے گا اس طرح جب دونوں لشکریوں کی ترتیب درست ہو گئی تب معصم نے اپنے لشکر کو پیش قدمی کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی لشکر کے اندر فلک شگاف تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی معصم نے پیش قدمی شروع کی تھی۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں کے بازوؤں میں بھرے ساون اس کے چہرے پر اٹھتے انتقامی جذبوں میں سلگتی ریت کی حدت تھی۔ پھر وقت کی آنکھ آسمان کی بصارت نے دیکھا معصم اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ لفظوں کے الجھے ریشم اور وقت کی لاکھوں گرہوں کو اپنی ایک ہی نظر میں کھول دینے والی روح کی پکائیوں اور جیون کے رازوں میں ہر خواب و خیال کے سرنامے پر ان گنت بے قرار قیامتیں برپا کر

عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی اس کے ساتھ تھے۔ وہاں آ کر ابھی معصم خیمہ زن ہی ہوا تھا کہ مجنوں نے اسے اطلاع کی کہ آرمینیا کی سرحدوں پر ایتاخ اور اشناس نے نوفل بن میخائیل کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو، بن کو بدترین شکست دی ہے۔ اور پیٹرک بھاگ کر اناطولیہ کے میدانوں میں نوفل بن میخائیل سے جا ملا ہے۔ ایتاخ اور اشناس دونوں اپنے لشکر کے ساتھ امیر المومنین کے لشکر کا ہی رخ کئے ہوئے ہیں۔

معصم ابھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شامی سرحدوں پر پہنچا ہی تھا کہ نوفل بن میخائیل کو اس کے نصیبوں نے اطلاع کی کہ آذربائیجان اور آرمینیا سے ہوتا ہوا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ہاشمین رومنوں کے علاقوں میں داخل ہو کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

یہ اطلاع یقیناً نوفل بن میخائیل کے لئے دل شکنی کا باعث تھی۔ اس وقت اس نے اپنے سارے لشکریوں کے ساتھ طرسوس کے مقام پر قیام کیا ہوا تھا اور اس کا سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو، بن ایتاخ اور اشناس کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اس سے آن ملا تھا۔

پیٹرک کو اس سے پہلے ہی چونکہ ایتاخ اور اشناس کے ہاتھوں شکست کا سامنا ہو چکا تھا۔ لہذا نوفل بن میخائیل نے خود ہاشمین کی راہ روکنے کا عزم کیا۔ اس نے صرف طولک کو اپنے ہمراہ لیا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آرمینیا کا رخ کیا تاکہ ہاشمین کی راہ روکے۔ لشکر کا باقی حصہ پیٹرک برداس اور فرزند کی سرکردگی میں طرسوس کے مقام پر ہی رہا۔ کوچ کرتے ہوئے نوفل بن میخائیل نے پیٹرک کو حکم دے دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں میں داخل نہ ہوں۔ جہاں ہیں وہیں پڑاؤ کئے رہیں۔ مسلمان اگر کسی رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ تو انہیں کچل کے رکھ دیں۔

معصم کو بھی یہ خبریں مل چکی تھیں۔ اتنی دیر تک ایتاخ اور اشناس بھی اس سے آن ملے تھے۔ شاید معصم کو ان دونوں ہی کے آنے کا انتظار تھا۔ جو نبی وہ اس کے پاس پہنچے معصم نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اس نے طرسوس کا رخ کیا۔ جہاں پیٹرک جو، بن برداس اور فرزندوں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے۔

دشمن کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے میں معصم تاخیر نہیں چاہتا تھا۔ جو نبی وہ رومنوں کے لشکر کے سامنے آیا۔ پڑاؤ کی حالت درست کرنے کے بعد اس نے لشکر کی صفیں درست کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جس وقت لشکر کی صفیں درست ہو رہی تھیں۔ معصم نے ایتاخ، عجیف بن عنبہ، اشناس

ایتاخ کے مقابلے میں برداس کے لشکر میں پہلے ہی کمزوری کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ اب نواسی حصے پر اشاس نے بھی ضرب لگائی تب برداس کے سارے لشکر کی تنظیم درہم برہم ہو کے رہ گئی۔ فلی صفیں ماری کچلی گئیں۔ پچھلی صفوں کی تنظیم خراب ہو گئی۔ اس کے لشکر کی تعداد بھی بڑی تیزی سے کم ہونے لگی تھی۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے پیٹرک جوہن کے اشارے پر اس کے اپنے لشکر کے حصے سے بھی کچھ لشکر کی برداس کی مدد کے لئے حرکت میں آ گئے تھے اور اپنے حصے کے لشکر کی کمی پوری کرنے کے لئے کچھ لشکر کی فرزون کے لشکر کے حصے سے بھی قلب کارخ کر رہے تھے۔ اس طرح گویا پیٹرک جوہن کے تینوں لشکروں کی تنظیم متاثر ہوئی تھی۔

برداس کا لشکر تو پہلے ہی درہم برہم ہو گیا تھا اور پیٹرک جوہن کی طرف سے نئے لشکر آنے کے باوجود اس کا لشکر ایتاخ اور اشاس کے جان لیوا حملوں کے سامنے جم نہ سکا دوسری جانب جب کچھ لشکر پیٹرک کے حصے سے برداس کی طرف گئے اور اس کے بعد کچھ مزید لشکر فرزون کے حصے سے پیٹرک کے حصے کی طرف منتقل ہوئے تب پورے لشکر کے اندر ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ نواہیں ابھرنے لگیں کہ شاید مسلمانوں نے ان کے لشکر کے کسی حصے کو زیر کر لیا ہے۔ اور اس حصے کی مدد کے لئے باقی دونوں حصوں سے کمک روانہ کی جا رہی ہے۔ یہ خبر پھیلنے ہی پیٹرک جوہن کے برے لشکر میں ایک طرح کی بددلی اور حوصلہ شکنی کی لہریں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

پیٹرک جوہن اپنے دونوں ساتھی جرنیلوں کے ساتھ بمشکل سہ پہر تک معتمم اور اس کے مالاروں کا مقابلہ کر سکا۔ جب اس کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونے لگی اور مسلمانوں کی طرف سے اس پر دباؤ بھی ناقابل برداشت ہو گیا تب اس نے اپنے لشکر میں پسپائی کے ہگل بائے۔ ہگل بختے ہی پیٹرک کی ہدایت کے مطابق سارے کا سارا متحدہ لشکر پسپا ہوا۔ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز کو اسی حالت میں چھوڑتے ہوئے وہ اپنے بڑے اور ہم شہر عموریہ کی طرف بھاگے تھے۔

معتمم نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ کچھ دور تک پیٹرک کا تعاقب کیا۔ پھر لوٹ کر اپنے ٹکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ لیا گیا۔ جب فیوں کی دیکھ بھال کی جا چکی اور معتمم اپنے سارے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ بتاخ نے معتمم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دینے والے سنگ و خشت برساتے عزائم اور عذاب بھرے سحابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ جواب میں پیٹرک بھی اپنے دونوں ساتھی جرنیلوں کے ساتھ مسلمانوں پر نفرت کے بیج بونی۔ کالی روحوں، خزاں کے عذاب اور اوڑھے سرما کے کرودھ بھرے جھگڑوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ سورج اس وقت اپنی خودداری و خود آگاہی کی رد اوڑھے نصف النہار پر چمکتے ہوئے زمین پر رونما ہونے والے نئے انقلاب کا جائزہ لے رہا تھا۔ موت نفرت کے کبادوں میں ہر معزز کو بیچ کرتے ہوئے زندگی کے سکوں کی کھٹک کو خونی نوحوں میں تبدیل کرنے لگی تھی۔

عین اس وقت جب کہ ایتاخ اپنے مینہ کے ساتھ رومنوں کے میسرہ پر ارادوں کی گریں کھولنے والے آندھیوں کے پیش خیموں اور من کی جوت اور خوشیوں کی کہانی کی تہوں تک میں ریت کی سسکیاں بھر دینے والی بھوک خونی جہتوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے اندر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا اور اگلی چند صفوں کو اس نے تہس نہس کرتے ہوئے کسی حد تک ان کی ترتیب بھی خراب کر دی تھی۔ اشاس حرکت میں آیا۔

اشاس ابھی تک اپنے مقدمہ التحیش کے ساتھ کسی شاہین کی طرح گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا اور مناسب موقع کے انتظار میں تھا جب اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھی ایتاخ نے اپنے مینہ کے ساتھ دشمن کے میسرہ کے اندر اپنی فتح کے در کھولنے شروع کر دیئے ہیں تب اس نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی۔

اشاس نے یہ بھی دیکھا کہ رومنوں کے میسرہ کی کمانداری نوفل بن میخائیل کا برادر نسبتی برداس کر رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایتاخ کا ٹکراؤ براہ رامت برداس سے ہو رہا تھا۔ اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے اشاس نے پہلے اس انداز میں تکبیریں بلند کیں جیسے جس زدہ سوچوں میں جیون کے ساگر ابل پڑے ہوں۔ اس کی ان تکبیروں کے جواب میں ایتاخ نے بھی جواب دیتے ہوئے ایسے انداز میں تکبیریں بلند کیں گویا اندھے کالے غاروں کے اندر آنے والے تازیانے برسانے لگے ہوں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اشاس دشمن کے میسرہ پر رنج کے اڑتے بادلوں اور بیدار ہوتے گھنے عذابوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اپنے سامنے آنے والی دشمن کی صفوں کو اشاس نے اس طرح رگیدنا شروع کر دیا تھا جیسے خونخوار تیندوے اچانک اپنے سامنے آنے والی لومڑیوں کو بھبھوڑا اور جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

کوئی بھی لشکر میرا مقابلہ نہیں کرے گا۔ رات کے وقت خداوند نے چاہا تو میں شہر پر شب خون ماروں گا، شہر میں داخل ہوں گا شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر ہے۔ اس کا قلع قمع کرنے کے بعد میں با آسانی شہر پر قبضہ کر لوں گا۔

انگورہ پر میرے حملہ آور ہونے سے دور دھمکنا ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔

اول یہ کہ انگورہ پر میرے حملے کی خبر سن کر نوفل بن میخائیل اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ کر انگورہ کا رخ کر سکتا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اگر کرے گا تو افشین اس کے تعاقب میں لگ جائے گا۔ ایسی صورت میں کبھی بھی نوفل بن میخائیل انگورہ کا رخ نہیں کرے گا بلکہ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے وہ عموریہ شہر کی طرف جائے گا جہاں اس کے سارے سالار ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد پڑاؤ کر گئے ہوں گے۔

دوسرا رد عمل یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ انگورہ کی فتح کی خبر سن کر روموں کا سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک اپنے رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے انگورہ کی طرف پیش قدمی کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ اشاس کو میری طرف روانہ کر دیجئے گا مجھے امید ہے کہ ہم دونوں مل کر پیٹرک سے خوب نمٹیں گے اور اگر پیٹرک کے ساتھ برداس اور تیسرا جرنیل فرزدون بھی انگورہ کا رخ کرتے ہیں تو پھر آپ بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ انگورہ کی طرف کوچ کر لیں اس لئے کہ ہمارے شامی علاقوں کو ایسی صورت میں روموں کی طرف سے حملہ کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ وہ اس لئے کہ سارے رومن لشکر ہمارے ساتھ الجھنے کے لئے انگورہ کا رخ کر چکے ہوں گے۔

ایتاخ کے خاموش ہونے پر معتمد تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر بڑے شفقت آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ایتاخ جو تجویز تم نے پیش کی ہے بڑی اچھی ہے اور ہمارے حق میں سودمند بھی ہے۔ لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ میں تم اکیلے کو انگورہ شہر فتح کرنے کے لئے روانہ کروں یقیناً وہاں دشمن نے شہر کی حفاظت کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہوگا۔ اس کے علاوہ انگورہ کا حفاظتی لشکر نوفل بن میخائیل یا اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو ہم سے مدد بھی طلب کر سکتا ہے اور یہ دونوں انگورہ شہر کی حفاظت کے لئے اپنے لشکریوں کے کچھ حصے بھی روانہ کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا تمہارے لئے مشکلات نہ اٹھ کھڑی ہوں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے اس

امیر! اگر آپ اجازت دیں تو میں دشمن کے خلاف ایک اور کارروائی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس میں کامیاب رہا تو ہمارے مقابلے میں دشمن کی طاقت اور قوت کی کمزور کر رہ جائے گی۔ معتمد نے بڑے توصیفی انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھا پھر شفقت بھرے لہجے میں کہنے لگا

ایتاخ! کھل کے کہو میرے بیٹے! تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

امیر! آپ دیکھتے ہیں روموں کا بادشاہ نوفل بن میخائیل افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے آرمینیا کی طرف گیا ہوا ہے۔ افشین کے ساتھ اس کا قریبی عزیز اور رشتہ دار منگو بھی ہے جسے وہ اپنے نائب کی حیثیت سے استعمال کر رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افشین کے مقابلے میں نوفل بن میخائیل کو شکست اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جہاں تک نوفل بن میخائیل کے دوسرے لشکریوں کا تعلق ہے تو وہ پیٹرک جو ہم کی کمانداری میں ہم سے شکست فاش اٹھا کر انگورہ کی طرف بھاگ گئے ہیں ہم سے شکست کھانے والے پیٹرک کے یہ لشکری بڑی مشکل سے چند دنوں تک اپنے آپ کو سنبھال پائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے خلاف کسی نئی جنگ کے لئے تیار ہو سکیں گے۔ اس دوران میں چاہتا ہوں کہ جنگ میں جس لشکر نے میری کمانداری میں کام کیا ہے۔ اسے لے کر میں روموں کے شہر انگورہ کا رخ کروں۔ انگورہ اور اس کے اطراف کا نواحی علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں انگورہ میں روموں کا جو محافظ لشکر ہے اسے شکست دے کر انگورہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اگر انگورہ پر ہمارا قبضہ ہو جاتا ہے اور ہمارے ہاتھوں اس شہر کی فتح کی خبریں روموں تک پہنچتی ہیں تو یاد رکھئے گا روموں پر ایک طرح سے دل شکنی سی طاری ہو جائے گی۔ اور وہ آئندہ جنگوں میں ہمارے سامنے آتے ہوئے بددی کا شکار رہیں گے اور اس طرح روموں پر آخری ضرب لگانا ہمارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ آپ مجھے انگورہ پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں انگورہ پر چڑھائی کرتے ہوئے اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی کوشش نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنے لشکریوں کا کوئی نقصان ہونے دوں گا۔ انگورہ میں اس وقت کوئی بڑا لشکر نہیں جو شہر سے باہر مزاحمت کر سکے۔

نوفل بن میخائیل آرمینیا کی طرف ہے۔ اس کے تین بڑے سالار ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد انگورہ کی طرف بھاگ چکے ہیں اگر میں انگورہ کا رخ کرتا ہوں تو شہر سے باہر نکل کر

سارے لشکر کے ساتھ ہم یہاں سے انگورہ کا رخ کریں۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد عموریہ کا رخ کریں وہاں پیٹرک جو بہن اپنے لشکر کو ترتیب دے چکا ہوگا۔ ایک بار پھر اسے شکست دے کر میں عموریہ کو فتح کر کے اس میں داخل ہونا چاہتا ہوں اور اس شہر کو آگ لگا دینا چاہتا ہوں جہاں رومنوں کا حکمران نوفل بن میخائیل پیدا ہوا تھا۔

ایتاخ مسکرایا اور کہنے لگا۔

امیر المومنین میں جانتا ہوں جو تجویز آپ پیش کر رہے ہیں یہ آپ کے دل کی آواز نہیں یہ سب آپ میری سلامتی، میری بھلائی کے لئے کر رہے ہیں ورنہ اگر ہم سب اپنے پورے کے پورے لشکر کو لے کر سرحدوں سے انگورہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے کچھ کرتے ہیں تو ہماری غیر موجودگی میں پیٹرک جو بہن پھر ان علاقوں کا رخ کرے گا اور ہمارے علاقوں میں داخل ہو کر بستیوں کو لوٹے گا اور گذشتہ جنگوں میں جو اس کا نقصان ہوا ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن ہم اسے ایسا موقع نہیں دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایتاخ لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ امیر المومنین اس وقت مجھ اکیلے کا ہی انگورہ جانا بہتر اور سودمند ہے۔ آپ یہ بھی نہ کہنے لگا کہ میں شناس کو ساتھ لے جاؤں۔ ٹھیک ہے شناس دشمن کے خلاف جنگی چالوں میں میرا بڑا راز دار ہے اور میرے اشاروں کو بھی خوب سمجھتا ہے لیکن شناس کی آپ کو ضرورت پڑے گی۔ پیٹرک جو بہن اپنے لشکر کی حالت بہتر بنانے کے بعد مزید لشکریوں کو اپنے ساتھ ملا کے پھر قسمت آزمائی اور اپنی گذشتہ جنگوں کا بدلہ لینے کے لئے آپ کے سامنے آ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں کم از کم اس کی راہ تو روک سکتے ہیں اور اگر ہم سب نے انگورہ کا رخ کر لیا اور یہاں کوئی نہ رہا تو پھر یاد رکھئے گا پیٹرک جو بہن مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوگا اور تباہی و بربادی کا نہ ختم ہونے والا کھیل شروع کر دے گا۔ لہذا اس وقت مجھ اکیلے ہی کو انگورہ شہر کا رخ کرنا چاہئے۔ امیر المومنین! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ اپنے لشکر کا نقصان نہیں ہونے دوں گا اور انگورہ شہر بھی خداوند نے چاہا تو فتح کر لوں گا۔

معتصم نے بالآخر ایتاخ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ معتصم شناس، عجیف بن عنبرہ اور جعفر بن دینار اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کئے رہے جبکہ ایتاخ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ انگورہ شہر کا رخ کر رہا تھا۔

ازل سے ابد تک بھاگتے لکھنوں کو اپنے شانوں پر اٹھائے سلگتی رات ہر شے کو گریز پا اور بے بصر کرتی دلوں کے دارالامان میں خوابوں کے دائرے بناتی اپنی منزل کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ اپنے رب کی عظمت کے قصیدے گاتے طیور اپنے گھونسلوں میں دبک چکے تھے۔ چاروں طرف ہوا کا عالم تھا جیسے بھنور میں کشتیاں ڈوب گئی ہوں یا سوچ کی لہروں پر بستے فرصت کے اذیت ناک لمحے دم توڑ چکے ہوں۔ انگورہ شہر رات کی تاریکی میں کسی دیمک زدہ آتش کدے کی طرح لگ رہا تھا۔ تاہم کبھی کبھی شہر کے اندر سے کھنکی چوڑیوں یا کتب میں بجتی گھنٹیوں جیسی آوازیں سنائی دے جاتی تھیں۔ کہراؤڑھے رات میں عارض گل شبنم سے نم آلود ہونا شروع ہو گئے تھے۔ انگورہ شہر کی فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے رومن راہ طلب میں چلتے چلتے ٹوٹ جانے والے بیکار لکھنوں اور اپنے اپنے گھونسلوں میں سمٹ سہم جانے والے طیور کی طرح برجوں کے اندر آرام فرماتے تھے۔

شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا۔ وہ بھی خواب سے بغل گیر تھا۔ فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر حفاظت کرنے والے لشکری یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اس قدر مسافت طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا کوئی لشکر ذات کی گہری تاریکی میں انگورہ پر شب خون بھی مار سکتا ہے۔

وہ اس لئے بھی مطمئن تھے کہ ان کا شہنشاہ نوفل بن میخائیل قسطنطنیہ سے نکل کر اناطولیہ کے میدانوں میں موجود تھا۔ پھر ان کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو بہن کے علاوہ دوسرے تمام بڑے بڑے سالار اپنے اپنے عسا کرتے ساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں موجود تھے۔ لہذا انہیں کسی قسم کا شک اور شبہ نہ ہو سکتا تھا۔ کہ انگورہ شہر کے ارد گرد بھی خطرات منڈلا سکتے ہیں۔

جب رات گہری ہو گئی تب ایتاخ اپنے لشکر کے ساتھ انگورہ شہر کی فصیلوں کے قریب پہنچا۔



آن کی آن میں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے رسیوں کی سیڑھیاں انگورہ شہر کی فصیل پر ڈال دی تھیں پھر بڑی تیزی کے ساتھ ایسا اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر چڑھ گیا تھا۔ فصیل کے محافظ ابھی تک گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بالکل محفوظ خیال کر رہے تھے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ان کا بادشاہ نوفل بن میخائیل اور ان کے سارے بڑے بڑے سالاران کے گرد منڈلا رہے ہیں۔

اپنے لشکر کے آدھے حصے کے ساتھ ایسا فصیل کے اوپر پھیل گیا پھر وہ رشتوں کی پہچان سے عاری سلطنتی زیت کے مسلسل ظلم جبر اور خواہوں کے تعاقب میں بھاگتے شام کے اندھیروں کے سیل کی طرح فصیل کے اوپر گہری نیند سوئے محافظوں پر وارد ہوا اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ یہ کارروائی بغیر کسی شور ہنگامہ کے تکمیل پا گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے فصیل کے اوپر کوئی جیالانقیب نمودار ہوا ہو اور صحن مقتل میں اس نے ان گنت انسانوں کو نچمداشوں میں تبدیل کر دیا تھا۔

فصیل کے اوپر اپنی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ ایسا نیچے اترا۔ اتنی دیر تک شہر کے کچھ لوگ جاگ چکے تھے۔ اور شور شراب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ شہر کے مستقر میں جو محافظ لشکر تھا وہ بھی بیدار ہو۔ اتنی دیر تک ایسا نے شہر پناہ کا وہ دروازہ کھول دیا تھا جس کے سامنے اس کے لشکر کا دوسرا حصہ منتظر تھا یوں ایسا کا سارے کا سارا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

شہر میں ہر طرف چیخ و پکار اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ لوگ شور کر رہے تھے کہ دشمن شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ اور فصیل کے اوپر ان کے جس قدر محافظ ہیں ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اس چیخ و پکار سے مستقر میں سوئے ہوئے سارے لشکری بیدار ہوئے شہر کے عام لوگ جو خوابوں کی وادیوں میں بے ہوشیوں کے غلبے تلے آنکھوں کی چلمنوں میں ناچتے خمار شب کی طرح نیند سے بغل گیر تھے۔ جب ان تک یہ خبر پہنچی کہ مسلمان حملہ آور شہر میں داخل ہو گئے ہیں تو ہر گھر میں ایک شور ایک دادیلا اٹھ کھڑا ہوا۔ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر گلی کو چوں میں شور کرنے لگے تھے۔ مدد کے لئے پکارنے لگے تھے۔

لوگوں کے شور کرنے پر مستقر میں جو محفوظ لشکر تھا وہ شہر پناہ کے اس دروازے کی طرف بڑھا جس طرف ایسا کا لشکر تھا۔ جونہی وہ لشکر اس کے نزدیک آیا۔ ایسا سلگا سلگا کر بھاگ دینے والے بادل آگ برساتے اجالحوں اور زمین کے سینے میں دفن کر دینے والی فطرت کی اذیت ناک یوں کی

طرح رات کی گہری تاریکی میں ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

محافظ لشکر زیادہ دیر تک ایسا کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ ایسا نے مکمل طور پر ان کا صفایا کر دیا۔ شہر میں خاموشی طاری ہو گئی۔ اس لئے کہ شہریوں کو پتہ چل گیا تھا کہ شہر میں جس قدر ان کا لشکر ہے اس کو مسلمان حملہ آوروں نے تہ تیغ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ شہریوں میں چونکہ ایک طرح کی بے چینی تھی لہذا کچھ شہریوں سے رات کی تاریکی ہی میں ایسا نے رابطہ کیا اور شہر کے اندر منادی کرادی کہ شہر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو چکا ہے۔ کسی کو کوئی نقصان کوئی گزند نہیں پہنچائی جائے گی۔ شہر کے رہنے والے بالکل محفوظ رہیں گے۔ تاہم جو لوگ مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے یا مسلمانوں کے خلاف کوئی شرارت کریں گے ان کی گردن کاٹنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا جائے گا۔

جب گلی کو چوں میں یہ اعلان کر دیا گیا تب لوگ اپنی جگہ مطمئن ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کے اندر دب گئے۔ رات کی تاریکی ہی میں ایسا نے شہر کو لاشوں سے بالکل صاف کر دیا۔ اگلے روز کے سورج نے جب طلوع ہو کر انگورہ شہر کے اندر جھانکا تب ایسا نے اپنے قبضے اپنی گرفت کو مضبوط اور مستحکم کر چکا تھا اور شہر کے انتظامات مکمل طور پر اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔

-----☆-----

دوسری جانب رومنوں کے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جو بن کو خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے سالار ایسا نے ان کی غیر موجودگی میں ان کے شہر انگورہ پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر رومنوں کے لئے بڑی روح فرسا تھی۔ ایک لحاظ سے مسلمان ان کے قلب میں خنجر گھونپنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ پیٹرک نے لشکر کا ایک حصہ برداس کی کمانداری میں دے کر اس کو عموریہ کی حفاظت ہی کے لئے چھوڑا اور خود اس نے اپنے دوسرے سالار فرزدون کو ساتھ لیا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ بڑی تیزی سے انگورہ کی طرف بڑھا تھا۔

امیر المومنین معتمد کو بھی اس کے نقیب اس امر کی اطلاع دے چکے تھے کہ ایسا نے انگورہ شہر فتح کر لیا ہے۔ اور وہ شہر کے نظم و نسق میں مصروف ہے۔ اسے یہ خبر بھی دے دی گئی تھی۔ کہ رومنوں کا سالار پیٹرک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ انگورہ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی

نوفل بن میخائیل جنگ کی ابتدا کرنے میں جلد بازی سے کام لے رہا تھا شاید ایسا وہ اس لئے کر رہا تھا کہ کہیں اس کے سارے لشکریوں کو یہ خبر نہ ہو جائے کہ آرمینیا کی سرحدوں پر اسے افشین کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی ہے اور وہ مسلمانوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے عموریہ کی طرف آیا ہے۔ بہر حال دونوں لشکراپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

نوفل بن میخائیل اپنے لشکر کے وسط میں رہا۔ اپنے ساتھ اس نے اپنے دو جرنیل فرزوں اور طولک رکھے دائیں ہاتھ پر اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ پیٹرک جوہن کو اور بائیں طرف اپنے دوسرے بڑے جرنیل اور اپنے برادر بستی برداس کو رکھا تھا۔

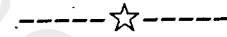
مسلمانوں کے لشکر کی حالت کچھ اس طرح تھی کہ وسطی حصے میں معصم خود رہا۔ اشناس کو اس نے میسرہ پرافشین کو اس نے مینہ پر مقرر کیا تھا۔ باقی سالاروں کو معصم نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ اپنے لشکر کی صفیں اور ترتیب درست کرنے کے بعد معصم نے خود جنگ میں پہل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ صفیں درست ہوتے ہی اس کے اشارے پر اس کے سارے سالاروں اور لشکریوں نے کچھ ایسے انداز میں خداوند قدس کی کبریائی کے نعرے بلند کئے۔ جیسے گونجتے گرجتے سحابوں کی چمک جسم کے جھوٹ سے روح کی سچائی تک مساموں سے دل کی تہوں تک اور سر دلہجوں کی اتھاہ تک اترتی چلی گئی ہو اس کے بعد اپنے پورے لشکر کے ساتھ معصم نوفل بن میخائیل کے لشکر پر آرزو کی دھجیاں آڑتی ہجر و سنگ کی ناگہانی برسات خیالوں پر پہرہ خواہشوں پر قدغن لگاتی اجنبی جزیروں کی مسافتوں اور ہر شے کو بے جہت کر دینے والی گراں بار برق کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ دوسری جانب نوفل بن میخائیل نے بھی اپنی مساعی عمل کی ابتداء کی اور وہ بھی ظلم کو اپنی فطرت قتل کو اپنی عادت اور شر انگیزیوں کو اپنی خوینا کی کالی روحوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

عموریہ شہر سے باہر کھلے میدانوں میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے انسانی ضمیر کر ریزہ ریزہ کرتی تلواریں میدان جنگ میں موت بانٹنے لگی تھیں۔ کاسہ حیات میں مسکراتا وقت سکوں کی بجائے زہر آنکس نشتر پھیلنے لگا تھا۔ خواب اوڑھے نیلا آسمان خون میں تھڑی زمین کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا فطرت کے عناصر اور کارکنان قضا و قدر فنا کے لرزاں رنگ فضا میں بکھیرنے لگے

کر رہا ہے۔ یہ خبر ملتے ہی معصم نے پورے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے انگورہ کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

پیٹرک جوہن اور فرزوں کو جب اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا امیر المومنین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انگورہ کا رخ کئے ہوئے ہے تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ پیٹرک جوہن تو پہلے ہی ایتاخ سے خوفزدہ تھا۔ اس لئے کہ آرمینیا کی سرحدوں پر ایتاخ اسے عبرت ناک اور بولناک شکست دے چکا تھا۔ اب جو اس کے کانوں میں یہ خبر پڑی کہ ایتاخ کی مدد کے لئے معصم بھی انگورہ کا رخ کئے ہوئے ہے تو پیٹرک جوہن انگورہ کی طرف جانے کی بجائے پلٹا اور اپنے لشکر کو لے کر عموریہ کی طرف چلا گیا۔

انگورہ کے قریب پہنچ کر جب معصم کو خبر ملی کہ پیٹرک انگورہ کی بجائے واپس عموریہ کی طرف چلا گیا ہے تو جہاں تک انگورہ کے قریب معصم پہنچا تھا وہیں اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔



نوفل بن میخائیل جو بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ افشین کا مقابلہ کرنے کے لئے آرمینیا کی طرف بڑھا تھا۔ افشین نے اسے ایسی بدترین شکست دی کہ جیسے پیٹرک کو ایتاخ نے دی تھی۔ افشین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نوفل بن میخائیل بھاگا پہلے اس کا ارادہ تھا کہ انگورہ میں جا کر محصور ہو جائے گا لیکن راستے میں جب اس کے طلائیہ گروں نے خبر دی کہ مسلمانوں کے سالار ایتاخ نے انگورہ فتح کر لیا ہے تب نوفل کی پریشانیوں کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انگورہ کی بجائے اس نے عموریہ کا رخ کیا اور اپنی رفتار اس نے پہلے سے کئی گنا بڑھا دی تھی تاکہ راستے میں مسلمانوں کا کوئی بھی لشکر اس پر حملہ آور ہو کر اس کے لئے مزید نقصان کا باعث نہ بنے۔ اس طرح نوفل بن میخائیل کے سارے لشکر عموریہ سے باہر متحد ہو گئے تھے۔

اتنی دیر تک افشین بھی اپنے لشکر کے ساتھ معصم سے آن ملا تھا۔ افشین کے آنے کے بعد اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ معصم نے بھی انگورہ کے نواح سے عموریہ کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ معصم اور اس کے سالار رومنوں کے علاقوں میں گھسے ہوئے تھے۔ عموریہ کے نواحی میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ عموریہ وہ شہر تھا جہاں نوفل بن میخائیل پیدا ہوا تھا۔ اور معصم نے اس شہر کو برباد اور تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

تھے۔

جنگ جب اپنے زوروں پر تھی اور دونوں لشکر ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اچانک نوفل بن میخائیل کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف سے اس طرح تکبیریں بلند ہوئیں جیسے فطرت کی آغوش اور حصار ذات کے حجرہوں میں تحیر کے آسمان کھڑے کرتے سالک کے سفر کی جاں سپاری نے اپنا رنگ دکھا دیا ہو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک لشکر نمودار ہوا اور وہ لشکر نوفل بن میخائیل کے لشکر کے پہلو پر سکون کو بر باد سپنوں کو سیاہ کر دینے والے زہر بھرے چیختے چلاتے بگولوں اور مرگ کے لاکھوں سندیسے دیتی بے روک طوفانی شدتوں اور بے یقینی میں بستیوں کو اجازت دینے والے اہنی عزائم کے شر کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

حملہ آور ہونے والا یہ لشکر ایسا تھا۔ اور ایسا تھا اپنے لشکر کے آگے آگے دشمن کے لشکر میں ذہن و دل کے دریچوں میں نغموں اور زمزموں کی لہروں اور جھوٹ کی مسافتوں میں سچائی کے اسم اعظم کی طرح گھستا چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جہاں جنگ اپنے زوروں پر تھی کسی بھی لشکر کو اپنی شکست کا یاقہ کا احساس نہ تھا۔ لیکن اب پہلو کی طرف سے ایسا تھا کہ جان لیوا حملوں کے باعث پانسا پلٹنا شروع ہو گیا تھا اور نوفل بن میخائیل کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے سرد ہواؤں میں ٹھہرتے سونے مناظر برہنہ پیٹروں، دلدلوں میں پھنے وحشیوں، ڈولیدہ ہونٹوں کی تشنگی اور تیزی سے پھیلتے خبر پرین جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

سامنے کی طرف سے معصم، شناس، اشین، عجیف بن عنبہ اور دیگر سالار رومنوں پر جان لیوا حملے کر رہے تھے۔ رومنوں کی اگلی صفوں کا حلیہ تک انہوں نے بگاڑ دیا تھا۔ پہلو کی طرف سے ایسا تھا کہ رومنوں کی پسلیوں کے اندر خنجر گھونپنا شروع کر دیئے تھے۔ اس دو طرفہ اذیت کو رومن زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے۔ ذہنی طور پر انہوں نے اپنی شکست کو قبول کر لیا تھا۔ نوفل بن میخائیل نے جب دیکھا کہ مسلمان بڑی تیزی سے اس کے لشکریوں کو روندتے ہوئے اور ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرتے چلے جا رہے ہیں تب اس نے اپنے لشکر کے اندر پسائی کے بگل بجانے کا حکم دے دیا تھا۔ بگل بجتے ہی پسائی شروع ہوئی۔ نوفل بن میخائیل اپنے لشکر کو لے کر اناطولیہ کے میدانوں میں کسی اندھے اونٹ کی طرح بڑی تیزی سے قسطنطنیہ کی طرف

بھاگ رہا تھا۔

نوفل بن میخائیل کے بھاگ جانے کے بعد معصم نے عموں کو فتح کر لیا۔ جو کھیل نوفل بن میخائیل نے مسلمانوں کے شہر زبطہ اور ملطیہ میں کھیلا تھا۔ دیا ہی کھیل معصم نے اس کے مولد عموں میں کھیلا تھا۔ نوفل بن میخائیل کے پڑاؤ اور عموں نے شہر کو اس نے اپنے لشکر کے ذریعے مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا تھا۔ یوں معصم نے رومنوں کے بادشاہ نوفل بن میخائیل سے اس کے حملوں کا خوب انتقام لیا۔

چند روز تک عموں میں قیام کرنے کے بعد ایساخ اور شناس کو معصم نے اپنی سرحدوں پر ہی چھوڑا تا کہ دونوں وہاں قیام کر کے زبطہ اور ملطیہ دونوں شہروں کو از سر نو آباد کریں۔ خود وہ اپنے لشکر کے ساتھ سامرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

سامرہ پہنچ کر ایک بہت بڑا حادثہ رونما ہوا۔ وہ یہ کہ معصم کو خبر ہو گئی کہ عجیف بن عنبہ اور عمر فرغانی، عباس بن مامون کے ساتھ ساز باز کر کے اس کی جگہ عباس بن مامون کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ معصم نے اس سازش کی تحقیق کی۔ جب پتہ چلا کہ یہ معاملہ سچ ہے تب معصم نے عجیف بن عنبہ، عباس بن مامون الرشید اور عمر فرغانی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ادھر ایساخ اور شناس نے بھی چند روز سرحدوں پر قیام کر کے زبطہ اور ملطیہ شہر کو دوبارہ آباد کیا اور وہاں کے لوگوں کو آباد کرنے کے بعد وہ بھی سامرہ کی طرف چلے گئے تھے۔

اور بغا کبیر بھی میرے بدترین دشمن ہیں لیکن اگر ایساخ کا خاتمہ کر دیا جائے تو پھر اشناں اور بغا کبیر دونوں را کھ کا ڈھیر بن کے رہ جائیں گے۔ اس لئے کہ ایساخ کے بغیر وہ دونوں کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ اگر جسم ہیں تو ایساخ ان کی زبان تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ جس طرح تم نے عجیف بن عنبہ کے اس پاس رہتے ہوئے اس کے خلاف جال بنا یہی طریقہ کار اس ایساخ کے خلاف بھی استعمال کرو۔ میں اسے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ اس کا خاتمہ ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں میں اپنی من مانی کر سکتا ہوں وہ معصم کا جنگی مشیر بھی ہے۔ معصم ہر کام اس کے مشورے سے کرتا ہے۔ اگر اس کا خاتمہ ہو جائے تو اس کے بعد اسحق بن یحییٰ رہتا ہے اسے میں کوئی اہمیت ہی نہیں دیتا۔ کہو اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو؟

افشین جب خاموش ہوا تب چند لمحوں تک بڑی سوچ بچار میں گم رہنے کے بعد سورا ب بول پڑا۔

افشین! میرے محترم! یہ بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے۔ جہاں تک عجیف بن عنبہ کا تعلق تھا تو وہ بڑا بھولا بھالا سا ایک بدو تھا ہماری بات ماننے پر فوراً تیار ہو جاتا تھا۔ ایساخ کا بھی میں جائزہ لے چکا ہوں۔ یہ سننا سب کی ہے مگر کرتا اپنی ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اسے اسی سانچے میں ڈال سکوں جس میں میں نے عجیف بن عنبہ کو ڈھالا تھا۔ لیکن یہ کام انتہائی مشکل لگتا ہے۔ افشین مسکرایا اور کہنے لگا۔

سورا ب تمہارے پاس دو ایسے ہتھیار ہیں جن کے سامنے مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ اور ناممکن بھی ممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان میں سے پہلا ہتھیار تو عورت ہے۔ عورت اگر چاہے تو شب کی تیرگی کو دن کی تابندگی میں تبدیل کر دے ظلم کی رات کو صبح میں موت کے شکنجے میں اتم کرتے الفاظ کو بدیت کی راہوں پر رقص کرتے وسعت حیات کے رنگوں اور جھلمل کرتے خن کے مانتا بوں میں تبدیل کر دے۔ عورت چاہے تو آبِ سادہ کو زہرناک کر دے عورت کی مرضی ہو تو وہ نور دانش کو شر آلودہ ریزوں اور قلم کی خوں ریزی کو زمر دی قرنی رنگوں اور تخریب کی پیاس کو لطفانہ سادگی بھری مسکراہٹ میں بدل کر رکھ دے۔ جہاں تک عورت کے بے پناہ حسن کا تعلق ہے۔ ذراں کا جمال جب اور جس وقت چاہے گیم فکر کی شکنوں کی تمکنت تک کو حرص و ہوس کے حال میں

معصم نے گوا فشین کو آذربائیجان اور آرمینیا کا دالی مقرر کر دیا تھا لیکن نوفل بن میخائیل کے ساتھ جنگوں کی وجہ سے افشین نے اپنی قریبی عزیز منگھو کو اپنی طرف سے آذربائیجان اور آرمینیا کی دالی مقرر کر دیا اور خود وہ سامرا میں رہنے لگا تھا۔ اس کی اطلاع اس نے معصم کو بھی کر دی تھی۔ دراصل افشین جن سازشوں اور مکاریوں میں پڑا ہوا تھا۔ ان کی تکمیل آذربائیجان میں رہ کر نہ ہو سکتی تھی۔ سامرا میں رہتے ہوئے وہ اپنے کام کو مکمل کرنا چاہتا تھا۔

گو اس نے اپنے سب سے بڑے حریف عجیف بن عنبہ اور اس کے دونوں قریبی ساتھیوں عباس بن مامون اور عمر فرغانی کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اب حالات اس کی بدبختی کی بھی ابتدا کر رہے والے تھے۔

ایک روز افشین اپنی حویلی کے ایک کمرے میں اپنے غلام دا جس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ یہودی طبیب سورات اس کمرے میں داخل ہوا اور افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ نے مجھے طلب کیا ہے؟

افشین منہ سے کچھ نہ بولا بس اس نے اثبات میں گروں ہلا دی تھی۔ سورا ب آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر افشین نے سورا ب کو مخاطب کیا۔

سورا ب میں تمہارا اور تمہاری دونوں ساتھی لڑکیوں کا رداغ اور دو مادوں کا شکر گزار ہوں کہ تم نے کمال دانش مندی اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے عجیف بن عنبہ کو بغاوت پر آمادہ کیا جس کے نتیجے میں اس کا ہی نہیں۔ مامون الرشید کے بیٹے عباس اور عمر فرغانی کا بھی خاتمہ ہو گیا اور یہ تینوں میرے انتہا درجہ کے مخالف تھے۔

اب میرے راستے میں سب سے بڑا ردڑ اور رکاوٹ ایساخ ہے۔ گو ایساخ کے علاوہ اشاکر

مہربان اور نغمہ ساز تھا لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اب جنگوں کا بھی کوئی سلسلہ نہیں ہے کہ ہم کہیں اپنے فرائض سرانجام دے سکیں۔ امیر! گذشتہ شب آپ کے متعلق میری بیٹی رداع اور دومانے طویل گفتگو کی ہم تینوں کی گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ ان دنوں ہم بالکل بے کار ہیں۔ آپ کی حویلی ویران پڑی ہوئی ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو ہم تینوں آپ کی حویلی میں منتقل ہو جائیں۔ اس طرح ہم تینوں مل کر حویلی کی دیکھ بھال بھی کرتے رہیں گے اور دوما اور رداع دونوں آپ کے کھانے کے علاوہ آپ کی دوسری ضروریات کا بھی اہتمام کرتی رہیں گی۔

امیر! مجھے امید ہے کہ آپ.....

سوراب مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایسا بخول پڑا اور اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔ محترم سوراب! پہلے تو جو گفتگو آپ نے کی ہے اس کے لئے میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں۔ آپ نے دو موضوع کھڑے کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ کی دونوں بیٹیاں میرے کھانے اور دیگر ضروریات کا خیال رکھیں گے میں ایسا نہیں چاہتا اس لئے کہ اس سے پہلے اسحاق بن یحییٰ بھی کئی بار مجھ سے کہہ چکے ہیں کہ میں ان کے ہاں کھانا کھالیا کروں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اگر اب میں آپ لوگوں کو اس کام کے لئے اپنے پاس رکھتا ہوں تو اس طرح اسحاق بنی یحییٰ کی دل شکنی ہوگی۔ لہذا میں ایسا نہیں کر سکتا۔

دوسرا سوال آپ کا یہ اٹھتا ہے کہ آپ ان دنوں بے کار ہیں۔ تو اس کا میں اہتمام کر دیتا ہوں۔ جس حویلی میں آپ رہ رہے ہیں اسی میں آپ اپنا قیام رکھیں میں آج ہی سامرا کے شفاخانے کی طرف جاؤں گا اور اس کے ناظم سے کہوں گا کہ وہ آپ تینوں کو شفاخانے میں رکھ لے اس طرح وہاں جو مرد و عورتیں مریض آتے ہیں۔ ان کی خدمت اور ان کا علاج کر کے آپ تینوں اپنے آپ کو مصروف رکھ سکتے ہیں میرے خیال میں محترم سوراب آپ نے جو کچھ کہا اس کا آپ کو جواب مل گیا ہوگا۔

جواب میں سوراب مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ حویلی کے صدر دروازے سے ایک سیاحی ماں قسطنطنیہ اور عیمہ دونوں داخل ہوئیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے سوراب نے دوما اور رداع کو مخصوص اشارہ کیا تینوں اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ایسا ہی کیا۔ ان کی طرف بڑے غور سے ان کے جانے کے بعد اسی چٹائی پر قسطنطنیہ اور عیمہ آ کے بیٹھ گئی تھیں۔ ان کی طرف بڑے غور سے

تبدیل کر دے جب چاہے چنا کے پھولوں کو خوشبو بھرے غنچوں، بچکیوں کے بھونچال کو مسکراہٹوں کے جلال اور خاموشی کے انت نگر کلاہوت کی رفتوں تک پہنچا دے۔

افشین رکامسکرایا پھر سوراب کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

سوراب! تمہارے پاس دوما اور رداع کی صورت میں یہ دونوں ایسی لڑکیاں ہیں جن کے پاس جسمانی کشش کے علاوہ بے پناہ حسن بھی ہے۔ ان دونوں ہتھیاروں کو استعمال کرتے ہوئے تم ایسا جیسے شخص کو اپنے سامنے زیر اور نگین نہیں کر سکتے۔ جس نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ جواب میں سوراب مسکرایا اور کہنے لگا۔

بات تو آپ نے بڑی معقول کی ہے۔ بہر حال میں ان دونوں ہتھیاروں کو ایسا ہی پر آزمائے کی کوشش کروں گا۔ اور پھر جو نتیجہ سامنے آئے گا اس سے آپ کو آگاہ بھی کروں گا۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں جاؤں۔

افشین نے جب اسے سر ہلاتے ہوئے جانے کی اجازت دی تو تب سوراب وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

نوفل بن میخائیل نے چونکہ ایسا ہی کی قیمت لگا رکھی تھی۔ لہذا ایسا ہی کو بتائے بغیر معقم نے اس کی حفاظت کے لئے کچھ مسلح جوانوں کو مقرر کر دیا تھا۔ جو آتے جاتے ہی نہیں حویلی کے قیام کے دوران بھی اس کی حفاظت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتے تھے۔

ایک روز ایسا ہی اپنی حویلی کے سامنے والے باغیچے میں کھجور کی چٹائی پر بیٹھا تھا کہ ایک مسلح جوان اندر آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! طبیب سوراب اور اس کی دونوں بیٹیاں کسی اہم کام کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتے ہیں وہ حویلی کے صدر دروازے پر کھڑے ہیں۔

ایسا ہی نے جب انہیں بلانے کے لئے کہا تب وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس مسلح جوان کے ساتھ سوراب، دوما اور رداع اندر آئے تھے۔ آگے بڑھ کر تینوں نے بلند آواز میں ایسا ہی سے سلام کیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ایسا ہی نے ان کا استقبال کیا۔ ایسا ہی کے سامنے وہ تینوں بیٹھ گئے پھر گفتگو کا آغاز سوراب نے کیا۔

امیر ایسا ہی! اس سے پہلے ہم عیسیٰ بن عنبہ کے لشکر میں کام کرتے تھے۔ ہمارے لئے وہ بڑا

دیکھتے ہوئے۔ ایتاخ نے پوچھ لیا۔

خیریت تو ہے؟

قسطونہ کچھ دیر بخیرہ بیٹھی رہی پھر کہنے لگی۔

بیٹے! خیریت تو ہے لیکن ایک سیہ کی حالت نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ ایتاخ بیٹے! اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ آپ کو پسند بھی کرتی ہے اور آپ سے محبت بھی کرتی ہے۔ لیکن جب میں اس سے تمہاری شادی کی بات کرتی ہوں تو وہ بدک جاتی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو انتہائی کمترین احساسات میں ڈبولیا ہے۔ اس نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالی ہے کہ وہ آپ کے قابل نہیں رہی۔ بے آبرو ہونے کے بعد وہ ذلیل اور ایک بے کار لڑکی کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر میں ایتاخ سے شادی کر لوں تو اس کی وجہ سے ایتاخ کی محترم ذات بھی داغدار ہو کے رہ جائے گی۔ لہذا اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں ایتاخ سے محبت ضرور کر دوں گی چاہوں گی لیکن ان کی بیوی نہیں بنوں گی۔“

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ایتاخ میرے بیٹے! میں عمیمہ کے ابی اور ماں سب نے مل کر ایک ترکیب سوچی ہے اس پر تمہاری رضامندی کے بعد ہم عمل کرنا چاہتے ہیں۔

ایتاخ نے چونک جانے کے انداز میں قسطونہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کیسی ترکیب؟

بیٹے! ہم سب مل کر یہ مشہورہ کرنا شروع کر دیں گے کہ ایتاخ کے لئے رشتہ تلاش کیا جا رہا ہے اور جب بھی کوئی لڑکی اسے پسند آگئی اس کا بیاہ کر دیا جائے گا اور پھر چند ہی دن بعد یہ مشہور کیا جائے گا کہ ایک لڑکی جو سامرا کی رہنے والی ہے۔ بے پناہ خوب صورت اور پرکشش ہے۔ وہ ایتاخ کی زندگی کا ساتھی بننے پر آمادہ ہو گئی ہے میرے خیال میں جب ہم یہ حربہ استعمال کریں گے تو ایک سیہ کے دل پر ایک چر کا ایک صدمہ سا لگے گا اس لئے کہ وہ تمہیں چاہتی ہے۔ پسند کرتی ہے۔ میرے خیال میں ایسا کرنے سے وہ ضرور آپ کی طرف مائل ہوگی نہیں چاہے گی کہ آپ کسی اور کی زندگی کا ساتھی بنیں! اگر تمہاری رضامندی ہو تو ہم ایسا کریں۔

اس وقت بھی ہم دونوں ایک سیہ کو بتا کے نہیں آئیں واپس جا کے جب وہ ہم سے پوچھے گی کہ ہم کہاں گئی تھیں تو ہم اسے کہیں گی کہ ہم ایتاخ کے لئے ایک لڑکی کو دیکھنے گئی ہوئی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی وہ کس رد عمل کا اظہار کرتی ہے۔

ایتاخ کھکھلا کر ہنس دیا کہنے لگا۔

اس سلسلے میں آپ کو میری رضامندی لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ایک سیہ کے معاملے میں جو کچھ بھی آپ کریں گی اس میں آپ کو میری رضامندی حاصل ہوگی۔ اس لئے کہ میں نے ایک سیہ کو پسند کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بناؤں گا۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے قسطونہ اور عمیمہ خوش ہو گئی تھیں پھر وہ کچھ دیر تک وہیں بیٹھ کر سو رہیں دو ماں اور دواغ کے آنے سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ پھر اٹھ کر اپنی حویلی کی طرف واپس گئی تھیں۔ قسطونہ اور عمیمہ دونوں جب حویلی کے صحن میں آئیں تب اندر سے بھاگنے کے انداز میں ایک سیہ نکلی اپنی ماں قسطونہ اور عمیمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ دونوں کہاں گئی ہوئی تھیں۔ میں کافی دیر سے آپ لوگوں کو تلاش کر رہی تھی۔ قسطونہ نے جواب طلبی کے سے انداز میں عمیمہ کی طرف دیکھا اس پر عمیمہ ایک سیہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ایک سیہ میری بہن! اب جب کہ تم ایتاخ بھائی کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر چکی ہو انہیں اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنانا چاہتی تو امیر المومنین معصم کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ ایتاخ کی شادی کا اہتمام کیا جائے۔ ان کے لئے ہم دولہا کیوں کو دیکھنے گئی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی تو ہمیں بے حد پسند آئی۔ دوسری ذرا شکل کی اچھی نہیں تھی۔ ابھی تین چار اور لڑکیاں دیکھنی ہیں۔ اس کے بعد اس رشتے کو آخری شکل دی جائے گی۔

عمیمہ کی اس گفتگو سے لمحہ بھر کے لئے ایک سیہ کی حالت کو ہماروں کی گود میں پھیلتے دھندلکوں میں شفق آتشی رنگ اور رشک و حسد احساسات نمایاں ہو گئے تھے۔ اس کے جلتے نینوں میں سپنوں کی تتلیاں لہرا گئی تھیں۔ تاہم جلد ہی اس نے اپنی اس نزاکت اور شدت پر قابو پالیا اور اپنی حالت اس نے کڑکتے کورے سفید جیسی کر لی تھی۔ پھر تھکے ماندھے لہجے میں کہنے لگی۔

میری زیست تو اپنی ذات کے لئے بھی باعث شرم ہو کے رہ گئی ہے۔ بہر حال امیر المومنین معصم نے بہترین فیصلہ کیا ہے۔ ایتاخ کا گھر ضرور آباد ہونا چاہئے۔

قسطونہ اور عمیمہ نے ایک سیہ کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ چپ چاپ حویلی کے سکوتی حصے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ ایک سیہ گردن جھکائے ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔

وسائل وہاں جمع کر کے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی جائے اور ترکستان میں آتش پرستوں کی ایک آزاد حکومت قائم کی جائے۔

حالات کی ستم ظریفی کہ جو سامان افشین کی طرف سے یعنی آذربائیجان سے ترکستان حسن کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ وہ خراسان سے ہو کر گزرتا تھا۔ خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر کو جب معلوم ہوا کہ افشین اسلامی سلطنت کا سامان رسد ساما حرب و ضرب اور بڑی بڑی رقوم اپنے وطن کو بھجواتا ہے تو اس کو کچھ شبہہ ہوا اس نے ایک بار سامان لے جانے والے کو گرفتار کر لیا۔ اور تمام سامان اور نقدی چھین کر اپنے قبضے میں کر لی۔ اس سلسلے میں اس نے خط افشین کو لکھا اور تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے اس کی طرف بھجوایا جس میں اس نے تحریر کیا کہ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ اس قدر سامان لئے ہوئے جا رہے تھے میں نے ان کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا ہے اور سامان اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا ہے۔ کیونکہ میں عنقریب اپنے ہمسایہ غیر مسلموں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔ اور اپنے علاقوں کو ان کی دست و بردے محفوظ کرنا چاہتا ہوں اگر چہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم چور نہیں ہیں اور اپنے آپ کو آپ کا فرستادہ بتایا ہے لیکن ان کا یہ بیان قطعاً غلط اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ چور نہ ہوتے اور آپ کے بھیجے ہوئے ہوتے تو آپ مجھ کو ضرور اس بات کی اطلاع کرتے۔

یہ خط جب افشین کو ملا تو افشین بڑا شرمندہ ہوا اور عبداللہ بن طاہر کو لکھا کہ وہ لوگ چور نہیں ہیں بلکہ میرے ہی فرستادہ ہیں۔

عبداللہ بن طاہر نے افشین کا یہ خط پا کر ان لوگوں کو چھوڑ دیا مگر سامان واپس نہیں کیا۔ اپنے پاس ہی رکھا۔

لیکن عبداللہ بن طاہر خاموش نہیں بیٹھا۔ اس سارے معاملے کی اطلاع اس نے خفیہ طور پر اپنے چند بھروسے کے آدمیوں کے ذریعے معتمد کو بھجوادی۔ معتمد نے یہ اطلاع ملنے پر بظاہر کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا اس لئے کہ افشین کی خدمات اس کے سامنے تھیں۔

حقیقت یہ تھی کہ افشین اپنی ریاست و سلطنت ترکستان میں قائم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے وہ بہت پہلے سے تیاری کر رہا تھا۔ جب افشین بابک خرمی سے جنگ سے فارغ ہو کر سامرا

عجیف بن عنبہ، عمر فرغانی اور عباس بن مامون الرشید کے بعد افشین ایتاخ کے خلاف سازشوں کا جال بننے میں مصروف ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی بد قسمتی کہ حالات اور وقت نے خود اس کے خلاف موت و مرگ کے جال بننا شروع کر دیئے تھے۔ ہوا کچھ یوں کہ۔

طرستان کا آتش پرست رئیس مازیار بن اسلامی حکومت کا خراج گزار تھا اور وہ خراسان کے مسلمان والی عبداللہ بن طاہر کے پاس خراج جمع کرایا کرتا تھا۔ عبداللہ بن طاہر کے مراسم ایتاخ کے ساتھ برادرانہ تھے۔ اور یہ بات مازیار کو اچھی نہ لگتی تھی۔ اس لئے کہ مازیار کے افشین کے ساتھ گہرے تعلقات اور روابط تھے۔

ان کے سامنے رکھتے ہوئے مازیار نے خراسان کے حاکم عبداللہ بن طاہر کے پاس خراج جمع کرانے کی بجائے خراج کی رقم براہ راست سامرا بھجوانا شروع کر دی۔

اس پر عبداللہ بن طاہر نے سختی سے مازیار کو تنبیہ کی کہ یہ رقم وہ براہ راست سامرا بھیجتا ہے وہاں سے پھر میرے پاس آتی ہے کیونکہ مجھے اس سے اپنے اخراجات پورے کرنا ہوتے ہیں لہذا وہ رقم سامرا کی بجائے مجھے بھجوایا کرے اس کے لئے امیر المومنین معتمد سے میں نے احکامات بھی حاصل کر لئے ہیں۔

دوسرا معاملہ یہ ہوا کہ بابک خرمی کے ساتھ جنگوں کے زمانے میں معتمد نے افشین کو آزادانہ اخراجات کرنے کے لئے اختیار دے دیا تھا اور اس کے پاس معتمد کی طرف سے برابر ہر قسم کا ساز و سامان اور ملک پہنچتی رہتی تھی۔

افشین اپنے لشکر کے لئے انتہائی کفایت شعاری کے ساتھ سامان اور رقم خرچ کرتا اور باقی تمام رقم اور سامان حرب و ضرب اپنے بیٹے حسن کے پاس ترکستان بھجواتا رہتا تھا کہ جنگ کے سارے

واپس آیا تو اس کو توقع تھی کہ خلیفہ معتمد اسے خراسان کی ولایت عطا کرے گا۔ اور اس طرح اسے بخوبی موقع مل جائے گا کہ وہ وہاں اپنی حکومت اور سلطنت کے لئے راہ ہموار کرے لیکن معتمد نے اس کو آرمینیا اور آذربائیجان کا والی مقرر کر دیا اور افشین کی امیدوں کا خون ہو گیا۔

اس کے بعد نوفل بن میخائیل کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ افشین کو اس جنگ میں شریک ہونا پڑا اس ساری صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے افشین نے فیصلہ کیا کہ سلطنت میں جگہ جگہ بغاوتوں اور سرکشیوں کا سلسلہ شروع کر دے سب سے پہلے وہ چاہتا تھا کہ طبرستان کا رئیس بازاریار اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کرے افشین کا خیال تھا کہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے معتمد یقیناً اسے روانہ کرے گا لہذا جب وہ طبرستان کی طرف جائے گا تو بازاریار ایک بغاوت کو فرو کر کے وہاں سے جو کچھ ملے گا وہ ترکستان پہنچائے گا اور ترکستان ہی میں رہتے ہوئے وہ اپنی علیحدہ سلطنت کا اعلان کر دے گا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے تیز رفتار قاصد بھجوائے ایک قاصد طبرستان کی طرف دوسرا باغی کرو سردار جعفر بن فہر کی طرف جو موصل کے نواح میں رہتا تھا۔ اور تیسرا قاصد آرمینیا اور آذربائیجان میں منگجور کی طرف بھجوا دیا اور انہیں تنبیہ کی کہ حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے فوراً اسلامی سلطنت کے خلاف بغاوت کھڑی کر دیں۔

اس سلسلے میں ایک خط افشین نے اپنے آتش پرست دوست طبرستان کے رئیس بازاریار کی طرف لکھا۔ اس خط کا مضمون کچھ یوں تھا۔

”مازیار! دین زرتشت کا کوئی ناصر و مددگار میرے اور تمہارے سوا نہیں ہے۔ بابک بھی اسی دین کی حمایت میں کوشاں تھا لیکن وہ محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوا۔ اور اس نے میری نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی۔

اس وقت بھی ایک زریں موقع حاصل ہے اور وہ یہ کہ تم علم بغاوت بلند کر دو معتمد تمہارے مقابلے کے لئے یقیناً میرے سوا کسی دوسرے کو مامور نہ کرے گا۔ اس وقت میرے پاس سب سے زیادہ طاقت اور زبردست لشکر ہے۔ میں تم سے ساز باز کر اگا اور ہم دونوں متفق ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے مقابلے پر عربوں اور ترکوں کے سوا کون نہ آئے گا۔ جن کی تعداد بہت قلیل ہے اور ان کے مقابلے کے لئے میرے لشکر کا ایک معمولی دشتہ بھی کافی ہوگا۔

عربوں کی حالت تو یہ ہے کہ ایک لقمہ ان کو دے دو اور خوب پتھروں سے ان کا سر کچلو خراسانیوں کا جوش دودھ کا سا بال ہے اٹھا اور فرو ہو گیا۔ تھوڑے سے اشتغال میں ان کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر تم ذرا ہمت کرو تو وہی دین مذہب جو ملوک عجم کے زمانے میں تھا پھر ہم ترکستان میں قائم کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ آتش پرستوں کی ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔“

افشین کا یہ خط پڑھ کر مازیار بہت خوش اور مطمئن ہوا۔ اس خط کے ملنے کے ساتھ ہی اس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ساتھ ساتھ اس نے اپنی رعایا سے ایک سال کا پیشگی خراج وصول کر کے بڑے سے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا۔

ادھر خراسان کے مسلمان والی عبداللہ بن طاہر کو جب مازیار کی بغاوت اور سرکشی کا علم ہوا تو بڑے ہولناک انداز میں وہ اس کے خلاف حرکت میں آیا ایک بڑا لشکر اس نے تیار کیا اور اپنے چچا حسن بن حسین کو اس نے آتش پرست مازیار کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

ادھر معتمد کو جب مازیار کی اس بغاوت کا علم ہوا تو سامرا سے بھی عبداللہ بن طاہر کی امداد کے لئے لشکر روانہ کئے لیکن افشین کی بد قسمتی کہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جو لشکر سامرا سے خراسان کی طرف گیا۔ اس کا سالار افشین کو نہیں بنایا گیا تھا۔ اس طرح افشین کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ وہ تو یہ آس اور امید لگائے بیٹھا تھا کہ سامرا سے جو لشکر خراسان میں عبداللہ بن طاہر کی مدد کے لئے جائے گا اور مازیار کی بغاوت کو فرو کرنا چاہے گا۔ اس کی سالاری چونکہ میرے ہاتھ میں ہوگی لہذا اس لشکر کو لے کر میں مازیار کو اپنے ساتھ ملا کر ترکستان کی طرف چلا جاؤں گا اور علم بغاوت بلند کر دوں گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ عبداللہ بن طاہر کے چچا حسن بن حسین اور وہ لشکر جو سامرا سے گیا تھا انہوں نے مازیار کو بدترین شکست دی۔ اس شکست کے نتیجے میں مازیار کو زندہ گرفتار کر لیا گیا مازیار کو جب والی خراسان عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش کیا گیا تب عبداللہ بن طاہر نے اسے چند محافظ دستوں کے ساتھ سامرا، معتمد کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

اب افشین اور مازیار کی بد بختی کہ عبداللہ بن طاہر کے چچا حسن بن حسین نے جب مازیار پر



حملہ کیا اور اسے شکست دی تو اس کے بعد اس کے ہاتھ وہ سارے خطوط بھی لگ گئے جو وقتاً فوقتاً اشین مازیار کو لکھا کرتا تھا اور وہ آخری خط بھی حسن بن حسین کے ہاتھ لگ گیا جس میں اشین نے مازیار کو بغاوت کرنے کی تلقین کی تھی۔

یہ خط اور مازیار کو سامرا روانہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ مازیار سے اور بھی خطوط برآمد ہوئے جو اشین اسے لکھا کرتا تھا۔ معتم نے مازیار کو زندہ زندان میں ڈال دیا مگر اس نے ان سارے خطوط کو جو اشین نے وقتاً فوقتاً مازیار کو لکھے تھے بحفاظت اپنے پاس رکھ تو لیا لیکن اپنے عمل سے اس نے یہ نہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ باطنی طور پر اشین سے بدظن ہو چکا ہے۔

مازیار کی بغاوت فرو ہو گئی۔ مازیار کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ اور اس کے علاقے کی دیکھ بھال اور گرائی خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر کے ذمے لگا دی گئی تھی۔

جس وقت مازیار نے بغاوت کی اسی وقت کردوں کے سردار جعفر بن فہر نے بھی اشین کے کہنے پر مسلمانوں کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا۔ یہاں بھی اشین آس لگائے بیٹھا تھا کہ اسے بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا جائے گا اور معتم اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ گو کردوں کا سردار جعفر بن فہر موصل کے نواحی علاقوں میں ایک بڑی طاقت اور قوت رکھتا تھا اور جن علاقوں میں وہ رہتا تھا ان کی سرحدیں صوبہ آذربائیجان و آرمینیا سے ملتی تھیں۔ آذربائیجان و آرمینیا کا حقیقت میں والی اشین ہی تھا۔ اپنی طرف سے اس نے اپنے عزیز منگجو کو وہاں رکھا ہوا تھا۔ ان ساری حقیقتوں کے باوجود اشین کو معتم نے ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اپنے ایک چھوٹے اور کسی قدر گنہگار سالار عبداللہ بن سید کو اس بغاوت کو دبانے کے لئے ایک خاصے بڑے لشکر کا کماندار بنا کر روانہ کر دیا۔

لیکن اس نئے سالار عبداللہ بن سید کے ہاتھوں یہ بغاوت فرو نہ ہو سکی اس لئے کہ جو لشکر عبداللہ بن سید کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا تھا کردوں کے سردار جعفر بن فہر کے پاس اس سے کئی گنا بڑا لشکر تھا۔ جب لڑائی ہوئی تو عبداللہ بن سید جعفر بن فہر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اسے شکست ہوئی اور مسلمانوں کا لشکر پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

جعفر کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد عبداللہ بن سید نے فی الفور پورے حالات کی اطلاع معتم کو کی۔ یہ صورت حال جان کر معتم بڑا متحیر ہوا۔ جس وقت عبداللہ بن سید کی شکست

کی خبر قاصد معتم کے پاس لے آئے اسی وقت کچھ اور قاصد آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف سے آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ آرمینیا اور آذربائیجان میں اشین کے رشتہ دار منگجو رن بھی علم بغاوت کیا۔

دراصل منگجو رن کی فی الفور بغاوت کرنے کی ایک وجہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور وہ یہ کہ آذربائیجان میں ایک قصبہ تھا جس میں بابک خرمی لوٹ کا مال جمع کیا کرتا تھا۔ اور اس قصبے میں ایک بہت بڑا خزانہ تھا وہ خزانہ اس نے زمین میں دفن کر رکھا تھا اور اس کی حفاظت پر کچھ آدمی بھی مقرر کئے ہوئے تھے۔ اب جب بابک خرمی گرفتار ہو گیا اسے اور اس کے بھائی معاویہ کو مصلوب کر کے ان کی لاش کی گردنیں کاٹ دی گئیں تب اس خزانے کے محافظ اپنے آپ کو غیر محفوظ خیال کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کچھ لوگوں نے جو بابک خرمی ہی کے آدمی تھے اس خزانے کی اطلاع منگجو رن کو کر دی اس لئے کہ بابک خرمی کی طرح منگجو رن بھی آتش پرست تھا۔

منگجو رن فوراً حرکت میں آیا اس قصبے میں گیا اور جہاں بابک خرمی کا خزانہ تھا اس پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اس خزانے پر منگجو رن نے اپنا ذاتی تصرف رکھا اور اس کی اطلاع اس نے سامرا میں معتم کو نہیں کی۔

لیکن آرمینیا اور آذربائیجان میں جو معتم کے پرچہ نویس اور طلائیہ گروں مقرر تھے انہوں نے ان سارے واقعات کی اطلاع معتم کو کر دی۔

منگجو رن کو جب علم ہوا کہ بابک خرمی کے خزانے کی اطلاع طلائیہ گروں نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ذریعے معتم کو کر دی ہے تو اس نے ان طلائیہ گروں کا پتہ کیا اور ان کے قتل کے درپے ہوا۔

ان طلائیہ گروں نے بھاگ کر اردبیل میں پناہ طلب کی۔ اردبیل میں کچھ محبت وطن لوگوں نے ان نقیبوں کو پناہ دے دی۔ اردبیل میں منگجو رن ان نقیبوں کو پکڑنے کے لئے حرکت میں آنے والا ہی تھا کہ سامرا کی طرف سے معتم کے آدمی وہاں پہنچے جنہوں نے منگجو رن کو یہ اطلاع کی کہ اسے آذربائیجان اور آرمینیا سے معزول کر کے آذربائیجان اور آرمینیا کا حکم بغا کبیر کو مقرر کیا جا رہا ہے اور بغا کبیر عنقریب آرمینیا اور آذربائیجان کے والی کی حیثیت سے پہنچ جائے گا۔

منگجو رن کو جب پتہ چلا کہ اسے معزول کر دیا گیا ہے اور آذربائیجان کا والی بغا کبیر کو مقرر کر دیا

گیا ہے تو اس نے علم بغاوت کھڑا کر دیا۔

صورت حال یہ تھی کہ مازیار کی بغاوت تو فرو ہو چکی تھی باقی دو بغاوتیں رہ گئی تھیں ایک منگجور کی دوسری کردستان کی۔ اس لئے کہ کردستان کے سردار جعفر بن فہر نے مسلمان کے سالار عبداللہ بن سید کو شکست دے دی تھی اس صورتحال پر بڑی رازداری کے ساتھ معتمد نے اسحاق بن یحییٰ 'ایتاخ' شناس بغا کبیر کو طلب کیا۔

جب وہ قصر میں معتمد کے پاس آئے تو معتمد نے ان سب کو اپنے پاس بٹھا کر جو صورت حال تھی ان چاروں کو آگاہ کیا اور ان کا مشورہ طلب کیا۔

سب سے پہلے اسحاق بن یحییٰ بولا 'ایتاخ' شناس اور بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے عزیزو! اگر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں امیر المومنین کی اس ساری گفتگو کے جواب میں کچھ عرض کروں۔

اس موقع پر بغا کبیر اور شناس عجیب سے انداز میں ایتاخ کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم تمہارے ساتھ متفق ہیں۔ جو کچھ تم کہو گے ہمیں منظور ہے۔ ایتاخ مسکرایا اور اسحاق بن یحییٰ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن یحییٰ! آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ جو مشورہ بھی آپ دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہماری ملت ہماری قوم کے لئے بہتری پر مشتمل ہوگا۔ آپ بولے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

ایتاخ کی گفتگو اسے اسحاق بن یحییٰ خوش ہو گیا تھا۔ معتمد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ امیر المومنین! کردستان کی بغاوت فرو کرنے کے لئے عبداللہ بن سید کو بھیج کر ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے پھر ہم نے عبداللہ بن سید کو کوئی اتنا بڑا لشکر بھی فراہم نہیں کیا۔ کردستان کے سردار کے پاس بہت بڑی طاقت اور قوت ہے۔ اسے زیر کرنا اسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانا کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اگر میرے خیالات اور میرے مشورے پر عمل کیا جائے تو میں آپ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ کردستان کی بغاوت صرف ایتاخ فرو کر سکتا ہے۔ اگر شناس اس کے ساتھ جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی طاقت اور قوت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

جہاں تک آرمینیا اور آذربائیجان کی بغاوت کا تعلق ہے تو آپ آذربائیجان اور آرمینیا کے

والی منگجور کو پہلے ہی معزول کر چکے ہیں اور اس کی جگہ بغا کبیر والی مقرر بھی ہو چکا ہے۔ بے شک یہ ابھی تک روانہ نہیں ہوا لیکن اب جو صورتحال ہمارے سامنے آئی ہے اس میں ہمیں کچھ تبدیلیاں کرنا پڑیں گی۔

میں چاہوں گا کہ ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ ایتاخ' شناس اور بغا کبیر تینوں یہاں سے روانہ ہوں اور ان دونوں بغاوتوں کو اپنے طریقے سے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ امیر المومنین! ایتاخ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور ایسی بغاوتوں کو فرو کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ پھر شناس بغا کبیر ہمارے دوا لیے سالار ہیں جن پر بدترین حالات میں بھی بھروسہ اور اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں یہ تینوں مل کر جو بھی لائحہ عمل اختیار کریں ان کی مرضی پر منحصر ہے مگر ان بغاوتوں کو فرو ہونا چاہئے۔ ورنہ ان کی دیکھا دیکھی کچھ اور علاقوں میں بھی ہمارے خلاف بغاوتیں اور شورشیں کھڑی ہو سکتی ہیں۔

اسحاق بن یحییٰ کی یہ ساری گفتگو سن کر معتمد کسی قدر مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن اسحاق! جو کچھ تم نے کہا ہے۔ میں نے اسے پسند کیا۔ تم نے بہت اچھی بات کی ہے اب میں ایتاخ کے خیالات بھی جاننا چاہوں گا کہ یہ ان دونوں بغاوتوں کو کیسے ختم کرنا چاہتا ہے۔ ایتاخ نے کچھ سوچا پھر بول اٹھا۔

امیر المومنین! محترم اسحاق بن یحییٰ کی تجویز سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ میں شناس اور بغا کبیر تینوں ایک لشکر کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوں گے۔ یہاں آپ کے پاس اسحاق بن یحییٰ کے علاوہ اور بہت سے سالار بھی ہیں اگر کسی محاذ پر ضرورت پڑی تو یہ اس محاذ کو سنہال سکتے ہیں۔ جو لشکر ہم تینوں کے ساتھ روانہ ہوگا اسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے اور شناس کے پاس رہے گا۔ ہم سب سے پہلے کردستان کی بغاوت کو دبانے کی کوشش کریں گے جب کہ بغا کبیر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف نکل جائے گا۔ تاکہ وہ منگجور کو مسلمان علاقوں میں تباہی اور بربادی پھیلانے سے روک سکے۔ منگجور کے خلاف بغا کبیر جارحیت اختیار نہیں کرے گا۔ بلکہ اسے روک کر رکھے گا تاکہ وہ اپنی بغاوت اور شورش کو دور سے

علاقوں تک نہ پھیلانے میرے خیال میں اتنی دیر تک میں اور اشناش کردستان کی بغاوت کو فرو کر لیں گے۔ کردستان کی بغاوت ختم کرنے کے بعد میں اور اشناش بھی آرمینیا کا رخ کریں گے۔ بغا کبر کے ساتھ مل کر مجھے اندازہ ہے کہ بہت جلد منگور کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں گے۔ امیر المومنین! آپ بے فکر رہیں۔ ہر وہ قوت، ہر وہ شخص، ہر وہ شخصیت جو بھی ملت اسلامیہ اور مسلم قوم کے خلاف سرکشی اور بغاوت کھڑی کرے ہم اسے زندہ رہنے کا حق چھین لیں گے۔

ایتاخ کی اس گفتگو پر معصوم تھوڑی دیر تک بڑے شوق اور توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

ایتاخ! میرے بیٹے تمہاری جراتمندی تمہارا خلوص یقینا درائے حد بیان ہے۔ مسلم قوم اور ملت اسلامیہ سے تمہاری محبت پریشان کن حقیقتوں اور فکر و عمل کی بنیاد بننے اعتقادات سے بھی کہیں آگے ہے تم آنے والی نسلوں کے لئے یقیناً افسانوی انداز کا ایک غیر فانی شاہکار ہو بیٹے اپنے وطن اپنی قوم کے لئے تم ایسی روشنی ہو طوفان جس کا راستہ نہیں روک سکتے۔ میرے لئے تم خواہشوں کی آمریت بے کراں سفر میں دور یوں کے غم اور زہرا آگیں حلقہ میں اشجار کے خشک سایوں اور الفاظ جیسا سکون اور آسودگی ہو۔ مجھے تمہاری ذات پر فخر ہے تم نے آج تک اپنے لئے مجھ سے کبھی کچھ نہیں مانگا آج میں تمہیں موقع دیتا ہوں کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اگر جو چیز تم مانگتے ہو وہ میرے بس میں ہوئی تو قسم کعبہ کے رب کی میں اسے ہر حالت میں پورا کروں گا۔ بولو کیا بولتے ہو؟

معصوم کی اس شفقت آمیز گفتگو سے ایتاخ کا دل بھرا آیا تھا۔ آنکھیں اس کی نمناک ہو گئی تھیں۔ کچھ دیر ہونٹ کا ثار ہا پھر کہنے لگا۔

امیر المومنین آپ جانتے ہیں میں ایک بے ضرورت سا انسان ہوں اپنی زندگی میں نے ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت سے شروع کی۔ جوانی تک ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکٹا رہا۔ جوان ہو کر اپنے مالک کے ہاں اس کے مطبخ میں کام کرنے پر مجبور ہوا اور طبائخ کہلایا۔ امیر المومنین آپ کے زیر سایہ سامرا شہر میں دو وقت کی خوراک با عزت مل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ میں ایتاخ کچھ نہیں چاہتا۔

ایتاخ کی اس گفتگو سے معصوم کا دل بھی بھرا آیا تھا۔ اس کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں کچھ دیر ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے بھی اپنی گردن کو جھکا کر کچھ سوچا پھر ایتاخ کی طری و دیکھا اور خلوص بھر

انداز میں کہنے لگا۔

بیٹے! میرے تیرے لئے دعا ہے تو جس رخ پر بھی وطن، ملت اور مسلم قوم کے دشمنوں کا رخ کرے۔ خداوند قدوس تمہیں ہر محاذ پر فوز مندی اور کامیابی عطا کرے۔ اب بتاؤ تمہارا کیا لائحہ عمل ہے۔

امیر المومنین! میرا اشناش اور بغا کبر کا لائحہ عمل کیا ہوتا ہے۔ ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ نر دود کے سالار جعفر بن فہر اور آرمینیا اور آذربائیجان میں بغاوت کھڑی کرنے والے منگور کو ہم وہ سبق سکھائیں گے کہ آنے والے دنوں میں یہ منگور اور جعفر بن فہر باغیوں اور سرکشوں کے لئے ایک عبرت خیزی بن کے رہ جائیں گے۔ ہم وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ اس طرح منگور اور جعفر بن فہر کی بغاوت دوسرے علاقوں تک بھی پھیل سکتی ہے۔ ہم تینوں آج شام کے قریب سامرا سے اپنی منزل کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو ہم جائیں اس لئے کہ ہمیں جا کر اپنی تیاری کرنے کے ساتھ ساتھ لشکریوں کو بھی تیار کرنا ہے۔

معصوم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ باری باری اس نے چاروں کا شانہ چھتیا یا پھر کہنے لگا۔

تم جاؤ تمہارے کوچ کے وقت میں خود مستقر میں تمہارے پاس ہوں گا۔

اس کے ساتھ ہی اسحاق بن مکی، ایتاخ، اشناش اور بغا کبر وہاں سے نکل گئے تھے۔

ایکاسیہ حویلی کے سامنے حصے میں جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس میں بڑی بے چینی سے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تیز تیز چلتے ہوئے بڑی بے چینی کا اظہار کر رہی تھی۔ گاہے گاہے اس کی نگاہیں حویلی کے صدر دروازے کی طرف بھی اٹھ جات تھیں۔ اتنے میں حویلی میں عیمہ داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ایکاسیہ اس کی طرف لپکی اور شکوؤں بھرے انداز میں کہنے لگی۔

تم کہاں چلی گئی تھی۔ مجھے بتایا بھی نہیں میں کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ کہاں تھی تم تھوڑی دیر کے لئے عیمہ بولی نہیں۔ اداس اور افسردہ سے انداز میں ایکاسیہ کی طرف دیکھتی رہی اس کا چہرے بجا بجا آنکھیں بوجھل بوجھل سی تھیں۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے ایکاسیہ فکر مند سی ہو گئی۔ اس کا بازو پکڑ کر وہ ایک طرف لے گئی اور پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کیا معاملہ ہے۔ تم پریشان اور فکر مند سی لگ رہی ہو۔ یہ بتاؤ تم کہاں گئی تھی کس وقت گئی تھی

اور اس وقت کہاں سے آ رہی ہو۔

عمیمہ نے پھر ایک بوجھل بوجھل اور بھاری بھاری نگاہ ایکاسیہ پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

میں ایتاخ بھائی کے پاس گئی ہوئی تھی۔

عمیمہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایکاسیہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بے پناہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

کیوں انہیں کیا ہوا؟ کس سلسلے میں ان کے پاس گئی تھی؟

عمیمہ پھر اس انداز میں بول پڑی۔

دراصل میں اور تمہاری امی نے ایتاخ بھائی کی شادی کے لئے کچھ لڑکیوں کو تلاش کیا تھا۔ ان میں سے ایک انتہائی خوب صورت لڑکی جو ایک طرح سے ایتاخ بھائی کی پرستار بھی ہے غالباً نہ طور پر اسے چاہتی اور پسند بھی کرتی ہے۔ اس کا ہم نے انتخاب کیا۔ اس سلسلے میں میں اور تمہاری امی اس لڑکی کو لے کے ایتاخ بھائی کی حویلی میں بھی گئے۔ ایتاخ بھائی نے اس لڑکی کو دیکھا۔ لڑکی نے پہلے ہی بھائی کو دیکھا ہوا تھا۔ جب ہم نے رشتے کی بات کی تو بھائی نے صاف انکار کر دیا۔ ایکاسیہ نے سکون کا ایک لمبا گہرا سانس لیا پھر آسودہ سی آواز میں کہنے لگی۔

کیوں انکار کر دیا؟

بھائی کہنے لگا کہ میں کسی لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔ میں نے زندگی میں صرف ایک ہی لڑکی کو پسند کیا ہے۔ اگر وہ میری زندگی کا ساتھی نہ بنی تو پھر زندگی بھر شادی نہ کروں گا۔

عمیمہ نے پھر ٹوٹی پھوٹی آواز میں ایکاسیہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔ عمیمہ نے بھانپ لیا تھا کہ اس لمحہ ایکاسیہ کی آنکھوں میں ایک طرح کا سکون ایک انوکھی خوشی رقص کر رہی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے باطنی طور پر عمیمہ پر سکون ہو گئی تھی۔ لیکن اس نے اپنی اصلیت کو ایکاسیہ پر غاہ نہیں کیا اس لئے کہ وہ تو آہستہ آہستہ ایسے حالات پیدا کر رہی تھی کہ ایکاسیہ کو پھر ایتاخ کے قریب اور سامنے لا کھڑا کرے۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ایکاسیہ نے دبی دبی مسکراہٹ میں عمیمہ سے پوچھ لیا۔

وہ کس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اور کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔

عمیمہ نے تیز نگاہوں سے ایکاسیہ کی طرف دیکھا کہنے لگی۔

انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی کیوں بھولی بنتی ہو۔ تمہیں پتہ ہے ایتاخ بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں۔ تم سے محبت کرتے ہیں۔ اور تمہارے علاوہ وہ کسی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتے۔

تمہیں ان کی شادی کی اس قدر فکر کیوں لاحق ہو چکی ہے۔ ایکاسیہ نے اپنے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اور عمیمہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

فکر تو ہے نا آخر میں ان کی بہن ہوں۔ میں چاہتی ہوں ان کا گھر آباد رہے۔ اب وہ بھر چلے گئے ہیں نجمانے کتنے دن بعد لوٹیں۔؟

ایکاسیہ ایک دم فکرمند اور پریشان ہو گئی۔ کہاں چلے گئے ہیں؟

کردستان میں جو بغاوت ہوئی تھی۔ تم جانتی ہو اس بغاوت کو ختم کرنے اور دبانے کے لئے یہاں سے چھوٹے سالار عبداللہ بن سید کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا۔ لیکن کردستان کے سردار جعفر بن فہر نے اسے شکست دی ہے۔ اور وہ اپنے بچے کچے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اب اس کو بغاوت پر قابو پانے کے لئے ایک لشکر لے کر ایتاخ اور اشناس دونوں یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں مزید یہ ہوا ہے کہ اب آرمینیا اور آذربائیجان میں منکجور نے بھی بغاوت کر دی ہے۔ ایتاخ بھائی اور اشناس کے ساتھ بغا کبیر بھی گیا ہے۔ میرے خیال میں تینوں مل کر ان دونوں بغاوتوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایکاسیہ شاید ایتاخ کے متعلق مزید عمیمہ سے پوچھنا چاہتی تھی۔ ایتاخ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی تھی لیکن اتنے میں عمیمہ کی ماں غران نے حویلی کے اندر سے اسے آواز دی۔ جس پر وہ سکونتی حصے کی طرف ہوئی۔ ایکاسیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

کردستان کے علاوہ آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف سے جو قاصد آئے تھے وہ برابر ایتاخ اشناس اور بغا کبیر کی راہ نمائی کر رہے تھے۔ تینوں اپنے لشکروں کے ساتھ جب کردستان میں داخل ہوئے تب ایک جگہ طلایہ گروں کے کہنے پر ایتاخ نے لشکر کو روک دیا۔ جس طلایہ گروں نے لشکر کو روک دیا تھا ایتاخ کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! یہاں سے دائیں جانب پانچ میل کے افسلے پر کردستان کے لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا ہے۔

لہذا یہاں سے ہمیں اپنا رخ دائیں جانب موڑنا ہوگا۔

ایتاخ نے کچھ سوچا پھر بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بغا کبیر جو قاصد آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف سے آئے تھے ان میں سے صرف ایک ہمارے پاس رہے گا باقی کو تم لے کر اپنی منزل کی طرف کوچ کر جاؤ۔ منگور کے خلاف نہ تم حملوں کی ابتدا کرو نہ جارحیت اختیار کرنا۔ اگر وہ تم پر حملہ آور ہو تو صرف اس کے حملوں کو روکنے تک اکتفا کرنا۔ میرے اور اشاس کے وہاں پہنچنے کا انتظار کرنا میں منگور کو بغاوت کی بڑی کڑی سزا دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ افشین کا آدمی ہے۔ اور اب افشین مسلم قوم اور ملت کے لئے ایک خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ اب تم اپنے لشکر کو لو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

ایتاخ کے کہنے پر بغا کبیر حرکت میں آیا اپنے لشکر کو اس نے علیحدہ کیا پھر آگے بڑھ گیا تھا جبکہ ایتاخ اور اشاس دونوں طلائیہ گروں کے کہنے پر دائیں جانب مڑے تھے۔

ایتاخ اور اشاس ابھی زیادہ سے زیادہ ایک میل کا فاصلہ طے کر پائے ہوں گے کہ مسلمانوں کے وہ طلائیہ گرجاؤں علاقوں میں سرگرداں تھے ان میں سے کچھ ایتاخ کے پاس آئے اور انہوں نے اطلاع کی کہ باغی کردوں کی آن کے آنے کی اطلاع ہو چکی ہے۔ اور وہ بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے یا تاخ اور اشاس پر حملہ آور ہونے کے لئے ادھر ہی کا رخ کر رہے ہیں۔

اس اطلاع پر ایتاخ نے آنے والے ان طلائیہ گروں کا شکریہ ادا کیا اور اشاس کے ساتھ مل کر اس نے لشکر کو دو حصوں میں فوراً تقسیم کر دیا۔ لشکر کی صفیں بھی انہوں نے درست کر لیں اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا۔ تاکہ کر د جب حملہ آور ہوں تو لشکر کی صفیں جنگ کے لئے تیار ہوں فی الفور کردوں پر حملہ آور ہوا جائے۔

ایتاخ اور اشاس زیادہ سے زیادہ آدھا میل اور آگے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے دھول کے بادل اڑتے دکھائی دیئے جس کا مطلب تھا کہ کردوں کا لشکر حملہ آور ہونے کے لئے مار دھاڑ کرتا چلا آ رہا ہے۔ ایتاخ اور اشاس نے فوراً اپنے حصے کے لشکر کے درمیان تھوڑی سا فاصلہ رکھ لیا۔ لشکر کی تنظیم بھی درست کر لی۔ پھر جونہی کردوں کا لشکر سامنے آیا ایتاخ نے لکارنے کے انداز میں تکبیریں بلند کیں اس کی ان تکبیروں کے جواب میں اس کے لشکریوں نے بھی ایسے انداز میں تکبیریں بلند کیں کہ فضا خداوند قدوس کی واحدانیت اور اس کی کبریٰ سے گونج اٹھی تھی۔ پھر اپنی

تکوار فضا میں بلند کرتے ہوئے ایتاخ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنے لشکر کو اس نے حملہ آور ہوئے تھے جس طرح گونگی رہوں مہری گلیوں والے اونچے اونچے ایوانوں میں خیالوں کی نئی دینار کی طرح غموں کی بھڑ داخل ہوئی ہے۔ جیسے فکر کے سائبانوں میں قضا کے کاروان اور بے غبار موسموں کے چمکتے راستوں پر صدیوں کی رفتار شدت سے اپنا راستہ بنا کر گھسکتی چلی جاتی ہے۔

ایتاخ کے ساتھ ہی ساتھ اشاس بھی اپنے لشکر کو اسی انداز میں حرکت میں لایا پھر وہ بھی کڑدوں پر چونکتی سیاہ رات میں اندھیرے کی چادر پھاڑتی گرمی شوق کی کرنوں وقت کی کوکھ میں بے زاری اکتاہٹ اور بے چینی برپا کرتی فطرت کی اضطرابی لہروں اور سوچوں کے سردر میں روجوں کی راحت میں آتش کے بھٹکتے دھیان کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک کر د بھی جوانی کا رو دانی کر چکے تھے۔ وہ بھی ایتاخ اور اشاس پر دل کی گہرائیوں سے اٹھتے بدی کی طلب کے گہری نقوش خازن حیات کی بے قرار قیامتوں اور حسد بھرے لمحے اٹھائے ہوں کے نگار خانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

موصل کے نواحی میدانوں میں گھسان کارن پڑ گیا تھا۔ کردوں کے حوصلے بڑے بلند تھے اس لئے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے لشکر کو شکست دے کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔ جس وقت جنگ اپنے عروج پر آئی تھی اس وقت کردوں کی ایک سمت سے اچانک زوردار انداز میں تکبیریں بلند ہوئیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے چھوٹا سا ایک لشکر کردوں پر حملہ آور ہو کر ان کی صفوں میں گھسنے لگا تھا۔ یہ لشکر وہ تھا جسے اس سے پہلے کردوں نے شکست دی تھی۔ اور اس کی کمانداری عبداللہ بن سید کر رہا تھا۔ جو پہلے شکست اٹھانے کے بعد پیچھے ہٹ گیا تھا۔

ایتاخ نے کسی کو بتائے بغیر پہلے ہی قاصد اس کی طرف روانہ کر دیئے تھے کہ جب وہ اشاس کردوں سے ٹکرائیں تو کسی ایک سمت سے نکل کر کردوں پر حملہ آور ہو جائے اب کردوں کی حالت قابل رحم ہوتی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے درمیان فاصلہ رکھتے ہوئے ایتاخ اور اشاس نے کردوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ محاذ کھولے تھے تیسرا محاذ پہلے ہی عبداللہ بن سید کھول چکا تھا۔ اس طرح کردوں پر تین اطراف سے حملوں نے کردوں کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ کے رکھ

دی تھی۔

کردوں کے سالار جعفر بن فہر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ یا تو حملہ آوروں کو پیچھے دھکیلے یا خود اپنا آپ نکال کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا جنگ کے دوران جعفر بن فہر مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کی خبر جب اس کے لشکر میں پھیلی تو لشکر یوں نے ہتھیار ڈال دیئے معافی مانگی جنہوں نے ہتھیار نہیں ڈالے ان کا خاتمہ کر دیا گیا اور جو معافی کے طلب گار ہوئے تھے انہیں اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

اس موقع پر بڑی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے ایتاخ نے کردوں کے پڑاؤ میں جس قدر سامان تھا وہ اس نے اپنے گھروں کو جانے والوں کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

جب ایسا ہو چکا تب ایتاخ اشناس اور چھوٹا سالار عبداللہ بن سید ایک جگہ جمع ہوئے۔ عبداللہ بن سید نے پہلے ایتاخ اور اشناس کو اس فتح کو مبارکبادی پھر ایتاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! جس وقت کردوں کے ہاتھوں ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑی تھی اور ہم میدان جنگ سے نکل بھاگے تھے تب پیچھے ہٹتے ہوئے ہمارے ہاتھ ایک شخص لگا اسے ہمارے ان طلائی گروں نے پکڑا جو ارد گرد منڈلا رہے تھے۔ پہلے اس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی لیکن جب سختی کی گئی تو وہ مان گیا کہ اس کا تعلق قسطنطنیہ سے ہے۔۔۔۔

عبداللہ بن سید کو یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ ایتاخ بول پڑا۔ اس کو فوراً میرے پاس لاؤ، میں اس کو دیکھنا چاہوں گا اور جانوں گا کہ وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے۔ اور کیا چاہتا ہے۔

اس پر عبداللہ بن سید پیچھے ہٹ تھوڑی دیر بعد وہ ایک شخص کو لایا اور اس کو ایتاخ کے سامنے لا کھڑا کیا۔

ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

مجھے تمہارے متعلق تھوڑی سی تفصیل تو بتادی گئی ہے۔ میرے نام سے بھی تم واقف ہو گے میرا نام ایتاخ ہے۔ تم قسطنطنیہ سے کس نیت کے تحت سامرا کا رخ کر رہے تھے سچ بتانا ورنہ یاد رکھنا میں کھڑے کھڑے کی کھال اتار دوں گا۔ اور منہ پر کپڑا باندھ کر چیخنے چلانے کا موقع بھی نہیں دوں گا۔

آنے والا وہ نو جوان کچھ ہچکچایا اس کی زبان میں لکنت سی پیدا ہو گئی تھی۔ گرجتے کے انداز میں پھر ایتاخ نے اسے مخاطب کیا۔

اپنے متعلق پوری تفصیل بتاؤ۔ ورنہ یاد رکھنا میں ابھی کچھ آدمیوں کو تم پر وارد کر دوں گا کہ وہ بے بس مینے کی طرح تمہاری کھال اتار کے رکھ دیں گے۔

وہ شخص چند لمحوں تک بڑی رحم طلب نگاہوں سے ایتاخ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے پوری تفصیل بتادی کہ وہ نوفل بن میخائیل کا بیٹا ہوا ہے۔ اس نے یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ یہ جاننے کے لئے سامرا کا رخ کر رہا تھا کہ ایک سیہ کو سامرا سے کس نے نکالا ساتھ ہی اس نے یہ بھی تفصیل بتادی کہ سامرا میں طیب کی حیثیت سے کام کرنے والے سوراب دو ماہ اور رداغ بھی نوفل بن میخائیل کے آدمی ہیں۔ وہ سامرا جا کر انہی سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔

اس انکشاف پر ایتاخ کا خون کھول اٹھا تھا۔ کچھ دیر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھتا رہا پھر ضبط کر گیا اور عبداللہ بن سید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

پہلے اس شخص کو اپنے مسلح جوانوں کی نگرانی میں دو اس کے بعد میرے پاس آؤ۔ عبداللہ بن سید وہاں سے ہٹ گیا۔ اس شخص کو چھوڑنے کے بعد جب دوبارہ وہاں ایتاخ کے سامنے آیا تو ایتاخ نے بڑی رازداری سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن سید میں اور اشناس تھوڑی دیر تک یہاں سے آؤر بائجان اور آرمینیا کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ ہم نے وہاں بغا کبیر کے ساتھ مل کر منکجور کی بغاوت کو فرو کرنا ہے۔ تم آج ہی اش لشکر کے ساتھ جو تمہاری کمانداری میں ہے۔ سامرا کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ یہ جو شخص گرفتار کیا گیا ہے۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے اپنے تحویل میں حفاظت کے ساتھ رکھنا۔

یہ بات بھی اپنے ذہن میں بٹھالینا کہ جو سوراب نام کا طیب سامرا میں ہے وہ نوفل بن میخائیل کا جاسوس ہے اس کے ساتھ رداغ اور دو مانام کی جوتڑیاں ہیں وہ بھی اس کی ساتھی ہیں اس کی بیٹیاں نہیں جیسا کہ یہ جاسوس تمہارے سامنے اس بات کا اعتراف کر چکا ہے۔ یہ ساری تفصیل جا کے محترم اسحاق بن سنجی سے کہنا اور انہیں کہنا کہ سوراب رداغ اور دو مانام پر کچھ مسلح جوان مقرر کر دیں جو ان پر دن رات نگاہ رکھیں اور انہیں بھاگنے کا موقع نہ دیں۔ یہ جاسوس جو ہم نے پکڑا ہے۔ جس کا

تعلق نوفل بن مینائل سے ہے اس سے متعلق بھی کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔ اسے بھی تم اسحاق بن یحییٰ کے حوالے کرنا وہ خود ہی اس کا حفاظت کا اہتمام کر لیں گے۔

میدان جنگ میں سب سے پہلے زخیبوں کی دیکھ بھال کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن سید اپنے لشکر کے ساتھ سامرا کی طرف چلا گیا تھا جبکہ ایٹاخ اور اشناس دونوں آرمینیا اور آذربائیجان کا رخ کر رہے تھے۔

دوسری جانب بغا کبیر نے بڑی تیزی سے منگجو کے ذہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اردبیل کا رخ کیا۔ منگجو کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ بغا کبیر نہ صرف یہ کہ اس کی سرکوبی کے لئے آ رہا ہے بلکہ اسے آذربائیجان اور آرمینیا کا والی بھی ماس کی جگہ مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا وہ لشکر لے کر نکلا اور جس وقت بغا کبیر اپنے لشکر کے ساتھ اردبیل شہر کے نواح میں تھا منگجو اس پر خیالوں میں انتشار و بے یقینی پھیلاتے جا رہے ہولناک جبر ہزاروں خود ساختہ فتوحات کا جشن مناتے اندھے نشے اور کرب کے لائحہ موسموں میں سلگتی دھوپ کی گرم ہواؤں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

بغا کبیر بھی بڑا محتاط اور جنگ کا تجربہ رکھتا تھا۔ اپنے نقیبوں کے ذریعے اسے خبر ہو رہی تھی کہ آذربائیجان کے ایک قلعے سے نکل کر اردبیل کے نواح میں منگجو اس پر حملہ آور ہو گا لہذا جو نئی منگجو حملہ آور ہوا بغا کبیر نے اپنے لشکر کی صفیں پہلے ہی درست کر رکھی تھیں جو ابی کارروانی کرتے ہوئے وہ بھی منگجو اور اس کے لشکر پر خوابوں کو توڑتی خواہشوں کو ڈبوتی درد و کرب کی گھٹاؤں اور لہو کی روانگی اور روح کے سفر تک میں قضا کا رنگ بن کر اتر جانے والے آزار جان لحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اردبیل کے نواح میں کھلے میدانوں کے اندر بغا کبیر اور منگجو کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ منگجو جانتا تھا کہ بغا کبیر اس سے زیادہ جرات مند اور جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ لیکن وہ اس کے مقابلے پر اس لئے آیا کہ ایک تو بغا کبیر کو اس کی جگہ والی مقرر کیا گیا تھا اور وہ کسی بھی صورت آذربائیجان اور آرمینیا کی ولایت بغا کبیر کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوئم اس کو یہ بھی امید تھی کہ اگر اردبیل کے نواح میں بغا کبیر کو شکست دے دے تو اس کی چاروں طرف دھاک بیٹھ جائے گی اسے یہ بھی امید تھی کہ سامرا میں بکھرے حالات کو انشین شاید اس کے حق میں سینے میں کامیاب ہو جائے۔

لیکن منگجو کے سارے ارادے آندھیوں میں اڑتے بکھرتے ٹکڑوں کی طرح منتشر ہو کے رہ گیا اس لئے کہ بغا کبیر کے منگجو کو ہولناک شکست دی۔ منگجو آذربائیجان کے ایک قریبی قلعے میں محصور ہو گیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ قلعے میں محصور رہ کر وہ بغا کبیر کا مقابلہ کرے گا اور کسی بھی صورت میں اس کے سامنے اظہار فرمانبرداری نہ کرے گا۔

ابھی یہ محاصرہ جاری تھا کہ ایٹاخ اور اشناس بھی وہاں پہنچ گئے۔ منگجو اور اس کے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ بغا کبیر کے بعد ایٹاخ اور اشناس جیسے سالار بھی ان کی سرکوبی کے لئے پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے مقابلے کو موت کے مترادف سمجھا لہذا اپنی جان بچانے کے لئے انہوں نے منگجو کو گرفتار کر لیا، شہر کے دروازے کھول دیئے اور منگجو کو انہوں نے بغا کبیر، اشناس اور ایٹاخ کی خدمت میں پیش کیا۔

منگجو کو جب ان تینوں کے سامنے لایا گیا تو غصے اور غضبناکی میں ایٹاخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلے ہاتھ کا ایک زوردار طمانچہ جب اس نے منگجو کے منہ پر مارا تو منگجو رمل کھاتا ہوا زمین پر گر گیا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے ایٹاخ دھاڑا۔

شیطان کے گماشتے! تمہیں جرات کیسے ہوئے کہ تم مسلم مملکت کے خلاف بغاوت کھڑی کرو۔ تمہاری طرح مازیار نے بغاوت کی اس کی بغاوت کو ہم نے فرو کیا اس وقت مازیار زندان میں ہے۔ تمہاری طرح کردستان کے سردار نے بغاوت کو ہم نے فرو کیا اس وقت مازیار زندان میں ہے۔ تمہاری طرح کردستان کے سردار نے بغاوت کی میں اور اشناس کا خاتمہ کر کے آ رہے ہیں۔ اب تیری باری ہے تجھے میں قتل نہیں کروں گا۔ تجھے اپنے ساتھ سامرا لے کر جاؤں گا۔ اس لئے کہ تیرے کھاتے میں ابھی بہت سارے اور الزامات بھی ہیں۔ ان کے لئے تم سے برسر عام جواب طلبی کی جائے گی۔

اس کے بعد ایٹاخ نے بغا کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

بغا کبیر اسے اپنی حراست میں لو بھاگے نہ پائے۔

بغا کبیر نے اپنے چند لشکریوں کو اشارہ کیا وہ منگجو کو پکڑ کر لے گئے۔ عین اسی لمحہ کچھ مسلح جوان ایک شخص کو پکڑ کر ایٹاخ کے سامنے لائے اور ایٹاخ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک کہنے لگا۔

کے والی نوح بن اسد کی طرف روانہ کرے اور اسے تاکید کرے کہ جو نبی افشین کا بیٹا حسن بخارا کی ولایت سنبھالنے کے لئے اس کے پاس پہنچے نوح بن اسد فوراً اسے گرفتار کر کے عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دے اس کے بعد عبداللہ بن طاہر حسن بن افشین کو سامرا کی طرف روانہ کر دے۔ اس طرح حسن بن افشین بغاوت کھڑی نہیں کر سکے گا۔ اور اپنے باپ افشین کے ساتھ وہ بھی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہو جائے گا۔

یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد لشکر نے ایک شب وہاں قیام کیا۔ دوسرے روز لشکر سامرا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

منگجو رو کو گرفتار کرنے کے بعد ایٹاخ اور اشناس دونوں جب سامرا پہنچ گئے تب افشین شک و شبہات کا شکار ہو گیا۔ اس کے دل میں یہ گمان اٹھنے لگے کہ کہیں منگجو راس کے خلاف زبان نہ کھول دے اس کو یہ بھی احساس ہونے لگا کہ خلیفہ اس سے بدگمان ہو جائے گا انہی خیالات کے تحت افشین نے سامرا سے بھاگ جانے کی تدبیر کی۔

پہلے اس نے ارادہ کیا کہ وہ آذربائیجان اور آرمینیا کی طرف جائے اور وہاں سے بلاد خزر سے ہوتا ہوا ترکستان چلا جائے گا۔ اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لے گا لیکن جب منگجو رو کو گرفتار کر کے سامرا پہنچا دیا گیا تب افشین کی ساری تدبیریں بے کار ہو گئیں اس لئے کہ آذربائیجان اور آرمینیا کا والی اب بغا کبیر تھا۔ اور وہ کسی بھی صورت اسے ترکستان کی طرف نہ جانے دیتا اور دوسرے راستے میں خراسان کا والی عبداللہ بن طاہر تھا وہ جس قدر ایٹاخ کا جاں نثار تھا اس سے کہیں زیادہ افشین کا دشمن تھا لہذا وہ بھی افشین کو نہ بھاگنے دیتا۔

آخر افشین نے ارادہ کیا کہ خلیفہ اور تمام اراکین اور سرداران سلطنت کی ضیافت کرے تمام دن ان لوگوں کو کھانے پینے میں مصروف رکھے اور شام ہوتے ہی جب سب لوگ دن بھر مصروف و مشغول رہنے کے سبب سو جائیں تو وہ شام کو موقع پا کر کہیں نکل جائے اور کسی کے ہاتھ نہ آئے جس روز وہ یہ تدبیر کر رہا تھا اس روز شام کے وقت جبکہ اپنی حویلی کے ایک کمرے میں وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کمرے میں ایٹاخ داخل ہوا۔

ایٹاخ کو یوں اپنی حویلی کے اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر لہجہ بھر کے لئے افشین چونکا

امیر! یہ شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

ایٹاخ نے اس کا جائزہ لیا پھر اسے مخاطب کیا۔

تو کون ہے۔ کیوں مجھ سے ملنا چاہتا ہے؟ اس پر وہ بول پڑا۔

امیر! میں ایک عرصے سے کوشش کر رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ میرا نام مرزبان بن ترکش ہے۔ میں ایک عرصہ افشین کے ساتھ رہا ہوں۔ میں آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مسلمان نہیں آتش پرست ہے۔ مسلمانوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ اکثر مواقع پر جس طرح فرعون نے لوگوں کو کہا تھا کہ انارکیم العالی اس طرح افشین بھی لوگوں کو معبود بننے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

ایٹاخ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آنے والے اس شخص کو جس نے اپنا نام مرزبان بن ترکش بتایا تھا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کعبہ کے رب کی قسم افشین کا معاملہ مکمل کرنے کے لئے بس تیری ایک کی رہتی تھی اس کے بعد ایٹاخ نے مرزبان بن ترکش کو اشناس کی حفاظت میں دیا پھر وہ اپنا منہ بغا کبیر کے کان کے قریب لے گیا اور بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بغا کبیر! تو جانتا ہے کہ خراسان کا والی عبداللہ بن طاہر میرا بڑا معتقد اور میرا بڑا پرستار ہے۔ ابھی اور اسی وقت تیز رفتار قاصد اس کی طرف بھجواؤ اور میری طرف سے اسے یہ پیغام بھجواؤ اور میری طرف سے اسے یہ پیغام بھجواؤ کہ ترکستان کے حاکم افشین کے بیٹے حسن کو گرفتار کرنے کی فوراً کوشش کرے۔ اسے یہ بھی پیغام بھجواؤ کہ اگر تم ویسے حسن بن افشین کو گرفتار کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ بغاوت کھڑی کر دے گا۔ اس سانپ کو کسی طریقے سے مارے اور جو طریقہ وہ اختیار کرے وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں۔

عبداللہ بن طاہر کو پیغام بھجواؤ کہ وہ افشین کے بیٹے حسن کی طرف یہ پیغام بھجوائے کہ ترکستان کے ساتھ ساتھ بخارا کی حکومت بھی اس کے سپرد کی جاتی ہے۔ اور اسے یہ پیغام مقسم کی طرف سے روانہ کرے کہ وہ بخارا جا کر بخارا کے موجودہ والی نوح بن اسد سے بخارا کی ذمہ داریاں لے لے۔

نوح بن اسد کو سامرا کی طرف روانہ کر دے۔

عبداللہ بن طاہر کو میری طرف سے یہ پیغام بھی بھجواؤ کہ اپنی طرف سے وہ کچھ قاصد بخارا



تھا لیکن جلد ہی سنبھل گیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر پر جوش انداز میں اس نے ایساخ سے مصافحہ کیا ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ افشین اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کاٹ کھانے والی خاموشی رہی پھر افشین کو مخاطب کرتے ہوئے ایساخ کہنے لگا۔

افشین! عجیب سا ہی معاملہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ ایک نئے موضوع پر گفتگو کرنے آ گیا ہوں۔ برامت ماننا ہو سکتا ہے تمہیں کہیں جانے کی جلدی ہو مگر میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا افشین! معاملہ کچھ یوں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی قامت سے زیادہ قیمت لگائے یہ نہ جانے کہ خدا کیا ہے ناخدا کیا ہے۔ سزا کیا ہے جزا کیا ہے۔ تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

افشین! جوش خص چپ کے پرندوں کی طرح خاموش رہ کر کسی قوم کے گلستانوں کو صحراؤں اور دریاؤں کو دشت اور محبت کے حروف کو جیون کی بدترین سیاہی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے۔ افشین! جس کسی شخص کے لئے اس کا حکمران سماعتوں کے ریلے نغموں اور فضا میں چاہت کی چاندنی جیسا نرم خوشکون کے ٹھنڈے لطیف سایوں اور آسودگی اور راحت کی سماعتوں جیسا مہربان ہو اور وہی شخص اس حکمران کو تہر آلود کچھو بن کر ڈنگ مارنے کی کوشش کرے تو اس بچھو نما انسان کی کیا سزا ہونی چاہئے۔

افشین! اگر کسی شخص کو دین اسلام نے محبتوں صدقاتوں یگانگت سے نوازا ہو اس پر محبت بھری رفاقت نچھاور کی ہو اور وہی شخص اس مذہب کے نام پر جھوٹ کی مٹی کا گارا پھینکے تو اس شخص کے لئے کیا سزا تجویز کرنی چاہئے۔ افشین جو شخص کبھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے پرانے طاقتوں میں گل ہوتے چراغ روتے بلکتے گونگے حروف جیسا غیر محفوظ ہو۔ اس شخص کو اگر کوئی مہربان قوم اپنی آنکھوں کی عبادت گاہوں میں شب قدر کی طرح سجائے اور وہ شخص جواب میں بغاوت اور سرکشی کا بچاری بن کر اپنے چار سوا اعمال بھیا تک سیاہی پھیلائے تو ایسے شخص کے ساتھ کیا کیا بھیا تک سلوک کیا جانا چاہئے۔

جب تک ایساخ بولتا رہا افشین عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ کبھی اس کے چہرے پر مایوسیاں پھیل جاتیں آنکھوں میں خدشات اتر آتے کبھی اس کا چہرے غصے میں سرخ ہو جاتا۔ آنکھوں میں غضبناکیاں اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیتیں۔ جب ایساخ خاموش ہوا تو اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر نرم لہجے میں کہنا شروع کیا۔

ایساخ! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ بہک تو نہیں گئے۔ میں نے آج تک تمہیں ایسی گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ اور پھر یہ تم نے پہلیاں بھانے کا انداز کب سے شروع کر رکھا ہے کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ جو باتیں تم نے کہی ہیں ان کا سہارا طے کر اگر تم مجھے بدف بنا نا چاہتے ہو تو حماقت کر رہے ہو۔ اور اگر ایسی باتیں کر کے تمہارا اشارہ کسی اور کی طرف ہے تو مجھے کسی اور سے کوئی غرض و غایت نہیں ہونی چاہئے اس شخص سے خود جا کر پٹ لے لو۔

ایساخ کے چہرے پر طنز یہی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔  
جس شخص سے نمٹنا چاہتا ہوں اس سے خود ہی نمٹوں گا اس سلسلے میں تمہیں زحمت دینے کی کوشش نہیں کروں گا اور جو باتیں میں نے تم سے کہی ہیں وہ میں تم سے ہی کہنا چاہتا تھا۔ کسی اور پر طنز کی ہے نہ میں نے کوئی پہیلی بھجوانے کی کوشش کی ہے۔ جو باتیں میں نے کہی ہیں کیا ان باتوں نے تمہارے دل تمہارے ضمیر تمہاری اتار پر کسی قسم کا تاثر نہیں چھوڑا۔  
غصے میں افشین بھیڑیے کی طرح پھڑک اٹھا۔ کھا جانے والے انداز میں ایساخ کی طرف دیکھا پھر درنگی میں بول اٹھا۔

ایساخ اپنے حواس میں رہو۔ میں لشکریوں کا سالار اعلیٰ ہوں اور تم میرے ماتحت ہو ایک ماتحت کو کسی بھی صورت اور کسی بھی وقت یہ جرأت اور جسارت نہیں ہونی چاہئے کہ اپنے سالار کا ان الفاظ اور اس انداز میں تسخر اور ٹھٹھہ اڑانے کی کوشش کرے۔ میں ایسے رویے کو نہ برداشت کرتا ہوں نہ ایسا رویہ کسی سے روا رکھتا ہوں۔ تم نے چونکہ پہلی بار میرے ساتھ اس قسم کی گفتگو کی ہے لہذا میں اسے برداشت کر گیا ہوں۔ آئندہ محتاط رہنا۔ اگر ایسا معاملہ پھر کسی موقع پر اٹھاؤ گے تو یاد رکھنا میرے غضب کا شکار ہو گے اور میں تمہارے گلے میں زنجیر ڈال کر تمہیں معصوم کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دوں گا۔

ایساخ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔  
کیا تم میں ایسا کرنے کی ہمت اور جرأت ہے؟  
افشین درندے کی طرح دھاڑا اٹھا۔  
ایسی ویسی جرأت؟ تم میری ذات پر اہلٹا پانی انڈیلو میرے سینے پر طنز کے الاؤ جلد کر میرے

کواپنے آدمیوں کے ذریعے اٹھ کر معصوم کے سامنے پیش کروں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ لوگ جو اپنے سالاروں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتے ہیں۔ ان کا حشر ایسا ہونا چاہئے جیسا میں نے اس ایٹاخ کا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی افشین زور زور سے آوازیں دیتا ہوا اپنی حویلی کے محافظوں کو پکارنے لگا۔

جب کئی بار پکارنے کے باوجود اس کمرے میں افشین کا کوئی محافظ داخل نہ ہوا تب ایٹاخ اسی نشست پر بیٹھ گیا جہاں سے وہ اٹھا تھا۔ پھر طنزیہ سے انداز میں مسکراتے ہوئے افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

افشین! میں یہاں بیٹھتا ہوں ایک بار پھر اپنے آدمیوں کو پکارو۔ ہو سکتا ہے تمہاری پہلی پکار کسی نے نہ سنی ہو۔ دوبارہ پکارو تا کہ تمہاری مدد کے لئے کوئی اندر آئے۔

افشین نے کھا جانے والے انداز میں ایٹاخ کی طرف دیکھا پھر اس نے جب باہر نکلنا چاہا تو ایٹاخ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھا اس کی راہ روک کھڑا ہوا اور حکمانہ انداز میں کہنے لگا۔

میری اجازت کے بغیر تم اس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتے جہاں پہلے کھڑے تھے وہیں کھڑے ہو جاؤ۔ تم نے اپنے آدمیوں کو پکارا اور تمہاری پکار پر تمہارا کوئی آدمی تمہاری مدد کے لئے اس کمرے میں نہیں آیا یہ حویلی تمہاری ہے۔ اب میں تمہارے سامنے یہیں کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو پکارتا ہوں پھر دیکھو میری پکار کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی کچھ لوگوں کا نام لے کر ایٹاخ نے پکارا جس کے جواب میں بھاگتے ہوئے کچھ مسلح جوان اندر آئے ایٹاخ مسکرایا اور افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھا تیرا پکارنا کیسا غیر موثر تھا۔ اور میرے پکارنے میں کیا اثر ہے کہ میرے ساتھی کمرے میں آ گئے ہیں اور پھر اندر آنے والے مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے ایٹاخ کہنے لگا۔

میرے عزیز وہ افشین ہے تم اسے اچھی طرح جانتے ہو اسے گرفتار کرو۔

افشین کا چہرہ پیلا آنکھیں غمزدہ ہو گئی تھیں۔ تاہم اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور دھمکی آمیز لہجے میں ایٹاخ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو حرکت تم کر رہے ہو اس کا بہت بڑا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا۔

ساتھ بد باطنوں اور خود سروں اور منتقم مزاج بدوجیسا سلوک کرو اور پھر یہ بھی امید رکھو کہ میں تمہارے ساتھ خوب صورت صبح سازم سلوک کروں۔ میں نے نہ جانے کیسے اور کیوں تجھے برواشت کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ تو میرا ماتحت ہے اور آج تک تو نے میری دل شکنی نہیں کی۔ ورنہ میں تو تیرے جیسوں کے دل کی بستی کو موت کے سناٹوں سے بھر دیتا ہوں۔ تیرے جیسوں کے ذہن کی زینیل میں آہ وزاری کی علامتیں ڈال دیتا ہوں تیرے جیسے میں نے اپنی زندگی میں بہت دیکھے ہیں زیادہ آگے بھاگو گے تو یاد رکھنا میں تیری آنکھوں کے درتچے میں عذابوں کا بسیرا بنتی تلخیاں اور تیرے دل میں خاک و خون کے ایک کرتے حادثے بھر کے رکھ دوں گا اگر تو نے میرے لئے فتنوں کا باعث بننے کی کوشش کی تو یہاں کھڑے کھڑے اپنے آدمیوں کو آواز دوں گا جو میرے ایک اشارے پر تیری گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔

افشین کی اس گفتگو سے ایٹاخ بھڑک اٹھا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک بھر پور طمانچہ اس زور اور طاقت سے اس نے افشین کے منہ پر مارا کہ افشین اپنی نشست سے اچھلتا ہوا دور جا گرا۔ دھاڑنے کے انداز میں ایٹاخ نے اسے مخاطب کیا۔

جرم بھی کرتے ہو غداری کا باعث بھی بنتے ہو اور باؤ لے کتے کی طرح آسمان کو غرا کر بھی دیکھتے ہو۔ میری قوم میری ملت نے تجھے محبت اور الفت کے اوطاق میں رکھا لیکن تو نے نفرت کے صفحات چار سو پھیلانے۔ غنیم سے اطاعت کرنے والے وطن کا دل دکھی کرنے والے آنے والی نسلوں کے لئے کانٹے بونے والے تیرے جیسے بغاوت کے وظیفہ خواں سرکشی کے غلیظ غلاموں کو میں کتوں کے ربوڑ کی طرح ہانک دیا کرتا ہوں۔ شیطان کے گھاسٹے! میری قوم نے تجھے لغووں خوشبوؤں اور رنگوں سے بچایا۔ اطلس و سنجاب میں تمہیں ملبوس کیا۔ اور جواب میں تو دیران آنکھوں خالی پیٹ بھیک منگوں کی حرص جیسا ہی رہا۔ تو نے آتش پرستی کے لباس کے اوپر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر میری قوم میری ملت کو دھوکا دینے کی کوشش کی دیکھ اب تو تنگ ہو چکا ہے۔ اور میں تجھے۔۔۔۔۔

ایٹاخ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ اس کا طمانچہ کھانے کے بعد افشین جو فرش پر گر گیا تھا اٹھ کھڑا ہوا کچھ دیر اس نے اپنے گال کو سہلایا ساتھ ہی ساتھ وہ کھا جانے والے انداز میں ایٹاخ کو دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

اب میں تجھے اپنی حویلی سے بچ کے جانے نہ دوں گا۔ میں تیری گردن کاٹوں گا اور تیری لاش

افشین کی اس گفتگو کا جواب ایسا دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ کمرے میں اشاس داخل ہوا اور افشین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بد بخش افشین! خمیازہ ایسا نہ کھینچو تمہیں بھگتنا پڑے گا تم نے آتش پرستی کے اوپر جو اسلام کا چوغہ اوڑھے رکھا ہے۔ وہ چوغہ اتار چکا ہے۔ تمہیں یاد ہوگا آج دن کے وقت تم اپنے غلام داجس کے ساتھ تلخ کلامی سے پیش آئے حالانکہ تم جانتے تھے کہ سارے برے کاموں میں وہ تمہارا رازدار تھا۔ اس تلخ کلامی کے نتیجے میں داجس بھاگا بھاگا ایسا کہ پاس گیا اور تمہارے سارے کرتوتوں سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔ داجس کو لے کر ایسا مقسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مقسم نے تمہاری گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔ اب بھی تم سمجھتے ہو کہ خمیازہ تمہیں نہیں ایسا نہ کھینچنا ہوگا۔

افشین کی گردن جھک گئی۔ جواب میں اس نے کچھ نہ کہا۔ مسلح جوان ابھی تک افشین کے پاس کھڑے تھے۔ ایسا نہ کھینچنا پھر نہیں مخاطب کیا۔

اسے زیادہ تنگ نہیں کرنا۔ بس اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو اور میرے ساتھ لے کر آؤ۔ ان مسلح جوانوں نے افشین کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے اسی حالت میں افشین کو مقسم کے سامنے پیش کیا گیا اور مقسم نے ایسا حکم دیا کہ افشین کو زندان میں ڈال دیا جائے۔

افشین کے معاملے کا فیصلہ کرنے کے لئے مقسم نے تین اشخاص پر مشتمل ایک مجلس انصاف مقرر کی۔ اس میں قاضی محمد بن داؤد اور مقسم کے دونوں مشیر محمد بن مالک اور اسحاق بن ابراہیم شامل تھے۔ اور انہیں حکم دیا کہ افشین کے معاملات کی تحقیقات کریں اور جس سزا کا وہ مستحق ثابت ہو وہی سزا سے دی جائے۔

اگرچہ مقسم اپنے حکم سے افشین کو فوراً قتل کرا سکتا تھا لیکن اس میں اندیشہ تھا کہ درپردہ بعض سردار اس کے شریک سازش نہ ہوں لہذا اس نے یہ نہایت ہی عاقلانہ روش اختیار کی اس طرح افشین کے قتل پر کسی قسم کا جوش لشکر میں مقسم کے خلاف پیدا نہ ہو سکتا تھا۔

گو مقسم افشین کی بدینتی سے جنگ بابک کے دوران ہی واقف ہو چکا تھا کہ افشین شامی مال و اسباب چرا کر بیٹے کے پاس بھجواتا رہا تھا۔ لیکن اس وقت افشین ایک ایسے دشمن کے خلاف مقابلے میں معرکہ آرا تھا جو گذشتہ بیس سال سے مغلوب نہ ہو سکا تھا۔ لہذا مقسم خاموش رہا اس

کے بعد جب داجس بھاگ کے ایسا کے پاس گیا تو داجس کے ساتھ ساتھ ایسا ان سب لوگوں کو بھی مقسم کے پاس لے گیا جو افشین کے خلاف مختلف بیان دے چکے تھے۔ اور ایسا نے انہیں اشاس کی حفاظت میں رکھا ہوا تھا۔

آخر مقسم کے حکم پر افشین کو انصاف کی مجلس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کی موجودگی میں گواہوں کے بیانات ثبوت کے ساتھ پیش کئے گئے۔ مازیار جو آتش پرست تھا اور افشین کا دست راست تھا زندان سے نکال کر لایا گیا۔ افشین کے لکھے خطوط جو اس کے نام تھے اسے دکھائے گئے سنائے گئے۔ مازیار نے اقرار کیا افشین نے بھی اس بات کو مانا کہ وہ خطوط اس کے لکھے ہوئے ہیں۔ پھر افشین کے خلاف موبذ کے علاوہ مرزبان بن ترکش اور اس علاقے کے مؤذن اور امام کو پیش کیا گیا۔ جو ایسا نے اشاس کی حفاظت میں رکھے ہوئے تھے۔ ان سب کی موجودگی میں افشین کے متعلق وہ باتیں پیش ہوئیں۔ جن سے اس کا منافع ہونا ثابت ہوا مثلاً قرآن ماجد اور آئمہ ماجد کی بے حرمتی کرنا۔ زرتشتی صحیفوں کی تلاوت کرنا اور ہمہ وقت ان کو اپنے ساتھ رکھنا۔ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل رہ کر نمازیں بھی ادا کرنا اور تمام شعائر اسلامی پر عامل رہنا۔ غرض نہایت پختہ قطعی اور یقینی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ افشین دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے اور حکومت اسلامیہ کا تختہ الٹ کر مجوسی سلطنت قائم کرنے کی تدابیر میں مصروف اور منہمک تھا۔

اس مقدمے کی سماعت انتہائی اطمینان کے ساتھ ختم ہوئی۔ اور آخر سارے گواہوں کے پیش کئے جانے اور جو گواہیاں افشین کے خلاف تھیں ان سب سے ثابت ہوا کہ افشین عداور گناہ کار ہے۔ اور افشین نے بھی جو الزام لگائے گئے تھے انہیں تسلیم کیا اور اسے تسلیم کرنا پڑا بلاخر آخری فیصلہ یہ ہوا کہ مازیار کے چار سو درے لگائے جائیں اور افشین کو سزائے موت دی جائے۔ چنانچہ مازیار چار سو درے برداشت نہ کر سکا سزا مکمل ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ افشین کو مصلوب کر دیا گیا اور اس کی لاش عبرت دلانے کے لئے منظر عام پر لٹکائی گئی۔ اس کو مصلوب کرنے کے بعد ایسا اشاس اور دیگر سارے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد مقسم نے اسحاق بن یحییٰ بن معاذ کو اپنے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کر دیا تھا۔

سے رابطہ قائم کرنے کے لئے قسطنطنیہ سے نوفل بن میخائیل کا ایک اور جاسوس آیا تھا جسے موصل کے نواح میں ہی پکڑ لیا گیا تھا۔ اسے بھی یہاں لایا گیا اور اس کی بھی گردن کاٹ دی گئی۔ یہ سارے حالات میں نے تمہیں پہلے نہیں بتائے تھے کہ میں بھی تم سے رخصت ہو رہی ہوں لہذا بہتر سمجھا کہ سارے حالات سے تم کو آگاہ کر دوں۔

زہر بھرے انداز میں ایکاسیہ نے عمیمہ کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

تم کہاں جا رہی ہو؟

آج میری شادی کا اہتمام اشاس سے کیا جا رہا ہے۔ ایتاخ بھائی تو بہت جلد رخصت ہونا چاہتے تھے لیکن ابی نے انہیں روک لیا ہے۔ پہلے میرا اور اشاس کا نکاح ہوگا پھر یہاں سے رخصتی ہوگی۔ اشاس بھی ایتاخ کے ساتھ آذربائیجان کی طرف جا رہا ہے۔ شادی کے بعد میں بھی اشاس کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی۔

ایکاسیہ کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ آنکھوں میں اداسیوں کی آندھیاں اڑنے لگی تھیں کچھ دیر خاموش رہ کر ضبط کرتی رہی پھر شکوہ بھرے انداز میں عمیمہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اتنے بڑے بڑے فیصلے ہو گئے اور تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ تم نے مجھے یہ اشارہ تک نہیں کیا کہ آج تمہاری شادی ہے اور تم آج رخصت بھی ہو جاؤ گی۔ تم نے مجھے پہلے اشارہ بھی نہیں بتایا کہ امیر ایتاخ اور اشاس دونوں یہاں سے رخصت ہو کر آرمینیا اور آذربائیجان کی طرف جا رہے ہیں اور تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔

عمیمہ نے پھر پہلے سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

تمہیں بتانے سے کیا حاصل اگر میں بتا بھی دیتی تو میرے بتانے سے تمہیں کیا فائدہ ہوتا ایکاسیہ بے چاری رو دینے والی تھی اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔

فائدہ ہوتا کیوں نہ ہوتا۔ ضرور ہوتا۔ میں ابھی بتاتی ہوں کہ کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایکاسیہ بھاگتی ہوئی باہر نکلی پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایتاخ کی حویلی میں داخل ہوئی تھی۔

صحن میں اس وقت اسحاق بن تکی اور زیر کھڑے تھے۔ ان پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد ایکاسیہ اسی طرح بھاگتی ہوئی حویلی کے اندر داخل ہوئی۔ اندر ایک کمرے میں اس وقت ایتاخ اکیلا

قسطنطنہ غمران اور عمیمہ حویلی سے نکلیں۔ صحن میں آئیں وہ کہیں جانے لگی تھیں کہ حویلی کے اندر سے ایکاسیہ بھاگتی ہوئی نکلی ان کے سامنے آئی اور ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ تینوں کہاں جا رہی ہیں۔ مجھے بتایا ہی نہیں۔ کیا جہاں آپ جا رہی ہیں وہاں میں نہیں جاسکتی۔

قسطنطنہ اور غمران ایکاسیہ کو گھورتے ہوئے خاموش رہیں۔ تاہم اس موقع پر عمیمہ اداس اور بکھرے بکھرے لہجے میں ایکاسیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

جہاں ہم تینوں جا رہی ہیں وہاں واقعی تم نہیں جاسکتی ہو۔ اسی بنا پر نہ تمہیں بتایا ہے نہ ہم تینوں تمہیں اپنے ساتھ لے جا رہی ہیں۔

تم کہاں جا رہی ہو؟ جہاں میرا جانا منع ہے۔ شکوہ بھرے انداز میں ایکاسیہ نے پوچھ لیا تھا۔ عمیمہ مزید غزدہ اور افسردہ ہو گئی تھی کہنے لگی ہم ایتاخ بھائی کی حویلی میں جا رہے ہیں تمہارے رویے سے دل برداشتہ ہو کر وہ ہمیشہ کے لئے سامرا سے نکل رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ امیر المومنین معصم سے مل کر آئے ہیں انہوں نے معصم سے کہا کہ حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ وہ سامرا میں نہیں رہنا چاہتے لہذا انہیں آذربائیجان اور آرمینیا کا والی مقرر کر دیا جائے۔

معصم نے پہلے تو ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا لیکن جب ایتاخ نے زور دیا تو بھی معصم ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے ایتاخ نے جب لشکر سے ہی نکل جانے کی دھمکی دے دی تب معصم نے ایتاخ بھائی کی بات مان لی اب ایتاخ کو آذربائیجان اور آرمینیا کا والی مقرر کر دیا گیا ہے وہ آج ہمیشہ کے لئے یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں وہاں جا کر وہ بغاکیہ کو واپس بھیج دیں گے اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہیں گے اس لئے انہیں الوداع کرنے جا رہے ہیں ابی اور زہیر پہلے ہی وہاں جا چکے ہیں۔

تمہارے لئے ایک نئی خبر بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہیں یہاں سے اغوا کروانے میں دوما اور رداغ کا ہاتھ تھا۔ وہی دونوں لڑکیاں جن کے ساتھ تم گھڑوؤں کے لئے دریائے دجلہ کے کنارے جاتی تھیں۔ وہ دراصل سوراب نام کے طبیب کی بیٹیاں تھیں۔ سوراب یہودی نکلا اور تینوں نوفل بن میخائیل کے جاسوس تھے یہاں کام کر رہے تھے انہی کی وساطت سے تمہیں اغوا کر کے قسطنطنیہ پہنچایا گیا ان تینوں نے ہی عجیف بن عنبرہ کو بغاوت پر اکسایا اور اس کا کام تمام ہوا تمہارے لئے شاید یہ نئی خبر ہوگی کہ افشین کے بعد معصم کے حکم پر سوراب، دوما اور رداغ کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ ان

بیٹھا ہوا تھا۔ بھاگتے ہوئے اور اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے ایک سیہ اس کے سامنے گئی اور انتہائی بے تابی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میں نے سنا ہے آپ آذر بائجان اور آرمینیا کی طرف جارہے ہیں۔

اسے دیکھتے ہوئے ایساخ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کسی قدر بے اعتنائی برتتے ہوئے کہنے

لگا۔

تم نے درست سنا ہے۔ میں واقعی آذر بائجان اور آرمینیا کی طرف جا رہا ہوں۔

کیوں؟ شکوؤں بھرے انداز میں اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے ایک سیہ نے کہا تھا۔

کیوں سے کیا مطلب بسن میں جا رہا ہوں۔ کسی کو میرے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا

چاہئے۔

کسی کو اعتراض ہونا نہ ہو مجھے اعتراض ہے۔ اس لئے کہ آپ میری زندگی کے میلے میں خوشبو

سے لدا جھونکا میری زیست کے آسمان پر وہ ستارہ ہیں جس پر صرف میری اجارہ داری ہے۔ میرے

دل کے آفاق پر آپ کی ذات تازہ رنگوں کی نئی ابجد کی مانند ہے۔ خدا کے لئے آپ بے سبب مجھ

سے روٹھ کر نہ جائیں۔

میں آپ کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ آپ کی محبت کی جڑیں میرے دل میں پیوست ہیں۔

سامرا شہر کے دن راتیں یہاں کے ستارے کہکشاں یہاں کا چاند سورج بادل برکھا اور روشنی سب

جانتے ہیں کہ میں نے آپ سے ٹوٹ کر محبت کی ہے۔ میں آپ کی منت کرتی ہوں آپ کے آگے

ہاتھ جوڑتی ہوں آپ کے پاؤں پڑنے کے لئے تیار ہوں کہ آپ مجھے چھوڑ کر آذر بائجان کا رخ نہ

کریں۔

میں وہاں کون آپ کی بھوک پر پریشان ہوگا۔ وہاں کون آپ کی ضروریات کا خیال رکھے

گا۔ کون آپ سے ہمدردی کرے گا۔ میں آپ کی منت کرتی ہوں کہ نہ جائیں نہ جائیں خدا کے

لئے نہ جائیں۔۔۔ اس لئے کہ آپ کی ذات وقت کے جلتے بجھتے الاؤ اور زمین کی تنگی پیٹھ اور گھر

آٹکوں میں میرے لئے حسین سپنوں کی تعبیر ہے۔ آپ کی ذات ہی میرے لئے زندگی کی تاریک

شب کی سحر ہے۔ آپ کی سلامتی میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے اکلاے کی اذیتوں تیرگی کے کانٹوں جدائی کے خارزاروں

میں اکیلا چھوڑ کر اور میرے دل کی بستی کو اجاڑ کر نہ جائیں۔

جب تک ایک سیہ بولتی رہی ایساخ اسے مسکرا کر دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

میرے جانے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے اور پھر آذر بائجان اور آرمینیا میں کسی کو میرا خیال

رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں یہاں بھی اکیلا ہوں وہاں بھی اکیلا ہوں گا پھر میری ذات پر کیا فرق

پڑتا ہے۔ میرا یہاں سے چلے جانا ہی بہتر ہے۔ یہاں سے اکیلا رہ کر کیا کروں گا۔

ایک سیہ آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں اس نے ایساخ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں

لئے پھر بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

یہاں میں آپ کو اکیلا نہیں رہنے دوں گی۔ خدا کے لئے آپ آرمینیا اور آذر بائجان نہ

جائیں۔ میں یہاں آپ کے ساتھ رہوں گی آپ کی بیوی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ شادی

کروں گی۔

ایساخ حیرت زدہ سا ہو کر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ایک سیہ نے ایساخ کے

دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں ہی رکھے پھر اپنی گردن کو اثبات میں ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ شک نہ کریں میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ میں آپ سے شادی کروں گی۔ آپ کی بیوی

بن کر اس حویلی میں رہوں گی۔ آپ کی خدمت کروں گی۔ اب بولیں آپ جائیں گے؟

ایساخ مسکرایا پھر نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم مجھ سے شادی پر آمادہ ہو اور

میری بیوی بن کر اس حویلی میں رہنے کے لئے تیار ہو تو پھر میں کسی بھی صورت تمہیں چھوڑ کر

آذر بائجان اور آرمینیا نہیں جاؤں گا۔

ایساخ کا یہ جواب سن کر ایک سیہ کہکشاں میں رقص کرتے ستاروں جیسی خوش کن رات کی شبہ

نشین پر رقص کرتی چاندنی کی کرنوں جیسی خوشگوار مچلتے بہتے حسین رنگوں کی طغیانی جیسی مسرت بھری

چنبیلی کی خوش بو میں ڈھلتی سانسوں جیسی آسودہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی جب ایساخ نے

ایک سیہ سے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے اپنے بازو پھیلانے تب ایک سیہ چپ چاپ آگے بڑھی اور اپنا

سر بڑے پیارے انداز میں اس نے اس کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

پھر دونوں سنہلے ایساخ ایک سیہ کا ہاتھ پکڑ کر حویلی سے باہر نکلا اس وقت صحن میں اسحاق بن یحییٰ

زبیر، قسطونہ، عمیمہ اور غمران کھڑی تھیں ان کے قریب آ کر سب کو مخاطب کرتے ہوئے گہری مسکراہٹ میں ایتاخ کہنے لگا۔

آپ سب کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں آذر بائجان نہیں جا رہا یہیں رہوں گا ایکاسیہ میرے ساتھ شادی پر رضامند ہے ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اسی حویلی میں رہیں گے۔

اس پر سب نے ایک بھر پور قہقہہ لگایا سب سے پہلے عمیمہ آگے بڑھ کر ایکاسیہ سے گلے ملی پھر باقی لوگ اسے گلے لگا کر پیار کرنے لگے تھے پھر عمیمہ نے کہنا شروع کیا۔

ایکاسیہ برا مت ماننا بھائی جان کا آذر بائجان اور آرمیڈیا کی طرف جانا صرف ایک کھیل تھا۔ اس میں کوئی حقیقت نہ تھی ایسا ہم نے جان بوجھ کر تمہیں بھائی سے راضی کرنے کے لئے کیا ہے۔ تم برا مت ماننا۔ اس پر سب نے ایک بھر پور قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے میں ایکاسیہ کے زوردار قہقہے بھی شامل تھے۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد ایتاخ اور ایکاسیہ، شناس اور عمیمہ کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔